۷۸۶

عملک اللہ تعالیٰ

ربِّ زِدْنِی عِلْمًا

فقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا ۔ او کما قال

امتثالاً للآیۃ کہ امل ست بر مطلوبیت طلب زیادت علم و نظر بآں و للحدیث کہ دال است بر مندوبیت فصل بعض

فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسیہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ

ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب مدظلہ است با جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ

لقب صحیفہ مشیر ست بہ تبرک بنام نامیش نیز و خاصہ سہا الا شتات کہ از تحقیقات اہل فضل

عدد (۱) | بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۳ھ | جلد (۱)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کامدش امداد نام	یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ رجب سنہ ١٣٣٣ھ

جو

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

خاکسار رفیق احمد مالک و مدیر رسالہ الامداد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترنم از مدیر قلیل البضاعة والہمت بکلام حضرت مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری علیہ الرحمت پیشکش این ارمغان حکمت

حزین؎ از تقاضائے ہمت برانم — کہ خوانِ سخن را باخوان فرستم

ز شوریکہ از سینہ ام موجزن شد — بزخمِ جگرہا نمکدان فرستم

شکنجِ قفس تنگ دارد دلم را — صفیرے بمرغ گلستان فرستم

ز خاکِ رہِ کلک آہو خرامم — شمیمے بنافِ غزالان فرستم

رطبہائے شیرین تر از قند مصری — برطب اللسانانِ عدنان فرستم

درین قحطِ سالِ بلاغت حدیثے — بعجز بیانانِ قحطان فرستم

چو برقع کشایم ز رخسار معنی — فروغے بخورشید تابان فرستم

کلام من از فہم شاعر فزونست — مگر ارمغانِ حکیمان فرستم

برانم گر اوراق اشعار خود را — چو شیرازہ بندم بلقمان فرستم

تراشیدم از دلِ سخن را کہ شاید — بدریا دلی زادۂ کان فرستم

ز کلکِ عراقی نژاد خود از ہند
سوادے بخاکِ صفاہان فرستم

؎ حزین تخلص حضرت مفتی صاحب رہ کا ہے ۱۲

الامداد

یعنی

اُمتِ محمدیہ کے تزکیہ و تطہیر ظاہری و باطنی کیلئے حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدفیوضہم کے مضامین فیض آگین و کلماتِ طیبات کا ایک ماہوار رسالہ

اور اُس کی ضرورت

بعد الحمد والصّلوٰۃ - ابتدار آفرینش سے سنۃ اللہ اور صفۃ رحمت خاصہ یعنی ہدایت و ارشاد کا ظہور اس طرح ہوتا رہا ہے کہ زمانہ کے انقلاب سے مخلوق کے طرز و عادات میں جس جس طرح کا تغیر و تبدل ہوتا گیا اُسی قسم کے ہادی بھی حق تعالیٰ پیدا فرماتے رہے ہیں چنانچہ حضرات انبیار علیہم السلام کے رنگ طبائع کا گوناگوں ہونا اور اُن کی ہدایت و دعوت الی الایمان کے روش کا الوان مختلفہ میں جلوہ گر ہونا اس کا شاہد ہے حتیٰ کہ جب سلسلۂ نبوت کا ختم ہوا تو اسی شان رحمت کا نور جناب خاتم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتِ مرحومہ میں اس طرح متجلی ہوا کہ حسب اختلاف زمانہ ہادیان امت و وارثان ملت بیضار کی شان مختلف ہوئی چنانچہ اگر آپ قرن صحابہ رضی اللہ عنہم سے تدریجی نظر سے قرناً بعد قرنٍ علمار امت کے حالات ملاحظہ فرمائیں گے تو یہ امر بالکل واضح ہو جائیگا بلکہ دائرہ نظر کو اگر اور وسیع کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ یہ امر ہدایت و ارشاد ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سنت الٰہیہ ہر امر میں یہی ہے کہ جس وقت جس جگہ جس شے کی ضرورت ہوتی ہے اُس شے کو حق تعالیٰ پیدا فرما دیتے ہیں پس اسی قاعدہ اور قانون قدرت کے موافق ضروری ہوا کہ اسوقت کے ہادی اور رہبر بھی ایسا رنگ ارشاد کا لئے ہوئے ہوں جس سے اُمت کے افراد موجودہ مستفیض ہوں سو الحمد للہ اب بھی ایسے علمار ربانی موجود ہیں بالخصوص حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدفیوضہم کہ حضرت کا رنگ تحریر و تقریر اس زمانہ میں ایسا مقبول و نافع ہوا ہے کہ

عوام سے لیکر خواص بلکہ اخص الخواص تک اس سے منتفع ہوتے ہیں اور پسند فرماتے ہیں اسی واسطے حضرت موصوف
کے مواعظ و تصنیفات سے عامۂ نفع پہونچا ہے اور پہونچ رہا ہے بلکہ یہ کہنا بے موقع نہیں ہے کہ حضرت مولانا کی
تصانیف و مواعظ من جانب اللہ متوجہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ من جانب اللہ ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں
کہ حضرت کی ہر تصنیف و تالیف بلکہ جو کلمات بطور وعظ یا ملفوظات لسان فیض ترجمان سے صادر ہوتے ہیں
وہ سب منضبط ہو کر شائع ہو جاتے ہیں چنانچہ مواعظ کے طبع و اشاعت کا انتظام تو بحمد اللہ عرصہ کئی سال سے ہو ہی رہا تھا
لیکن تھانہ بھون میں مطبع نہ ہونے کی وجہ سے ان مضامین کے شائع ہونے میں بہت دیر ہو جاتی تھی اور نیز بعض ملفوظات
متفرقہ و مضامین مختلفہ ہنوز اسی دقت کی وجہ سے طبع نہ ہو سکتے تھے اور تمنا یہ تھی کہ اگر یہاں مطبع ہو جاوے اور ایک اخبار
رسالہ جاری کیا جاوے تاکہ یہ جواہر بے بہا تازہ بتازہ نو بنو وقتاً فوقتاً امت محمدیہ کو پہونچائے جاویں تو سہولت کے ساتھ
نفع عام اور تام ہو جائے الحمد للہ ایسے اسباب بھی غیب سے پیش آگئے کہ ایک مطبع اور ایک رسالہ ماہوار کی گورنمنٹ سے
اجازت ہو گئی اور یہ تمنائے دیرینہ بر آئی اور اسقدر جلدی خلاف امید اس پرچہ کی اجازت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
اس میں شک نہیں ہے کہ یہ بالکل من جانب اللہ ہے اس لئے توکلاً علی اللہ افاضۃً و افادۃً اس رسالہ کو جاری کیا جاتا ہے
اور چونکہ یہ خانقاہ اور مسجد سید الطائفہ حضرت مولانا الحاج الشاہ امداد اللہ رضی اللہ عنہ کا ایک مدت
دار الاقامۃ رہا ہے اور نیز صاحب مضمون یعنی حضرت مولانا صاحب مد ظلہم العالی حضرت قدس سرہ کے خلیفہ خاص
ہیں اور جو مضامین حضرت کے قلب مبارک میں وارد ہوتے ہیں یہ سب فیض حضرت قدس سرہ کے واسطہ سے عالم غیب سے
آتے ہیں ان وجوہ سے اس مطبع کا نام **امداد المطابع** اور اس صحیفہ شہریہ کا نام **الامداد** رکھا گیا۔

اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ الامداد کے فیوض و برکات سے (کہ مجموعہ فیوض امداد حقیقی
یعنی حضرت امداد قدس سرہ کہ جنکے نام نامی پر اسکو نامزد کیا گیا ہے اور فیوض امداد حکمی یعنی حضرت مولانا
مد فیوضہم ہے) جمہور کو شرقاً و غرباً مستفیض فرما۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ
وصحبہ وسلم۔ آمین۔

(**اطلاع**) اس رسالہ کی غرض اصلی تو حضرت مولانا مد فیوضہم ہی کے مضامین شائع کرنا ہے اسلئے بیشتر حصہ
اس کا حضرت ہی کے مضامین سے مملو و مشحون ہوگا اور کچھ حصہ اسکا دیگر اہل علم کے مضامین کیلئے بھی ہوگا۔

احقر رفیق احمد مدیر رسالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید رسالہ الامداد

از حضرت مولانا اشرف علی صاحب فیوضہم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ احقر افقر عرض رسا ہے کہ مجھسے میرے شفیق منشی نسیق احمد حفظہ اللہ الصمد نے اپنے رسالہ الامداد کے لئے جسکی کیفیت ضرورت انکی تمہید سے مکشوف ہو چکی ہے میرے چار مستقل مضمونوں کے مسلسل دینے کی استدعا کی جسکو میں توکلاً علی اللہ بخوشی قبول کرتا ہوں جسمیں ایک جزو تصوف کے عام مضامین جو میرے مواعظ سے منتخب ہوا کرینگے جسکا نام احقر ہی نے الرفیق فی سواء الطریق رکھا ہے۔ اور دوسرا جزو تصوف کے خاص مضامین میں جو بلحاظ خصوصیات احوال مشتغلین سلوک کہ انکے استفسار کے جواب میں لکھے جاتے ہیں جسکا نام تربیۃ السالک ہے۔ اور ایک تیسرا جزو فتاوی کا ہے جو بلحاظ واقعات کے قدیم وجدید ہونیکے دو جزو پر منقسم ہو گیا ہے۔ امداد الفتاوی وحوادث الفتاوی۔ اور حصہ اول کے ضمن میں بعض عقائد کے متعلق تحقیقات یا بعض آیات وحدیث کا حل بھی آگیا ہے چوتھا جزو ملفوظات یومیہ ہیں جو متفرق فوائد پر مشتمل ہیں جسکا نام ملفوظات خبرت ہے جزو اول تو ابھی شروع ہوا ہے انکی حالت مفصلاً انکی تمہید سے جو کہ اسی پرچہ میں لکھی ہے واضح ہو جاویگی باقی تین جزو اخیر پہلے سے جاری تھے جو کچھ مستقلاً شائع بھی ہو چکے ہیں انکی مفصل کیفیت انکی تمہیدات سے جو کہ انکے ساتھ مرقوم ہوئی ہیں واضح ہے جنکی طرف اس رسالہ کے مضامین مذکورہ کے شروع میں اشارہ کر دیا گیا ہے البتہ جزو رابع باوجود اسکا ایک حصہ شائع ہو چکنے کے انکی تمہید مفصل بھی اسی پرچہ میں ایک خاص وجہ سے جو کہ اس کے ملاحظہ سے معلوم ہوگی شائع ہوتی ہے ان چاروں مضمونوں کو چہار عنصر سے ملقب کرتا ہوں اور چونکہ اس پرچہ میں ایک پانچواں مضمون بھی اشتات کے عنوان سے انشاء اللہ بالالتزام ہوا کریگا جسمیں کبھی ممکن ہے کہ احقر کا کوئی مضمون ہو کبھی دوسرے اہل علم کا بھی ہوگا استطراداً اسکو ان چاروں سے ملا کر مجموعہ کو پنج گنج سے ملقب کرتا ہوں اللہ تعالیٰ منشی صاحب کی حسن نیت وخلوص میں برکت عطا فرما کر اس سلسلہ کے جاری رکھنے کی توفیق دے کہ مضامین مذکورہ بحیثیت کذائیہ عام وخاص کیلئے بیحد نافع معلوم ہوتے ہیں۔ وباللہ الاستمداد والاستعانۃ والیہ التضرع والاستکانۃ۔

اشرف علی مقام تھانہ بھون

الرفیق فی سواء الطریق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدفیوضہم کے مواعظ متفرقہ مطبوعہ وغیر مطبوعہ میں بہت سے مضامین سلوک و اخلاق کے متعلق منتشر طور سے ایسے ہوتے ہیں کہ مواعظ کے مطالعہ کرنیوالوں کے اذہان بھی وہاں تک نہیں پہونچتے کہ ان مضامین سے اصلی مقصود کیا ہے اسلئے احقر نے حسب ارشاد حضرت مولانا مدفیضہم ان مضامین متفرقہ کو انتخاب کر کے مستقل عنوانات سے ان کو معنون کر دیا ہے کہ اس صورت سے مقصود اصلی معلوم ہونے کے علاوہ انکی نافعیت مضاعف ہوگئی ہے اور نیز مطالعہ کرنے والوں کو بوجہ اختصار و تفنن دلچسپی بھی زیادہ ہوگی فقط الراقم محمد عبداللہ عفی عنہ۔

فقر صادق کی علامت

فقر صادق کی علامت یہ ہے کہ اُسکی ساتھ دلچسپی ہو اور دلچسپی اسکو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقر محبوب تھا تو اپنی اولاد کیلئے بھی اُسکو قولاً و عملاً اختیار کر کے دکھلا دیا قولاً تو یہ کہ خدا تعالیٰ سے دعا کی اللّٰھم اجعل رزق آل محمد قوتاً[1] اور عملاً یہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو سب خاندان سے زیادہ محبوب تھیں اور جنکے لئے آپ فرط محبت سے سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جن کیلئے آپنے یہ فرمایا کہ سیدۃ نساء اھل الجنۃ فاطمۃ رض[2] نیز حضرت علی رض نے جب نکاح ثانی کا قصد فرمایا تو آپ نے یہ فرمایا کہ یوذینی ما آذاھا[3] اتنی پیاری بیٹی نے جب ایک مرتبہ چکی چلانے سے ہاتھوں میں چھالے پڑ جانیکی شکایت کی جبکو آجکل اسقدر عیب سمجھا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے خاندان کی عورتوں کو بوجہ مصلحت صحت یہ رائے دی کہ نئی لڑکیوں سے چکی پسواؤ کیونکہ اکثر امارت کے لئے بیماری لازم ہو گئی ہے وہ امیر بھی کیا ہوا جس کے پاس صحت جیسی خدا کی نعمت ہو اور وجہ اسکی یہی آرام طلبی ہے اس لئے میں نے یہ کہا کہ تم ایسا کیا کرو تو ان میں سے بعض کہنے لگیں کہ خدا نہ کرے تم ایسی فال کیوں نکالتے ہو اور بہا تک بھلوگوں کی شان بڑھ گئی ہے کہ اکثر عورتوں نے چرخہ کاتنا تک چھوڑ دیا۔

عہ[1] اے اللہ اولاد محمد کا رزق بقدر کفایت مقرر فرما ۱۲ عہ[2] اہل جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ رض ہیں ۱۲ احمد حسن عفی عنہ

عہ۳ الکیف [illegible] فاطمہ [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] البخاری ۱۲ احمد حسن عفی عنہ

حکایت - ہمارے وطن میں ایک عورت کا قصہ ہے کہ وہ چرخہ کات رہی تھیں اور اُسی زمانے میں اُن کی ساس مرگئی تھیں تو کوئی عورت جو اُن کے یہاں تعزیت کیلئے آئی تو آہٹ پاتے ہی چرخہ کو اٹھا اور اندھے باولوں کی طرح ایک کوٹھری میں پھینک آگے سے کیواڑ بند کر دیے تاکہ مہمان کو معلوم نہو۔ غرض حضرت فاطمہ رض کے ہاتھ میں چھالے پڑگئے تھے حضرت علی رض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی غلام لونڈی لے آؤ تاکہ کچھ مدد دے چنانچہ حضرت فاطمہ رض حضور ص کے پاس گئیں اپنی راحت کیلئے یا شوہر کے امتثال امر کیلئے جسوقت حضور ص کے گھر پہونچیں تو حضور ص تشریف فرما نہ تھے حضرت عائشہ رض سے ملکر چلی آئیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ رض سے معلوم ہوا آپ حضرت فاطمہ رض کے پاس تشریف لیگئے اسوقت حضرت فاطمہ رض لیٹی ہوئی تھیں آپکو دیکھکر اٹھنے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لیٹی رہو غرض اُس وقت پھر حضور ص سے عرض کیا گیا آپ نے فرمایا کہ اگر کہو تو غلام لونڈی دیدوں اور کہو تو اُس سے بھی اچھی چیز دیدوں یہ سنکر فاطمہ رض نے پھر یہ نہیں پوچھا کہ وہ اچھی چیز کیا ہے بلکہ فوراً عرض کیا کہ اچھی ہی چیز دیجئے آپنے فرمایا کہ سوتے وقت سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو بس یہ غلام لونڈی سے بھی بہتر ہے اُس خدا کی بندی نے خوشی خوشی اسکو قبول کر لیا تو دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقر محبوب تھا تو اپنی اولاد کیلئے بھی آپ نے اسکو تجویز کرکے دکھلا دیا نیز ارشاد فرمایا کہ ہماری اولاد کیلئے زکوۃ حلال نہیں کیا یہ ممکن نہ تھا کہ ایسے قوانین مقرر کئے کہ سب روپیہ انہی کو ملتا مگر ایسا نہیں ہوا تو درویشی اسکو کہتے ہیں۔

درویش متقی کے اندر تواضع اور رعب دونوں جمع ہوتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت عمر رض نے برسر منبر فرمایا کہ اسمعوا واطیعوا[۱] سامعین میں سے ایک شخص نے کہا لا نسمع ولا نطیع[۲] حضرت عمر رض نے وجہ پوچھی تو اُس شخص نے کہا کہ غنیمت کے چادرے جو آج تقسیم ہوئے ہیں سب کو تو ایک ایک ملا ہے اور آپ کے بدن پر دو ہیں معلوم ہوتا ہے آپنے تقسیم میں عدل نہیں کیا آپنے فرمایا بھائی تو نے اعتراض میں بہت جلدی کی بات یہ ہے کہ میرے پاس آج

[۱] تم سنو (حکم خلیفہ) اور اطاعت کرو ۱۲ [۲] ہم نہیں سنتے اور نہ اطاعت کریں ۱۲ - احمد حسن عفی عنہ

کرتہ نہیں تھا تو میں نے اپنے چادرے کو تو ازار کی جگہ باندھا اور ابن عمر سے اُن کا چادر ہ ستعار لیکر اُس کو کرتہ کی جگہ اوڑھا ہے اس واقعہ سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ اُن حضرات میں بڑے چھوٹے سب برابر حصے کے مستحق سمجھے جاتے تھے آج بڑوں کا دوہرا حصہ ہونا تو گویا لازمی امر ہے البتہ اگر مالک ہی دوہرا حصہ دیں تو کچھ مضائقہ نہیں غرض تواضع کی تو یہ کیفیت تھی اور باوجود اس نرمی کے رعب کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ آپ بہت سے صحابہؓ کے ساتھ جارہے تھے اتفاقاً پشت کی طرف جو آپنے نظر کی تو جس جس پر نظر پڑی سب گھٹنوں کے بل گر پڑے ؎

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید	ترسد از وے جن وانس وہر کہ دید

یعنی جو خدائے تعالیٰ سے ڈریگا اُس سے سب ڈریں گے اور اگر کسی کے رعب میں کمی ہے تو تقوی کی کمی کی وجہ سے ورنہ ضرور ہیبت ہوتی ہے ہاں وحشت اور نفرت نہیں ہوتی اور اجتناب وعدم اختلاط کے ساتھ جو ہیبت ہوتی ہے وہ ایسی ہے جیسے لوگ بھیڑیے سے ڈرتے ہیں کہ اگر اس مجلس میں بھیڑیا آجائے تو ابھی سب کھڑے ہوجائیں۔

اصل درویشی صحبت نیک ہے

ابتدا ہی سے اپنی اولاد کو کسی بزرگ کی صحبت میں وقتاً فوقتاً رکھیے اور خود بھی رہیے اُنکی صحبت میں خدا تعالیٰ نے اصلاح کا اثر رکھا ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو	پیش مرد کاملے پامال شو
صحبت نیکان اگر یک ساعت است	بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا	گو نشیند در حضور اولیاء

مگر صحبت کا ہلوگوں میں بالکل ہی اہتمام نہیں ہے میں نے ایک موقع پر اسکو ایک مستقل تقریر میں بیان کیا ہے اور اب پھر کہتا ہوں کہ جہاں اور تمام ضروریات اپنی اولاد کے لئے تجویز کیجاتی ہیں چندروز کیلئے اسکا بھی انتظام کر لیجیے کہ اُنکو کسی بزرگ کے سپرد کر دیجئے اور کم سے کم ایکسال تک اُن کے پاس ضرور رکھیے اگر کہیے کہ اس میں تو اُن کی دنیوی تعلیم کا بڑا نقصان ہوگا تو میں کہتا ہوں کہ اس کی یہ صورت کیجیے کہ ہر چھٹی میں چندروز رکھا کیجیے اس طرح چندمرتبہ میں یہ مدت پوری

ہوجائے گی۔

اصل نافع فی الدین قلب سلیم ہے

نافع فی الدین واقع میں کوئی دوسری چیز ہے اور وہ قلب سلیم ہے یعنی اگر قلب سلیم ہے تو روپیہ کا ہونا نہونا دونوں مضر نہیں اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو روپیہ کا نہونا تو کم مضر ہوتا ہے اور روپیہ کا ہونا زیادہ مضر ہوجاتا ہے روپیہ اور قلب سلیم کی مثال بالکل تلوار اور ہاتھ کی سی ہے کہ تلوار کاٹتی ہے لیکن اسی وقت جبکہ ہاتھ بھی ہو اور اس میں قوت بھی ہو اور اگر ہاتھ نہیں یا ہاتھ تو ہے لیکن اس میں قوت نہیں تو نری تلوار کیا کام دے سکتی ہے بلکہ بعض اوقات خود اپنے ہی زخم لگ جاتا ہے اسی طرح اگر قلب سلیم نہو تو نرا روپیہ کیا کام دے سکتا ہے اصل چیز قلب سلیم ہے اگر ایسے شخص کے پاس مال ہے تو وہ بیشک حدیث نعم المال الصالح عند الرجل الصالح کا مصداق ہے مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مال را گر بہر دین باشی حمول		نعم مالٌ صالحٌ گفت آں رسول	

اور فرماتے ہیں ؎

آب در کشتی ہلاک کشتی است		آب زیر کشتی آنرا پشتی است	

یعنی اگر کشتی کے اندر پانی بھر جائے تو اس کے ہلاک کا سبب ہوتا ہے اور اگر کشتی کے نیچے رہے تو اس کے لئے معین ہوتا ہے اسی طرح اگر مال قلب کے اندر گھس گیا تو وہ قلب کے لئے مہلک ہے اور اگر قلب سے باہر رہے تو وہ معین ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہوتا ہے کہ جب صاحب قلب سلیم کے پاس روپیہ ہو۔ غرض روپیہ کا ہونا نہونا دونوں برابر ہی ہوئے۔

دنیاداروں کی پریشانی اور درویشوں کی دولت اطمینان کا راز

راز اسکا یہی ہے کہ واقعات تو اختیار میں ہوتے نہیں اور حرص زیادہ ہوتی ہے اسواسطے ہمیشہ مصیبت میں گذرتی ہے برخلاف اس شخص کے کہ جسکے پاس دین ہو کیونکہ اسکو خدا تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اور محبت میں یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎ ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود۔

حکایت حضرت غوث اعظم رح کا واقعہ ہے کہ ان کو کسی نے ایک آئینہ چینی نہایت بیش قیمت لاکر دیا آپ نے خادم کے سپرد کردیا کہ جب ہم مانگا کریں ہمکو دیدیا کرو ایک روز اتفاق سے خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا خادم ڈرا اور حاضر ہوکر عرض کیا کہ ع از قضا آئینہ چینی شکست۔ آپنے بیساختہ نہایت خوش ہوکر فرمایا کہ ع خوب شد اسباب خود بینی شکست۔ اور مال تو کیا چیز ہے اولاد کے مرجانے پر بھی یہ حضرات پریشان نہیں ہوتے یہ دوسری بات ہے کہ طبعی رنج ہو سو یہ کوئی مذموم نہیں انبیاء علیہم السلام کو بھی ہوا ہے غرض دین کے ساتھ اگر دنیا ہوگی تو وہ دنیا بھی مزہ دار ہوگی بلکہ اگر نرا دین ہو اور دنیا نہ ہو تب بھی اُن کی زندگی نہایت مزہ دار ہے اس لیے کہ وعدہ ہے من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبہ ان حضرات کو ہیچ نداردمیں بھی پورا لطف آتا ہے۔

حکایت حضرت شاہ ابوالمعالی رح کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ گھر پر موجود نہ تھے کہ آپکے مرشد رح تشریف لائے اتفاق سے اس روز گھر میں فاقہ تھا اہل خانہ نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں آپ کیلئے کوئی انتظام ہونا چاہیئے آخر خادمہ کو محلہ میں بھیجا کہ اگر قرض ملجائے تو کچھ لے آئے خادمہ دو تین جگہ جاکر واپس چلی آئی اور کچھ نہ ملا متعدد مرتبہ کے آمد و رفت سے حضرت کو شبہ ہوا اور آپ نے حالت دریافت فرمائی معلوم ہوا کہ آج فاقہ ہے آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپنے ایک روپیہ نکالکر دیا کہ اس کا اناج لاؤ چنانچہ اناج آیا آپنے ایک تعویذ لکھکر اسمیں رکھدیا اور فرمایا کہ اس اناج کو مع تعویذ کے کسی برتن میں رکھدو اور اسی میں سے نکالکر خرچ کرتے رہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس اناج میں خوب برکت ہوئی چند روز کے بعد جو شاہ ابوالمعالی صاحب رح آئے تو کئی وقت تک کھانے کو برابر ملا آپنے ایک روز تعجب سے پوچھا کہ کئی روز سے فاقہ نہیں ہوا معلوم ہوا کہ اس طرح سے حضرت ایک تعویذ دیگئے تھے اب اس موقع پر ملاحظہ فرمایئے حضرت شاہ ابوالمعالی رح کے ادب کو اور آپ کی خداداد سمجھ کو کہ ادب توکل کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور ادب پیر کو بھی ملحوظ رکھا فرمانے لگے کہ اس اناج کو ہمارے پاس لاؤ چنانچہ لایا گیا آپ نے اس میں سے تعویذ کو نکالکر تو اپنے سر پر باندھا اور فرمایا کہ حضرت کا تعویذ تو میرے سر پر رہنا چاہیئے اور اناج کی بابت حکم دیا کہ سب فقراء کو تقسیم کردیا جائے چنانچہ سب تقسیم کردیا گیا اور اسی وقت سے پھر فاقہ شروع ہوگیا ان حضرات کا

فاقہ اختیاری فاقہ تھا کیونکہ اسکو سنت سمجھتے تھے حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ پر تین تین دن فاقہ کے گذر جاتے تھے اور جب بیوی بہت پریشان ہو کر عرض کرتیں کہ حضرت اب تو تاب نہیں رہی فرماتے کہ تھوڑا صبر اور کرو جنت میں ہمارے لئے عمدہ عمدہ کھانے تیار ہو رہے ہیں لیکن بیوی بھی ایسی نیک ملی تھیں کہ وہ نہایت خوشی سے اس پر صبر کرتیں صاحبو! ان حالات پر آپ کو تعجب نہ کرنا چاہئے اور اگر تعجب ہو تو یہ ایسا ہی تعجب ہے جیسے کوئی عنین تعجب کرنے لگے کہ صحبت میں بھی لطف ہوتا ہے کیونکہ اگر ذرا سا بھی ادراک ہوتا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کا کیا عالم ہوتا ہے محبت میں تو مطلقاً یہ عالم ہوتا ہے کہ ؎

چو در چشم شاہد نیاید زرت	زر و خاک یکساں نماید برت

بلکہ اگر محبوب کو ایک ہزار روپیہ دو اور وہ لات مار دے تو تمھارے دل میں بھی اس روپیہ کی قدر نہیں رہتی اور محبت مجازی میں جب یہ حالت ہے تو حقیقی کا کیا پوچھنا اسی کو فرماتے ہیں ؎

ترا عشق ہمچو خودے زاب و گل	رباید ہمہ صبر و آرام دل
عجب داری از سالکانِ طریق	کہ باشند در بحر معنی غریق

دیکھئے اگر کوئی محبوب اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیدے اور اس درمیان میں کھانے کا وقت آجاوے اور محبوب کہے کہ اگر بھوک لگی ہو تو جا کر کھانا کھالو کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ عاشق اس وقت اٹھنے اور کھانا کھانے کو گوارا کریگا ہرگز نہیں تو جب محبت کی یہ حالت ہوتی ہے تو شیخ کے فاقہ پر کیا تعجب ہے وہ حضرت حق محبوب حقیقی سے معیت رکھتے ہیں مولانا رح کہتے ہیں ؎

گفت معشوقے بعاشق کای فتا	تو بغربت دیدۂ بس شہر ہا
پس کدامی شہر ازانہا خوشتر ست	گفت آں شہرے کہ دروے دلبرست

آگے مولانا رح فرماتے ہیں ؎

ہر کجا دلبر بود خرم نشیں	فوق گردون ست نے قعر زمیں
ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ	جنت ست آں گرچہ باشد قعر چاہ

تو اگر محبوب کنوئیں کے اندر ہو وہ بھی جنت ہے تو جب محبوب مجازی کی معیت کی یہ حالت ہوتی ہے تو محبوب حقیقی کی معیت اگر میسر ہو جاوے تو کیا حالت ہوگی۔

ہمکو اصلاح اخلاق کی کچھ فکر نہیں ہے

اکثر وضعدار لوگوں کو اسکی تو فکر ہوتی ہے کہ داڑھی بھی ہو ٹخنے سے اوپر پائجامہ بھی ہو لباس سارا شریعت کے موافق ہو لیکن اخلاق کو دیکھئے تو اسقدر خراب کہ گویا کبھی شریعت کی ہوا بھی نہیں لگی جس سے وہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل	واندروں قہر خدائے عزوجل
از بروں طعنہ زنی بر بایزید	واز درونت ننگ میدارد یزید

بہت لوگ ہماری پارسایانہ صورت کو دیکھکر دھوکے میں آجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خدا تعالے کے خاص مقبولین میں ہیں حالانکہ ہم میں جز اخلاق کا جو کہ شعب دین سے ایک عظیم الشان شعبہ ہے نشان تک نہیں ہوتا ہماری ساری حرکتیں تکلف پر مبنی اور سارے افعال بناوٹ سے ناشی ہوتے ہیں۔

ظاہر کی درستی بھی بہت ضروری ہے

یاد رکھو کہ ظاہر کی درستی بھی بیکار نہیں ہے اسکا بھی باطن پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے حضرت موسیٰ جب ساحران فرعون کے مقابلے کے لئے تشریف لیگئے تو مقابلے کے بعد ساحر تو سب مسلمان ہوگئے تھے لیکن فرعون نہیں ہوا تھا حضرت موسیٰ ؑ نے خدا تعالیٰ سے اسکا سبب پوچھا ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ ساحران فرعون اسوقت تمہارا سا لباس پہنکر آئے تھے ہماری رحمت نے گوارا نہ کیا کہ تمہارے ہم لباس دوزخ میں جائیں اس لئے ہم نے ان کو ایمان کی توفیق دیدی اور فرعون محروم رہا پس خلاصہ یہ نکلا کہ ظاہر کی درستی بھی اچھی چیز ہے مگر محض اسکی درستی پر اکتفا نکرنا چاہئے بلکہ اسکے ساتھ باطن کو بھی درست و آراستہ بنانیکی فکر ہونا چاہئے۔

مشایخ کو چاہئے کہ وہ غیبت نہ سنیں

جو لوگ مقتدا ہیں وہ اسکی زیادہ فکر کریں کیونکہ غیر مقتدی کو تو غیبت کرنیکی نوبت کم آتی ہے

(باقی آئندہ)

تربیت السالک

(حصہ سوم از ۱۳۳۳ھ)

(تمہید حصہ دوم ملاحظہ ہو)

سوال۔ حقیر جسوقت انگریزی پڑھتا تھا اُسوقت کثیر بلکہ کل نماز قضا کیا وہ نماز جب ادا کرنا شروع کردیتا ہوں دو چار روز کے بعد پھر چھوٹ جاتی ہے اور نماز میں دل بہت پراگندہ ہو جاتا ہے ازراہ کرم علاج فرمادیں۔

جواب۔ شاید آپ ایکدم سے بہت سی نمازیں پڑھنے لگتے ہیں تھوڑا تھوڑا پڑھیں سہل یہ ہے کہ ایک ایک نماز کے ساتھ ایک ایک نماز پڑھ لیا کریں اور دل پراگندہ ہونا اگر اختیاری خیالات سے ہے تو ان خیالات کی طرف بالقصد توجہ نکریں اور اگر غیر اختیاری اسباب سے ہے تو کچھ پروا نکریں یہی اسکا علاج ہے زیادہ درپے ہونے سے زیادہ پراگندگی ہوگی اور بے پروائی سے بعد چندے خود دفع ہو جائیگا فقط

حال۔ اکثر اوقات کلام مجید کی تلاوت کے وقت اور ویسے دیگر اوقات میں قلب پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ بے تحاشا رقت اور دل سے یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس جسم کے اسکی راہ میں ٹکڑے ٹکڑے اوڑائے جاویں تمام جسم بیقرار ہو جاتا ہے اور دل پر عجیب فرحت اور بہار معلوم ہوتی ہے اور یہ حالت قریب ایک گھنٹہ تک رہتی ہے۔

تحقیق۔ مبارک ہو مگر چند روز تک سلسلہ مقویات و مفرحات کا جاری رکھنا مناسب ہوگا۔

حال۔ بعض وقت اپنا حال جماعت میں حتی الوسع لوگوں سے چھپاتا ہوں۔

تحقیق۔ کچھ زیادہ کوشش نکریں اگر بے اختیار ظاہر ہو جاوے ہونے دیں۔

حال۔ اس کے ساتھ ہی یہ دل چاہتا ہے کہ حضور کے قدموں کی خاک کاش اس احقر کی آنکھوں میں لگائی جاوے تاکہ یہ اندھا آنکھوں والا ہو جاوے۔

تحقیق۔ شیخ ملقن کی محبت کلید سعادات ہے۔

حال ۔ اور نماز کے اندر تو خشوع ہو کر بے تحاشا رقت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تمام جسم میں سے اللہ اللہ نکلتا ہے۔

تحقیق ۔ اللہ تعالیٰ ترقی بخشے۔

حال ۔ اور بعض اوقات نماز میں دل نہیں لگتا اور خیالات کا ہجوم ہوتا ہے۔

تحقیق ۔ کچھ فکر نہ کریں بتدریج سب اصلاح ہو جاویگی اپنے کام میں لگے رہئے۔

حال ہر چند خیالات دور کرنا چاہتا ہوں مگر دور نہیں ہوتے۔

تحقیق ۔ اسکی کوشش نکریں مداومت ذکر و تقوی سے از خود یہ سب دفع ہو جاویں گے۔

حال ۔ بعض اوقات قلب پر ایسی واردات ظاہر ہوتی ہیں کہ جو کچھ قلب پر معلوم ہوا تھا ویسے ہی ہو جاتا ہے۔

تحقیق ۔ شکر کریں مگر کمال نہ سمجھیں کہ کمال سمجھنا مضر ہے۔

۲ سوال ۔ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو مجھے اس بات کا خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں میری نماز میرے منہ پر نہ ماری جاوے کوئی ترکیب بتائیے کہ اطمینان قلب حاصل ہو۔

جواب ۔ اپنی طرف سے جہانتک ہو سکے نماز کو درست کرکے پڑھا جاوے اور خدا تعالیٰ سے امید قبول رکھنا چاہئے باقی پورا اطمینان تو ہونا بھی نہ چاہئے۔ ایمان خوف و رجا ہی کے درمیان تو ہے

حال ۔ معمولات بفضلہ تعالیٰ پڑھ رہا ہوں صرف نماز تہجد و دوازدہ تسبیح میں خرابی واقع ہو گئی وجہ یہ ہو گئی کہ میں بیمار پڑا تو یہ خیال ہوا کہ اب تو بے نماز پڑھے ثواب ملیگا کیونکہ مرض میں صحت کی عبادت کا ثواب ملتا ہے بعد تندرست ہونے کے دو ایک روز آنکھ نہ کھلی سویا رہ گیا پھر دو ایک روز عشا ہی کے وقت پڑھ لیا پھر ایک آدھ روز اصل وقت پر پڑھا پھر ناغہ ہونے لگی غرض کہ قریب ایک مہینہ کے اسی پریشانی میں گذرا بہت دعا کی مگر مقصود حاصل نہوا اب حضرت سے درخواست ہے کہ حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس نماز اور دوازدہ تسبیح کو اپنے وقت پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرماویں اور کوئی تدبیر بھی تحریر فرماویں اس سکے گڑبڑ ہونے سے دل منتشر رہا کرتا ہے کثرت سردی کی وجہ سے کاہلی بھی ہو جاتی ہے صبح کو ندامت ہوتی ہے کہ کیوں سو رہا اے میرے معالج اب حضرت ہی توجہ فرمائیں اور اس خادم کا علاج فرماویں۔

تحقیق۔ دعا سے تو انکار نہیں مگر اصل علاج اس کا ہمت ہے کیونکہ یہ افعال اختیاریہ میں سے ہے مثل اکل و شرب کے کیا کبھی اس کے لئے دعا کرائی ہے کہ میں روٹی توڑ کر کھالیا کروں اگر ہمت کیجئے بھی اخیر شب میں آنکھ نہ کھلے تو بعد عشا پڑھ لیا کریں اور بیماری میں صحت کا ثواب ملنا عاجز کے لئے ہے نہ کہ قادر کے لئے وہ وسوسہ تھا دفع کریں۔

حال۔ اور سب معمولات بہت اچھی طرح ادا ہوتے ہیں قرآن شریف پہلے بہت جلدی کے ساتھ تلاوت کرتا تھا اب بفضلہ تعالیٰ بہت ٹھہر کر تلاوت کرتا ہوں معمولات ادا کرتے وقت اور وسوسے تو آتے ہیں مگر پھر جلدی سے تنبہ ہو جاتا ہے پھر دل کو ذکر کی طرف متوجہ کر لیتا ہوں۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ یہ حالت محمود ہے مبارک ہو۔

سوال۔ حدیث شریف میں قرآن کی تلاوت کے فضائل دیکھے تو تلاوت افضل معلوم ہوتی ہے اور درود کے فضائل دیکھے تو درود شریف کی فضیلت معلوم ہوتی ہے علیٰ ہذا القیاس تسبیح تقدیس کی اس میں تطبیق کی صورت کیا ہے۔

جواب۔ تعارض ہی کب ہے وجوہ فضیلت کے مختلف ہیں باقی حالت ہر ایک کی جدا ہو اور مختلف اوقات میں حالات مختلف ہیں اسی لئے تو شیخ کے مشورہ و تجویز کی ضرورت ہو اب آپ یہ دیکھیں کہ آپکو جمعیت خاطر کس میں زیادہ ہوتی ہے فقط۔

حال۔ ناچیز اپنے معمولات میں (یعنی اسم ذات چھ ہزار مرتبہ) مشغول ہو بفضلہ تعالیٰ و بدعائے حضرت اکثر روز بعد تہجد قبل صبح صادق بعض روز بعد صبح صادق اور بطور ندرت بعد نماز فجر ختم کرتا ہے لیکن جو رغبت و صلاحیت وقت حضوری دربار کے نصیب تھی اور جو حالت اُسوقت تھی (یعنی حالت ذکر میں ایسی دل بستگی ہوتی تھی کہ رونا آجاتا تھا) اب وہ حالت نہیں۔

تحقیق۔ حالت یکساں نہیں رہتی مگر یہ خصوصیات مواجید و اذواق کے مقصود نہیں مقصود محفوظ رہنا چاہئے اور وہ ذکر اور طاعت ہو خواہ اُس میں بسط ہو یا قبض کہ بعض منافع قبض کے زیادہ ہیں بسط سے بہت سے کام میں لگے رہیں اول اول ایسے ہی تغیرات ہوا کرتے ہیں پھر حق تعالیٰ مناسب استعداد کے تمکین عطا فرما دیتے ہیں جب اُس کا وقت مقدر ہوتا ہے۔ گھبرا جانا دلیل ہے ضعف ہمت کی۔ آرے طریق دولت چالاکی ست و چستی۔

حال - احقر کو اپنے حال زار پر بہت ندامت و پریشانی ہے کہ ارشاد خداوندی تو ہے کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ احقر کو کیوں برخلاف اس کے بے اطمینانی و سرگردانی شامل حال ہے۔

تحقیق - مراد آیت میں یہ اطمینان طبعی نہیں ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول ولکن لیطمئن قلبی کہ دال ہے اس وقت عدم حصول اطمینان پر مستلزم ہوگا نعوذ باللہ ان کے عدم تاثر کو ذکر سے حاشا وکلا۔ اسکا کون قائل ہو سکتا ہے بلکہ مراد اس سے اطمینان عقلی یعنی ایمان اعتقادی ہے جسکو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قول بلی میں ظاہر فرمایا ہے پس آیت میں یہی اطمینان اعتقادی مراد ہے دلیل اسکی خود سیاق و سباق ہے۔ قال تعالیٰ ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ اس کے جواب کے سلسلہ میں یہ ارشاد ہوا ہے یعنی یہ لوگ عناد سے فرمائش معجزات مقترحہ کی کرتے ہیں اور جو اہل ایمان ہیں وہ ذکر اللہ سے کہ فرد اعظم اسکی قرآن ہے مطمئن ہوتے ہیں یعنی ایمان لاتے ہیں یعنی قرآن کے اعجاز کو دلالت علی النبوۃ کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اور ذکر اللہ میں یہی خاصیت ہے کہ جس مرتبہ کا ذکر ہوتا ہے اسی مرتبہ کا اس سے اطمینان ہوتا ہے۔ ذکر اعتقادی سے اطمینان اعتقادی اور ذکر حالی سے اطمینان حالی آپ ذکر اعتقادی پر اطمینان حالی تلاش کرتے ہیں وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ شدہ شدہ ہو جاویگا اس کے نہ ہونے سے شبہ عدم نافعیت ذکر کا نہ کریں فقط

حال - حال یہ ہے کہ میری چند روز سے یہ حالت ہے کہ دل سے آواز آتی ہے اور نہایت لذت اور مزہ میں طبیعت رہتی ہے اور اکثر رات کے وقت یہ آواز صاف اللہ اللہ کی معلوم ہوتی ہے یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ کوئی دوسرا شخص اللہ اللہ کر رہا ہے اور کبھی کبھی دن کو بھی یکسوئی اور تنہائی کے وقت یہی آواز اللہ اللہ کی آتی ہے اور قلب کے مقام پر حرکت اور کھٹکا تو ہر وقت معلوم ہوتا ہے اور اکثر یہ جی چاہتا ہے کہ تنہائی میں خاموش بیٹھکر اسی آواز کو یعنی اللہ اللہ کی آواز جو دل سے نکلتی معلوم ہوتی ہے سنا کروں اور میرے وظائف وہی ہیں جنکو حضور کا ارشاد ہوا تھا اگرچہ یہ وظیفہ پہلے سے ہی پڑھتا ہوں مگر حضور نے بھی بیعت کرنے کے بعد انہی کو بلا ترمیم و تنسیخ قائم رکھا اور وہ یہ ہیں درود شریف ایک ہزار بار بعد نماز تہجد بارہ تسبیح بعد مغرب دو تسبیح یا حی یا قیوم قدرے قرآن مجید روزمرہ بلا ناغہ اب امیدوار ہوں کہ حضور ارشاد فرماویں کہ یہ میری حالت کیسی ہے۔ اور جو کچھ میں پڑھتا ہوں وہی پڑھے جاؤں یا کچھ اور ترمیم و تنسیخ ہونی چاہیے۔

تحقیق - ماشاءاللہ تعالیٰ بہت اچھی حالت ہے یہ اثر ہے تنہائی میں ذکر کے رچ جانیکا جو کہ باوجود مقصود نہونے کے زینہ مقصود ہے حق تعالیٰ مبارک فرماوے اور مقصود حقیقی تک پہونچاوے شکر کیجئے اور اسکو کمال نہ سمجھئے معمولات بدلنے کی حاجت نہیں وقتاً فوقتاً حالات ضرور یہ سے مطلع کرتے رہئے

سوال - بعد تہجد کے دوازدہ تسبیح مع مراقبہ موافق ارشاد اعلیٰ حضرت کے کرتا ہوں اور بعد سنت فجر کے تھوڑی دیر مراقبہ رویت کا کرتا ہوں ایک روز ذکر میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرا دل مجھے دکھائی دیا سُرخ تھا اور اُس پر اللہ لکھا معلوم ہوا اور ذکر کرنے میں سپیدی کی رو تر سے سینہ سے لیکر سر تک معلوم ہوتی ہے اور کبھی کبھی سر سے بھی اوپر معلوم ہوتی ہے اور کبھی کبھی زرد رنگ معلوم ہوتا ہے محض خیال خام ہے یا اور کچھ ہے

جواب - یہ ہے تو خیال مگر خیال اختراعی وغیر واقعی نہیں معانی حقیقیہ ان اشکال برزخیہ میں متمثل ہوتے ہیں اور حکمت اس میں ذاکر کا دل بڑھانا ہے اور یہی معانی ہیں قول حضرت جنید رح کے تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ پس یہ نعمت ہے جس پر شکر کرنا چاہیے لیکن کمال او مقصود نہیں مقصود ذکر واطاعت اور اُس کا ثمرہ کہ مقصود المقصود ہے رضائی حق ہے۔

حال - رات ذکر میں مراقبہ کرتا تھا کہ عرش معلی سے میرے سینہ میں نور آرہا ہے اُسی حال میں یہ آواز میرے کان میں آئی کہ تمہارے سینہ میں نور آیا میں نے خیال کیا تو کوئی کہنے والا نہ معلوم ہوا اور دل میں یہ خیال آیا کہ یہ آواز اعلیٰحضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کی ہے اور میں حضرات پیران چشت کو اکثر کچھ پڑھکر ایصال ثواب کیا کرتا ہوں اس کیلئے جیسا ارشاد ہو۔

تحقیق - گو بطور کرامت کے ایسا فیض ارواح طیبہ سے بھی ہو سکتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے یہاں بھی غالب اوقات واحوال ہیں وہی صورت ہے جو اوپر لکھی گئی اور ایسی صوت اکثر کسی لطیفہ غیبیہ سے صادر ہوتی ہے۔

حال - اور ایک روز ذکر کے بعد ایسا تغافل ہوا کہ فجر کی نماز جماعت سے نہیں ملی جب نیند ٹوٹی تو طبیعت میں ایک بےچینی ایسی ہوئی کہ سارا بدن کانپنے لگا اور دل سے رونا آیا آنکھوں سے بھی کچھ اشک نکلے شرم سے فجر کی نماز گھری میں پڑھی اور توبہ کی یا اللہ میری خطاؤں کو معاف کر اور نیک کاموں کی توفیق دے آمین۔

۵

تحقیق۔ یہ حالت ندامت علامت ہے عبدیت اور محبت کی اور اوپر کے واردات سے افضل و اکمل ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے استغفار ہی اس خطا کا علاج تھا۔

حال۔صورت حال یہ ہے کہ جو احکام زبان مبارک سے حضور نے فرمائے تھے ابتک ان کو بجالاتا ہوں یعنی نماز پنجوقتہ اور تہجد شب کو مع بارہ تسبیح کے صبح کو کلام مجید بعد کو مناجات مقبول عربی پڑھکر اپنے کام پر جاتا ہوں لیکن بندہ کو خوف ہے کہ روز حشر یہ محنت بیکار جاوے تو سخت مشکل کا سامنا ہو۔

تحقیق۔ یہ خوف تو علامت ایمان کی ہے۔

سوال۔ لہٰذا مستدعی ہوں کہ براے خدا بندہ کو ایسا اصول بتادیا جائے کہ درجہ یقین تک پہنچ جاؤں۔

جواب۔ یہ یقین جائز ہی کب ہے کہ ہمارے اعمال سب مقبول ہوتے ہیں اور اس کے خلاف کا احتمال بالکل باطل ہے۔

سوال۔محبت خدا و رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ ہوجاوے۔

جواب۔اسی کا طریقہ تو بتلایا گیا ہے احکام شرعیہ کو بجالانا اور ذکر کی کثرت کرنا۔

حال۔حسب ارشاد عالی ہنوز اسی شغل میں مشغول ہے قلب کی یہ حالت ہے کہ جلوت سے خلوت بہتر معلوم ہوتی ہے روحی فداہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم سامی جب سنتا ہوں یا دیکھتا ہوں تو یک بیک از خود نالہ و بکا شروع ہوجاتا ہے و نیز آیات ترہیب و ترغیب کے سننے یا پڑھنے سے دل میں رعشہ پیدا ہوتا ہے اور سوزش یہی حالت بروقت دعا ہوتی ہے ذکر کے وقت اثنائے وظیفہ میں کچھ غنودگی معلوم ہوکر اسمیں اقسام کی شکلیں نظر آتی ہیں۔ اور محزون رہتا ہے

تحقیق۔ ماشاء اللہ تعالیٰ حالات محمودہ شروع ہوگئے ہیں لیکن اگر یہ رعشہ و سوزش دوسرے اوقات میں بھی غالب ہو تو تقویت دماغ و قلب کی تدبیر ضروری ہے اور غنودگی اثر ذکر کا ہے اور اس میں اشکال کا نظر آنا اکثر متخیلہ کا تصرف ہوتا ہے اس کی طرف التفات نکریں لیکن اس میں کچھ مصلحتیں باطنی بھی ہوتی ہیں اس حیثیت سے وہ نعمت بھی ہے تو شکر بھی کیجئے لیکن مقصود نہ سمجھئے اور پھر اطلاع دیجئے۔ (باقی آیندہ)

———

تتمہ ثالثہ امداد الفتاویٰ

از ۱۳۳۳ ہجری

سو ملاحظہ ہو تمہید تتمہ ثانیہ

سوال۔ ناخن کے اندر جو میل جم جاتا ہے وہ نہ چھڑانے سے وضو ہوتا ہے یا نہ اسی طرح برسات کے دن چلنے پھرنے میں پیر کے ناخن کے اندر کیچڑ جاتا ہے وضو کے وقت خلال سے چھڑانا پڑیگا یا نہ

جواب۔ ولا یمنع الطہارۃ ونیم وحناء ودرن ووسخ وکذا دھن ودسومۃ وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقًا ای قرویا او مدینًا فی الاصح درمختار بحث الغسل اس سے معلوم ہوا کہ بدون چھڑائے وضو ہو جاویگا چھڑانیکی ضرورت نہیں۔

سوال۔ معتکف مسجد میں اکیلا ہے اور رات کو بیمار ہو گیا ہے تو اسوقت اسکو دوا لاکر دینے والا شخص اس کے پاس موجود نہیں تو کیا وہ خود گھر جا کر دوا منگانیکا انتظام کرا سکتا ہے یا خود ہسپتال جاکر دوا لا سکتا ہے۔

جواب۔ فی الدر المختار وحرم علیہ الخروج الا لحاجۃ الانسان طبعیۃ کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال فی المسجد کذا فی النہر او شرعیۃ کعید واذان لو مؤذنا وباب المنارۃ خارج المسجد والجمعہ الخ ثم فیہ وان خرج بعذر یغلب وقوعہ وھو ما مر لا غیر لا یفسد وفی رد المحتار **قولہ** وھو ما مر ای من الحاجۃ الطبعیۃ والشرعیۃ ثم فیہ ولان الخروج لمرض وحیض ونسیان اذا کان مفسد الخ ۲ صلا۲ تا ص۲۱۶ ان روایات سے ثابت ہوا کہ اس صورت میں خروج جائز نہیں۔

سوال۔ اگر اخریین میں کسی نے ضم سورہ سہوًا کیا اور اس نے سجدہ سہو اسکو موجب سہو سمجھکر کرلیا تو نماز ہو جائیگی یا نہیں آیا سجدہ بے ضرورت کو زیادت فی الرکن قرار دیکر اعادہ صلوٰۃ لازم قرار دیں گے یا نہیں۔

جواب۔ فی الدر المختار واجبات الصلوٰۃ ولفظ السلام مرتین فالثانی واجب وقیل

باب الاستخلاف ولو ظن الامام السھو فسجد له فتابعه (ای المسبوق) فبان ان لاسھو فالاشبه الفساد لاقتدائه فی موضع الانفراد فی رد المختار فی الفیض وقیل لاتفسد وبه یفتی وفی البحر عن الظھیریة قال الفقیه ابو اللیث فی زماننا لاتفسد لان الجھل فی القراء غالب اھ

ان روایات سے امور ذیل مستفاد ہوئے نمبر ۱ نماز ہو جاوے گی نمبر ۲ اگر دونوں طرف سلام پھیرا ہے تو اعادہ واجب نہیں اور اگر ایک طرف سلام پھیرا ہے تو چونکہ ایک واجب یعنی سلام ثانی ترک کر دیا اعادہ واجب ہوگا نمبر ۳ اگر یہ شخص امام ہو تو اس کے ساتھ اگر کوئی مسبوق ہو اور اُس نے بھی سجدہ سہو اور اُس کے بعد قعدہ میں اسکا اقتدا کیا اس مسبوق کی نماز در مختار کے قول پر اور وہی مقتضا قواعد کا بھی ہے فاسد ہو گئی لیکن اگر اس مسبوق کو اس فضول سہو کا پتہ ہی نہ لگا تو یہ معذور ہے اور میری نزدیک صاحب فیض اور ابو اللیث کے حکم عدم فساد کا محل اسی کو قرار دیا جاوے تو بہتر ہے کہ جب مسبوق کو پتہ نہ لگے پس دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاویگی۔

(۲)

سوال۔ بلاغت کا قاعدہ ہے کہ حال اور مقام کی نسبت سے کلام میں تاکید اور زور ہوتا ہے ازواج مطہرات میں سے اگر کسی سے غلطی اور انکشاف راز ہو گیا تھا تو فقط تادیب و تنبیہ کافی تھی یہ بیان کرنیکی اس موقع پر کیا ضرورت تھی کہ اللہ اور مومنین اور جبرئیل اور ملائکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔ یہ سوال اعتراض کے طور پر نہیں کرتا معاذ اللہ بلکہ صرف لیطمئن قلبی۔

جواب۔ گو بظاہر یہ قصہ سہل اور سرسری معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اُس کے آثار میں غور کیا جاوے تو مہتم بالشان ہے اسی لئے ان تاکیدوں کی ضرورت ہوئی تفصیل مقام کی یہ ہے کہ یہ امر گو باعتبار اس کے کہ اصل مقتضی اسکا حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے قبیح نہیں لیکن چونکہ اسمیں دوسروں کے حقوق کا اتلاف کسر قلوب مع اذیت رسول لازم آتا ہے اور یہ قبیح ہے اور مستلزم قبیح بھی قوی ہوتا ہے اس اعتبار سے قبیح تو بلتو بہ و محل اہتمام ہے اور حاصل فان اللہ ھو مولاہ الخ کا یہ ہے کہ تمہاری ان سازشوں سے آپکا کوئی ضرر نہیں بلکہ تمہارا ہی ضرر ہے کیونکہ جس شخص کے ایسے حامی ہوں اُنکے خلاف مزاج کارروائیاں کرنیکا انجام ظاہر ہے کہ بُرا ہی بُرا ہے پس جملہ ان اللہ ھو مولاہ سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اس واقعہ خاص میں یہ سب لشکر تم پر چڑھ آویگا اور بظاہر منشا اشکال کا سائل کو یہی ہوا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپکی فی نفسہ ایسی شان ہے کہ ان اللہ ھو مولاہ الخ اور ایسی شان والے کے خلاف طبیعت کوئی کام کرنا قبیح ہے الخ فاندفع الاشکال۔

(باقی آئندہ)

حصہ ثالثہ حوادث الفتاوٰی

از ۱۳۳۳ ہجری

—— ملاحظہ ہو تمہید حصہ ثانیہ ——

سوال- پانچ آنہ گز کے حساب سے تین گز کپڑا خرید امشتری نے ایک روپیہ جیب سے نکالکر مالک کو دینے کی نیت سے پھینکا مالک گفتگو میں مشغول تھا مشتری نے باقی چار پیسے واپس مانگے مالک نے نوکر سے واپسی کے پیسہ کا عدد دریافت کرکے مشتری کو دئے مشتری نے وہ پیسے لے اور کپڑا اٹھالیا- بیع صحیح ہے یا نہ-

جواب- یہ بیع تعاطی ہے گو زبان سے ایجاب وقبول نہیں ہوا مگر بیع صحیح ہوگئی-

سوال- کیا فرماتے ہیں علمادین اس مسئلہ میں کہ سرکار انگریزی ایک آراضی کی مالک تھی کاشتکار اُسمیں زراعت کرتے تھے اور لگان سرکار کو ادا کرتے تھے بعد کو سرکار نے اُس آراضی کو اُسی لگان کی حیثیت پر بحالت موروثیت کاشتکاران زمینداروں کو فروخت کردی پس اسوقت تک ان کاشتکاران کی موروثیت کاشت چلی آتی ہے مگر لگان موروثیت وغیر موروثیت میں ۵ اور ۲۰ کی نسبت ہے اس صورت میں عندالشرع بھی حق کاشتکاری یہ لگان قدیمی اُن کاشتکاروں کا ہے یا نہیں اور مالک زمین کو اُن کے بیدخل کردینے کا اختیار ہے یا نہیں- بینوا توجروا-

جواب جب سرکار نے وہ زمین زمینداروں کے ہاتھ فروخت کردی اب بدون رضامندی زمیندار جدید کے کاشتکار کو اُس زمین کا استعمال کرنا بنا بر استحقاق قدیم کے جائز نہیں-

سوال-(۱) بعض مقامات میں لوگ نکاح پڑہانیکا حق ہم نہ قاضی کو دیتے ہیں اور نہ نائب کا حق چارانہ دیتے ہیں جبر یہ ہماری قاضی کا روپیہ مسجد میں لگاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں قاضی کی موجودگی ہی میں جبراً دوسرے سے نکاح پڑھواتے ہیں اور روپیہ قاضی کو نہیں دیتے (۲) بعض مقامات میں نکاح جا ہی جو پڑہاوے لیکن نکاح خواندہ کو صرف ۴ر لوگ دیتے ہیں اور ایک روپیہ جبریہ نکاح خواندہ سے لیکر قاضی کے گھر بھیجدیتے ہیں یہ بات جائز ہے یا نہیں- (۳) گاؤں میں بعض ملا نکاح پڑہاتے ہیں کل حق ہم خود لیجاتے ہیں روپیہ قاضی کو نہیں دیتے جائز ہے یا نہیں- حاصل کلام نکاح خواندہ کو روپیہ قاضی کا دینا چاہیئے یا نہیں فی زماننا شرعاً خواہ قاضی موجود ہو یا نہو قاضی کا حق ہے یا نہیں-

جواب۔ دینے والا اگر دولہا والا ہو اور قاضی یا ملا کو بلا کر لیگیا ہو دولہن والا جیسا کہ اکثر ایسا ہی دستور ہے تب تو
یہ لینا بالکل جائز نہیں کیونکہ اجرت بذمہ بلانیوالے کے تھی دوسرے پر بار ڈالنا جائز نہیں اور اگر بلانیوالا بھی دولہا والا ہے
خواہ اپنے آدمی کے ہاتھ بلایا ہو یا دولہن والے سے کہکر بلایا ہو تو نکاح خواں کو اُسکا دیا ہوا لینا جائز ہے مگر اُسمیں تفصیل ہے
کہ اگر دینے والے نے پوری رقم اسی کی ملک کر دی ہے تب تو سب رکھنا جائز ہے اور اگر یہ کہدیا کہ اتنی تم رکھ لینا اور
اور اتنا قاضی کو دیدینا تو اپنا حصہ تو رکھ لینا درست ہے اور قاضی کا حصہ رشوت ہے وہ واپس کر دینا واجب ہے
قاضی کو دینا اور اسی طرح قاضی کو اُسکا لینا جائز نہیں اور اگر صاف نہ کہا ہو مگر دستور ایسا ہو کہ کچھ نکاح خواں کا
سمجھا جاتا ہے کچھ قاضی کا تب بھی اسی طرح حکم ہے اور اگر دوسرے کسی نے نکاح پڑھا ہو تب تو قاضی یا نائب قاضی کو لینا
بالکل جائز نہیں۔ اور قاضی سے نکاح پڑھوانا واجب نہیں اور مسجد میں بھی جبراً لینے کا کوئی حق نہیں۔

مسئلہ (۲) رہن قبول کردن زمین موروثہ از کاشتکار موروثی

سوال۔ بعض کاشتکار موروثی اپنی کاشت کو بضرورت خود کسی مہاجن وغیرہ سے روپیہ لیکر کاشت موروثی کو
رہن کر دیتے ہیں اور مرتہن منافع کاشت موروثی کا لیتا ہے ایسی صورت میں اگر بجائے اسکے کہ کاشتکار موروثی
غیر شخص کے پاس روپیہ لیکر کاشت کو رہن کرے اگر زمیندار اپنے پاس سے روپیہ دیکر اُس کاشت کو خود رہن کرلے تو
ایسی حالت میں زمیندار مرتہن کو منافع کاشت کاشتکار موروثی مباح ہوگا یا مثل دیگر رہن کے یہ منافع لینا بھی اسکے حق میں
حرام ہے اور زمیندار عموماً جو کاشت موروثی اپنے پاس رہن رکھتے ہیں اُنکی چار صورتیں ہیں (۱) کبھی کل کاشت خود تردد
کرتے ہیں (۲) کبھی خود جزو کاشت کرتے ہیں اور جزو اُسی کاشتکار یا دوسرے کاشتکار کو دیتے ہیں (۳) کل کاشت موجودہ دوسرے
کاشتکار کو دیتے ہیں اور لگان خود وصول کرتے ہیں (۴) کبھی جملہ کاشت راہن کے حوالہ کرتے ہیں اور لگان زائد وصول کرتے ہیں۔

جواب۔ یہ موروثی جو بلا رضائے مالک حق کاشت کا دعوی کرتا ہے غاصب ہے اور مالک کو ہر حیلہ سے اپنی زمین کا
استرداد اور اُس زمین سے انتفاع جو شرعی ہو جائز ہے پس گو یہ رہن اس سے باطل ہے کہ اول تو حق کاشت کوئی حق مالی نہیں
اور مرہون کا حق مالی ہونا شرط ہے دوسرے اسلئے کہ مرتہن خود ہی مالک ہے اور مرتہن کا غیر مالک ہونا شرط ہے وقد
عللوا بطلان بیع المرتہن من الراہن بان ملکہ باق کما فی رد المختار ۵ ص۔ لیکن اس باطل ہونیکے معنی یہ
ہیں کہ کالعدم ہے نہ یہ کہ گناہ ہے بہر حال اگر یہ بہانہ رہن اس سے اپنی زمین لیلی تب بھی درست ہوا اور جو جو انتفاع اپنی
زمین سے شرعاً مباح ہے اس صورت میں بھی مباح ہوگا چنانچہ سوال میں جو چار صورتیں لکھی ہیں وہ سب درست ہیں البتہ
اس رہن رکھنے میں جو مالک زمین نے اُس کاشتکار کو بعنوان زر رہن روپیہ دیا ہے وہ شرعاً رشوت ہے جسکا بلا ضرورت دینا
حرام تھا لیکن اُس نے اپنے استخلاص حق کیلئے بمجبوری دیا ہے اسلئے اسکا بھی گناہ نہیں ہوا۔

(باقی آیندہ)

ملفوظات خبرت

حصہ دوم

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ دعوات عبدیت جلد اول کے خطبہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ مثل مواعظ کے وقتاً فوقتاً احقر کے متفرق ملفوظات کو بھی مختلف احباب ضبط کرتے رہتے ہیں چنانچہ اُن کا ایک بڑا ذخیرہ بعض خاص التزامات کے ساتھ جنکا ذکر اُسی خطبہ میں ہے دعوات عبدیت کی جلدوں کا جزو ہو چکا ہے چونکہ دعوات عبدیت کی جلدیں محدود قرار دی گئی ہیں اور مواعظ و ملفوظات کے ضبط کا سلسلہ اُس کے بعد بھی جاری رہا اس لئے بعد ان محدود جلدوں کے بعض حضرات نے تو مواعظ کی اشاعت کی طرف اس طرز سے توجہ فرمائی کہ کسی وعظ کو منفرداً کسی کو اور بھی ایک دو کے ساتھ منضم کر کے وقتاً فوقتاً شائع فرماتے ہیں اور بعض نے ملفوظات کی اشاعت کا اس طریق سے قصد فرمایا کہ اُن کی جب کوئی معتد بہ مقدار جمع ہو جایا کرے اُسکا ایک حصہ قرار دیدیا جایا کرے اور اس طرح اُس کے متعدد حصے ہو جاویں چنانچہ اس بنا پر دعوات عبدیت کے ملفوظات کو ایک حصہ قرار دیکر اُن کے بعد سے ۱۳۳۲ھ کے ختم تک جو ملفوظات مرتب کئے گئے اُن کو حصہ دوم بنایا جاتا ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے آیندہ کے لئے بنظر سہولت یہ خیال ہے کہ سال بہ سال جو ملفوظات مرتب ہوتے رہیں خواہ وہ ضبط کئے ہوئے کسی سال کے ہوں اُن کو ایک ایک حصہ بنا کر انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوتا رہے مثلاً ۱۳۳۳ھ میں جن مضامین کو ترتیب دیا جاوے اُس کو حصہ سوم سمجھا جاوے وعلیٰ ہذا الی ماشاء اللہ گو وہ اس سنہ مذکور کے قبل ہی کے لکھے ہوئے ہوں اور چونکہ اب تک اشاعت ملفوظات کی مستقلاً نہ ہوئی تھی دعوات کے ضمن میں تھی اس لئے اُن کا نام جداگانہ تجویز کیا گیا تھا گو اُس کے دو جزووں کا نام تو جدا جدا اُسوقت بھی تھا یعنی مقالات حکمت و مجادلات معدلت مگر اب مستقلاً شائع ہونے کے سبب مناسب معلوم ہوا کہ اس مجموعہ کا نام ملفوظات خبرت[عہ] رکھا جاوے اور اُس کے دونوں جزووں کا وہی پہلا نام رہے۔ اور اُن دونوں جزووں میں ترتیب

عہ بضم الاول وکسرہ العلم کما فی القاموس ۱۲ منہ

بھی وہی رہے کہ اول مقالات حکمت پھر مجادلات معدلت گو دونوں کے عددوں میں وہ تناسب اور اسی طرح مجموعہ کے عدد کی وہ مقدار نہ رہے جسکا التزام دعوات عبدیت کی جلدوں کے ملفوظات میں ملحوظ تھا اور جامع اس حصہ کے عزیزی مولوی احمد حسن صاحب سنبھلی سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں اور حسب معمول احقر نے بھی نظر ثانی کر لی ہے اللہ تعالیٰ اس ذخیرہ کو نافع فرماوے واللہ المستعان و علیہ التکلان۔

کتبہ اشرف علی ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

(۱) میں نے عرض کیا کہ بعض افعال غیر مقصودہ فی الدین جو عبادات میں سے نہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اُن کو سب بے تکلف کیا کرتے تھے۔ اور اب لوگ اُن کو افعال دنیہ سمجھتے ہیں اور اُن کے فاعل کو ذلیل سمجھتے ہیں سو ان افعال کے باب میں اس زمانہ میں کیا کرنا چاہیے فرمایا کہ حدیث میں ہے لیس للمؤمن ان یذل نفسہ اور یہ افعال مقاصد میں سے ہیں نہیں لہذا جہاں ایسا مجمع ہو کہ وہ لوگ ان افعال کے فاعل کی تحقیر کریں یا خود ان افعال کی تحقیر کریں تو ایسی جگہ ایسے کام نہ کرے اور جو تنہا ہو یا مجمع اپنے موافق ہو تو ان افعال کو کرے اور اگر حال غالب ہو تو اسکا ذکر ہی نہیں۔

(۲) فرمایا کہ اُمت محمدیہ میں ایسے ایسے کامل علمار گذرے ہیں کہ اگر وہ امتی نہ ہوتے تو اُن کے نبی ہونے کا شبہ ہوتا۔

(۳) فرمایا کہ قاعدہ کلیہ اصولیہ لاعبرۃ بخصوص السبب بل العبرۃ لعموم الالفاظ میں عموم سے وہ عموم مراد ہے جو مراد متکلم سے متجاوز نہ ہو چنانچہ حدیث میں ہے لیس من البر الصیام فی السفر ظاہر ہے کہ الفاظ عام ہیں مگر یہ بھی جمہور کے نزدیک یقینی ہے کہ مراد صرف وہ صوم ہے جیسا اس حدیث کے سبب ورود میں تھا یعنی جسمیں مشقت و مصیبت تھی۔

(۴) فرمایا کہ اُجرت علی تعلیم القرآن کو کتاب الاجارہ میں ذکر کرنا اس امر پر دال ہے کہ فقہار نے ضرورت پر نظر کر کے جواز اُجرت علی تعلیم القرآن کا فتویٰ امام شافعیؒ کے مذہب پر دیا ہے میری نزدیک یہ مناسب ہے کہ اس اُجرت کو قضاۃ قاضی کے نفقہ پر قیاس کیا جاوے تو یہ عقد اجارہ نہ رہیگا بلکہ

عہ یہ تمہید اس رسالہ کی تجویز سے پہلے لکھی گئی تھی اس رسالہ میں اس ترتیب کی رعایت تکلف سے خالی نہ تھی ۱۲ جامع

جزائے حبس ہو جاویگا اور تعیین رقم محض تسہیل کیلئے ہوگی مگر اس صورت میں قدر کفایت کا جواز ثابت ہوگا اس اُجرت کو قضاء قاضی کے نفقہ پر قیاس کرنے سے خروج عن المذہب لازم نہیں آتا اور عموم بلوی کی وجہ سے زائد علی الکفایت کو بھی حلال کہا ممکن ہے مگر ہر صورت میں ثواب جب ہی ہوگا جبکہ یہ نیت ہو کہ اگر میرے نفقہ کا انتظام کہیں اور سے ہو جاوے تو تعلیم کے ذریعہ سے نہ کماؤں اور نیز اگر بقدر کفایت ملتا ہو تو دوسری سبیل کی یا ترقی کی حرص نہ کرے۔

(۵) ایک شخص نے ایک گروہ مبتدع کی نسبت سوال کیا کہ اُس گروہ کے اعتقادات فاسدہ مشہور ہیں تو اہل سنت والجماعت کو اُن سے میل جول رکھنا اور اُن کے ساتھ کھانا اُن کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور اُن سے تعلقات نکاح و شادی کرنا اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے جواب میں فرمایا کہ اُن اعتقادات فاسدہ میں سے بعضے حد کفر تک ہیں جیسے اعتقاد نبوت امتی اور کلمات تحقیر کا استعمال حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں پس جو شخص ان امور کا اعتقاد رکھے وہ تو کافر ہے اور بعض عقائد صرف حد بدعت و ضلالت تک پہونچے ہیں اُن کا اعتقاد رکھنے والا مبتدع ضال ہے پس جس شخص کے عقائد کا حال بالتعیین معلوم ہو اُسکا تو ویسا ہی حکم ہوگا یعنی اگر وہ کافر ہے تب تو ظاہر ہے کہ کفار سے مسلمان کو اختلاط رکھنا اور اُس سے مناکحت کرنا یا اُس کے پیچھے نماز پڑھنا بالکل ناجائز ہے بلکہ بنسبت صریح کافر کے اس شخص سے زیادہ احتیاط واجب ہے کہ دوسرے مسلمانوں تک اسکا ضرر و اثر متعدی ہوتا ہے اور اگر وہ مبتدع ہے تو اُس کے احکام مبتدعین کے سے ہوں گے مثلاً نماز اُس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی فاسد نہ ہوگی اور نکاح اُس کے ساتھ صحیح ہو جاویگا گو اُس کے ساتھ نکاح کرنا موجب گناہ ہوگا اور اگر حال مشتبہ ہے تو اُسکو دل سے مبتدع سمجھے اور معاملہ اُسکے ساتھ کافر کا سا کرے کہ اسی میں احتیاط ہے۔ اھ

(۶) میرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جن امراض میں مریض کے قصد کو صبر کرنے میں دخل نہیں اُن میں مریض صابر کا سا ثواب نہیں ملتا مثلاً کوئی مجنون ہو جاوے تو چونکہ وہ قصد صبر نہیں کر سکتا اسلئے اُنھیں ثواب نہ ملیگا اور مجذوب کا بھی یہی حکم ہے۔ اھ حاصل کلامہم۔

(۷) فرمایا کہ عورت اگر مہر معاف بھی کر دے لیکن خاوند کو اگر اُسکی وسعت ہو تو معافی قبول نہ کرے کہ اسمیں ذلت ہے و قال تعالیٰ الا ان یعفون او یعفوا الذی بیدہ عقدۃ النکاح و ان تعفوا

اقرب للتقویٰ اور عورت اگر متمول ہو اور جہیز بہت سالا وے تو خاوند کو مناسب ہے کہ اپنے مٹی کے برتنوں کو برتے اور اُس کی چیز نہ برتے **ف** واقعی ایسا ہی چاہیے عورتیں ناقص العقل و ناقص الدین ہوتی ہیں ذرا سی بات میں احسان جتانے لگتی ہیں چھچھورا مزاج ہوتا ہے پس ہمت مردانہ اور عمل ستقیانہ کا یہی مقتضا ہے کہ باوجود ان احتمالات کے اُس کی طرف سے اگر ہدایا معتد بہ بھی پیش ہوں جب بھی قبول نہ کرے چہ جائیکہ خود فرمایش کرے۔ ہدیہ کریم النفس شخص کا قبول کرنا چاہیے جسمیں شرائط شرعیہ اور کمالات اہل مروت مجتمع ہوں۔

(۸) فرمایا کہ ہم بھائیوں میں بہت بڑا اتفاق ہے کہ ایسا بہت کم پایا جاتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر ایک کے معاملات جداگانہ ہیں کوئی کسی کا شریک نہیں باہم رنجش کا باعث معاملات ہو جاتے ہیں اسلیے بھائی بہنوں وغیرہ سب کو علیحدہ علیحدہ رہنا چاہیے شرکت میں رہنا ہرگز مناسب نہیں۔

(۹) فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام کے زمانہ میں فتنہ غنی کو فتنہ فقر سے اشد سمجھا جاتا تھا اور اب فتنہ فقر فتنہ غنی سے اشد ہو گیا اس لئے مسلمانوں کو روپیہ کی بہت قدر کرنی چاہیے بے موقع ہرگز خرچ نہ کریں **ف** قال الجامع قد صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاد الفقران یکون کفرا اھ ومحلہ ھذا الزمان۔

(۱۰) ایک شخص نے بذریعہ تحریر دریافت کیا تھا کہ ذکر جلی جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس صورت میں جائز ہے تعلیماً یا غیر تعلیم تنہا یا با جماعت جواباً تحریر فرمایا جائز ہے بچند شرائط نمبر ا ریا نہو نمبر ۲ افراط فی الجہر نہو نمبر ۳ خصوصیت جہر کو قربت مقصودہ نہ سمجھے نمبر ۴ کسی نائم یا مصلی کو تشویش نہو نمبر ۵ ذکر خفی پر اُس کے فضل کلی کا مدعی نہو وذکر الادلۃ لا یسعہ الوقت۔

(۱۱) ایک صاحب نے بذریعہ تحریر سوال کیا تھا کہ تکبیر عاشقان جو فلاں سلسلہ میں ایک قسم کی عزیمت خیال کی جاتی ہے درج ذیل کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ جناب اقدس بعد ملاحظہ اسکے سقم و حسن سے سرفراز فرمائیں گے ایک ایسے شخص کو جو مذہب حنفی کا پابند ہو اور بظاہر طریق اہل حق پر عامل ہو اور عقائد صحیحہ رکھتا ہو اُس کیلئے اس تکبیر کا ورد موزوں ہو سکتا ہے یا نہیں اس تکبیر کے الفاظ قبائح شرعیہ سے خالی ہیں یا نہیں شرک کا شائبہ کسی جگہ سے مترشح ہوتا ہے یا نہیں غرض ایسے شخص کو جو جناب والا کے مسلک و طریق عمل پر چلنے کی کوشش کرتا ہو اور اسکے لئے اُسکا ورد کسی نوع تک جائز ہو سکتا ہے

الاشتات

الہدیٰ لاہل النہیٰ

بعد الحمد والصلوٰۃ مشکوٰۃ نبوۃ سے جو نور ایمان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو مرحمت ہوا تھا
وہ جب تک حق تعالیٰ نے چاہا اُس رنگ خالص کے ساتھ خلفاً عن سلف منتقل ہوتا رہا اور اُس کے
بعد اُس کے خلوص میں فی نفسہٖ کوئی فرق نہیں آیا اور یہ حسب وعدہ مخبر صادق کے قیامت تک
آسکتا ہے لیکن افراد اُمّت کے بہت نفوس میں عقلیت او فلسفیت کا رنگ آگیا اور اس رنگ کو
یوماً فیوماً ترقی ہوتی گئی چنانچہ اُن میں سے اکثر پر تو ایسا رنگ چڑھا کہ عقائد تک اُس کے اثر کی نوبت
پہونچ گئی اور اسی واسطے اُن کے مختلف فرقے بن گئے اور بعض پر ہلکا رنگ آیا اور جن پر حق تعالیٰ کا
فضل تھا وہ خالص اُسی طرح اُس نور کو لئے رہے کہ جس شان سے اُن کو حضرت نبوۃ سے عطا ہوا تھا
اور انھوں نے ان عقل پرستوں سے دین کو بچانیکے لئے اور نیز اُن کی اصلاح کے لئے عقائد اسلامیہ
کو اصول عقلیہ سے ثابت کردیا اور وہ اصول ایسے محکم ہیں کہ قیامت تک کے شبہات اُن سے زائل
ہوگئے لیکن فہم کی چونکہ روز بروز کمی ہے اس لئے اُن اصول سے اپنے اشکالات جزئیہ کو حل کرنا
تو علیحدہ خود اُن اصول کو بھی نہیں سمجھتے اس لئے حضرات علماء نے اور تسہیل فرمائی بلکہ عربی کو چھوڑ
کر اُردو میں بہت سی کتب تصنیف فرمائیں چنانچہ اُن سے لوگوں کو بہت نفع ہوا لیکن چونکہ زمانہ
روز بروز روبہ انحطاط ہے اور فہم کا تو پہلے ہی سے قحط تھا ہی اب ہمتیں بھی قاصر ہوگئیں اور ایسی
عیش پرستی غالب ہوئی کہ طویل کتاب اور لمبے لمبے مضامین سے بھی اوکتانے لگے اس لئے اب
ضروری ہوا کہ طوالت کتاب کی تو یہ تدبیر کیجاوے کہ ایسے مضامین ماہواری رسالوں میں شائع کئے جاویں
تاکہ بڑی موٹی کتاب دیکھکر وحشت نہو اور طوالت مضمون کیلئے یہ کیا جاوے کہ ایک لمبے مضمون کا
تجزیہ کرکے اُس کے عنوانات علیحدہ علیحدہ قائم کردئے جاویں تاکہ کسی طرح کسی صورت سے نفع
ہو سکے پس بنابریں دل چاہا کہ الامداد میں بھی کوئی مضمون اس مبحث میں ہونا چاہئے اس لئے
کہ فلسفیت کا اس زمانہ میں بہت زور و شور ہوگیا ہے لیکن مستقل مضمون لکھنے کی نہ تو فرصت اور
نہ ضرورت ہے در کتاب **البرہان** مصنفہ مولوی **محمد علی** صاحب سوانی مرحوم و مغفور اس مبحث

میں ایک عجیب کتاب نظر سے گذری کہ جو آج کل نایاب ہوگئی اس لئے خیال ہوا کہ اس کے مضامین کی اشاعت کیجاوی چنانچہ اس رائے کو حضرت مولانا مدفیوضہم نے بہت پسند فرمایا لیکن بعینہ مضامین اُس کے چند وجوہ سے نہیں لکھے گئے اول تو اس لئے کہ وہ کتاب مناظرہ کا پہلو لئے ہوئی ہے اور ہمکو کسی سے مناظرہ مقصود نہیں ہے دوسرے یہ کہ اُس کا طرز علمی ہے کہ جسکو عربی کے طلبا اور علما تو سمجھ سکتے ہیں عوام اور متوسط استعداد والے نہیں سمجھ سکتے اس لئے اُن کی تسہیل کی ضرورت ہوئی تیسرے یہ کہ وہ کتاب طویل بہت ہے اور طبائع آج کل کے طوالت پسند نہیں ہیں اسلئے اُن مضامین کو تلخیص و تسہیل کر کے اور ہر مضمون کا جدا عنوان قائم کر کے مستقل صورت میں شائع کیا جاتا ہے، اور چونکہ مقصود اس سے اہل استدلال عقلی کی اصلاح وہدایت ہے اس مناسبت سے اس رسالہ کو حضرت مولانا مدفیوضہم نے الهدی لاہل النہی سے ملقب فرمایا ہے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

الراقم

محمد عبداللہ عفی عنہ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

اب اُن مضامین کا سلسلہ بنام خدا شروع کیا جاتا ہے۔

قرآن شریف کی جو تفسیر سلف سے منقول ہے اور جو معنی متبادر الی الفہم ہیں اُن کا انکار کرنا اور جدید معنی کا اختراع کرنا فی الواقع تحریف بلکہ قرآن کا انکار ہے

آج کل نو تعلیم یافتہ حضرات اور اُن کے بزرگوں کی عادت ہے کہ جب کوئی قصہ قرآن شریف یا حدیث میں ایسا پاتے ہیں کہ ظاہر معنی حقیقی اُس کیلئے جاتے ہیں تو اُن کی عقول وہانتک نہیں پہونچتیں تو ان آیتوں کے معنی میں ایسی تاویل کرتے ہیں کہ وہ قصہ اُن کی عقول ردیہ کے موافق ہو جاوے یاد رکھو کہ قرآن شریف کی ایسی تفسیر و تاویل کرنا درحقیقت اُس کا انکار ہے اس لئے کہ بلا وجہ معنی حقیقی سے کلام کو منصرف کرنا یہ درحقیقت اُس کے مدلول ہی کا انکار ہے پس قرآن شریف

وحدیث شریف میں الفاظ کے معنی ہمیشہ حقیقی لئے جاویں گے اور بلا اُن وجوہ کے کہ جنکا اعتبار ائمہ عربیت یا سلف صالحین نے کیا ہے معنی حقیقی سے کلام کو منصرف نہ کیا جاویگا اور یہ امر قرآن ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر کتاب کے اندر یہ قاعدہ جاری ہے دیکھو قانون گورنمنٹ کے معنی جیسے وکلا جانتے ہیں کوئی نہیں جانتا اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم ہو اگر کوئی مولوی صاحب اسکے معنی بیان کرنے لگیں گے تو وہ قابل تسلیم نہوں گے۔ فکذا ھذا۔

جدید تہذیب کے اصول کا لچر ہونا

بزعم اہل تہذیب جناب موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور جملہ انبیاء بنی اسرائیل ایسی شریعت کے پابند تھے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اُسکو سچا نہیں کہہ سکتے تفصیل اُسکی یہ ہے کہ توریت میں مسئلہ غلامی کا موجود ہے اور نیز یہودیوں کی شریعت میں بغیر کسی سبب قوی کے مرد کو طلاق دینا جائز ہے اور عیسائیوں کی شریعت میں طلاق جائز نہیں بجز زنا کے کسی حالت میں جائز نہیں اور ان مسائل کو یہ حضرات خلاف فطرت انسانی فرماتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ ابتک اس پر حددرجہ کا اصرار کرتے ہیں کہ کتب عہد جدید و قدیم میں کچھ تحریف نہیں حالانکہ یہ مسائل جنکے سبب سے اُن دونوں شریعتوں کو خلاف فطرت اور ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں اُن ہی کتب میں جنکو من جانب اللہ غیر محرف قرار دیتے ہیں مصرح ومنصوص ہیں جب وہ کتب غیر محرف ہیں اور اُن ہی میں یہ مسائل موجود ہیں تو صاف یہ لازم آیا کہ خدا تعالیٰ نے ایسا مذہب ان انبیا کو دیا جو واقع میں خلاف فطرت اور خلاف فطرت ہونیکے سبب سے غیر حق تھا۔ باقی یہاں ہم ان مسائل کی نسبت کچھ کلام کرنا نہیں چاہتے یہاں تو صرف یہ دکھلانا ہے کہ ان حضرات کے اصول و مسائل مسلم لچر اور لاشی محض ہیں۔

معجزہ کو خلاف قانون قدرت کہنے کا جواب

جو لوگ کہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں اُن سب کا اعتقاد ہے کہ قدرت اُس قادر علی الاطلاق کی غیر متناہی اور غیر محصور ہے کسی قاعدہ اور قانون کی مقید اور محصور نہیں پس لفظ قانون کا ایسے مقام پر صریح بے محل ہے کلام اس میں کرنا چاہئے کہ فلاں واقعہ کا جس طرح کہ اہل حق اُس کے وقوع کا دعویٰ

کرتے ہیں اور کتب سماویہ سے جیسے پایا جاتا ہے آیا داخل قدرت کاملہ ہے یا نہیں اگر داخل قدرت ہے تو چونکہ کتب سماویہ اور اخبار متواترہ سے صحت اسکی ثابت ہی پس انکار اس کا صراحۃً کفر و زندقہ ہے اور اگر داخل قدرت نہیں تو وہ محال ہوا تو اس کے محال ہونے پر دلیل لانا چاہئے اور جب دلیل نہیں لا سکتے تو بمقابلہ نصوص قاطعہ اور اخبار متواترہ کے مہمل الفاظ قانون قدرت کے پیش کرنا درپردہ انکار قدرت کاملہ اور انکار کتب سماویہ کا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے معجزات جس کیفیت سے قرآن اور دیگر کتب سماویہ میں منقول ہیں خلاف عقل نہیں ہیں بلکہ اُن کا انکار خود خلاف عقل ہے

قاعدہ عقلیہ اور بدیہی ہے کہ کسی شئے کا ممکن ہونا جس طرح اس کے موجود ہونیکا مثبت نہیں اسی طرح اُس کے عدم کا بھی مثبت نہیں اور قصص معجزات انبیاء علیہم السلام مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کا پھٹ جانا یا صالح علیہ السلام کے لئے پتھر سے اونٹنی کا نکلنا وغیرہا من المعجزات ظاہر ہے کہ یہ واقعات ممکن ہیں ممتنعات سے نہیں ہیں پس حسب قاعدہ عقلیہ مذکورہ بالا ان واقعات کا امکان جیسے ان کے وجود کا مثبت نہیں ہے اسی طرح ان کے عدم سے بھی اُسکو تعلق نہیں پس محض ان واقعات کے مستبعد ہونے سے عقلاً ان کا انکار نہیں ہو سکتا ہاں ہمارے ذمہ البتہ ان کا وقوع ثابت کرنا ہے سو ہم کہتے ہیں کہ یہ واقعات محسوسات سے ہیں اور زمانہ سابقہ کے محسوسات کے اثبات کیلئے اخبار متواترہ معتبرہ اور اخبار انبیاء عظام کافی وافی ہیں چنانچہ ایسے اخبار اگر کسی معمولی واقعہ کے متعلق ہوتی ہیں تو بلاشبہ تسلیم کرتے ہیں بلکہ ایک معمولی ادنیٰ درجہ کا مورخ کہ جسکی تدین اور ثقاہت کا کسی درجہ میں بھی اعتبار نہیں بلکہ ثقات کے نزدیک وہ غیر معتبر ہے اگر کسی واقعہ کو لکھدے تو وہ اکثر عقل پرستوں کے نزدیک وحی سے زیادہ سمجھا جاتا ہے اور ان واقعات میں اکثر تو تواتر سے ثابت ہیں اور بعض صرف انبیاء علیہم السلام کے اخبار سے ثابت ہیں جو بالمشاہدہ اصدق الخلق ہیں تو یہ کیسے قابل تسلیم نہ ہوں گے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ اور طوفان نوح وغیرہا یہ قصے ایسے ہیں کہ اہل ملت

شرح بعضے از مواعظ حضرت محبوب سبحانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

دنیائے اسلام میں امت محمدیہ کے اندر حضرت محبوب سبحانی قطب العالم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کو جو امتیازی شان حاصل ہے اسکو مسلمانوں کے قلوب عقیدت تامہ کیساتھ تسلیم کئے ہوئے ہیں آپ کی حکیمانہ شان اور روحانی امراض کی طبیبانہ حذاقت آپ کے وعظ اور ان ناصحانہ تقریروں سے معلوم ہوتی ہے جسکو کبھی کئی ہزار آدمیوں کے مجمع میں ممبر پر بیٹھکر آپ فرمایا کرتے اور وہ ایسا کی تجزی بنکر عوام وخواص امرا فقرا علما جہلا اور صلحا وسلاطین کے قلوب پر مختلف قسم کے اثار پیدا کیا کرتی تھی کہ کسی کو رلاتی تھیں کسی کو ہنساتی تھیں کوئی وجد میں آتا تھا اور کوئی بیتاب ہو کر کپڑے پھاڑکر بیہوش ہو جاتا تھا یہاں تک کہ بعض سامعین ضبط کی طاقت نہ پاتے تو ان کا جگر پھٹ جاتا اور وہ شہید عشق بنکر دنیا سے رخصت ہو جاتے تھے حسن اتفاق سے آپکے باسٹھ وعظ اور تقریباً اتنی ہی مقدار کے ملفوظات آپکے خلیفہ راشد حضرت عفیف الدین بن المبارک نے قلمبند فرمایا اور الفتح الربانی کے نام سے شائع ہوئے تھے جنکو سلیس اردو ترجمہ کر کے ایک کالم میں اصل عربی اور دوسرے کالم میں عام فہم ترجمہ طبع کر کے بندہ نے شائع کیا ہے جسکی قیمت ہے فی جلد ہے اور یہ کہ یہی نہیں بلکہ امراض روحانیہ کے نسخوں کی جامع کتاب ہے بکر ہاتھوں ہاتھ جا رہا ہے اب جی چاہتا ہے کہ ان جامع اور پُر مغز کلمات کو ضروری شرح کے ساتھ ایک نئے طرز پر رسالہ **الامداد** کی نذر گذرانوں کہ اسکے ناظرین ہی ان مواعظ جیلانیہ کے سچے قدردان ہیں لہذا اسوقت نمونہ کے طور پر تیئیسواں وعظ جو نسبتہً مختصر ہے پیش کرتا ہوں۔ اسکے خط کشیدہ الفاظ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا خالص ترجمہ ہے اور باقی شرح ہے جسکو ربط مضامین اور تسلسل عبارت کیلئے نیا جامہ پہنا کر اضافہ کیا گیا ہے۔

محمد عاشق الٰہی میرٹھی

یوم جمعہ وقت صبح ۔ مقام وعظ مدرسہ معمورہ ۔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

حسب معمول خطبہ ماثورہ اور صلوٰۃ وسلام کے بعد اس حدیث کا وعظ فرمایا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان ھذہ القلوب لتصدأ ان جلاءھا قراءۃ القران وذکر الموت وحضور مجالس الذکر الخ یہ ایک حدیث ہے جسمیں نباضان قلب کے افسر الاطبا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دل کی ایک اندرونی بیماری سے آگاہ کیا اور پھر اسکی اصلاح ومعالجہ کا طریق تعلیم فرمایا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ان قلوب پر بھی زنگ آیا کرتا ہے اور قرآن کا پڑھنا موت کو یاد رکھنا اور وعظ کی مجلسوں میں حاضر ہونا ان کی صیقل ہے" صاحبو توجہ کیساتھ سنو اپنے کھانے پینے کے برتنوں کو تمنے دیکھا ہوگا کہ جب اُن کو بے احتیاطی کے ساتھ ڈالدیا جاوے تو اُن پر زنگ آجایا کرتا ہے اور اگر اُسکو صاف نکیا جاوے تو وہ آخر کار برتن کو کھالیتا اور بالکل مٹی بنا دیتا ہے چونکہ وہ ظروف تانبہ اور پیتل وغیرہ کے ہوتے ہیں جو تمکو آنکھوں سے نظر آتے ہیں ہذا اسکا زنگ اور مٹی وغیرہ سے مانجکر اُسکا دور کرنا بھی تمکو دکھائی دیتا ہے مگر معرفت خداوندی کا ظرف جسمیں روحانی غذائیں رکھی جاتی ہیں چونکہ آنکھوں سے نظر نہیں آتا لہذا اسکا زنگ اور پھر اُس زنگ کے صاف کرنیکا طریق وہی روحانی طبیب بتا سکتا ہے جو اس ظرف اندرونی کی ماہیت وامراض ومعالجات کا علم خالق برتر نے عطا فرمایا ہو چنانچہ اس فن کے افسر الاطبائ جنکو بیماروں کے حال پر کمال شفقت وترحم کے ساتھ قلب کے معالجہ میں ایک خاص دست شفا حاصل ہے مرض اور اُسکی دارو سے اطلاع دیکر ساری دنیا پر احسان فرمایا ہے کہ دنیا کے واہیات بکھیڑوں میں پڑے رہنے کی وجہ سے چمکتا ہوا قلب زنگ آلود ہوجایا کرتا ہے پس اگر زنگ آلود قلب والا شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق اسکا تدارک کرلیتا اور تلاوت قرآن وتذکر موت اور شرکت مجالس وعظ سے اپنی غفلت دور کرکے اسکی صیقل کرلیتا ہے تو وہ پھر چمک اٹھتا اور انعکاس تجلیات الٰہیہ کے قابل بن جاتا ہے ورنہ وہ زنگ دن بدن بڑھتا رہتا اور آخر کار کالا پڑجاتا ہے کہ نور سے دور ہوجانیکے سبب اور حب دنیا اور تقویٰ کے بغیر دنیا پر اندھا دھند گرنیکی وجہ سے قلب سیاہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ دنیا کی محبت جس کے دل میں جگہ پکڑجایا کرتی ہے تو اسکے

حاصل کرنیکے پیچھے پڑتا اور اسکا تنوی جاتا رہتا ہے اب خواہ حلال ذریعہ سے ہو یا حرام وہ دنیا کے سیم و زر جو حقیقت میں پتھر ہیں جمع کرنے لگتا ہے دنیا کے جمع کرنے میں اُسکی تمیز زائل ہو جاتی ہے کہ مضر اور مفید کی شناخت ہی نہیں رہتی حق تعالیٰ سے شرمانا اور اُس کا لحاظ رکھنا جاتا رہتا ہے کہ آنکھوں پر پٹی باندھکر جہاں سے بھی دنیا ملے اسکو حاصل کر لیتا ہے۔ صاحبو اپنے نبی کے ارشاد کو قبول کرو اور اپنے دلوں کا زنگ اُس دوا کے استعمال سے رفع کرو جسکو آپ نے تمہارے لئے بیان فرما دیا ہے اگر تم میں سے کسی شخص کو کوئی جسمانی مرض لاحق ہو جائے اور کوئی یونانی طبیب یا ڈاکٹر اسکی دوا بتائے تو جب تک تم اُس کا استعمال نہیں کر لیتے زندگی دوبھر پڑ جاتی ہے کہ نہ کھانا اچھا معلوم ہوتا ہے نہ پینا پھر معلوم نہیں کہ پیغمبر تمہارے قلب میں بیماری کی تشخیص کریں اور اسکی دوا بتائیں تو اسکی طرف تمکو توجہ کیوں نہیں ہوتی۔ اگر تمکو مسلمان ہونیکا دعویٰ ہے اور اپنے پیغمبر کی اُمت میں داخل رہنا نعمت سمجھتے ہو تو صاحبدل بنو اپنی خلوتوں کو اپنی جلوتوں میں بجز رب کا مراقبہ اور اُسکا دھیان رکھو اور اسکو اپنا نصب العین بنا لو کہ گویا تم اُسکو ہر وقت دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اسکو نہیں دیکھتے تو وہ تو تمکو بہر حال دیکھ رہا ہے اور شرمانیکے لئے یکطرف کا دیکھنا بھی کافی ہے محض زبان سے اُسکے نام لے لینے کو کافی نہ سمجھو بلکہ اسکو دل سے یاد رکھو اس لئے کہ اسکا ذاکر در حقیقت وہی شخص ہے جو قلب سے اسکا ذکر کرے اور جو قلب سے ذکر نہ کرے اگرچہ زبان سے ذکر کی بیسیوں تسبیح ختم کر لے مگر در حقیقت وہ ذاکر نہیں ہے کیونکہ ذکر کا نام کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ کام مقصود ہے کہ خدا یاد رہے اور اسکو قلب ہی سے علاقہ ہے نہ کہ زبان سے زبان تو قلب کی غلام اور خادم ہے اور ظاہر ہے کہ شاہی دربار میں جب تمہاری پکار ہو تو تمہارے ہی جانے سے کام چلیگا نہ کہ اپنے غلام یا نوکر کے بھیجدینے سے۔

صاحبو! وعظ کی مجلسوں میں شرکت کرنا ضروری سمجھو اور ہمیشہ وعظ سنتے رہا کرو کیونکہ قلب جب وعظ کے سننے سے غیر حاضر رہنے لگتا ہے تو اسکی آنکھوں کی روشنی مدھم پڑتی چلی جاتی ہے یہانتک کہ وہ چوپٹ اندھا ہو جاتا ہے کہ حقائق و معارف جنکے دیکھنے کیلئے اسکی آنکھوں میں نور ڈالا گیا تھا اب اسکو بالکل نظر نہیں آ سکتے اور وعظ سننے کا مقصود یہ ہے کہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر متنبہ ہو اور پچھلے گناہوں سے بصدق دل توبہ کرو مگر توبہ کا مطلب بھی یہ نہیں کہ بس زبان سے کہدو

کہ الٰہی میری توبہ ہے اور کام وہی کرتے رہو جو ابتک کرتے رہے تھے ایسی توبہ سے کیا نفع۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ عسر ہو یا یسر اور تنگ حالی ہو یا خوش حالی ہر حالت میں حق تعالیٰ کے امر کی عظمت ملحوظ رکھو کہ کوئی کام اور کوئی حرکت اسکی شان اور اس کے حکم یعنی شریعت کے خلاف نہونے پائے اسی سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ دنیا اور دین کی ساری خوبیاں صرف دو باتوں میں منحصر ہیں ایک امر الٰہی کی تعظیم اور دوسرے مخلوق خداوندی پر شفقت۔ پس جو شخص امر الٰہی کی عظمت نہ کرے کہ جلوت خلوت میں اسکی کسی معصیت کے ارتکاب پر دلیر ہو اور اللہ کی مخلوق پر شفقت نہ رکھے کہ سخت دل ہو کر انکی خیرخواہی اور دینی و دنیوی ہمدردی سے آنکھیں بند کرلے وہ اللہ کی رحمت سے دور ہے۔ حق تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ پر وحی بھیجی تھی کہ اے موسیٰ مخلوق پر رحم کیا کرو تاکہ میں تم پر رحم کروں کیونکہ میری ذات رحیم ہے اور ہر شخص کے ساتھ رحم کا برتاؤ مجھکو پسند ہے پس جو شخص میری مخلوق پر رحم کرتا ہے میں اس پر رحم کرتا اور اسکو اپنی رحمت کے مخصوص مکان یعنی جنت میں جگہ دیتا ہوں مبارک ہو رحم کرنے والوں کو کہ ان کے لئے کریم و رحیم ذات اپنی زبان سے بشارت سنا رہی ہے۔

صاحبو! افسوس ہے کہ تم امر الٰہی کی عظمت اور مخلوق پر شفقت دونوں کی طرف سے بے توجہ ہو رہے ہو تمہاری عمر عزیز تو اسی قصہ میں برباد ہوئی کہ انھوں نے فلاں چیز کمائی اور ہم نے فلاں چیز کمائی انھوں نے یہ پیا اور ہمنے یہ پیا انھوں نے یہ پہنا اور ہمنے یہ پہنا انھوں نے اتنا مال جمع کیا اور ہمنے اتنا جمع کیا تم ان فنا ہونے والے بے سود بکھیڑوں میں مرکھپے اور فلاح آخرت کا بھولکر بھی کبھی دھیان نہ کیا۔ جو شخص نجات چاہے اسکو چاہئے کہ اپنے نفس کو محرمات و مشتبہات اور خواہشات سے روکے جائز و ناجائز میں امتیاز کرے حق تعالیٰ کا حکم بجالائے ممنوعات سے باز رہے اور تقدیر کی طرف سے گوارا ہو یا ناگوار جو کچھ بھی پیش آئے مرضی مولا کا موافق اور جی جان کا غلام بنا ہوا سر صابر رہے کیونکہ اللہ والوں کی شان یہی ہے کہ خدا کی معیت پر صابر رہتے ہیں اور خدا سے صبر نہیں کر سکتے ہیں اگر ساری دنیا بھی چھوٹ جائے مگر خدا نہ چھوٹے تو وہ مسرور و بشاش ہیں اور سب کچھ ملے مگر حق تعالیٰ نہ ملے تو بے چین اور بیقرار ہیں وہ جس حال پر بھی صبر کرتے ہیں اسی کی خاطر اور اسی کے تعلق اور اسی کی معیت میں صبر کرتے ہیں اور اسی کے طالب و خواستگار بنے رہتے ہیں تاکہ اس کا قرب نصیب ہو جب ان کو معلوم ہوا کہ آرام طلب نفس کے گوشہ گلزاروں میں رہتے ہوئے محبوب نہیں ملسکتا تو وہ اپنے نفسوں اپنی خواہشوں اپنی طبیعت کے مکانات باہر نکلے

باقی آئندہ

تمہید از مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ جاننا چاہیے کہ انسان کی سعادت کا مدار حق تعالیٰ کی معرفت ومحبت ہے اور یہ مسئلہ ایسا مسلم ہے کہ اسمیں کسی وقت بھی اہل عقل ونقل کو انکار نہیں ہوا اور تمام عقلاء اسی دولت کو ترقی سمجھتے چلے آئے ہیں باقی اسکے طریق تحصیل میں غلطی کرنا یہ امر دیگر ہے یہاں کلام اسمیں ہے کہ اسقدر مسلم ہے کہ ترقی انسان کی حضرت حق اور اُن کی صفات کی معرفت سے ہوتی ہے مگر اس زمانہ میں ایسی مادیت وبہیمیت پرستی غالب ہوئے کہ بجائے اس اصلی اور حقیقی ترقی کے دنیا کی جمع کرنے کا نام لوگوں نے ترقی رکھا ہے اور اسی بناء پر علماء اور طلبہ کو پست خیال اور کم حوصلہ اور تاریک خیال وغیرہا خطابات سے مخاطب کرنے لگے ستر اکبر ببین تفاوت رہ از کجاست تابکجا

بہرحال خواہ کوئی انکار کرے یا اقرار یہ مسئلہ فی نفسہٖ ثابت ہے اور کسی کی معرفت ومحبت کی تحصیل کا طریقہ صحیح وہ ہے جو خود محبوب تعلیم کرے پس حق تعالیٰ جو محبوب حقیقی ہیں اُن کی معرفت ومحبت کا طریقہ مقبول بھی وہ ہی ہوگا جسکی تعلیم خود اُنھوں نے فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کی تحصیل کیلئے اپنے کلام پاک میں جابجا مخلوقات میں تفکر کرنے کا امر فرمایا اور متفکرین کی مدح فرمائی ہے چنانچہ جن حضرات کے سینے نور افمن شرح اللہ صدرہٗ للاسلام سے منور ہیں وہ تو سراپا فکر بن گئے اور ایک ایک ذرہ عالم کا اُن کی نظر میں قدرۃ کے بے انتہا عجائبات کو لئے ہوئے ہے اسلئے اُن کو تو اس فکر کے طریقہ کی ضرورت نہیں ہے باقی اوروں کیلئے ضرورت ہے کہ اس فکر کا طریقہ بتلایا جاوے تاکہ اسپر عمل کر کے اصلی مقصود کی تحصیل میں سعی کریں قربان جایئے علماء امت کے کہ اس مبحث کو بھی نہیں چھوڑا چنانچہ حضرت امام ہمام علامہ غزالیؒ کا ایک رسالہ مسمی بہ کتاب الحکمۃ فی مخلوقات اللہ عزوجل نظر سے گذرا جسمیں حضرت مصنفؒ نے مخلوقات میں سے ان اشیاء کی حکمتیں تحریر فرمائی ہیں کہ جن کے اندر فکر کرنے کا قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے اسلئے مناسب ہے کہ اسکا ترجمہ اردو میں کر کے شائع کیا جاوے اور نظر بر مضامین اس کا نام حضرت سیدنا مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی نے لباب النعمۃ ترجمہ اردو کتاب الحکمۃ رکھا ہے اللہ تعالیٰ اسکو نافع ومقبول فرماوے آمین

احقر محمد عبد اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون

لباب النعمہ

ترجمہ اردو

کتاب الحکمۃ

للغزالیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مصنف علامہ غزالی بعد حمد و صلوٰۃ کے فرماتے ہیں - اے برادر اللہ تعالیٰ تجھکو عرفان کی توفیق نصیب فرماوے اور ذخیرہ دارین تیرے لئے جمع کرے یہ جان لے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُسکی عظمت کا قلب میں جاگزیں ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ اُسکی عجیب عجیب مصنوعات میں فکر کیا جاوے اور اُسکی انواع انواع ایجادات میں حکمت کو سمجھا جاوے اور اسی سے قلب میں یقین کی دولت راسخ ہوجاتی ہے اور یقین ہی وہ شے ہے کہ جس کے تفاوت سے متقیوں کے درجات کا تفاوت ہوتا ہے اسلئے میں نے اس رسالہ میں اہل عقل کیلئے اُن اشیاء کی چند حکمتوں پر تنبیہ کی ہے کہ اکثر آیتوں میں اُسکی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے عقول کو پیدا فرما کر اور اُن کی ہدایت کو وحی سے تکمیل فرما کر اہل عقل کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ اُسکی مخلوقات میں غور کریں اور اسکی مصنوعات میں جو اُسنے قدرت کی عجائب نیرنگیاں رکھی ہیں اُس میں فکر کریں اور اُن سے عبرت حاصل کریں چنانچہ ارشاد ہے قل انظروا فی السموات والارض یعنی کہہ دیجئے آپ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ غور کرو کہ آسمانوں اور زمین میں کسقدر نشانیاں ہیں اور ارشاد ہے وجعلنا من الماء کل شیء حی یعنی بنایا ہے ہمنے ہر جاندار کو پانی سے اور اس کے سوا بہت سی آیات اور براہین واضحہ ہیں کہ جن سے اسکا حکم معلوم ہوتا ہے اور جو شخص ان آیات کے معانی میں تدریجی ترقی کرکے تفکر کو کام میں لاویگا وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت کو بڑھاویگا - اور معرفت وہ شے ہے کہ جو بندہ کی سعادت اور حسنٰی اور زیادۃ (کہ جنکا وعدہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کیا ہے) کے حاصل ہونیکا سبب ہے اور اس رسالہ کو میں نے چند بابوں پر منقسم کردیا ہے جس باب کے عنوان میں جس نوع مخلوق کا ذکر ہے اُس میں اُسکی حکمت کو بیان کردیا ہے اور یہ بیان اُس حد تک ہے جہانتک ہماری عقلوں نے

رہبری کی ہے ورنہ اگر تمام خلائق جمع ہو کر یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام مخلوقات کا ذکر کرے اور ایک ادنیٰ سی مخلوق کے اندر جو حکمتیں رکھی ہیں اُن کا احاطہ کرے تو اس سے عاجز ہو کر رہ جائیں گے اور خلائق نے جو کچھ اپنی عقل کے موافق سمجھا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے اور روز ازل میں اُس کیلئے مقدر ہو چکا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس تحریر سے اپنی رحمت اور جود بے انتہا سے ہمکو نفع مند فرماوے۔ آمین۔

مترجم عفی عنہ کہتا ہے کہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ نے اس رسالہ کو پندرہ باب پر منقسم کیا ہے فہرست ذیل میں درج ہے۔

باب اوّل آسمان اور اس عالم کے بیان میں

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں افلم ینظروا الی السماء فوقہم کیف بنیناھا وزیناھا ومالہا من فروج یعنی کیا یہ لوگ آسمان کی طرف اپنے اوپر دیکھتے نہیں کہ اسکو کیسے بنایا ہے اور کیسے اسکو مزین کیا ہے اس حالت میں کہ اس کیلئے کوئی شگاف نہیں ہے اور ارشاد ہے سبحان الذی خلق سبع سموات طباقا یعنی پاک ذات ہے وہ کہ جسنے سات آسمان تو بر تو پیدا فرمائے۔

عالم جاننا چاہیے اگر تم اپنی قوت فکریہ سے اس عالم میں غور کروگے تو اسکو مثل ایک تعمیر شدہ مکان کے پاؤگے کہ جسمیں تمام حاجت کی اشیاء تیار کی گئی ہوں چنانچہ آسمان تو مثل چھت کے بلند ہے اور زمین مثل بچھونے کے پھیلی ہوئی ہے اور ستارے مثل شمعوں اور چراغوں کے نصب کئے گئے ہیں اور جواہرات مثل ذخیروں کے جمع کئے گئے ہیں اور اسی طرح ہر شے اپنی حالت پر مہیا اور طیار ہے اور انسان کی مثال ایسی ہے جیسے گھر کا مالک ہوتا ہے کہ گھر کی ہر شے کی حفاظت کرتا ہے چنانچہ اقسام اقسام کے نباتات تو اسکی حاجات کیلئے ہیں اور طرح طرح کے حیوانات اس کے مصالح میں مصروف ہیں۔

آسمان اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا فرمایا اور اس کے رنگ کو تمام رنگوں سے گہرا اور نگاہ کے موافق قوت دینے والا بنایا ہے اگر آسمان کا رنگ شعاع یا انوار کو لئے ہوئے ہوتا تو وہ دیکھنے والے کی نگاہ کو مضر ہوتا اور اب نافع ہے اسواسطے کہ سبزی اور نیلگونی قوۃ باصرہ کیموافق ہے اور آسمان کی وسعت کو دیکھنے سے نفس کو راحت اور لذت حاصل ہوتی ہے خصوصاً اسوقت جبکہ ستارے نکل آویں اور چاند کا نور چمکنے لگے اور سلاطین کی عادت ہے کہ اپنی مجالس کی چھتونکو بسیار منقش و مزین کیا کرتے ہیں کہ جس سے دیکھنے والے کو راحت اور انبساط ہو ایسے ہی آسمان کو بھی اللہ تعالیٰ نے مزین فرمایا ہے لیکن بندوں کی زینت دی ہوئی چھت کو بار بار اور بہت دیر دیکھنے سے آدمی اکتا جاتا ہے اور جو انشراح اور تازگی اسکو نظر اول سے ہوئی تھی وہ جاتی رہتی ہے بخلاف آسمان اور اسکی زینت کے کہ اس کے تماشہ سے کسی وقت طبیعت سیر نہیں ہوتی چنانچہ سلاطین تک بھی جب مشاغل دنیویہ سے تنگدل ہوتے ہیں تو میدانوں کی وسعت میں جہاں آسمان کا حصہ زیادہ دکھ

(باقی آیندہ)

الاحکام الوقتیہ

اسوقت دو مسئلے ضروری قابل اطلاع ہیں۔ اول یہ کہ یہ زمانہ غلہ کے کٹنے کا ہے، اسکے متعلق یہ مسئلہ قابل یاد دہانی ہے کہ جنکے یہاں زمین عشری ہو ان کے ذمہ پیداوار پر عشر واجب ہے اور مثل زکوۃ کے ضروری ہے اور احکام اسکے بہشتی زیور میں موجود ہیں۔

دوسرا مسئلہ ضروری یہ ہے کہ ثمرات کی بیع اسوقت جائز ہے جبکہ پھل بڑھنا ختم ہو جاوے اور اس سے پہلے اگر پھل آنے کے بعد درختوں پر چھوڑنے کی شرط ہو جیسے کہ رواج ہے بیع فاسد ہے اور پھل آنے سے پہلے بیع باطل ہے اسکے مفصل احکام صفائی معاملات میں دیکھو

امر برقمہ اشرف علی عفی عنہ

مادتان تاریخیتان لهذه الصحيفة المباركة من حضرة مولانا التهانوی مد ظله العالی

(عربی)

مطالع نور الفیوض ۳۳ ۱۳ ھ (اخری) مطلع انهار الفیوض ۳۳ ۱۲ ھ

دو قطعہ تاریخیہ صحیفہ ہذا مع القاب یعنی شجر بے مثال ۳۳ ۱۳ ھ ۔ و سرو باغ دیں ۳۳ ۱۳ ھ ۔ و باغ رنگیں ۳۳ ۱۳ ھ ۔ مطلع خورشید دیں ۳۳ ۱۳ ھ

از بعضے متعلمان مدرسہ امداد العلوم۔

(فارسی ہجری)

ہر کہ رو آورد با حسن عقیدت سوے ایں
مصرع تاریخ دلکش زد رقم کلک قمر

گشت از فیضان علمی مستفید و بہرہ مند
دلکشا دلگیر دل افروز و بہر دل پسند
۳۳ ۱۳ ھ

(اردو عیسوی)

انوار اس کتاب کے پھیلیں جہاں میں
مہر سپہر دین بشیر و نذیر ہو

تاریخ بھی یہی ہے دعا بھی یہی قمر
کہدے کہ بے مثال و عدیم النظیر ہو
۱۹ ۱۵

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) ہر رسالہ کے آخر میں جو احکام ضروری مناسب وقت ہوا کرینگے شائع کئے جائیں گے اور
اُس کا عنوان الاحکام الوقتیہ ہوگا۔

(۵) یامر قرین منظوری ہو کہ تعلیم نسوان کے متعلق بھی اس رسالہ میں کوئی مضمون شائع کیا جاوے۔

(۶) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا

(۷) کسی ماہ کا رسالہ مع نوح کے ۶ ربانی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی
ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائے گا۔

(۸) اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۹) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت
میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا

(۱۰) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائے گا وہ جب تک پیشگی قیمت
بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۱۱) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا
یعنی رجب ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۱۲) قیمت ہمیشہ پیشگی لی جاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی
صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جائیگی۔

(۱۳) ایک رسالہ کی قیمت ۳ ر ہے۔

(۱۴) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونا چاہئے۔

راقم
رفیق احمد مالک مُمدُ المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

پندرہ روزہ کر بھی دیتے تو اُس ہمت کو کاغذ کی گرانی نے توڑ دیا اگر اب اس تعداد پر پندرہ روزہ کیا جاوے تو قیمت میں اسی قدر یعنی عہ کا ہی کا اضافہ ہو تب پورے اخراجات نکل سکتے ہیں اور عہ دینا اکثر حضرات کو یقیناً گراں ہوتے اس لئے اس وقت پندرہ روزہ ہونے کو ملتوی کر دیا گیا اگر اثنا سال میں بھی یہ تعداد پوری ہو گئی تو پھر ایک مرتبہ اس کے پندرہ روزہ کر دینے کی کوشش کریں گے سخت مجبوری اس کی واقع ہو گئی کہ کاغذ بہت کمیاب ہو گیا ہے اسلئے ابھی دقت ہے لیکن تیسرا اگر درمیان میں تعداد پوری ہو گئی تب بھی انشاء اللہ اپنی طرف سے کوشش کریں گے والسعی منّا والاتمام من اللہ باوجودیکہ ہم نے اپنی جانب سے الامداد کے بعض میں کاغذ لکھائی چھپائی کے موقر بنانے میں کچھ کوتاہی نہیں کی لیکن اسپر بھی ہمارے بعض احباب کو کچھ شکایتیں باقی ہیں جن سب سے ہم اس وقت نجات پا سکتے ہیں جب کہ لازمہ بشریت ہم میں باقی نہ رہے۔

اُن میں سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ الامداد کے بعض مضامین بہت دقیق ہوتے ہیں اور بعض کی عبارت میں عربی الفاظ چونکہ بکثرت آتے ہیں اس لئے اغلاق پیدا ہو جاتا ہے۔ (کاش کہ یہ معترضین ہندوستان کے تمام اخبارات کو بھی اٹھا کر دیکھتے جن میں انگریزی الفاظ کی ایسی بھرمار ہوتی ہے کہ غیر انگریزی خواں طبقہ جسکی تعداد بھی ہندوستان میں بہت زیادہ ہے، بہت کم فائدہ اٹھا سکتا ہے)

لیکن بہرکیف اس شکایت کو ایک حد تک تسلیم کر کے حتی الامکان مضامین کو سہل کر کے بیان کیا گیا مگر جو مضامین کہ دقیق ہی تھے اُن کی دقت رفع کرنے کی کوئی صورت ہی نہ تھی اس لئے ان کی نسبت اسکے سوا اور کیا عرض کیا جا سکتا ہے کہ یہ رسالہ مسلمانوں کے صرف کسی ایک طبقہ کے لئے نہیں ہے ممکن ہے کہ اگر اس میں ایک مضمون عوام و خواص دونوں کے سمجھنے کیلئے ہو تو دوسرا مضمون صرف اہل علم کی دلچسپی کے لئے ہو امید ہو کہ اس امر میں ہمارے احباب ہمکو معذور سمجھکر اپنا اپنا حصہ لیں گے۔ اور ان سے متمتع ہو کر مضمون نویسوں اور ہم کارگذاران مطبع کو دعا سے یاد فرماویں گے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ واللہ الموفق والمعین۔ فقط۔

التماس۔ "الامداد" کے سال اول کا یہ آخری نمبر ہے، سال دوم کا پہلا نمبر عنقریب شائع ہو گا اور خریداروں کے نام وی پی کر کے بھیجا جاویگا پس اگر کسی عذر سے کوئی صاحب اسکو جاری رکھنا نہیں چاہتے۔ تو بہتر ہو کہ ایک کارڈ کے ذریعے سے اطلاع فرماویں تاکہ رسالہ خرچ وی پی وغیرہ کے نقصان سے محفوظ رہے۔

احقر شبیر علی عفی عنہ نائب مدیر

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا او کما قال

امتثالاً للآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداداً للحدیث کہ دال ست بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیت السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و سنوحات جیدہ فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و العقلیۃ کہ کل آن از افادات سمساحضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ ست بازجلی آن از افاضات حضرت شیخ العرب و العجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ قدس سرہ کہ لقب صحیفہ مشیرست بہ تبرک بنام نامیش نیز و خامساً الاستدراکات کہ تحقیقات ادبیہ و بحیرا الشرست

عدد (۲) بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ جلد (۱)

باداره احقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ مدون گرفت

معین الدین پریس میرٹھ

اور یہ لوگ چونکہ جمع الخلائق ہوتے ہیں اس لئے انکو غیبت سننے کی بھی بہت نوبت آتی ہے سینکڑوں آدمی ان کے پاس آتے ہیں اور ہر شخص ان کے پاس یہی تحفہ لیکر آتا ہے اور یہ اس تحفہ کو قبول کرتے ہیں۔ ہاں جو عاقل ہوتے ہیں وہ ایسے لوگوں کا علاج بھی کرتے ہیں۔

حکایت حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا تھا حضرت نے فرمایا کہ اس نے تو پس پشت کہا لیکن تم اس سے زیادہ بیحیا ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو۔

حکایت حضرت میر درد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو سماع سننے سے کچھ رغبت تھی ان کی نسبت حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کسی نے کہا کہ حضرت امیر درد سماع سنتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بھائی کوئی کانوں کا بیمار ہے کوئی آنکھوں کا بیمار ہے مرزا صاحبؒ کے اس مقولہ سے اکثر جاہلوں نے یہ سمجھا کہ مرزا صاحب حسن پرست تھے حالانکہ یہ الزام بالکل غلط اور بہتان ہے اصل یہ ہے کہ مرزا صاحب بوجہ لطافت مزاج کے بدصورت آدمی کو دیکھ نہ سکتے تھے اور مرزا صاحبؒ کے بچپن کے واقعات اسکی تائید کرتے ہیں یعنی مرزا صاحب کی نسبت یہ مشہور بات ہے کہ شیر خوارگی کے زمانہ میں آپ کسی بدصورت عورت کی گود میں نہ جاتے تھے حالانکہ اسوقت آپکو خوبصورتی بدصورتی کا ادراک بھی نہ تھا لیکن لطافت طبع کی باعث آپ کو بدصورت آدمی سے اسی وقت تکلیف ہوتی تھی اور اسکا اثر بڑے ہو کر بھی تھا غرض اس قسم کے حضرات ایسے لوگوں کا منہ اسی وقت بند کر دیتے ہیں اور جو لوگ احتیاط نہیں کرتے وہ ان آنے والوں کی بدولت اکثر گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کو سمجھنا چاہیئے کہ ؎

بیگماں عیب تو پیش دگراں خواہد برد	ہر کہ عیب دگراں پیش تو آورد و شمرد

اس لئے میں نے کہا کہ مقتدا لوگ باستثناء محتاطین و محققین کے زیادہ اس آفت میں مبتلا ہو جاتے ہیں

فساق فجار کی اصلاح کا طریقہ اور ان کی عیب جوئی سے ممانعت

اسکا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اگر واقعی ان لوگوں کی اصلاح کرنی منظور ہے تو اول ان سے میل جول پیدا کیا جائے جب خوب بے تکلفی ہو جائے تو وقتاً فوقتاً نرمی سے ان کو سمجھایا جائے اور خدا تعالیٰ سے

اُن کے لئے دعا کیجائے اور جو تدبیریں مفید ثابت ہوں اُن کو عمل میں لایا جائے۔ غرض وہ برتاؤ کیا جائے جو کہ اپنی اولاد سے کیا جاتا ہے کہ اگر انکی شکایت کسی دوسرے سے کیجائیگی تو اپنے دوستوں سے کیجائیگی جو کہ انکی اصلاح کرسکیں یا بزرگوں سے کیجائیگی کہ وہ اُس کیلئے دعا کریں علی ہذا جنسے درستی کی امید ہوگی اُنہی سے کہا جائیگا اور جہاں یہ بات نہ ہوگی وہاں زبان پر بھی اپنی اولاد کے عیوب کو نہ لایا جائیگا یہ مثال بحمد اللہ ایسی عمدہ ہے کہ اس کے پیش نظر رکھنے کے بعد اصلاح کے تمام آداب معلوم ہوجائیں گے یعنی جس مسلمان کی اصلاح کرنی چاہو یہ غور کرلو کہ اگر یہ حالت ہماری اولاد کی ہوتی تو ہم کیا برتاؤ اُس کے ساتھ کرتے بس جو برتاؤ اُسکے ساتھ طبیعت تجویز کرے وہی برتاؤ اُس غیر کے ساتھ بھی کرو اور میں اس حدیث کے کہ المسلم مرآۃ المسلم یہی معنی بیان کیا کرتا ہوں یعنی جسطرح آئینہ کا خاصہ ہو کہ وہ تمہارے عیوب چہرہ کو تسے چھپاتا نہیں اور دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا اسی طرح مسلمان کو بھی ہونا چاہئے کہ کسی مسلمان کے عیوب کو اُس سے چھپائے نہیں اور دوسروں پر ظاہر نکرے نیز یہ کسی مسلمان کی طرف سے دل میں کینہ نہ رکھنا چاہئے بلکہ آئینہ کی طرح بالکل صاف باطن رہنا چاہئے کسی نے خوب کہا ہے ؎

کفر ست در طریقۂ ما کینہ داشتن	آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

یہ شعر اس مقام پر بہت زیادہ چسپاں تو نہیں ہو لیکن لفظ آئینہ کی مناسبت سے پڑھ دیا گیا ہے کہ آئینہ کی شان صفائی ہوتی ہے اور اوپر جو وجہ شبہ بیان کیگئی ہے وہ بھی صفائی کی فرد ہے حاصل یہ ہے کہ جب کسی کے عیوب پر مطلع ہو تو اُسکو اطلاع کردو اور اگر یہ کارگر نہ ہو تو خدا تعالیٰ سے دعا کرو غرض دوسرے کی عیب جوئی و عیب گوئی ان اصلاح سے تو جائز ہے۔

عیب گوئی کے جواز کا موقع

وہ موقع یہ ہے کہ مظلوم شخص ظالم کی عیب گوئی کرے کیونکہ مظلوم کو ظالم پر غصہ ہوتا ہے اور وہ غصہ حق ہوتا ہے پس شریعت نے مظلوم کو اجازت دیدی ہے کہ وہ اپنے غصہ کو نکالے سبحان اللہ شریعت اسلام کی تعلیم بھی عجیب پاکیزہ تعلیم ہے کہ کسی ایک قابل رعایت پہلو کو بھی نہیں چھوڑا مجھے تو اسلام کی تعلیم دیکھ دیکھ کر یہ شعر یاد آیا کرتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم		کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست	

دیکھئے مظلوم چونکہ اپنے جائز غصّہ کو نکالتا ہے اور یہ طبعی امر ہے کہ اس کے ضبط سے کلفت ہوتی ہے تو اسکو اجازت دیدی گئی نیز اس میں یہ بھی مصلحت ہو کہ جب اس مظلوم کی غیبت سے لوگوں کو ظالم کے ظلم کی حالت معلوم ہوگی تو وہ اپنے بچانیکی فکر کریں گے بلکہ بعض بزرگوں نے تو ایک مصلحت سے یہانتک کہدیا ہے کہ مظلوم کو چاہئے کہ اگر اسکو باطنی قرائن سے معلوم ہو جائے کہ میرے صبر کرنے سے ظالم پر ضرور قہر نازل ہوگا (کیونکہ بعض شخص کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوتا ہے) تو اپنی زبان سے کچھ تھوڑا ضرور ظالم کو کہہ لیا کرے کیونکہ اُسکی خاموشی سے اندیشہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا غضب دنیا ہی میں ظالم پر ٹوٹے۔ اور بعض بزرگوں کے کلام سے جو نہ کہنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے وہ اس بنا پر کہ صبر ایک نیک عمل ہے اس کے کرنے سے مظلوم کو زیادہ ثواب ملیگا۔ لیکن جنھوں نے کچھ کہنے کی اجازت دی اور اسکو افضل بتلایا اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ مسلمان بندے کو دوزخ کا عذاب نہو اور وہ خدا تعالیٰ کے قہر سے محفوظ رہے شاید کسی طالب علم کو یہ شبہ ہو کہ خدا تعالیٰ کے قہر سے محفوظ رہنے کی یہ بھی صورت ہو سکتی ہے کہ وہ مظلوم معاف کردے تو سمجھنا چاہئے کہ بعض لوگوں کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ معاف بھی کردیں تو خدا تعالیٰ اپنا حق کہ اُن کے بندے کو ستایا تھا معاف نہیں فرماتے۔

حکایت۔ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ چلے جارہے تھے کہ ایک شخص نے اُن کو کچھ بیہودہ کہا اُن بزرگ نے اپنے ایک مرید کو حکم دیا کہ اس کے ایک دھول مار وہ ذرا متامل ہوا فوراً وہ شخص زمین پر گرا اور مر گیا اُنھوں نے اپنے مرید سے کہا کہ تمنے دیر کی اور اُسکا نتیجہ دیکھ لیا۔ اور فرمایا کہ جب اُسنے مجھے بُرا بھلا کہا تو میں نے دیکھا کہ قہر خداوندی اس پر نازل ہوا چاہتا ہے اس لئے میں نے چاہا تھا کہ میں خود ہی اسکو کچھ کہہ لوں تاکہ قہر خداوندی اس پر نہ پڑے لیکن تمنے دیر کی آخر یہ شخص ہلاک ہوگیا اور یہی راز ہے کہ جب حضور صلعم کے دہن مبارک میں کڑوی دوا ڈالی گئی اور آپ کے منع فرمانے پر لوگوں نے نہیں مانا تو حضورؐ نے ہوش آجانیکے بعد فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے منہ میں دوا ڈالی ہے اُن سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے سوائے عباسؓ کے کہ وہ شریک رائے نہ تھے تاکہ مکافات ہو جائے اور یہ لوگ قہر خداوندی میں مبتلا نہوں

11

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ اکثر لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دیتے تھے کسی نے اسکا سبب پوچھا تو آپنے فرمایا کہ لوگوں کی اکثر حرکات سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور میری تکلیف کی وجہ سے لوگ وبال میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور میں نے ہر چند خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ میری وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو مجھے لیکن میری یہ دعا قبول نہیں ہوتی حافظؒ فرماتے ہیں ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات		با دُرد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد	

اور ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد		تا دل صاحبدلے نامد بدرد	

تو چونکہ بعض کے معاف کرنے سے بھی پورا معاف نہیں ہوتا اس لئے وہاں کچھ کہہ لینا ہی مصلحت ہے غرض مظلوم کو اظہار ظلم کی بدون کسی مصلحت کے بھی اجازت ہے اور اگر وبال کے ٹل جانے یا ہلکا ہو جانیکی نیت ہو تو وہ مستحسن ہے لیکن غیر مظلوم کو مصلح سابقہ کے بغیر اجازت نہ ہوگی۔

۱۲

جس علم کی فضیلت آئی ہے وہ کون علم ہے اور اُس کے کیا آثار ہیں

جس علم کی فضیلت آئی ہے اُس سے مراد یہ نہیں کہ قال در اصل قول کو جانتا ہو بلکہ علم ایک نور ہے جسکی نسبت خدا تعالیٰ فرماتے ہیں وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس اور اُس نور کے ہوتے ہوئے قلب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش		چہ فولاد ہندی نہی بر سرش	
امید و ہراسش نباشد ز کس		ہمین ست بنیاد توحید و بس	

اگر چاروں طرف سے اُس کو تلواروں میں گھیر لیا جائے تب بھی اُس کے دل پر ہراس نہیں ہوتا

حکایت۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں تھے دوپہر کیوقت ایک درخت کے نیچے آرام فرمانیکے لئے اُترے اتفاق سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی کوئی اُسوقت قریب نہ تھا آپ نے اپنی تلوار درخت میں لٹکا دی اور درخت کے نیچے سو گئے۔ اُسی وقت آپ کے ایک دشمن کو خبر ہوئی کہ حضورؐ اسوقت تن تنہا فلاں درخت

کے نیچے سو رہے ہیں اُسنے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً وہاں آیا آکر دیکھا تو واقعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تن تنہا سو رہے تھے اور تلوار درخت میں لٹک رہی تھی اُس نے اول دبے پاؤں آکر تلوار پر قبضہ کیا اُسکے بعد اُسکو نہایت آہستگی سے نیام سے نکالا اور آپ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا جب بالکل تیار ہو گیا تو آپ کو بیدار کیا اور پوچھا من یعصمك منی الوقت آپ کو مجھسے کون بچا سکتا ہے۔ آپ نے اُسکی یہ ہیئت دیکھکر اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں فرمائی اور اُسکے سوال کے جواب میں نہایت اطمینان سے فرمایا کہ اللہ یعنی مجھے اللہ بچائیگا بھلا کوئی ایسا کر تو دکھلادے۔ بدون خدا کے تعلق کے کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ تو علم اسکا نام ہے ورنہ نرے الفاظ تو شیطان بھی خوب جانتا ہے اس ارشاد کا اثر یہ ہوا کہ وہ لرزنے لگا اور تلوار اُسکی زمین پر گر گئی آپ نے فوراً لپک کر تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ اب تجھکو مجھسے کون بچائیگا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حالت کو دیکھکر نہایت گھبرایا اور کہنے لگا کہ مجھے آپ ہی بچائیں گے آخر آپ نے اُس پر کرم فرمایا اور اُسکی گستاخی کو معاف فرما کر اُسکو چھوڑ دیا تو یہ ہے علم اور اُسکا اثر جسکو کہتے ہیں کہ ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش	چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد ز کس	ہمین ست بنیاد توحید و بس

اور راز اسکا یہ ہے کہ علم کامل سے معرفت کامل ہوتی ہے وہ جانتا ہے کہ عسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم اس لئے گھبراتا نہیں اور سمجھتا ہے کہ یہ میرے لئے علاج اور کفارہ سیئات ہو رہا ہے۔ نیز اُس میں یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم خدا کے ہیں اپنے نہیں اُن کو اختیار ہے کہ جس حالت کو ہمارے لئے مناسب سمجھیں اُس میں ہمیں رکھیں چنانچہ اسی کو مصیبت کے موقع پر فرماتے ہیں وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون دوسرے اس خیال کے تازہ ہونے سے خدا تعالیٰ سے محبت بڑھتی ہے اور محبت کا خاصہ ہے کہ اُسکی بدولت سخت سے سخت مصیبت بھی ہلکی ہو جاتی ہے ع از محبت تلخہا شیریں شود دیکھئے جن لوگوں کو امردوں یا بازاری عورتوں سے تعلق ہو جاتا ہے وہ اُن کے پیچھے کیا کیا مصیبتیں برداشت کرتے ہیں حتی کہ اگر وہ جوتیاں بھی مارے تو اُن میں لطف آتا ہے اور فخر کرتا ہے

۱۳

حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص بیوی پر توجہ نہ کرتا تھا اور کسی بازاری عورت سے تعلق پیدا کر لیا تھا بیوی کو یہ خیال ہوا کہ شاید وہ بازاری مجھ سے زیادہ حسین ہو لیکن تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل کالی بھجنگ ہے سخت تعجب ہوا اور اب وہ اس فکر میں لگی کہ آخر اس میلان کا سبب کیا ہے چھان بین سے معلوم ہوا کہ جب یہ شخص اس کے پاس جاتا ہے تو دور ہی سے دیکھ کر اس کو برا بھلا کہنا شروع کرتی ہے اور خوب جوتیوں سے خبر لیتی ہے۔ کہنے لگی کہ کیا مشکل کام ہے آج سے میں بھی یہی وتیرہ اختیار کروں گی چنانچہ جب شوہر آیا تو اس نے دروازے ہی سے اس کی خبر لینی شروع کی اور خوب جوتیوں سے پیٹا کہنے لگا کہ بس اب میں کہیں نہیں جاؤنگا آجتک تجھ میں یہی کسر تھی سو اب وہ پوری ہو گئی۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ محبت میں اگر محبوب کی طرف سے کوئی مصیبت بھی آئے تو وہ موجب فرح ہوا کرتی ہے حالانکہ یہ محبت مجازی کیا ہوتی ہے اس محبت کی حقیقت یہ ہے کہ ؎

عشقہائے کز پئے رنگے بود	عشق نبود عاقبت ننگے بود

البتہ خدا تعالیٰ سے جو محبت ہو وہ قابل اعتبار ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ ؎

عشق با مردہ نباشد پائدار	عشق را با حی و با قیوم دار

تیسرے اس معرفت سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کو ہم سے محبت ہے اور کوئی محب محبوب کو تکلیف نہیں دیا کرتا لہذا ہم پر جو ظاہراً تکلیف آئی ہے یہ ایسی ہی ہے جیسے کہ ماں باپ کسی بچہ کے دنبل میں جس نے اس کو بیحد تکلیف دے رکھی ہو یا آئندہ تکلیف پہونچانے کا اندیشہ ہو نشتر لگواتے ہیں کہ وہ ظاہراً تو تکلیف ہوتی ہے لیکن واقع میں کامل راحت کا سامان ہوتا ہے اس تکلیف کی وہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

طفل مے لرزد زنیش احتجام	مادر مشفق ازاں غم شادکام

کہ بچہ تو ڈرتا ہے لرزتا ہے اور ماں خوش ہو رہی ہے حتی کہ نشتر لگانے والے کو انعام دیتے ہیں سو اگر کوئی اجنبی تعجب کرنے لگے اور کہے کہ یہ انعام کس بات کا دیا ہے اس شخص نے تو تکلیف پہونچائی ہے اسکو تو سزا دینی چاہئے تو ماں باپ کہیں گے کہ احمق یہ تکلیف نہیں یہ عین راحت ہے کیونکہ یہی تکلیف ہے جسکی بدولت لڑکے کی زندگی کی امید ہو گئی ورنہ یہ دنبل

بڑھتا اور اسکا زہریلا مادہ تمام جسم میں سرایت کر جاتا اور لڑکا ہلاک ہو جاتا۔ تو جب ماں باپ کا نشتر لگوانا اور اسکی تکلیف دینا بوجہ ذریعہ راحت ہونیکے ناگوار نہیں ہے تو خدا تعالیٰ کو تو ماں باپ سے بدرجہا زیادہ محبت اپنے بندوں سے ہے پھر اگر وہ فقر و فاقہ ڈالدیں یا کسی اور مصیبت میں گرفتار کر دیں تو اسکو نشتر کے قائم مقام کیوں نہیں سمجھا جاتا۔

بد بینی اور خود بینی سے تحذیر

اکثر لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ لوگوں کو قمار اور زنا میں مبتلا دیکھکر کہا کرتے ہیں کہ اسی سبب سے تو قحط ٹوٹ رہا ہے مگر کبھی کسی کو نہ دیکھا ہوگا کہ اس نے اپنے اعمال کو اس کا سبب بتلایا؟ حالانکہ زیادہ ضرورت اس کی ہے۔

حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے قحط کی شکایت کی فرمایا کہ قحط دور ہونیکی سوائے اس کے اور کوئی ترکیب نہیں ہے کہ مجھکو شہر سے نکالدو کیونکہ میرے گناہوں کی وجہ سے لوگ مصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں اور یہی نہیں کہ محض زبان سے کہنے پر بس کیا ہو بلکہ آپ اس شہر کو چھوڑ کر چلے بھی گئے۔

حکایت ایک بزرگ کہتے تھے کہ جب ریل میں بیٹھتا ہوں تو خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ میرے گناہوں کے سبب یہ سب لوگ ہلاک نہ ہو جائیں یہی امراض ہیں جنکا علاج بزرگوں نے کیا ہے کہتے ہیں ؎

یکے آنکہ بر غیر بد بیں مباش	دوم آنکہ بر خویش خود بیں مباش

یہاں رات دن ہمارا سبق ہے کہ ہم ایسے اور ہم ویسے اور دوسرا ایسا اور ویسا امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ اے عزیز تیری ایسی مثال ہے کہ تیرے بدن پر سانپ بچھو لپٹ رہے ہیں اور ایک دوسرے شخص کے بدن پر ایک مکھی بیٹھی ہے تو اسکو مکھی بیٹھنے پر ملامت کر رہا ہے لیکن اپنے سانپ اور بچھو کی خبر نہیں لیتا جو کوئی دم میں تجھکو فنا کیئے ڈالتے ہیں ایک دوسرے بزرگ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اپنی آنکھ میں کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھ کے تنکے کا تذکرہ کر رہے ہیں حالانکہ اول تو یہ دونوں مستقل عیب ہیں کیونکہ اپنے عیبوں کا نہ دیکھنا

١٥

یہ بھی گناہ اور دوسرے کے عیوب کے بے ضرورت دیکھنا یہ بھی گناہ اور بے ضرورت کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کوئی ضرورت شرعی نہو۔

فضولیات اور لایعنی کا ترک ضروری ہے

ایسے افعال جو شرعاً ضروری اور مفید نہوں عبث اور لایعنی کہلاتے ہیں حدیث شریف میں ان کے ترک کا امر ہے اور بزرگوں نے اس کا بڑا اہتمام فرمایا ہے۔

حکایت۔ ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ کسی شخص کے مکان پر گئے اور دروازہ پر جاکر آواز دی گھر میں سے جواب آیا کہ وہ نہیں ہیں انھوں نے پوچھا کہ کہاں گئے ہیں جواب آیا کہ معلوم نہیں لکھا ہے کہ اپنے اس سوال پر کہ کہاں گئے ہیں تیس برس تک روتے رہے کہ میں نے ایک لایعنی سوال کیوں کیا۔

حکایت مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند کے والد مولانا فریدالدین صاحب کی نسبت سنا ہے کہ وہ بہت ہی کم بولتے تھے اور بلا کسی شدید ضرورت کے نگاہ کبھی اوپر نہ اٹھاتے تھے حتی کہ اگر ان سے کوئی بات پوچھتا تو زبان سے جواب دیدیتے لیکن منہ نہ اٹھاتے تھے صرف اس لئے کہ بلا ضرورت کیوں نگاہ کو صرف کیا جائے نیز قرآن شریف میں حکم بھی ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم دوسری جگہ ارشاد ہے الذین یمشون علی الارض ھونا یعنی غاضین ابصارھم۔ اہل لطائف نے لکھا ہے کہ شیطان نے بنی آدم کو بہکانے کی چار سمتیں بیان کی ہیں ثم لآتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم اور دو سمتوں کو بیان نہیں کیا یعنی فوق اور تحت۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سمتیں محفوظ ہیں لیکن اوپر سے مراد دہلی کے چاندنی چوک کا کوٹھا نہیں ہے بلکہ آسمان مراد ہے لیکن ہر وقت اوپر دیکھنا بہت دشوار تھا اس لئے سب سے اسلم سمت تحت ہے باقی چار سمتیں قدام خلف یمین شمال ان کی یہ حالت ہے کہ ان کی طرف دیکھنے میں اکثر انسان فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی سبب سے بعض اکابر نے یہاں تک کیا ہے کہ شہر کو چھوڑ کر جنگل میں بود و باش اختیار کرلی۔

حال صحیفہ خدام والا عرصہ ہوا صادر ہوا تھا حضور کی ہدایت کے موافق بفضلہ تعالیٰ عمل کر رہا ہوں۔ جزاء الاعمال ملنے میں دیر ہوئی بوجہ قرب امتحان وعدیم الفرصتی تقریباً ۵ منٹ اسکو روزانہ پڑھتا ہوں کل اور پرسوں شب میں جلد سو گیا لہٰذا نہ پڑھ سکا جزاء الاعمال کے پڑھنے اور ذکر اور تکشف کے مندرج ہدایات پر عمل کرنے سے یہ ضرور اثر ہوا ہے کہ اگر کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو قلب کو محسوس ہو جاتا ہے اور شب میں محاسبہ کے وقت توبہ کر لیتا ہوں۔ میں اسی اثر کو اپنے حق میں بہت سمجھتا ہوں۔

تحقیق - بیشک کامیابی عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشیں۔

حال - الحمد للہ کہ اس عورت کی محبت میں بھی ضعف ہو چلا ہے۔

تحقیق - انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ نفع ہوگا۔

حال - حضور کے حکم و ہدایت کے موافق انشاء اللہ تعالیٰ ہمت کر کے نفس کی مخالفت کروں گا۔

تحقیق - یہی بات سب سے زائد ضروری ہے۔

سوال - تصور کی کوشش ہر مرتبہ کرتا ہوں مگر ہر مرتبہ کامیابی نہیں ہوتی ہے اور بعض اوقات طبیعت کو پریشانی ہوتی ہے جب تصور ٹھیک نہیں ہوتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ تصور جمانیکی کیا اور کس طرح کوشش کروں۔

جواب - سرسری خیال کافی ہے بہت کوشش اس میں نہ کریں۔

حال - خاکسار کی طبیعت ان دنوں زیادہ پریشان رہتی ہے اگرچہ یہ خاکسار دنیوی امور کے متعلق لکھنا نہیں چاہتا تھا مگر اس خیال سے عرض کر دیا ہے کہ خاکسار کے خیال کے مطابق اس پریشانی کا اثر دین کے کاموں میں پڑ رہا ہے اس لئے عرض کرنا مناسب تصور کیا اور وظائف باقاعدہ نہیں ہوتے اور نہ بوقت تہجد باقاعدہ آنکھ کھلتی ہے اکثر اوقات دیری ہو جاتی ہے جس نے پریشانی کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔

تحقیق - پریشانی کی طرف التفات کرنا سبب زیادہ پریشانی کا ہو جاتا ہے جب پریشانی ہو بجائے اسکی طرف متوجہ ہونیکے حق تعالیٰ کی طرف یہ خیال کر کے متوجہ ہوں کہ وہ ان سب امور میں ہمکو کافی ہے اور اُسی سے تعلق بڑھانا سب بلیات کا دافع ہے بس اس طریق

سے آناً فاناً اُس پریشانی کا اثر گھٹتا جاویگا حتی کہ بالکل نابود ہو جاویگی کرکے دیکھئے اور آرام لیجئے

حال - ایک شب میرے پاؤں میں درد نقرس اور وجع الورک کا شدت سے دورہ تھا تہجد کی نماز میں سستی ہوئی بوجہ درد کے اور خیال ہوا کہ صبح کو قضا ہی پڑھ لونگا۔ نیند آگئی خواب دیکھا کہ ایک زنجیر میں بندھا ہوا پتنگ اُڑ رہا ہے اُسکو میں نے پکڑ لیا ہے نیچے کھینچکر لانے سے معلوم ہوا کہ یہ آدمی ہے اُس آدمی سے میں نے خائف ہو کر ارادہ بھاگنے کا کیا اُس نے مجھے پکڑ لیا اور کہا کہ جیسے میں اُڑتا تھا ایسے ہی تم اُڑو گے بشرطیکہ کوئی گناہ کرو گے میرے دل میں خیال آیا کہ ایک گناہ تو ابھی ابھی کیا ہے یعنی تہجد نہیں پڑھی فوراً آنکھ کھلی اور وقت کم رہ گیا تھا چار رکعت ادا کی۔

تحقیق - اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی وہ شیطان تھا اللہ تعالیٰ نے اُس کے اغوار کو ایک کوتاہی یاد آجانیکا سبب بنا دیا گویا اُس نے عداوت سے ضرر پہونچانا چاہا تھا اللہ تعالیٰ نے اُسکو نافع بنا دیا جس سے وہ خاسر ہوا کقولہ تعالیٰ قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم وارادوا بہ کیداً فجعلناھم الاخسرین۔

حال - بفضلہ تعالیٰ وبہ برکت حضرت اعلیٰ خادم آخر شب میں تہجد دوازدہ تسبیح پڑھنے لگا غالباً جس روز حضرت کو خادم کا عریضہ ملا ہوگا اُسی روز بعد نماز ظہر دلائل الخیرات یا اسم ذات پڑھ رہا تھا کہ یکبیک یہ خیال آیا کہ حضرت کی کسی کتاب میں یہ ہے کہ کسی کا نفس اگر شرارت کرے تو صاحب استطاعت کچھ پیسہ وغیرہ خیرات کرکے اُسکی اصلاح کرے غیر مستطیع کچھ نفل نماز یا روزہ رکھکر اُس کی اصلاح کرے اُس کے بعد بعد نماز عشا نفس سے یہ کہکر چلا آیا کہ اگر آج تو نے تہجد کی نماز میں کاہلی کی تو کل دن کو دس رکعتیں نفل کی پڑھنی پڑیں گی اور اگر اگلے دن بھی ایسا ہوا تو پرسوں بیس رکعتیں پڑھنی پڑیں گی اُس روز سے نماز تہجد میں کاہلی نہیں برابر وقت پر اُٹھنے لگا الحمد للہ علیٰ ذلک۔

تحقیق - الحمد للہ کہ تدبیر نافع ہوئی۔

حال - اور مجھکو کسی روز درود شریف سے دلچسپی ہو جاتی ہے کسی روز تکبیر تمجید سے کسی روز استغفار سے۔

تحقیق۔ کچھ حرج نہیں اس میں اس مجموعہ ہی کو معمول سمجھئے۔

حال۔ میں جب اپنا ایسا معمول ادا کرتا ہوں جس میں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے تلاوت قرآن دلائل الخیرات مناجات مقبول تو دفع خواطر و خیالات کیلئے نظر کتابت پر زور کے ساتھ رکھتا ہوں اور نماز میں سجدہ گاہ وغیرہ پر اور اسم ذات وغیرہ میں دل کی طرف اگر کچھ خلاف ہو اصلاح فرماویں۔

تحقیق۔ زور نہ لگاویں نگاہ پر اثر پڑیگا توجہ کا ملا لینا کافی ہے بس اتنی اصلاح ضروری تھی۔

حال۔ اب ذکر کے بعد دیر تک دل پر اثر رہتا ہے۔

تحقیق۔ الحمد للہ۔

سوال۔ ایک شب کو بعد دوازدہ تسبیح کے دعا مانگتا تھا کہ یا اللہ اس تسبیح کی برکت بہ کبرت بزرگان طریقہ مجھے بھی نصیب کر اور سردی کی وجہ سے منہ کو چادر میں چھپائے ہوئے تھا کہ ایک چمک ایسی زور سے ہوئی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے ڈرا تو نہیں مگر حضوری دل میں خلل آگیا یہ کیا تھا۔

جواب۔ اکثر تو یہ انوار ناسوتی یعنی صورت متخیلہ ہی کے تمثلات ہوتے ہیں مگر کبھی ملکوتی یعنی دوسرے عالم کے لطائف ہوتے ہیں اور ہر حال میں یکسوئی میں معین اور انکی علامت بھی ہوتی ہے اس لئے محمود ہیں مگر مقصود نہ سمجھا جاوے پس جب پیش آوے شکر کیجئے مگر کمال نہ سمجھئے نہ قصداً ادھر التفات کیا جاوے اور اگر بکثرت ایسا ہو تو مجھکو پھر اطلاع دیں۔

حال حضور کی ہدایت کے مطابق عمل کر رہا ہوں حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ جزاء الاعمال چند بار بغور پڑھکر اطلاع دوں چنانچہ کئی دن سے ارادہ کر رہا تھا آج تک نوبت نہ آئی۔ جزاء الاعمال کئی بار پڑھ چکا ہوں۔ لا الہ الا اللہ کا ذکر ضرب کے ساتھ پانسو مرتبہ روزانہ کرتا ہوں کبھی کبھی اتفاق سے چھوٹ جاتا ہے۔ باقی اور ہدایات مندرجہ تکشف پر عمل کر رہا ہوں الحمد للہ کہ اپنی حالت پہلے سے بہت اچھی پاتا ہوں یہ سب حضور کی توجہ اور حضور کی دعاؤں کا اثر ہے ورنہ کیا امید تھی کہ مجھ جیسا گنہگار اور خطاکار اس راہ پر لگ سکے۔

تحقیق۔ الحمد للہ وہ تدبیریں نافع ہوئیں اور بھی بہت جگہ نافع ہو چکی ہیں صدق رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل داءٍ دواءً اوکما قال۔

حال۔ باوجود ان سب امور کے اب بھی جب اُس عورت کا خیال آجاتا ہے دل میں ایک جنبش پیدا ہوتی ہے اور ایک لطف ولذت بھی مگر فوراً اُس خیال کو اور کسی طرف توجہ کرکے نکال لینے کی کوشش کرتا ہوں۔

تحقیق۔ یہ امر طبعی ہے مجاہدہ سے اسکا ازالہ نادر ہے ہاں ضعف واضمحلال اس امر طبعی میں ضرور ہو جاتا ہے جو بفضلہ تعالیٰ ہوا البتہ یہ ضرور ہے کہ جب اسکو حرکت ہو تساہل نہ کرے فوراً اسکا معالجہ کرے جو آپنے لکھا ہے کہ فوراً اور کسی طرف توجہ الخ

حال۔ دس پندرہ دن کا عرصہ گذرا کہ ایک خاص ضرورت سے وطن جانا ہوا تھا اس عورت نے مجکو سلام کیا میں نے جواب نہیں دیا۔

تحقیق۔ جزاک اللہ وبارک اللہ بہت اچھا کیا۔

حال۔ کوئی بات بھی میں نے اُس سے نہیں کی۔

تحقیق۔ ایضاً کما سبق۔

حال۔ مگر دوبار میری نگاہ اسکے چہرہ کی طرف ضرور اُٹھی مگر فوراً میں نے نگاہ پھیر لی۔

تحقیق۔ ایضاً کما سبق۔

حال۔ ایک وقت نگاہ نیچے کئے ہوئے ہنسی بھی آگئی۔

تحقیق۔ آیندہ اسکے ضبط کا بھی اہتمام رکھا جاوے۔

حال۔ چونکہ قیام ذرا دیر کا تھا لہذا فوراً واپسی پر توبہ اور استغفار کی کثرت کی۔

تحقیق۔ بعد کوتاہی کے یہی علاج ہے۔

(س) اسمیں شبہ نہیں کہ اُسکی ساتھ محبت بہت ضعیف ہوگئی ہو اور اہلخانہ کے ساتھ محبت میں زیادتی ہوگئی ہو مگر تاہم اُسکی محبت دل سے بالکل ابھی تک نہیں نکلی ہے اور جب اُسکا خیال آجاتا ہو تو دل میں ایک سنسناہٹ کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہو حضور ہی کچھ دعا فرمائیں اور کوئی تدبیر بتائیں جس سے یہ کیفیت بھی جاتی رہے

(ج) اسکی تدبیر منحصر اسی میں ہو کہ اب سے اسقدر بُعد ہو کہ کبھی سامنا نہو اُسوقت یہ کیفیت نہ رہیگی گو میلان ضعیف اور استحسان خفیف رہے۔ وہ مضر نہیں نہ بواسطہ نہ بلاواسطہ۔

(باقی آیندہ)

سوال۔ ایک آنکھ میں پانی اوتر رہا ہے جو انکی حضور نے اجازت دی لیکن سنا ہے کہ تین دن ہسپتال میں چت لٹایا جاتا ہے اور کسی طرح کی حرکت کا حکم نہیں ہوتا ہے فقط دودھ ملتا ہے تو نماز کے بارہ میں حضور کا کیا حکم ہے۔

جواب۔ فی الدر المختار وان تعذر الایماء براسہ وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یفہم من ظاہر الروایۃ فی رد المحتار وقیل لا یسقط القضاء بل توخر عنہ اذا کان یعقل وصححہ فی الہدایۃ الخ وفی الدر المختار ولو بعینیہ وقلبہ وحاجبہ خلافاً لزفر وفیہ امرہ الطبیب بالاستلقاء لبزغ الماء من عینیہ صلی بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس فی نفع الفتق والعالئی ولو کانت امرأۃ لو اشتغلت بالصلوۃ یبکی ولدہا بالجوع ویضر علیہ ضررا غالبا وان ارضعتہ یفوت الوقت جاز لہا ان ترضعہ وتوخر الصلوۃ سی ای سیف سائق ثم ای شرف الائمۃ المکی کذا فی القنیۃ باب من یبتلی بامرین یختار اہونہما ان روایات سے مستفاد ہوا کہ اگر اشارہ سے نماز پڑھنا مضر نہ ہو تو اشارہ سے پڑھنا واجب ہے اور اگر اشارہ بھی مضر ہو تو نماز کو قضا کر دینا بھی جائز ہے۔

سوال۔ وقت نکاح اگر زوجین نابالغین کی ولدیت بیان کرنے میں فرق پڑ جائے تو نکاح ہوگا یا نہیں۔

جواب۔ فی الدر المختار غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ وکذا لو غلط فی اسم ابنتہ الا اذا کانت حاضرۃ واشار الیہا فیصح فی رد المحتار قولہ الا اذا کانت راجع الی المسألتین الخ اس سے ثابت ہوا کہ ولدیت کی غلطی سے نکاح نہ ہوگا البتہ اگر وہ سامنے ہو اور اسکی طرف نام لینے کے وقت اشارہ بھی کیا ہو تو نکاح ہو جاوےگا۔

سوال۔ ایک شخص کوئی چیز خارج مسجد فروخت کر کے مسجد میں چلا آیا نماز کیلئے یا یوں ہی تو اسکو قیمت مسجد میں ملے تو لے سکتا ہے یا نہیں۔

جواب۔ فی الدر المختار احکام المسجد وکل عقد الا المعتکف فی رد المحتار الظاہر ان المراد بہ عقد مبادلۃ الخ چونکہ یہ عقد نہیں ہے عقد سے جو واجب ہوا تھا اسکا تسلیم کرنا ہے اسلئے

یہ جائز ہوگا۔

احکام الردۃ — عدم سقوط قضاء بارتداد

سوال۔ زید مسلمان تھا اُس کے بعد مرتد ہوگیا اور پھر مسلمان ہوا ہے اور قبل مرتد ہونے کے حالت اسلام اول میں اُسکی چند نمازیں اور روزے قضا ہوگئے تھے تو اب بعد ارتداد جو اسلام لایا ہے اُن نمازوں کی قضا کریگا یا نہیں۔

جواب۔ فی رد المحتار[عہ] عن البحر عن الخانیہ اذا کان علی المرتد قضاء صلوات وصیامات ترکہا فی الاسلام ثم اسلم قال شمس الائمہ الحلوانی علیہ قضاء ما ترک فی الاسلام لان ترک الصیام والصلوٰۃ معصیۃ والمعصیۃ تبقی بعد الردۃ اھ فافہم جلد ا صـ۶۷۹

صلوٰۃ

سوال منفرد نماز جہریہ کو بقراءۃ سری پڑھ رہا ہے کچھ قراءۃ کرچکا تھا مثلاً فاتحہ اور اس کے پیچھے ایک اور شخص آملا اب یہ اول سے یعنی فاتحہ سے اعادہ قرات کرے جیساکہ درمختار سے مفہوم ہوتا ہے یا جہاں سے پڑھ رہا تھا وہیں سے جہر کرنا شروع کردے۔

الجواب۔ درمختار میں تو دوسرے قول کی طرف بھی اشارہ ہے بلکہ بعنوان استدراک لانے سے کسی قدر قول ثانی کی ترجیح مترشح ہوتی ہے اور علامہ شامی کی تحقیق سے بھی قول ثانی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے خصوص آخر شرح منیہ کے جزئیہ نے اس قول کو بہت قوی کردیا اور شامی نے سب نقل کرکے بعض کی تضعیف کا بھی جواب دیا ہے ج ۱ صـ۵۰۵ فصل فی القرأۃ البتہ طحطاوی نے قول اول کو نقل کرکے اُس پر کچھ کلام نہیں کیا جس سے اُن کا رجحان قول اول کی طرف سمجھنے کی گنجایش ہے لیکن راقم کے نزدیک قول ثانی کو ترجیح ہے لقوۃ دلیلہ وضعف دعوی الشناعۃ فی الجمع۔

عہ یعنی رد المحتار میں بحر سے اور بحر میں خانیہ سے نقل کیا ہے کہ جب مرتد کے ذمہ روزے اور نمازیں ہوں کہ جنکو اُسنے اسلام کی حالت میں ترک کیا تھا اور وہ پھر اسلام لے آیا تو اس مسئلہ میں شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں کہ اُس کے اُن نمازوں اور روزوں کی قضا ہے اسلئے کہ روزہ نماز کا چھوڑنا معصیت ہے اور معصیت بعد ارتداد کے باقی رہتی ہے اھ جلد ا صفحہ ۶۷۹ ۔

باقی آئندہ

سوال۔ اگر زید وبکر وعمر تین شخص ایک جگہ سرکاری ملازم ہیں اور اُن تینوں شخصوں کا کام اکھٹا ہے اور اُن کو سرکار کی طرف سے فی کس چار نوکر ملے ہوئے ہیں یعنی کل بارہ نوکر ہیں اور وہ شخص نو آدمی ملازم رکھکر اپنا کام کر رہے ہیں ایسی صورت میں زید وعمر وبکر کو تین ملازموں کی تنخواہ بچتی ہے تو وہ تنخواہ متذکرہ بالا اشخاص کو لینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ اگر سرکار نے بارہ آدمی کی تنخواہ دیکر ان کو اختیار دیدیا ہے کہ خواہ تم کم میں کام نکالو تمکو اختیار ہے تب تو ایسا کرنا ان کو جائز ہے اور وہ روپیہ ان ہی کی ملک ہے اور اگر ایسا اختیار نہیں دیا تو جس قدر تنخواہ بچی ہے وہ ملک سرکار کی ہے جو بچی ہے وہ سرکار کو واپس کردینا واجب ہے

سوال۔ زمیندار اگر بطیب خاطر یہ کہدے کہ تم اپنی کاشتکاری پر قابض ہو مجھے کچھ رنج ملال نہیں میری مالگذاری مجھے وقت پر دیا کرو بس اسی میں میں خوش ہوں اس بات کو کاشتکار کے روبرو بھی کہا اور غیبت میں بھی اور لوگوں سے کہا یہ کاشتکاری جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ یہ کہنا اس لئے کافی نہیں کہ مستقبل میں رضامندی اُس شخص کی معتبر ہوتی ہے کہ جب چاہے اپنے اس تبرع سے رجوع بھی کرسکے اور یہاں اس پر قدرت نہیں اس لئے اسکی ضرورت ہے کہ یہ کاشتکار ایکدفعہ باقاعدہ استعفا دیدے کہ وہ موروثیت ٹوٹ جاوے اور پھر کرایہ پر لیلے جائز ہے۔

سوال۔ اور اس کے مرنیکے بعد بھی دوسرے زمیندار کے وقت میں یہ کاشتکاری جائز رہیگی یا اس کی رضامندی لینا ہوگی۔

جواب۔ خود اصل ہی کیلئے وہ کہنا کافی نہیں اس کیلئے تو کیسے ہوگا اور اگر اصل کیلئے بھی فرضاً کافی ہوتا تب بھی اس کیلئے ناکافی تھا جیسا ظاہر ہے۔

سوال۔ ولا یجوز بیع السمك قبل ان یصطاد لانه باع مالا یملکه ولا فی حظیرة اذا کان لا یوخذ الا بصید لانه غیر مقدور التسلیم ومعناه اذا اخذه ثم القاه فیها ولو کان یوخذ من غیر حیلة جاز الا اذا اجتمعت فیها بانفسها ولم یسد علیها المدخل لعدم الملك۔ زید الا اذا اجتمعت فیہا سے حظیرہ وغیرہ مراد لیتا ہے اور اپنے استدلال میں عبارت عنایہ کو جو اسکی شرح ہے پیش کرتا ہے قوله اذا اجتمعت الخ استثناء من قوله

جاز یعنی الحظیرۃ اذا کانت صغیرۃ توخذ من غیر حیلۃ جاز الا اذا اجتمعت فیہا بانفسہا ولم یسد علیہا المدخل فانہ لا یجوز لعدم الملک وھو استثناء منقطع لکونہ غیر مستثنی من الماخوذ الملقی فی الحظیرۃ والمجتمع بنفسہ لیس بداخل فیہ وفیہ اشارۃ الی انہ لو سد صاحب الحظیرۃ علیہا ملکہا اما بمجرد الاجتماع فی ملکہ فلا کما لو باض الطیر فی ارض انسان او فرخت فانہ لا یملک لعدم الاحراز۔ اس بنا پر اس اطراف میں جو تالاب ہوتے ہیں جنکو یہاں کے عرف میں پوکھرا بولتے ہیں اُن کی بیع سمک کو باطل ٹھہراتا ہے کیونکہ یہ حظیرہ کبیرہ ہیں اور ان تالابوں کی مقدار مختلف ہوتی ہے کوئی تالاب تین بیگہ اور کوئی اس سے بھی زیادہ اور کوئی آٹھ بیگہ اور کوئی دس بیگہ کا غرضکہ اس کی کوئی خاص مقدار معین نہیں ہے اور پھر اس میں بھی دو طرح کے تالاب ہیں بعض تو متصل ندی کے جنکا مدخل اس ندی میں ہوتا ہے اور بعد بارش کے اس کے مدخل کو باندھ دیتے ہیں یا خود بخود اس مدخل سے ندی کا پانی منفصل ہو جاتا ہے اور بعض تالاب وہ ہیں کہ جو محض بارش کے پانی سے بھر جاتے ہیں اور ادہر اُدہر سے مچھلیاں آجاتی ہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ان دونوں قسموں کے تالاب کا حکم جداگانہ ہے یا ایک یعنی مالک زمین تالاب ان دونوں کی مچھلیوں کو اپنی ملک سمجھکر عند الشرع فروخت کر سکتا ہے یا نہیں۔ زید اس شرح عنایہ کی وجہ سے یہ سمجھ رہا ہے کہ جو تالاب کہ جنکی مقدار پہلے مذکور ہوئی ہے حکم حظیرہ صغیرہ کا نہیں رکھتے لہذا بہر صورت تالاب کی مچھلیاں بوجہ سد مدخل کے مالک زمین کو فروخت کرنا اور دوسروں کو منع کرنا درست نہیں جانتا ہے اور عبارت (عینی) وقید بہ لانہ لو سد موضع الدخول حتی صار بحیث یقدر علی الخروج فقد صار اخذ الہ بمنزلۃ مالو وقع فی شبکۃ فیجوز بیعہ کو حظیرہ صغیرہ پر محمول کرتا ہے تاکہ عینی اور عنایہ میں موافقت ہو جائے زید کا اس عبارت مذکورہ سے یہ سمجھنا صواب ہے یا خطا اور دوسرا استدلال میں بہشتی زیور اور صفائی معاملات جس میں تالاب کی مچھلیوں کی بیع مطلقاً باطل اور حرام ٹھہرائی گئی ہے پیش کرتا ہے اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ حظیرہ صغیرہ جب مراد ہے تو زمین چاہے کسی کی ہو باندھنے والا ہی مالک سمجھا جائیگا نہ کہ صاحب زمین جیسا کہ عنایہ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے

(باقی آئندہ)

عبارت تکبیر عاشقان یہ ہے بسم اللہ خیر الاسماء انبیاءً را اولیاء رضٰ را زہاد را عباد را ابدال را اوتاد
را سالکان را ناسکان را محبان را محبوبان را مجذوب سالک را سالک مجذوب را اصحاب تمکین را
ارباب تلوین را اہل سکر را اہل صحو را تشنگان کنج سلامت را زوندگان راہ ملامت را
قلندران سرمست را صوفیان زبردست را سلسلہ طبقہ حیدریان را غلغلہ موہبان را شاہان
عرب را سرداران عجم را بندگان زنگیان را امیران خراسان را سلاطین ہند را خلفائے سندھ را
سرداران غزنوی را طرلیفان تبت وچین را چابکسواران بدخشان را عاشقان غور را مشتاقان
ماوراء النہر را واصلان بر وبحر را ہر کہ در حیات ظاہری وباطنی اند بدرگاہ خدا شفیع می آرم برائے
آمدن حاجات دینی ودنیوی وحل مشکلات دینی ودنیاوی ہر کہ در آید بر آید ہر کہ در آید بر آید
ہر کہ در آید بر آید ہر کہ دستک زند دگر کند جگر خورد ہر کہ دستک زند دگر کند جگر خورد ہر کہ دستک زند دگر کند جگر خورد اللہ اکبر اللہ اکبر
لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ اکبر وللہ الحمد بحق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا اگر اصول دینیہ سے کسی کو ذرا مناسبت
ہو اسکو بذوق صحیح اس میں قبائح متعددہ محسوس ہونگے بطور نمونہ کے بعض کو ذکر کرتا ہوں
نمبر ۱ درگاہ خداوندی میں شفیع ہونیکی قابلیت میں شرعاً شرط ہے اس شفیع کا مقبول ہونا اور
اس عبارت مذکورہ میں بعض وہ الفاظ ہیں جو مشتمل ہیں کفار کو بھی مثلاً شاہان عرب را الی قولہ
چابک سواران بدخشاں را پس ان کو شفیع لانا ظاہر ہے کہ شریعت کے خلاف ہوگا نمبر ۲ عوام
کا عقیدہ ان عملیات میں بالکل یہ ہے کہ ان لوگوں کی ارواح ہماری حاجت روائی میں معین
ہونگی اور یہ صاف شرک ہے نمبر ۳ یہی لوگ ان عملیات کو ادعیہ ماثورہ قرآن وحدیث پر
ترجیح دیتے ہیں اور یہ بھی عقیدہ فاسدہ ہے اس لئے اس سے حتماً منع کیا جاوے **ف** ادعیہ
ماثورہ میں تاثیر بھی زیادہ ہے اور ثواب بھی زیادہ متبع سنت اور محب خدا ورسول کا دل تو
ہرگز ان متبرک ادعیہ کو چھوڑ کر دوسری دعاؤں کے اختیار کرنے کو گوارا نہ کریگا۔

(۱۲) استفسر تہ مد ظلہم العالی ان الاعلام نحو محمد زاہد ومحمد علی وغیرہما
تکون غیر منصرف او منصرف فاجاب ان العادۃ فی الہند ان لفظ محمد یزاد
تبرکاً وانما العلم ہو الجزء الاخیر فلا محل لذلک اللفظ من الاعراب ویقرء

۵

بالسکون وانما محل الاعراب ھو الجزء الاخیر فلا وجہ لکونہ غیر منصرف وقال ان العرب لا یسمون الا مفرد الا قلیلا ما ف قلت ان مقتضی ذلک التعلیل ان من لم یسم بتلک الارادۃ بل رکب الاسمین لم یقصد بذلک الاضافۃ ولا الاسناد فاعرابہ اعراب غیر المنصرف نحو بعلبک فافہم فانہ مفید۔

(۱۳) ایک متعلم نے دریافت کیا کہ رکوع ملجانے سے رکعت ملجاتی ہے اور سجدہ ملنے سے رکعت نہیں ملتی اس وجہ سے رکوع سجدہ سے افضل معلوم ہوتا ہے کہ وہ بجائے پوری رکعت کے ہوا فرمایا کہ یہ وجہ افضلیت رکوع کی نہیں بلکہ افضلیت سجدہ کی ہے اس لئے کہ رکوع ملجانے سے قیام ملنے کا اسلئے حکم دیا جاتا ہے کہ رکوع قریب الی القیام ہے پس رکوع تابع قیام کیا گیا اور سجدہ چونکہ مستقل ہے اس لئے وہ تابع قیام نہیں قرار دیا گیا پس سجدہ رکوع سے افضل ہوا فافہم۔

(۱۴) ایک صاحب کا ایک خط بعنوان سوال آیا تھا اسکا جواب جو حضرت قبلہ نے مرحمت فرمایا وہ مع سوال مفید سمجھکر لکھا جاتا ہے خط کا مضمون یہ ہے کہ یہاں کچھ سلاوت اور کچھ تیلی غیر مقلد ہیں ایک تیلی باہر کا یہاں آکر آباد ہوا ہے وہ حنفی ہے پہلے رفع یدین نہیں کرتا تھا اب یہ شخص سلاوت وغیرہ کے کہنے سے رفع یدین کرنے لگا ہے اسکو مسجد میں مسلمانوں نے منع کیا وہاں آپس میں گفتگو کی نوبت پہونچی یہ شخص جو باہر کا آکر آباد ہوا ہے اسکو میں نے بلاکر سمجھایا تو اس نے یہ جواب دیا کہ ایک مولوی جودھپور میں وعظ کہتا تھا اس سے میں نے سنا ہے کہ رفع یدین کرنا سنت ہے اسوجہ سے میں کرنے لگا جناب مولوی اشرف علی صاحب کا فتویٰ مجھے منگا دو اگر وہ فتویٰ بھیجدینگے اس بات کا کہ رفع یدین کا گناہ ہے تو میں فوراً چھوڑ دونگا اس لئے عرض ہے کہ اسکی بابت آپ مسئلہ فرمادیں کہ رفع یدین جائز ہے یا کسطرح جواب محررہ حضرت والا مندرجہ ذیل ہے مسائل اختلافیہ میں جس میں ائمہ اربع اختلاف رکھتے ہوں یہ کہنے کی کسی مجال ہے کہ کسی فعل کو گناہ کہدے البتہ یہ جرأت آجکل کے بیباک عمل بالحدیث کرنیوالوں کو مبارک ہو کہ وہ حنفیہ کو گنہ گار کہتے ہیں ان مسائل اختلافیہ میں صاف کہتے ہیں کہ یہ لوگ امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتے ان کی نماز ہی نہیں ہوتی حالانکہ بہت سے صحابہ نہیں پڑھتے تھے تو

ان کے نزدیک وہ صحابہ بھی بے نمازی ہی وفات پاگئے۔ نعوذ باللہ اسی طرح رفع یدین نہ کرنے سے یہ لوگ حنفیہ کو گنہگار کہتے ہیں کہ سنت کے تارک ہیں سو حنفیہ تو ایسی جرأت نہیں کر سکتے کہ رفع یدین کو گناہ کہیں لیکن یہ شخص اگر میری بات کو دین اور انصاف کے خلاف نہ سمجھے تو میری طرف سے کہنا چاہیئے کہ رفع یدین تو گناہ نہیں لیکن رفع یدین کا ترک بھی گناہ نہیں جب گناہ نہونے میں دونوں برابر ہیں اور رفع یدین کرنے میں فتنہ عوام میں ہوتا ہے تو اگر تم اس نیت سے چھوڑ دوگے کہ مسلمانوں میں وحشت و تشویش نہو تو نماز تو تمھاری ہو ہی جاویگی اور امید ہو کہ تمکو ثواب بھی ملیگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضے مستحب کام اسی لئے ترک فرمادیئے کہ عام لوگوں میں شور و غل ہوگا حطیم کے قصہ کو تمام اہل علم جانتے ہیں اور اگر یوں سمجھتے ہو کہ رفع یدین نہ کرنے سے گناہ ہوتا ہے تو یاد رکھو کہ تم اس سمجھنے سے گنہگار ہوگے توبہ کرو دوسرے یہ اُس سے کہئے کہ جب تم عالم نہیں ہو تو کسی نہ کسی کی تقلید تو ضرور ہی کروگے تو جودھپور والے مولوی سے تو امام ابو حنیفہ ہی بڑے ہیں سو اُن کے کہنے سے رفع یدین چھوڑ دو

(۱۵) فرمایا کہ اکثر بوڑھوں میں شہوت جوان سے زیادہ ہوتی ہے گو قوت کم ہوتی ہے اور جوانی میں قوت عفت کی زیادہ ہوتی ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ جوانی میں چونکہ شہوت قوی ہوتی ہے اس لئے اُس کے روکنے میں نفس کو حظ وافر حاصل ہوتا ہے بخلاف ایام ضعیفی کے اور حظ وافر نفس کو محمود اور مطلوب معلوم ہوتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جوانی کی حالت میں ہمت زیادہ ہوتی ہے بخلاف عالم ضعیفی کے تیسری وجہ یہ ہے کہ انسان بوجہ شدت شہوت عالم جوانی میں عفت کا اہتمام زیادہ کرتا ہے بخلاف عالم ضعیفی کے کہ اس زمانہ میں بوجہ ضعف شہوت اس طرف اہتمام نہیں ہوتا چوتھی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ جوانوں سے تو اپنے لڑکوں اور عورتوں کو دور رکھتے ہیں اسلئے بھی ان کو ابتلاء کم ہوتا ہے بخلاف بوڑھوں کے کہ ان سے کسی کو اندیشہ نہیں ہوتا اس لئے اُن سے احتیاط نہیں کیجاتی وہ معصیت نظر لمس میں زیادہ مبتلا ہوجاتے ہیں اور گو یہ معاصی اصل زنا کی برابر نہوں لیکن چونکہ اکثر لوگ ان کو خفیف سمجھتے ہیں اس حیثیت سے ان میں اشدیت آجاتی ہے

(۱۶) فرمایا کہ ایک عالم فرماتے تھے کہ لوگ بزرگوں کی جو اس درجہ کی تعظیم کرتے ہیں جیسے کے

حق تعالیٰ کی عظمت کرنی چاہیے سو اللہ تعالیٰ اگر معاف بھی کردیں مگر یہ بات ضرور ہے کہ کہ ان بزرگوں کو اس میں حق تعالیٰ سے شرمندہ کرنا یا انکو بنانا ہے۔ **ف** جو شخص بزرگان دین سے ایسا برتاؤ کرتا ہے اگر اسکو غیرت ہو تو قطع نظر مخالفت شریعت کے غیرت کی کی حیثیت سے بھی اسکو گوارا نہ ہونا چاہیے اس لئے کہ کوئی محب اپنے محبوب کے اوصاف میں کسی کو شریک کرنا گوارا نہیں کرسکتا اور اسکو غیرت آتی ہے بلکہ وہ تو بعض اوقات اس قول پر عمل کرتا ہے ؎

گوش را نیز حدیث تو شنیدم ندہم	غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم

(۱۷) فرمایا کہ کمال تو وہ ہے جو مقبولان الٰہی میں پایا جاوے اور نامقبول اس سے محروم ہوں اور توجہ متعارف مشترک ہے بین المقبولین والمردودین اور مدار اسکا ایک خاص طرح کی پریکٹس کرنا ہے جس سے قوت نفسانیہ متصرفہ حاصل ہوجاتی ہے اور وہ اگر نیک نیتی سے ہو تو گو جائز ہے لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریقہ رہا نہیں وہاں تو فقط نصیحت اور مواعظ اور دعا و شفقت سے کام لیا جاتا تھا۔ (دیکھئے بہمرقدہ ۱۲ جامع) اور بعض اوقات یہ قوت اہل باطل میں بھی بہت ترقی پذیر ہوتی ہے اسی لئے ہر توجہ دینے والے کے پاس بیٹھنا مناسب نہیں جب تک کہ اسکا متبع سنت ہونا متیقن نہ ہو جاوے بعض اوقات بڑا ضرر ہوتا ہے ایک بزرگ محض امتحان کی غرض سے ایک جوگی کی مجلس توجہ میں شریک ہوگئے اسقدر برا اثر ہوا کہ ان کا دل اسکا مذہب قبول کرنے کو بیحد چاہنے لگا اسوقت اگرچہ برا بھلا اسکو کہکر چلے آئے مگر وہ اضطراب باقی رہا حتی کہ عشاء کا وقت ہوگیا بعد نماز درگاہ حق تعالیٰ میں آہ وزاری کی پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت کے استفسار پر اپنا حال عرض کیا فرمایا وہاں کیوں گئے تھے کس نے کہا تھا اور دست مبارک ان بزرگ کے سینہ پر پھیرا جب بیدار ہوئے وہ واہیات کیفیت زائل ہوئی۔

(۱۸) فرمایا کہ دار الکفر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو تحت غلبہ کفار ہو مگر اہل اسلام کو وہاں امن حاصل ہو اور احکام شرعیہ پر وہ وہاں بلا مزاحمت عمل کرسکیں دوسرے وہ جہاں سلطنت کفار کی ہو اور مسلمانوں کو وہاں امن حاصل نہ ہو چنانچہ مکہ معظمہ سے جب صحابہ نے حبشہ کو ہجرت کی تھی تو حبشہ بھی دار الکفر تھا

(باقی آئندہ)

اور غیر ملت میں ہر قرن میں ہر فرد بشر کی زبان پر رہے ہیں اور کتب تواریخ میں بھی یہ قصے موجود ہیں اور قرآن مجید کہ جس کی صحت ان حضرات کے نزدیک بھی مسلم ہے اس میں بھی اسطرح موجود ہیں بس جبکہ یہ واقعات ممکنات سے ہیں اور ثبوت بھی ان کا اخبار متواترہ او کتب سماویہ سے ہوگیا تو اب انکار کرنا عین مکابرہ اور حق سے منکر ہونا ہے اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ الفاظ اپنے حقیقی معنی پر محمول ہوتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے نجات پانے اور فرعون کے غرق ہونیکے قصہ پر چند اشکالات مع جواب

موسیٰ علیہ السلام کے دریا سے نجات پانے اور فرعون کے غرق ہونے کے قصہ میں آجکل کے فلاسفر تین امر کا انکار کرتے ہیں اول تو اسکا کہ موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا اور اس سے سمندر پھٹ گیا دوم پانی مثل پہاڑوں کے ادہر ادہر کھڑا ہوگیا سوم خشک راہ دریا میں بن گئی اور یہ کہتے ہیں کہ معمولی طور پر دریا میں جوار بھاٹہ یعنی جزر و مد آیا تھا بر وقت بھاٹہ یعنی اوتار کے حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو اوتار لیگئے اور بر وقت جوار یعنی چڑہاوی کے فرعون اور اُسکا لشکر غلط راہ کو دریا میں گھسا تو ڈوب گیا حالانکہ آیات اس تفسیر سے آبی ہیں چنانچہ آیات واذ فرقنا بکم البحر میں بار سببیہ اس پر دال ہے کہ یہ واقعہ معمولی اور عادی واقعہ نہیں ہو اس لئے کہ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ یاد کرو اسوقت کو کہ جب اے بنی اسرائیل ہمنے تمہارے سبب سے دریا کو چیر دیا اس کلام سے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ یہ دریا کا پھٹنا روزمرہ کے جزر و مد سے نہیں ہوا اس لئے کہ بنی اسرائیل اسکا سبب نہیں ہو سکتے اور ارشاد ہے فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاك البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم یعنی بعد از اں وحی بھیجی ہمنے موسیٰ کی طرف کہ اپنا عصا دریا پر ماریئے (چنانچہ انھوں نے مارا) تو دریا پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا ایک بڑے پہاڑ کی مثل ہو گیا اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے فاضرب لھم طریقًا فی البحر یبسًا یعنی بنا دی اُن کیلئے ایک خشک راہ دریا میں ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ عصا کے مارنے سے پانی مثل پہاڑوں کے ادہر ادہر کھڑا ہوگیا اور بنی اسرائیل کیلئے خشک راہ

بنگئی اور ثبوت اسقدر واضح ہے کہ ادنیٰ فہیم بھی اسکا انکار نہیں کرسکتا یہ دلائل تو قرآن مجید سے تھے اب دیگر کتب سماویہ کی عبارات سے بھی ثبوت لیجئے اس لئے کہ اُن کی عدم تحریف پران حضرات کا ایمان ہے۔

(۱۴ باب سفر خروج) درس (۱۵) و (۱۶) توریۃ۔ تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو کیوں میرے آگے نالہ کرتا ہے بنی اسرائیل سے کہدے کہ وہ آگے چلیں تو اپنا عصا اٹھا اور دریا پر اپنا ہاتھ بڑھا (مطلب یہ ہے کہ ہاتھ بڑھا کر عصا دریا پر مار چنانچہ یہ مطلب درس (۵) باب ۱۷ سفر خروج سے ظاہر ہے انکی عبارت یہ ہے خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ لوگوں کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے بزرگوں کو ساتھ لے اور اپنا عصا جو تو دریا پر مارتا تھا اپنے ہاتھ میں لے) اور اُسے دو حصہ کر بنی اسرائیل دریا کے بیچوں بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کر گذر جاوینگے (۲۲) بنی اسرائیل دریا کے بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کر گذر گئے اور پانی کی اُن کے داہنے بائیں دیوار تھی (۲۵) بنی اسرائیل خشک زمین پر دریا کے بیچ میں چلے گئے اور پانی کی اُن کے داہنے بائیں دیوار تھی (۱۵ باب سفر خروج) (۸) پانی ایک جگہ سمٹ گیا اور موجیں تودہ تودہ کھڑی ہوگئیں اور دریا کے بیچ میں گہرائی جم گئی (عربی) تعرمت المیاہ ووقفت کالا طواد الہواطل وجمدت الغمور فی قلب البحر یعنی بستہ ہوگئے پانی اور پانی جو بہ شدت بہتے تھے ٹھہر گئے مانند بند پہاڑوں کے اور جمگئیں گہرائیاں قلب سمندر میں (۱۹) فرعون کا گھوڑا گاڑیاں اور اُس کے سواروں سمیت دریا کے بیچ میں گیا اور خدا نے دریا کے پانی کو اُن پر پھر پھیرا لیکن بنی اسرائیل دریا کے بیچوں بیچ سوکھی زمین پر ہو کر چلے گئے (کتاب یوشع بن نون عم باب ۴، درس (۲۳) خداوند تمھارے خدانے یردن کے پانیوں کو تمھارے سامنے خشک کردیا جسطرح تمھارے خدانے دریائے قلزم کو کیا تھا جسے ہمارے سامنے خشک کردیا جبتک کہ ہم پار گذر گئے (کتاب نحمیاہ باب ۹) ودرس (۹) تو نے ہمارے باپ دادوں کی تنگ حالی پر جو مصر میں تھی نگاہ کی اور دریائے قلزم کے کنارے اُن کی فریاد سنی (۱۰) اور فرعون اور اُس کے سارے نوکروں پر اور اُس کے ملک ساری رعیت پر عجائب غرایب کر دکھلائے (۱۱) اور تو نے اُن کے آگے سمندر کو دو حصہ کیا یہانتک کہ وہ سمندر کے بیچوں بیچ سے سوکھی زمین پر ہو کے گذرے اور تو نے اُن کو جو اُن کے پیچھے

پڑے تھے گہرائیوں میں ڈالا (زبور ۱۰۶) ورس (۹) بحراحمر را عتاب کرد او خشک شد ایشان را در عمق ہا مثل بیابان رہبری نمود (۱۱) و آب ہا دشمنان را فرو گرفت (زبور ۶۶) ورس (۶) دریا بخشکی مبدل گردانید (زبور ۷۸) ورس (۱۳) دریا را شق کرد و ایشان را گذرانید آب ہا را مثل تودہ برپا داشت (کتاب اشعیا باب ۶۳) ورس (۱۲) آنکہ بواسطہ ہمی موسیٰ بیازوئے عزت خود ایشان را رہبری نمود آب ہا را در برابر ایشان شق کرد (باب ۵۱) ورس (۱۰) کیا تو وہی نہیں جس نے سمندر اور بڑی گہرائیوں کا پانی سکھا ڈالا جس نے دریا کی تھاہ کو رستہ بنا ڈالا تاکہ وہ جنکا فدیہ لیا گیا ہے پار گذریں (نامہ اول پولوس بنام قرنتیوں باب ۱۰ فقرہ اول) اے بھائیو میں نہیں جانتا کہ تم اس سے ناواقف ہو کہ ہمارے باپ دادا سب بادل کے نیچے تھے اور وہ سب دریا میں سے ہو کر گذر گئے (نامہ پولوس بنام ابرانیان باب ۱۱ فقرہ (۲۹) ایمان سے وہ لال سمندر سے یوں گذرے جیسے خشکی پر سے لیکن جب مصریوں نے اس راہ کا قصد کیا تو ڈوب گئے دیکھو ان سب کتابوں سے تصریح تمام مارنا موسیٰ ؑ کا اپنے عصا کو دریا پر اور پھٹ جانا دریا کا ضرب عصا سے اور خشک راہ کا گہرائیوں میں بن جانا اور پانی کا ادھر ادھر بڑے بڑے پہاڑوں کے مانند کھڑا ہو جانا ایسا ہی ثابت ہے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے اور ہیئۃ موقع عبور بنی اسرائیل اور غرق فرعون اور اس کے لشکر کی اور پانی کے سمت کر داہنیں بائیں مانند بڑے بڑے پہاڑوں کے کھڑے ہو جانے اور نہایت عمیق مقامات کے خشک ہو کر خشک زمین کے نکل آنے سے اور قعر دریا عمیق میں ایک خشک بڑی سڑک بن جانے سے اور پھر اس کے ایک بارگی بدستور سابق ہو جانے سے جو حاصل ہوئی تھی صاف وصریح دلیل اسکی ہے کہ یہ امر معجزانہ طریق سے محض قدرت کاملہ سے وقوع میں آیا تھا نہ جوار بھاٹے کے سبب سے کیونکہ جوار بھاٹہ سمندر میں روزانہ آتا رہتا ہے اور ایسے لیسے عمیق مقامات میں جو بروقت جوار کے پانی ہوتا ہے کبھی چند ساعت کیلئے خشک نہیں ہو جاتا۔ فبای حدیث بعدہ یومنون۔ اب اس مقام پر ایک شبہ ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ خلاف قانون قدرت ہوا تھا تو خدائے تعالیٰ نے سمندر کے پانی ہی کو ایسا سخت کیوں نہ کر دیا کہ مثل زمین کے اس پر چلے جاتے خشک راستہ نکالنے سے یہ بات پائی جاتی ہے

کہ یہ واقعہ یا معجزہ مطابق قانون قدرت کے ہوا تھا جواب اسکا یہ ہے کہ سمندر کا ایسے طور سے سخت اور منجمد ہو جانا کہ اس پر سے کئی لاکھ آدمی مع اپنے مویشیوں اور سواریوں کے چلے جاویں اگر بحر ہند اور بحر قلزم اور بحر عرب میں ہو تو واقعی وہ خلاف قانون قدرت کے ہے لیکن اگر ایسا ہوتا تو یہ حضرات اُسکو بھی خلاف قانون قدرت میں داخل کرکے اُس کے بھی منکر ہو جاتے دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک شبہ عامۃ الورود ہے جو ہر واقعہ میں وارد ہو سکتا ہے مگر اسکو تمام عقلاء لغو اور بیہودہ سمجھتے ہیں کیونکہ دو مساوی چیزوں میں سے ایک کے ترک اور ایک کے اختیار کی کوئی وجہ نہو تو جو شبہ اُس پر وارد ہوتا ہے وہی شبہ اسوقت بھی وارد ہوگا جبکہ مختار کو ترک کرکے متروک کو اختیار کیا جاوے۔

الغرض جیسا مقتضائے حکمت و قدرت کا تھا ویسا ظہور میں آیا علاوہ اس کے ایک وجہ اس صورت کے اختیار کرنے کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فرعون بھی اسباب پرست تھا کسی شے کا وقوع بغیر اسباب ظاہری کے ممتنع سمجھتا تھا جیسا کہ اُس کے قول سے (یاھامان ابن لی صرحا لعلی ابلغ الاسباب (الآیہ) ظاہر ہوتا ہے کہ خشک زمین پر چلنا ایک امر معتاد سمجھکر اپنی حماقت فطرت پرستی سے اُس میں گھس گیا اور بنظر اُس کی فطرت پرستی ہی کے موسیٰ ؑ کو یہ حکم ہوا تھا اترک البحر رھوا انہم جند مغرقون یعنی چھوڑ دے دریا کو پھٹا ہوا اس لئے کہ یہ قبطی گروہ اُس میں ڈبو دیے جائیں گے مطلب یہ کہ غفلت سائنس پرستی کے سبب سے دریا کے پھٹ جانے کو قدرۃ کاملہ پر محمول نہ کریں گے اور ڈوب جاویں گے چنانچہ سورہ اعراف سے یہ مطلب خوب ثابت ہے فانتقمنا منہم فاغرقناھم فی الیم بانہم کذبوا بایاتنا وکانوا عنہا غافلین یعنی پس بدلہ لیا ہمنے اُن سے پس ڈبو دیا انکو گہرے دریا میں بسبب اس کے کہ جھٹلایا تھا انھوں نے ہماری نشانیوں کو اور تھے ہماری نشانیوں سے غافل اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ آیت واذ فرقنا بکم البحر میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ جس سے سمندر کے جدا ہو جانے یا پھٹ جانے کو خلاف قانون قدرت قرار دیا جا سکے اور معنی فرقنا کے جدا کر دینے یعنی ہٹا دینے کے ہیں جو حاصل ہے جزر کا جواب اسکا یہ ہے کہ خود شعراء میں فرقنا کا اثر یہ بیان فرمایا ہے فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔

(باقی آئندہ)

شریعت کو رفیق سفر بنا کر اپنے ساتھ لیا اور بنام خدا اپنے محبوب پروردگار کی طرف چل پڑے چونکہ بڑے کٹھن راستہ میں انھوں نے قدم رکھا کہ امتحان میں جھڑ جھڑائے جانیکی حاجت تھی لہذا ان کے سامنے طرح طرح کی آفتیں آئیں ہول و ہراس کی صورت میں اور مصائب بھی پیش آئے ہموم اور غموم بھی آئے بھوک پیاس بھی آئی برہنگی بھی آئی ذلت وخواری بھی آئی مگر انھوں نے نہ کسی کی پروا کی نہ اپنی رفتار سے باز آئے اور نہ جس محبوب تک پہونچنے کے درپے ہوئے تھے اسمیں کوئی تغیر آیا برابر آگے بڑھے چلے گئے اور نہ چلنے سے تھکے اور نہ اُن کی چال سست پڑی برابر اسی حال پر قائم رہے یہانتک کہ اُن کے قلب اور قالب دونوں کا لقا متحقق ہو گیا۔ صاحبو! خدا سے ملنے کا دن قریب آرہا ہے اسکی ملاقات کیلئے تیار ہو جاؤ اور ملاقات کے قابل کام کرلو اسکی ملاقات کے پہلے شرماؤ کہ کیا منہ لیکر سامنے جاؤ گے صاحب ایمان شخص پہلے خدا سے شرماتا ہے اور بعد میں مخلوق سے پس مخلوق سے شرمانا اور لحاظ کرنا بھی اسی لئے ہے کہ وہ اپنے خالق کی پیدا کی ہوئی اور شاہی نوکر چاکر ہیں مگر ہاں جو بات دین کے خلاف یا شریعت کی حد کو چاک کرنے کے متعلق دیکھتا ہے تو اسوقت وہ کسی کا بھی لحاظ نہیں کرتا اسوقت شرمانا اسکو جائز نہیں لہذا وہ دینی معاملہ میں شرم کو بالائے طاق رکھدیتا حدود شریعت کو قائم کرتا اور حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے کیونکہ جس آیت میں زنا کی سزا پر سنگسار کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا ہے وہاں اس نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ زانی ہو یا زانیہ دین خداوندی کے مطابق اسکا تیھر دوں سے کچلتے وقت تمکو ترس ہرگز نہ آنا چاہیئے پس چونکہ مسلمان ہمدردی و بیدردی اور شرم بے شرمی غرض ہر بات میں خدا کا محکوم اور پیغمبر کا تابع بنایا گیا ہے لہذا اسکا کام یہی ہے کہ اپنی بندگی کو سچا اور اتباع وخادمیت کو صحیح کر کے دکھلائے۔

۵

جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طور سے تابع بنجاتا ہے تو حضرت اسکو باطنی حکومت کا عہدہ دار بناتے اپنی زرہ اور خود اسکو پہناتے اپنی شمشیر حمائل بناکر اسکی گردن میں لٹکاتے اپنے آداب وفضائل کاملہ اور اخلاق وشمائل حمیدہ سے اسکو آراستہ کرتے اسکو اپنی فاخرہ خلعتوں میں سے خاص خلعت بخشتے اور اسکی سعادت وصلاح کی وجہ سے بیحد مسرور ہوتے ہیں کہ آپکی اُمت میں کیسا لائق و ہونہار نکلا اور اس پر اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ایسا

سعادتمند روحانی فرزند عطا فرمایا اسکے بعد اپنی امت میں اسکو اپنا نائب بناتے ہیں اور امت کا راہنما اور ان کو دروازۂ خداوندی کی طرف بلانیوالا مقرر فرمادیتے ہیں۔ اصل راہنما اور مخلوق کو دروازہ خداوندی کی طرف لانیوالے تو درحقیقت آپ ہی تھے مگر جب آپکو حق تعالیٰ نے دنیا سے اٹھالیا تو آپ کے لئے آپکی اُمت میں سے وہ لوگ قائم کردئے جو آپکی اُمت میں آپکے جانشین بن سکیں اور آپکے خلیفہ بنکر اصلاح وہدایت اور تبلیغ ودعوت کے منصب جلیلہ کو انجام دیں مگر ایسے لوگ لاکھوں بلکہ بیشمار نفوس میں ایک ہی دو ہوتے ہیں۔ ان تابعین رسالت کی یہ شان ہوتی ہے کہ مخلوق کی راہبری کرتے ان کی ایذاؤں کو جھیلتے اور اسپر بھی ہر وقت ان کی خیرخواہی میں لگے رہتے ہیں۔ فاسقوں اور منافقوں سے ملتے ہیں تو ان کے منہ پر مسکرا اور اس خندہ روئی سے اُن کے دل لبھاکر طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کو اس حالت سے چھڑائیں جسمیں وہ مبتلا ہیں اور حق تعالیٰ کے دروازہ پر ان کو لاڈالیں چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ فاسق کے منہ پر عارف ہی ہنسا کرتا ہے مطلب یہ کہ عارف اس کے منہ پر ہنستا اور ایسا ظاہر کرتا ہے کہ گویا اسکی گندگی وقابل نفرت حالت سے واقف ہی نہیں حالانکہ وہ اس کے دین کے اُجڑے گھر اسکے چہرہ کی ظلمت اور اس کے سینہ میں چھپی ہوئی کھوٹ اور کدورت سے واقف ہوتا ہے ان کی خوش اخلاقی دیکھکر فاسق اور منافق کا گمان تو یہ ہوتا ہے کہ ہماری حالت اس سے مخفی رہی اور اس نے ہمارے حال کو پہچانا نہیں حالانکہ انکی کوئی حرکت نہیں کہ مخفی رہ سکیں۔ وہ صاحب معرفت شخص سے کسی طرح بھی مخفی نہیں رہ سکتے عارف تو ان کی نگاہ اور لفظ اور بات اور حرکت سے ان کو شناخت کرلیتا ہے اور ظاہر وباطن دونوں کو بلا شک وشبہ پہچان جاتا ہے صاحبو! افسوس تمہارا گمان یہ ہے کہ تمہاری حالت صدیقین سے جو صاحبان معرفت وعمل ہوتے ہیں پوشیدہ رہتی ہے۔ اس غلط گمان کا آخر کب تک شکار بنے رہوگے اور ناچیز دنیا اور لاشے محض محضہ میں کبتک اپنی عمروں کو برباد کرتے رہوگے آخر مرنا اور خدا کے سامنے اعمال کی بازپرس ضرور ہونی ہے اے گم شدگان راہ آخرت ایسے باخدا شخص کو تلاش کرو جو تمکو آخرت کا راستہ بتائے اے مردہ دلو اور اے اسباب کو شریک خدا اور قاضی الحاجات سمجھنے والو اور اپنی طاقت اپنے زور اپنی معاش اور اپنے راس المال کو بت بناکر

یو جینے والو اور جن بلاد و اطراف کی طرف متوجہ ہو اُن کے حکام و سلاطین کو نفع نقصان کا مالک سمجھکر ان کی پرستش کرنیوالو ہوش میں آؤ کہ یہ سب چیزیں حق تعالیٰ سے محجوب ہیں کہ جو انکا پابند ہوا وہ بھی مطرود ہوا کیا تم سمجھتے نہیں کہ جو شخص کسی قسم کا نفع یا نقصان خدا کے سوا دوسرے کی طرف سمجھیگا وہ اللہ کا بندہ نہیں بلکہ وہ اُسی کا بندہ ہے جسکی طرف نے نفع یا نقصان سمجھا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ شرک ہے جسکی سزا آگ ہے لہذا وہ شخص آج غضب و حجاب خداوندی کی آگ میں ہے اور فردا قیامت کو جہنم کی آگ میں ہوگا۔ اللہ کی آگ سے دین اور دنیا میں وہی لوگ بچ سکتے ہیں جو پرہیزگار ہوں خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھنے والے ہوں اعمال میں مخلص ہوں اور پچھلے گناہوں سے تائب ہو چکے ہوں۔ صاحبو! اول اپنے دلوں سے توبہ کرو اس کے بعد زبانوں سے توبہ کیجیو کیونکہ توبہ درحقیقت حکومت کی کایا پلٹ ہے تیرے نفس تیری خواہشوں تیرے شیطان اور تیرے بدہم نشینوں کی حکومت پلٹ دیگی کہ اول تجھپر ان کی حکومت تھی کہ تجھکو جس کروٹ چاہتے اٹھاتے اور بٹھلاتے تھے اور اب وہ معزول ہو جائیں گے اور تیری روح و بدن کی مملکت کا انتظام شریعت کے ہاتھ میں آجائیگا کہ اندرون اور بیروں دونوں برابر ہیں خدا و رسول کے محکوم بن جائیں گے جب تو توبہ کریگا تو اپنے کان اپنی آنکھ اپنی زبان اپنے دل اور اپنے سارے اعضاء کو پلٹ دیگا کہ گویا وہ پہلے اعضاء ہی نہ رہے تو اپنی خورد و نوش کو حرام و شبہات کی کدورت سے صاف کر لیگا اپنی معیشت اور اس کے اسباب یعنی خرید و فروخت کے معاملات میں پرہیزگار بن جائیگا اور اپنا سارا مقصود اپنے مولاء عزوجل کو بنا لیگا کہ چاہے کھانیکو ملے یا نہ ملے مگر کسی طرح خدا راضی ہو جائے اپنی کسل و آزادی کی عادت سابقہ کو زائل کر دیگا اور حق تعالیٰ کی عبادت کو اسکا قائم مقام بنا دیگا معصیت اور نافرمانی کو محو اور ملیامیٹ کریگا اور اسکی جگہ طاعت کو رکھیگا اور جب شریعت کا غلام بنکر سچا مسلمان بنجائیگا تو اسکے بعد شریعت کی درستی اور شریعت کی شہادت کے ساتھ معرفت و حقیقت میں رسوخ پائیگا کہ قلب میں حق تعالیٰ کی محبت و انس بڑھیگا اور خلاف شرع قدم اٹھ ہی نہ سکیگی ہمت ہی نہ ہو سکیگی لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط اور شیطانی وسوسہ ہے کہ شریعت اور چیز ہے اور حقیقت اور چیز ہے یا یہ کہ حقیقت والوں کو شریعت کی پابندی لازمی نہیں ہے یاد رکھو کہ وہ

حقیقت جس کے سچا ہونیکی شریعت گواہی نہ دے اور وہ شریعت کی کسوٹی پر کسنے سے کھری ثابت نہو وہ حقیقت ہی نہیں بلکہ زندیقیت ہے پھر جب تیرے لئے حال صحیح اور حقیقت متحقق ہوجائیگی تو اسوقت جملہ بداخلاقیوں اور مخلوق پر نگاہ رکھنے سے تجھکو فنائیت نصیب ہوگی کہ نفع ہو یا نقصان اور قلیل ہو یا کثیر سب کا صدور خدا ہی کی طرف سے دکھائی دیگا پس اسوقت تیرا ظاہر محفوظ بنجائیگا کہ اعضاء سے کوئی کام خلاف شرع صادر ہونے پائیگا اور تیرا باطن اپنے رب کے ساتھ مشغول ہوگا کہ اہل وعیال یا کسب معاش یا تربیت خلق کے مشاغل سے اسمیں مطلق فرق نہ آنے پائیگا جب یہ حالت تیرے لئے کامل ہوجائے کہ دنیا میں اہل اور عیال دارین کے خلاف شرع کام کو چھونے سے تیرا بدن مصون اور تیرا قلب ماسوی اللہ میں مشغولیت سے محفوظ ہوجائے تو اب اگر ساری دنیا اپنے جمیع متعلقات اور ساز و سامان کے ساتھ بھی تیرے پاس آئے اور تجھکو اپنے اوپر پوری قدرت و اختیار دیکر خواہش کرے کہ جو کچھ اور جتنا بھی جی چاہے مجھسے لیلو اور اگلی پچھلی ساری مخلوق بھی تیری تابع بن جائے کہ تو مقتدائے عالم اور امام دنیا قرار پائے تو یہ تیرے لئے کچھ بھی مضر نہوگا اور نہ تجھکو اپنے ساتھ مشغول یا اپنا فریفتہ بنا کر تیرے مولا کے دروازہ سے ہٹا سکیگا اس لئے کہ تو حق تعالیٰ کے ساتھ قائم اس پر متوجہ اس کے ساتھ مشغول اور اس کے جلال و جمال کا تکنے والا ہے کہ جب اس کے جلال کی طرف دیکھتا ہے تو ہیبت کے سبب پارہ پارہ ہوجاتا ہے اور جسوقت اس کے جمال پر نظر ڈالتا ہے تو مجتمع اور اکٹھا ہوجاتا ہے جلال پر نظر جانیکے وقت ڈرتا ہے اور جمال پر نگاہ جانیکے وقت متوقع ہوتا ہے جلال پر نظر پڑنیکے وقت نابود ہوجاتا ہے اور جمال پر نگاہ پڑنے کے وقت موجود اور صاحب ہستی بن جاتا ہے۔ اے مبارک ہو اس کو جس نے اس کا مزہ چکھا یا اللہ ہمکو اپنے قرب کا کھانا کھلا اور ہمکو اپنے انس کی شراب پلا اور ہمکو عطا فرما دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے۔ راقم اور کاتب اور قاری و سامع سب کے متعلق اس دعا کو قبول فرما آمین بحرمۃ سید المرسلین +

مضطر ہو کر چلے جاتے ہیں اور اپنا دل بہلاتے ہیں اور حکمار نے کہا ہے کہ گھر میں بھی راحت اور عیش اُسی قدر ہوتی ہے جسقدر کہ آسمان کا حصہ اُس میں ہو اسی واسطے تنگ مکانوں میں دل منقبض ہوتا ہے) اور نیز آسمان نجوم مرصعہ اور قمر کے حامل ہیں اور آسمانوں ہی کی حرکت سے کواکب چلتے ہیں اور کواکب سے تمام جہان والے راستہ پاتے ہیں اور نیز آسمانوں میں کہکشاں ہو جو مشابہ راستوں کے ہو کہ جنکے آثار مشرق سے مغرب تک ہمیشہ پائے جاتے ہیں اور یہ کہکشاں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نور کی ایک لمبی صورت ہو اور بعض نے کہا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جو ایک جگہ مجتمع اور ایک دوسرے سے ملگئے ہیں جو شخص راستہ بھول بھٹک جاوے تو اپنے مقصد میں وہ اس سے راہ یاب ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیۃ والسمار ذات الحبک میں اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ الحبک کی تفسیر بعض مفسرین نے طرق سے کی ہے اور بعض نے الحبک کے معنی ذات الزینۃ یعنی زینت والے سے کی ہو بہرحال یہ آسمان صانع عالم کے دلائل واضحہ میں اور ایک بڑی مضبوط صنعت ہیں اپنے خالق کی وسعت علم اور ارادہ پر دال ہیں پس وہ پاک ذات قادر علیم مرید ہے اور بعض حکمار نے کہا ہے کہ آسمان کی طرف دیکھنے سے دس فائدے ہیں اوّل غم کا کم ہونا۔ دوسرے وسواس کی تقلیل اور تیسرے وہم وخوف کا ازالہ اور چوتھے اللہ کی یاد اور پانچویں قلب میں اللہ کی عظمت کا پھیل جانا چھٹے افکار ردیہ کا جاتا رہنا ساتویں سوداوی مرض کیلئے نافع ہے آٹھویں مشتاق کی تسلی نویں محبین کا مونس ہونا دسویں دعا کرنیوالوں کا قبلہ ہے فقط

دوسرا باب شمس کی حکمتیں

قال اللہ سبحانہ۔ وجعل الشمس سراجا۔ یعنی بنایا اللہ نے سورج کو چراغ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو بہت سے منافع وحکم کے واسطے بنایا ہے کہ اُن کا پورا علم حق تعالیٰ ہی کو ہے باقی جو حکمتیں ہمکو اُنمیں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔

رات اور دن کہ سورج کی حرکات سے تمام روئے زمین کی ولایتوں میں رات اور دن پیدا ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو دینی امور سب بیکار ہو جاتے (یعنی نماز۔ روزہ۔ حج

زکاۃ کے اوقات کا علم نہ ہوتا) اور نیز اگر دن اور رات نہ ہوتے تو لوگ اپنی معاش کیلئے کیسے چلتے پھرتے اور اپنے ضروری کام کیسے انجام دیتے اس لئے کہ دنیا تو بالکل سیاہ تاریک ہوتی اور نیز زندگی مزہ دار نہ رہتی اور نور کی لذت اور منفعت سے بہرہ یاب نہ ہوتے اور اگر آفتاب کے نور کی روشنی نہ ہوتی تو آنکھوں سے فائدہ نہ اٹھا سکتے اور نیز مختلف رنگوں کا ادراک کرسکتے اور اسکے غروب ہونے اور غایب ہونے میں بھی غور کرو کہ کیا کیا حکمتیں حکیم مطلق نے رکھی ہیں اگر غروب نہ ہوا کرتا تو مخلوق کو سکون اور قرار نہ ملتا حالانکہ اُن کو سکون اور بدنی راحت اور حواس کو کچھ دیر کیلئے راحت دینے اور قوۃ ہاضمہ کو ہضم کیلئے مشتعل کرنے اور غذا کی قوت منکسہ کرنے کیلئے اسکی سخت حاجت ہے (اور یہ راحت شب کو ہی ملسکتی ہے) اسواسطے کہ آدمی بلکہ تمام حیوانات میں اس بات کی حرص اور شوق ہے کہ اپنے دنیوی یا دینی کام میں برابر لگے رہیں اور جو شے اُن کے نزدیک عظیم المرتبہ ہے اُسمیں برابر ترقی کرتے رہیں پس اگر رات نہ ہوا کرتی تو وہ اپنے نفع کی حرص کی وجہ سے دم بھر بھی آرام اور راحت نہ لیتے اور کوئی وقت اُن کو راحت کا نہ ملتا اور نیز اگر آفتاب غروب نہ ہوتا تو زمین پر اُسکی چمک اور اتصال سے اسقدر تپش اور حرارت ہوتی کہ تمام حیوانات اور نباتات جل جاتے. پس وہ ایک وقت محدود میں طلوع اور دوسرے وقت میں غروب ہوتا ہے گویا وہ گھر کا چراغ ہے کہ کبھی اُس سے روشنی لیتے ہیں تاکہ راستہ دیکھیں اور اشیا میں باہم امتیاز حاصل کریں اور کبھی غایب ہو جاتا ہے تاکہ آرام اور راحت پاویں اور حرارت کے اعتبار سے اسکی مثال آگ جیسی ہے کہ ایک گھر والے اُس سے اپنا کھانا پکاتے ہیں اور جب وہ فراغت کر لیتے ہیں اور اُسکی حاجت اُن کو نہیں رہتی تو ہمسایہ اُسکو لے لیتا ہے اسلئے کہ اُسکو حاجت ہوتی ہے جب اُسکی بھی مقصد براری ہو جاتی ہے تو وہ اور دن کے سپرد کر دیتا ہے اسی طرح آفتاب ہمیشہ روئے زمین کے رہنے والوں کے نفع رسانی کیلئے پھرتا رہتا ہے کبھی طلوع ہو کر نور افشانی کرتا ہے اور کبھی غروب ہو کر اُن کو راحت دیتا ہے اور نور دوسروں کے حصّہ میں آجاتا ہے اور یہ گردش ایسے طرز سے ہوتی ہے کہ جسمیں اس عالم کی درستی اور بقا محفوظ رہے اور اسی مضمون کی طرف حق تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے. قل ارایتم ان جعل اللہ علیکم اللیل سرمداً الی یوم القیمۃ من الٰہ غیر اللہ

یاتیکم بضیاء افلا تسمعون ۔ قل ارءیتم ان جعل اللہ علیکم النہار سرمدًا الی یوم القیمۃ من الٰہ غیر اللہ یاتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرون یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجیے بھلا دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت تک رات کئے رکھے تو کون معبود ہے سوا اللہ کے کہ تمہارے پاس روشنی لے آئے تو کیا تم سنتے نہیں۔ کہیے آپ بھلا دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ یوم قیامت تک دن کئے رکھے تو کون معبود ہے اللہ کے سوا کہ تمہارے پاس رات لے آوے کہ تم اسمیں آرام پاؤ تو کیا تم دیکھتے نہیں۔ اور آفتاب ہی کے تقدم و تاخر سے فصول مختلفہ کا وجود ہے کہ جس سے حیوانات اور نباتات کی حالت درست و قائم رہتی ہے اسکے بعد غور کرو کہ کیسی عجیب بات ہے کہ آفتاب اپنے فلک کا دورہ ایک سال میں پورا کرتا ہے اور ایک دوسری چال سے ہر روز اپنے خالق تعالیٰ شانہ کی تقدیر سے طلوع کرتا ہے اور غروب ہوتا ہے اگر یہ طلوع و غروب نہوتا اور ہمیشہ طلوع ہی رہتا تو شب و روز کا دورہ نہوتا اور نہ اوقات کا حال معلوم ہوتا۔ اور اگر ہمیشہ تاریکی چھائی رہتی تو اس صورت میں بھی تمام مخلوق ہلاک ہو جاتی دیکھو اللہ تعالیٰ نے شب کو کیسے مایہ سکون اور پردہ دار بنا دیا اور دن کو تحصیل روزی کا وقت مقرر فرمایا اور دیکھو کہ حق تعالیٰ کیسے عجیب طریقہ سے رات کے حصہ کو دن کے اندر اور دن کے حصہ کو شب میں داخل فرما دیتے ہیں کہ جس سے شب و روز ایک ترتیب مخصوص پر گھٹتے بڑھتے ہیں۔

فصول چہارگانہ اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کیسے عجیب طریقہ سے اسکی چال کا رُخ بدل دیتے ہیں کہ جسکی وجہ سے گرمی اور جاڑہ کا دورہ رہتا ہے چنانچہ جب آسمان کے درمیان سے پست ہو جاتا ہے تو ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور جاڑہ ہو جاتا ہے اور جسوقت آسمان کے وسط میں آتا ہے تو گرمی تیز ہوتی ہے اور جب بین بین رہے کہ نہ بالکل پست ہو اور نہ عین وسط میں تو زمانہ معتدل ہوتا ہے اور ان ہی چاروں زمانوں کی وجہ سے حیوانات اور نباتات کا قیام ہے اور ان فصول کے اندر مصالح اور حکم یہ ہیں کہ موسم سرما میں تو اشجار اور نباتات کے اندر حرارت پیدا ہوتی ہے اور اسکی وجہ سے ان میں پھلوں کے مادے پیدا ہوتے ہیں اور ہوا کے اندر کثافت آنے سے ابر و باراں پیدا ہوتے ہیں اور حیوانات کے بدن میں تیزی آجاتی ہے۔ افعال طبعیہ کو

قوت ہوتی ہے اور موسم ربیع میں یہ حکمت ہے کہ جو مادے موسم سرما میں پیدا ہوئے تھے طبیعت اُن کے اندر اپنا اثر کرتی ہے تو اُس سے باذن اللہ تعالیٰ سبزہ پیدا ہوتا ہے اور غنچے شگفتہ ہوتے ہیں اور اکثر حیوانات کے اندر توالد و تناسل کا ہیجان ہوتا ہے اور موسم گرما میں حرارت کی وجہ سے ہوا میں تخمیر کی صفت آجاتی ہے اُس سے پھلوں کے اندر پختگی آتی ہے اور بدن کے فضول مادے تحلیل ہو جاتے ہیں اور زمین کا بالائی حصہ خشک ہو کر اپنے اعمال زراعت وغیرہ کے قابل ہو جاتی ہے اور خریف میں ہوا صاف ہو کر امراض دور ہو جاتے ہیں اور رات بڑھ جاتی ہے تو اُمیں کام کرنے والے کام کرتے ہیں اور نیز اس موسم میں زراعت اچھی ہوتی ہے اور یہ سب انقلابات ایک خاص انداز سے تدریجی طور سے ہوتے ہیں تاکہ انقلاب دفعۃً ہو کر مخلوق کو ضرر رساں نہو اور یہ سب امور حق تعالیٰ علیم حکیم کی تدبیر اور وسعت علم پر دال ہیں۔

سال اسکے بعد ان برجوں میں شمس کی حرکت کے اندر غور کرو کہ ایک سال میں اسکا دورہ کیسے پورا ہو جاتا ہے اور اسی دورہ سے چار فصلیں یعنی جاڑہ گرمی ربیع خریف پیدا ہوتی ہیں اور شمس کے تدریجی دورہ سے غلوں اور پھلوں میں پختگی آتی ہے اور اپنی انتہائی مقدار کو پہونچتے ہیں اور جب ایک دورہ اس کا پورا ہو جاتا ہے تو پھر ابتدا سے اسکی سیر شروع ہو جاتی ہے اور سال کا صحیح حساب تاریخ وار درست ہو جاتا ہے۔

آفتاب کا نور عالم پر آفتاب کے نور بخشنے میں غور کرو کہ حق تبارک و تعالیٰ نے کیسے عجیب طرز سے اسکا انتظام و تدبیر فرمائی ہے اگر ایک جگہ ہی چمکتا رہتا اور وہاں سے مطلقاً نہ ہٹتا تو اُسکی شعاعیں صرف ایک جہت میں جاتی اور باقی سمتیں خالی رہتیں اسلئے کہ پہاڑ اور دیواریں حائل ہو کر اُن شعاعوں کو سب طرف نہ پہونچنے دیتیں (اور اگر ایسا ہوتا تو آفتاب کے منافع سے وہ سمتیں منتفع نہوتی) اسلئے حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسکا انتظام یہ فرمایا کہ صبح کو مشرق سے اُس کو طلوع کرتے ہیں۔ اُس وقت اُسکا نور اُس کے مقابل سمت یعنی مغرب کی تمام جانب میں پھیل جاتا ہے اسکے بعد تدریجاً حرکت کرتا ہے اور گھومتا ہے اور ہر ہر جہت پر نور افشانی کرتا جاتا ہے حتیٰ کہ مغرب تک پہونچکر ایسا چھپ جاتا ہے جیساکہ صبح کے وقت تھا اس طریق سے کوئی مقام اور کوئی سمت ایسی نہیں رہتی کہ جو آفتاب سے بہرہ یاب نہو۔

الاحکام الفقہیۃ

شب برات

(۱) پندرھویں شب شعبان میں مردوں کیلئے گورستان میں جاکر دعا، استغفار کرنا مستحب ہے، اور حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) اگر کچھ صدقہ خیرات۔ یا کھانا وغیرہ پکا کر بھی بخشدیا جاوے مضائقہ نہیں۔

(۳) اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے لیکن اجتماع کا اہتمام نکیا جاوے۔

(۴) پندرھویں تاریخ شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور بہت فضیلت آئی ہے۔

(۵) ۲۹ شعبان کو اگر چاند نظر نہ آوے تو ۳۰ کو گیارہ بجے تک شہادت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اس خیال سے روزہ رکھنا کہ اگر رمضان ثابت ہو گیا تو یہ روزہ رمضان میں محسوب ہو جائیگا ورنہ نفل ہو جائیگا یہ مکروہ ہے اسکی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

(۶) شعبان کے چاند کو اہتمام سے دیکھنے اور اُسکی تاریخوں کا رمضان المبارک کیلئے خاص طور سے یاد رکھنے کا حدیث شریف میں حکم آیا ہے۔

(۷) شب برات کو خصوصیت کے ساتھ حلوا پکانا اور اُسکو حکم شرعی جاننا زیادت فی الدین ہے

(۸) اس حلوے کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا تو آپ نے حلوا نوش فرمایا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضؓ کی شہادت اسی دن میں ہوئی تھی یہ اُن کی فاتحہ ہے یہ سب بے اصل ہے یہ دونوں واقعے شوال کے ہیں۔

(۹) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شب برات سے پہلے اگر کوئی مر جاوے اور شب برات کو اُسکی فاتحہ نہ دلائی جاوے تو وہ مُردوں میں شامل نہیں ہوتا۔ یہ بالکل لغو ہے۔

(۱۰) بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں یہ بھی بے اصل ہے۔

(۱۱) آتشبازی مطلقاً خصوص اس رات میں بالکل معصیت ہے۔

(۱۲) آتشبازی کیلئے اپنے بچوں کو پیسے دینا یا اُن کے لئے خریدنا یا کسی قسم کی اعانت اُسکے

متعلق کرنا بھی ناجائز ہے۔
(۱۳) ۱۴ تاریخ شعبان کو تیوہار منانا۔ اور عید بقر عید کی طرح بچوں کو کپڑے پہنانا اور عیدی دینا بے اصل ہے۔
(۱۴) مکتب کے معلموں کو اس دن میں مثل عید کے تعطیل بھی نہ کرنا چاہئے۔
(۱۵) اس شب میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا۔ اور چراغوں کا زیادہ زیادہ روشن کرنا بلا دلیل ہے

امر برقمہ اشرف علی تھانوی

تاریخ منظوم مع دو مادہ منثور

از مولوی عبد الواحد صاحب فاروقی تھانوی نائب حاکم مال ریاست الور بالفاظہ

خیر مقدم انوار الامداد ۔ لمجیئ النور فی الفواد

۳۴	۱۳	۰	۵۸۲

۱۵ ۔ ۱۹ ۔ ۶

ایہا الاخوان! اگرچہ قصبۂ تھانہ بھون
از وجود اصفیا در خاک پاک آں زمیں
لیکن از خدام حضرت حاجی امداد اللہ شاہ
اللہ اللہ از طفیل آں امام الاولیا
سرزمین ہند چہ بود۔ در عرب و مصر و شام
فیض یابان جنابش فیض بخش عالم اند
الغرض با نام پاک آں مدار قطبیت

یا یقیں مقبول مقبولان حق از ابتدا ست
ذرہ ذرہ روکش خورشید تابان سما ست
ایں مبارک سرزمیں را بے نہایت فخرہا ست
شہرت نام شریف مولدش ہیں تا کجا ست
بل بہر معمورۂ اسلامیہ در چپ و راست
طالبان حق ہمی یابند زیشاں راہ راست
ذکر نام ایں مقدس سرزمیں ہم جا بجا ست

بعد او در خانقاہش اندریں اشرف نہیں
جانشینش مولوی اشرف علی ذو العلاست

بر سرِ اہلِ ارادت باد یارب تا دوام
سایۂ فیضش کہ بہر مایہ از ظلِ ہماست

کان حکیم الامۃ از فضلِ خدا با علم و فضل
جامعِ شرع و طریقت ہم حقائق آشناست

روز و شب در خلوت و جلوت پئے اصلاحِ خلق
ہمت مردانہ اش مصروفِ تحریری و بیاست

درد عصیاں را دوائی وعظ و تلقینِ وے است
واز پئے امراضِ باطن مجلسش دار الشفاست

از تصانیفش کہ در شرع و طریقت شائع اند
ہر مسلماں را بامداد خدا صد نفع ہاست

من چہ باشم تا بگویم وصف آں ہا در کتب
لفظ لفظ آں صحائف نسخۂ از کیمیاست

از نصیحتہائے ناصح رنجش و آزردگی
طبع اہل معصیت اگرچہ طبعی اقتضاست

لطف حسن موعظت بیں کیں دوائی تلخ را
در قلوب سامعیں وعظ او چوں قند جاست

مجلسش خالی ست از اذکار دنیائے دنی
ذکر اللہ ہست یا ذکر رسول حق نماست

یا بیان آل و اصحاب و ائمہ می شود
یا مثال زہد و تقوائے گروہ اولیاست

یا نصیحت بہر ترک شرک و بدعات و رسوم
یا ز اسرار طریقت کشف و شرح پر بہاست

گاہ شغل امر بالمعروف و نہی منکر ست
گہ پئے اصلاح حال طالبیں فکر و دعاست

گاہ ہمت جانب اصلاح یاران طریق
گہ پئے آئینۂ دلہائے شاں سعی جلاست

گوئیا تعلیم شرع و حکمت و روحانیت
ہست آنجا لاجرم ہر ذکر موزون و بجاست

استقامت بر شریعت ہست مقصود سلوک
ہر کہ یابد ایں کرامت مقتدائے اولیاست

واں کہ ورزیدہ خلاف شرع پیغمبر طریق
گشت مردود طریقت گرچہ پراں در ہواست

زیں سلک سیرۃ امام الاتقیا بے ہیچ شک
گرچہ صد گونہ کرامتہا عیاں در چشم ماست

عام ہم لیکن تواں گفتن کہ در ہر کار او
اتباع سنت پیغمبر و دیں ہدیٰ ست

بس ہمیں یک استقامت کز کرامت برتر ست
قطب ارشادش اگر از خلق گویا ندرواست

اندریں صورت ضرورت بود تا ہر لفظ او
ہمچو ملفوظات پیشین جمع گردد راست راست

للہ المنۃ کہ بعض احباب ما از مدتے
التزام جمع ارشادات او بے کم وکاست

کردہ اند و اندریں آواں رفیقے از نبست
مشفقی منشی رفیق احمد کہ مرد با صفاست

اول امداد المطابع مطبعے قائم نمود
بار ہبر نفع عام و نشر فیضانش بخواست

کایں صحیفہ اشرف "الامداد" را جاری کند
وازپے او جملہ سامان ضروری کردہ راست

تا شد از شہر رجب اجرائے او حسب مراد
ہمت عالیش را نازم کہ از دستش چہ خاست

شکر للہ المہیمن آنچہ ما میخواستیم
از لباس و شکل ایں نادر رسالہ بیش ماست

بارک اللہ زمرۂ امدادیاں را مقدمش
باعث صد انبساط و فرحت بے انتہاست

چشم بر رہ بود وہر اہل صفا در شوق او
بر زبانہا ایں زماں صد مرحبا صد مرحباست

جلوۂ شانیکہ منسوبات الی المحبوب را
موجب محبوبیت در چشم ارباب ولاست

اندریں اشرف صحیفہ ہم۔ چو مہر نیمروز
نور بخش دیدۂ احباب بیچون و چراست

جملہ یاران طریقت زیں سبب مدعی اند
از خداوندیکہ ذات او مجیب ہر دعاست

کایں رسالہ باد دائم مشعل راہ سلوک
در قمر تا نور تا در نیر انور ضیاست

مژدہ فاروقی کہ در غربت ہمانا پیش ازیں
دوری آں مجلس اقدس بسے جانب بکاست

لیکن اینک زیں رسالہ نقد فیضان حضور
باوجود بعد و دور افتادگی حاصل تراست

پس بشکرانہ سن اجراش زاخوان طریق
گوئی۔ "الامداد" امدادی زاحسان خداست

۱۳۳۳ھ

الامداد کی عام مقبولیت

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ الامداد کی اُمید سے زیادہ مقبولیت کا ظہور ہوا چنانچہ وقت اشاعت سے جبتک جو تخمیناً ایک ماہ کی مدت ہوتی ہے اکابر دین و عام احباب کے بڑے زور شور سے مسرت و طرب انگیز خطوط اسکے اشتیاق میں آرہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ انشاءاللہ تعالی یوضع لہ القبول فی الارض کی مبارک بشارۃ سے معزز ہوا ہے اور آئندہ کو ہوگا تبرکاً و تیمناً دو چار بڑے حضرات کے کلمات مبارکات نقل کیے جاتے ہیں۔ (رفیق احمد مدیر رسالہ)

نقل کرامت نامہ مولانا مولوی شاہ عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم رائے پوری

ملخصاً۔ الامداد بابتہ ماہ رجب ۳۱ھ موصول ہو کر باعث عزت و مسرت ہوا بعض مضامین بالاستیعاب بعض کہیں کہیں سے دیکھے الحمدللہ مفید مطلب مضامین ہیں اللہ تعالی اہل اسلام کو اسکی امداد اور اس سے استفادہ و استفاضہ کی توفیق بخشے، جن کاغذ و تقطیع و چھپائی ہر ایک موزوں ہے دعا ہے کہ اللہ تعالی اس سرچشمہ فیض کو ہمیشہ روز افزوں ترقی بخشے۔ (عبدالرحیم)

نقل والا نامہ مولانا مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند مد فیوضہم

مختصراً ہدیہ مفیدہ رسالہ الامداد پہونچا ممنون فرمایا جزاکم اللہ تعالی جزاء و جعل سعیکم مشکوراً حق تعالی اس رسالہ کی کما حقہ اشاعت فرماویں اور مقاصد میں کامیاب فرماویں اور باعانت حسن نیت اسکے اجراء کو دائم و قائم رکھیں آمین زیادہ کیا عرض کیا جاوے۔ یہ ایک سلسلہ خیر ہے جسکا اجر انشاءاللہ تعالی مابعد منقطع ہونیوالا نہیں ہے امید ہے کہ عموماً قدر دانی کی نظر سے دیکھا جاویگا اس قسم کے رسائل کی جسقدر کثرت ہو مفید ہے

نقل گرامی نامہ مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب مدیر القاسم دام فضلہم دار العلوم دیوبند

ملخصاً رسالہ مبارکہ الامداد میرے پاس پہونچا اُسوقت قصد تھا کہ عریضہ لکھوں دیکھکر بہت ہی مسرت ہوئی اللہ تعالی اُسکو مسلمانوں کی بہتری و فلاح کا سبب بناوے اور جناب مولانا کے فیوض و برکات سے خلق خدا دیر تک مستفید رہے۔

نقل عنایت نامہ مولانا مولوی عاشق الٰہی صاحب مد فیوضہم میرٹھ کمبوہ دروازہ

آج الامداد پہونچا ماشاءاللہ بہت جی خوش ہوا کاش ایسے ہی حسین اور بروقت شائع ہوتے رہے اور اُمید ہے کہ حضرت مولانا کی توجہ کا ماتحت ہو کر وقت کا پابند رہے گا۔

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) ہر رسالہ کے آخر میں جو احکام ضروری مناسب وقت ہوا کرینگے شائع کیے جایا کرینگے اور اُسکا عنوان الاحکام الوقتیہ ہوگا۔

(۵) تعلیم نسوان کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ ماہ رمضان المبارک سے مضمون درج رسالہ ہوا کریگا۔

(۶) یہ رسالہ قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۷) کسی ماہ کا رسالہ معہ ٹائٹل کے ڈھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۸) بہت احباب کی رائے ہے کہ رسالہ میں جو عربی عبارۃ ہو اُسکا اُردو ترجمہ حاشیہ میں لکھدیا جاوے انشاء اللہ رمضان المبارک کے رسالہ سے اسکا التزام کیا جائیگا۔

(۹) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگی۔

(۱۰) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۱۱) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جاویں گے۔

(۱۲) قیمت ہمیشہ پیشگی بھجوا دیجئے خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۳) رسالہ ہذا کی ترتیب میں جناب مولانا مولوی شبیر احمد صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں

(۱۴) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہیئے۔

راقم **رفیق احمد** مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

البتہ اگر عدت کے درمیان میں شوہر نے رجعت کر لی ہو تو دوبارہ سوال کرنا چاہئے۔

سوال۔ اگر کوئی موذن یا امام بلا کسی طمع کے کئی مسجدوں میں ایک وقت کی اذان کہے تو کیسا ہے۔

جواب۔ فی الدر المختار باب الاذان یکرہ له ان یوذن فی مسجدین فی رد المختار لانه اذا صلی فی المسجد الاول یکون متنفلا بالاذان فی المسجد الثانی والتنفل فی الاذان غیر مشروع ولان الاذان للمکتوبة وهو فی المسجد الثانی یصلی النافلة فلا ینبغی ان یدعو الناس الی المکتوبة وهو لا یساعدهم فیها اھ بدائع ج ا ص۱۵۱

درمختار میں باب الاذان میں ہے کہ موذن کو مکروہ ہے کہ دو مسجدوں میں اذان دے اور ردالمختار میں اسکی دلیل ہے کہ یا علے کہ جب اس نے ایک مسجد میں نماز پڑھ لی تو اب یہ دوسری مسجد میں نفل اذان دینے والا ہوگا اور نفل کا قصد اذان میں غیر مشروع ہے اور اسلئے کہ اذان تو خاص فرضوں کیلئے ہے اور یہ شخص دوسری مسجد میں نفل پڑھیگا لہذا اسکے لئے مناسب نہیں ہے کہ لوگوں کو تو فرض کیلئے بلاوے اور خود انکی اس میں موافقت نہ کرے بدائع ج ا ص۱۵۱

سوال۔ ہندوستان کی زمین بحالت موجودہ خراجی ہے یا عشری جب گورنمنٹ برطانیہ نے بعد غدر کے سلطنت کی باگ اپنے قبضہ واقتدار میں لی تھی تو اسوقت اعلان عام کیا تھا کہ تمام اراضی ضبط کر لی گئی اور کسی کا حق نہیں ہے اگر صاحب اراضی دعویٰ کر کے ثبوت پیش کرے تو اسکو حسب تجویز حاکم دیجاویگی چنانچہ جن مالکان آراضی نے دعویٰ کر کے بینہ قائم کئے ان کو وہی اراضی یا بعوض اُن کو دیگر اراضی عطا ہوئی اور بعض کو کسی امر کے صلہ میں زمین عطا ہوئی اور مالگذاری سرکاری جو سالانہ زمینداروں سے بادشاہ وقت لیتا ہے مقرر کر دی اور بعض کو معاف کر دی۔

(۲) برتقدیر وجوب عشر یا نصف عشر کاشتکار پر عشر یا نصف عشر واجب ہوگا یا زمیندار پر کاشتکار وہ ہے جو زمین کی جملہ خدمت کرتا ہے اور مالک اراضی یعنی زمیندار اُس سے نصف یا ثلث پیداوار کا بحیثیت شرائط جنس پیداوار سے یا غیر جنس سے لیتا ہے اور سرکاری مالگذاری زمیندار ادا کرتا ہے۔

(۳) کسی گاؤں کے بعض حصۂ اراضی کی پیداوار کا دارمدار صرف آسمانی پانی پر ہے اور

رجسٹرڈ نمبر ۲۷

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا

امتثالاً للآیۃ کہ اول ست بمنطوق و ثانی بمفہوم و اقتداءً للحدیث
کہ دال ست بمنطوق بر قدر اقتصار در ارشاد صحیفۂ شہریہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ بسہ سلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ و العقائد و حوادث الفتاویٰ فی التحقیق ... بامداد تو ...
فی الاحوال بخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی دعوات العامۃ و ...
فی ... المحققۃ ... کہ کل آن از افادات ... مولانا اشرف علی صاحب ...
بارجل آن از افاضات حضرت شیخ عرب و عجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب ...
مشیر ... بنام نامی ... الاشرف ... تحقیقات ... دیگر اہل فضل است

عدد (۳) بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ جلد (۱)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ موزون گرفت

آغا مرزا یاسین دہلوی

این صحیفہ کا نشہ امداد نام	یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

جو

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے شائع ہوتا ہے

الظہور { حضور کی ولادت شریفہ اور اس کا راز طرز صوفیہ پر مثنوی مولانا روم سے بیان کیا گیا ہے ۔ اس میں بجائے روایات موضوعہ کے اگر اسکو پسند کریں تو بہتر ہے قیمت بجائے ۲ کے ۱۰

انکشاف عن مہمات التصوف { فن تصوف میں حضرت مولانا تھانوی کی ۲۸۰ صفحہ کی بے نظیر کتاب ہے جس کی اصل قیمت عہ ہے خریداران الامداد نے مطبوعہ دیکھی علی ہذا دعوات عبدیت حصہ اول بجائے عہ کے ۱۱ میں حصہ دوم بجائے عہ کے ۱۱ میں حصہ سوم بجائے ۸ کے ۶ میں حصہ چہارم بجائے ۸ کے ۱۲ میں اور حصہ پنجم بجائے ۱۲ کے ۱۲ میں دیا جاوے گا

رفیق احمد مدیر رسالہ الامداد ۔

حکایت - شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے ؎

بزرگے دیدم اندر کوہسارے	نشستہ از جہاں در کنج غارے
چرا گفتم بشہر اندر نیائی	کہ بارے بند از دل برکشائی
بگفت آنجا پری رویاں نغزند	چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند

اسی حالت کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

زاہد نداشت تاب جمال پری رخاں	کنجے گرفت وترس خدا را بہانہ ساخت

بہرحال ایسا ہوتا ہے اور اس کا علاج یہی ہے کہ ان چاروں سمتوں کی جانب دیکھنا بہت کم کر دیا جائے اور اوپر کے دیکھنے میں گرنے کا اندیشہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس تجربہ عقل نقل سب سے معلوم ہو گیا کہ حفاظت اور امن کی سمت سمت تحت ہے۔

بعض احمقوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ تمام وقت فضولیات ہی میں برباد کرتے ہیں مثلاً اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ جناب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں آپکی کیا تحقیق ہے کوئی اس عقلمند سے پوچھے کہ تجھکو حضرت معاویہؓ کے معاملہ کی کیا پڑی تو اپنا معاملہ درست کر

حکایت - مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی کے پاس ایک رنگریز آیا کہنے لگا کہ حضرت معاویہ رضؓ کے معاملہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے مولانا نے فرمایا کہ میاں تم جا کر کپڑے رنگو جب تمہارے پاس حضرت معاویہؓ کا مقدمہ آئیگا تو لینے سے انکار کر دینا اور کہدینا کہ میں نے انکی تحقیق کی تھی مگر مجھے کسی نے بتلائی نہیں۔

حکایت - ایک اور صاحب ایک مولوی صاحب کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی بابت دریافت کرتے ہوئے آئے کہ وہ ایماندار تھے یا نہیں انھوں نے فرمایا کہ تمکو نماز کے فرائض معلوم ہیں یا نہیں کہنے لگا کہ نہیں مولوی صاحب نے کہا کہ غضب کی بات ہے کہ نماز جسکا سوال سب سے اوّل قیامت میں ہوگا اُس کے وہ فرائض جن سے دن میں پانچ مرتبہ کام پڑتا ہے اور جن کے معلوم نہ ہونے سے احتمال ہے کہ وہ فوت ہو جائیں تو نماز ہی نہو ان کی تمکو خبر نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا ایمان جسکی بابت یقیناً تمسے نہ قیامت میں سوال ہوگا نہ دنیا کا کوئی کام اس علم پر موقوف انکی تحقیق کی جاتی ہے صاحبو! اگر کوئی

برا ہے تو تمکو کیا غرض اور اچھا ہے تو تمکو کیا مطلب تمھیں اپنی اچھائی برائی کی فکر ہونی چاہئے۔
حکایت حضرت رابعہ بصریہ رحمہ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کبھی شیطان کو بھی برا نہ کہتی تھیں۔ اور فرمایا کرتی تھیں کہ جتنی دیر اس فضول کام میں صرف کیجائے اتنی دیر تک اگر محبوب کے ذکر میں مشغول رہیں تو کسقدر فائدہ ہے شیخ شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خوے		چو بگذشت بر عارف جنگ جوے	
گر ایں مدعی دوست بشناختے		بہ پیکار دشمن نہ پرداختے	

دیکھو اگر کسی کا محبوب بغل میں میٹھا باتیں کر رہا ہو اور اس حالت میں ایک شخص اگر اس عاشق کو ماں کی سڑی ہوئی گالی دے تو کیا عاشق کی طبیعت اسکو گوارا کریگی کہ محبوب کو چھوڑ کر دشمن کے انتقام لینے کے درپے ہو جائے اور اگر اسنے ایسا کیا تو کہا جاویگا کہ اسکا عشق نہایت خام اور ناتمام ہے اسی طرح سمجھدار لوگ ایسے موقع پر سمجھ جاتے ہیں کہ شیطان جو ہمارا دشمن ہے وہ اس شخص کو بہکا کر لایا ہے کہ اُسکو دوسری طرف مشغول کرکے بہکائے اس لئے وہ پروا بھی نہیں کرتے اور محبوب کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جتنی اسمیں کمی ہوتی ہے اُسیقدر اُن میں بھی کمی ہوتی ہے۔
حکایت۔ ایک شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ بزرگوں کی شان اور اُن کے حالات کس طرح مختلف ہوتے ہیں اُنھوں نے جواب دیا فلاں مسجد میں تین بزرگ بیٹھے ہیں اُنکے پاس جاؤ معلوم ہو جائیگا کہ بزرگوں کے حالات میں کیا فرق ہوتا ہے چنانچہ وہ شخص گیا اور جاکر دیکھا کہ کوئی بے ادب آیا اور ان بزرگوں میں سے اول ایک کے ایک چپت رسید کی اُنھوں نے اُٹھکر اُتنے ہی زور سے ایک چپت اُس کے بھی ماردی اور پھر بیٹھکر ذکر میں مشغول ہو گئے اس کے بعد وہ دوسرے بزرگ کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت اُن کے بھی ماردی وہ بولے بھی نہیں اور اپنے کام میں لگے رہے اسکے بعد تیسرے کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت اُن کے ماری اُنھوں نے اُٹھکر فوراً اُسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اُسکو دبانا اور پیار کرنا شروع کیا اور کہنے لگے کہ تمھارے ہاتھ میں بہت چوٹ لگی ہوگی یہاں سے یہ تماشہ دیکھکر اُن بزرگ کے پاس گیا اور تمام ماجرا بیان کیا کہنے لگے کہ بس اتنا ہی فرق ان تینوں کی

حالت اور شان میں بھی ہے تو دیکھ لیجئے کہ جو غیر صابر تھے اور انتقام لئے بغیر نہ رہ سکے وہ بھی لایعنی کے مرتکب نہیں ہوئے یعنی مارنے والے سے یہ سوال تک بھی نہیں کیا کہ تو نے ایسی حرکت کیوں کی بلکہ جزاء سیئۃ سیئۃ بمثلہا[1] پر عمل کر کے ایک چپت خود بھی اسکو ماردی پھر اپنے کام میں لگ گئے۔

عیب گوئی اور عیب جوئی کے مفاسد

ایک خرابی اور مضرت عیب جوئی اور عیب گوئی میں یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ جس شخص کی برائی کی جارہی ہے اسکو خبر نہ ہو اور خبر ہونے کے بعد بہت دشوار ہے کہ وہ تمکو برا نہ کہے اور پھر یہ بھی ممکن نہیں کہ اسکے کہنے کی تمکو خبر نہ ہو اور اس تمام الٹ پھیر کا نتیجہ یہ ہے کہ آپس میں عداوتیں بڑھیں اور دشمنیاں قائم ہوں اور پھر یہ عداوتیں بعض اوقات پشتہا پشت تک چلتی ہیں اور بناء انکی محض ذراسی بات کہ اس نے ہمکو یوں کہدیا تھا حالانکہ اگر کہہ بھی دیا تو کیا عزت میں فرق آگیا۔

حکایت۔ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ چلے جا رہے تھے چند مرید ساتھ تھے راستہ میں ایک شخص نے دیکھکر کہا کہ یہ شخص بڑا ٹھگ ہے ایک مرید کو اس پر بہت غصہ آیا اور اس شخص کے مارنے کو چلا پیر صاحب نے روکا اور گھر پر لیگئے اور بہت سے لفافے جو ان کے نام آئے ہوئے تھے اُسکے سامنے ڈالدیئے ان لفافوں میں بڑے بڑے القاب و آداب لکھے ہوئے تھے کسی میں قبلۂ کونین و کعبۂ دارین کسی میں رہنمائے جہاں وغیرہ وغیرہ اور فرمایا کہ بھائی میں نہ تو اسقدر برا ہوں جتنا اس شخص نے ظاہر کیا اور نہ اسقدر اچھا ہوں جتنا ان لوگوں نے لکھا ہیں اگر خلاف واقع کہنے کی وجہ سے اس شخص پر غصہ آیا تو ان لوگوں پر بھی تو غصہ آنا چاہئے اور انکا منہ بھی تو بند کرنا چاہئے جو کہ جنید عصر اور فرید وقت لکھتے ہیں۔

حکایت۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رح کو ایک شخص نے اگر برا بھلا کہنا شروع کیا مولانا چونکہ بڑے مرتبے کے شخص تھے طالبعلموں کو سخت غصہ آیا اور اس کے مارنے کو اٹھے مولانا رح نے فرمایا کہ بھائی سب باتیں تو جھوٹ نہیں کہتا کچھ تو سچ بھی ہے تم اسکو دیکھو۔

[1] برائی کا بدلہ اسی کے مطابق برائی کرنا ہے۔

حکایت اسی طرح امام ابوحنیفہ رح کو ایک شخص نے برا کہا تو آپ نے اُسکو ہدیہ بھیجا اور امام صاحب رح کی نسبت لکھا ہے کہ آپ کبھی کسی کی غیبت نہ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اگر کسی کی غیبت کروں تو اپنی ماں کی غیبت زیادہ مصلحت ہے تاکہ میری نیکیاں میری ماں ہی کے پاس رہیں غیروں کے پاس تو نہ جائیں حضرت امام سفیان ثوری رح فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رح بڑے عقلمند ہیں کہ ہملوگوں کی نیکیاں تو وہ لے لیتے ہیں (یعنی چونکہ ہم اُن کی بابت کبھی کچھ کہدیتے ہیں) اور وہ اپنی نیکیاں کسی کو نہیں دیتے (یعنی چونکہ وہ کسی کی غیبت نہیں کرتے) صاحبو! غور کرو کہ ایک یہ اسلاف ہیں جنکے وہ حالات ہیں ایک ہم اخلاف ہیں کہ جنکے یہ حالات ہیں خوب کہا ہے ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا	دل دشمنان ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام	کہ با دوستانت خلافست وجنگ

اہل اللہ سے پرخاش کا نتیجہ

۲۰

حکایت۔ دہلی کے ایک بادشاہ کے متعلق مشہور ہے کہ اُسکو ایک مرتبہ حریر پہننے کی طرف میلان ہوا بعض تنخواہ دار مولویوں نے اُسکی حلّت کا فتویٰ دیدیا اور بہت سے دجوہ حلت کے لکھدیئے بادشاہ نے کہا کہ اگر ملاجیون رح بھی دستخط کردیں تو میں پہن لونگا۔ ملاجی کے پاس استفتا گیا آپنے کہلا بھیجا کہ میں دہلی آکر جواب دونگا اور جامع مسجد میں جواب دونگا چنانچہ آپ دہلی تشریف لائے اور جامع مسجد میں ممبر پر جاکر بعد نقل سوال وجواب کے استحلال معصیت کی بنا پر بطور زجر کے فرمایا کہ "مفتی ومستفتی ہردو کافرند" بادشاہ یہ سُنکر نہایت غضبناک ہوا اور اُس نے قتل کا حکم دیا بادشاہ کے ایک فرزند کو جو خبر ہوئی تو دوڑے ہوئے ملاجی کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے قتل کی تدابیر ہورہی ہیں ملاجی نے جو سُنا تو بہت برہم ہوئے اور فرمایا کہ کیا میں نے ایسا قصور کیا ہے اور فرمایا کہ وضو کے لئے پانی لاؤ کہ میں بھی ہتھیار باندھ لوں کیونکہ الوضوء[۱] سلاح المؤمن حقیقت میں ان حضرات کو تنہا نہ سمجھنا چاہیے

[۱] وضو مومن کا ہتھیار ہے۔

حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات	با دُرد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

حدیث شریف میں ہے من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب [۱] شہزادہ نے جو آپ کے جلال کی حالت دیکھی تو دوڑا ہوا باپ کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کیا غضب کرتے ہیں ملاجی آپ کے مقابلہ کے لئے وضو کر رہے ہیں اور سلاح وضو درست کر رہے ہیں سج رہے ہیں بادشاہ یہ سنکر تھرا گیا اور کہا کہ اب کیا کروں میں تو حکم دے چکا ہوں شہزادے نے کہا کہ سب کے سامنے میرے ہاتھ ایک خلعت بھیجدیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تب ملاجی کا غصہ فرو ہوا۔

تربیت اخلاق سے پہلے مقتدا بن جانیکے مفاسد

بعض لوگ جنکی تربیت نہیں ہوتی اور مقتدا ہو جاتے ہیں اُن کے اخلاق نہایت خراب ہوتے ہیں اور وجہ اُسکی یہی ہے کہ وہ چھوٹا ہونے کے قبل بڑے ہو جاتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی	تا راہ ہیں نباشی کے راہبر شوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق	ہاں اے پسر بکوش کہ روزی پدر شوی

تو پیر بننے سے پہلے پیر بن جانا بہت سی خرابیوں کا باعث ہے اسلئے سخت ضرورت ہے کہ اول چھوٹا بن کر اخلاق کی درستی کیجائے کہ اس سے اعمال کی بھی درستی ہو جائیگی اور تدبیر اسکی یہ ہے کہ جن لوگوں کو خداتعالیٰ نے فراغ دیا ہے وہ تو کم از کم چھ ماہ تک کسی بزرگ کی خدمت میں رہیں لیکن اس طرح کہ اپنا تمام کچا چٹھا اُن کے سامنے پیش کردیں اور پھر جس طرح وہ کہیں اس طرح عمل کریں اگر وہ ذکر و شغل تجویز کردیں تو ذکر و شغل میں مشغول ہو جا اگر وہ اس سے منع کر کے کسی دوسرے کام میں لگادیں اُس میں لگ جائیں اور اُن کے ساتھ محبت بڑھائیں اور اُنکی حالت کو دیکھتے رہیں کہ کسی چیز کے لینے کیوقت یہ کیا برتاؤ کرتے ہیں

[۱] جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرے تو میں اُسکو اعلان جنگ دیتا ہوں ۱۲

اور دینے کے وقت کس طرح پیش آتے ہیں اسکا یہ اثر ہوگا کہ تخلق بہ اخلاق اللہ ہو جائیگا اور پھر کی ذات سے سراسر نفع ہی پہونچیگا۔ اور جن لوگوں کو فراغ نہیں ہے وہ یہ کریں کہ وقتاً فوقتاً جب اُن کو دو چار یوم کی مہلت ہوا کرے اُسوقت کسی بزرگ کے پاس رہ آیا کریں اور اپنی اولاد کیلئے یہ کرو کہ روزمرہ جیسا ہر کام کے لئے نظام الاوقات ہے ایسا ہی اس کیلئے بھی ایک وقت مقرر کردو کہ فلاں مسجد میں فلاں بزرگ کے پاس جاکر کچھ دیر بیٹھا کریں۔

خدا تعالیٰ سے محبت کاملہ کی ضرورت اور اسکی تحصیل کا طریقہ

اپنے قلوب کو ٹٹولو کہ خدا تعالیٰ سے محبت کاملہ ہے یا نہیں اگر نہیں ہو تو اُسکی تحصیل کی تدبیر کرو اور تدبیر بھی میں بتلاتا ہوں لیکن یہ نہ سمجھو کہ محبت امر غیر اختیاری ہے اسکا پیدا کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہو پھر اسکی تدبیر کیا ہو کیونکہ یہ گمان غلط ہے محبت گو خود غیر اختیاری ہو مگر اسکے اسباب اختیاری ہیں جن پر ترتب محبت کا عادۃً ضروری ہے اور ایسے امور میں خدا تعالیٰ نے ہر امر کی تدبیر بتلائی ہے سو وہ تدبیر یہ ہے کہ تم چند باتوں کا التزام کرلو ایک تو یہ کہ تھوڑی دیر خلوت میں بیٹھکر اللہ اللہ کرلیا کرو اگرچہ پندرہ بیس منٹ ہی ہو لیکن اس نیت سے ہو کہ اسکے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو دوسرے یہ کیا کرو کہ کسی وقت تنہائی میں بیٹھکر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرو اور پھر اپنے برتاؤ کو غور کیا کرو کہ ان انعامات پر خدا تعالیٰ کے ساتھ ہم کیا معاملہ کر رہے ہیں اور ہمارے اس معاملے کے باوجود بھی خدا تعالیٰ ہم سے کس طرح پیش آرہے ہیں تیسرے یہ کرو کہ جو لوگ محبان خدا ہیں اُن سے علاقہ پیدا کرلو اگر اُن کے پاس آنا جانا دشوار ہو تو خط و کتابت ہی جاری رکھو لیکن اس خیال کا رکھنا ضروری ہو کہ اہل اللہ کے پاس اپنے دنیا کے جھگڑے نہ لیجاؤ نہ دنیا پوری ہونے کی نیت سے اُن سے ملو بلکہ خدا کا راستہ اُن سے دریافت کرو اپنے باطنی امراض کا اُن سے علاج کراؤ اور اُن سے دعا کراؤ چوتھے یہ کرو کہ خدا تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری اطاعت کیا کرو کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جسکا کہنا مانا جاتا ہے اُس سے ضرور محبت بڑھ جاتی ہے۔ پانچویں یہ کہ خدا تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ وہ اپنی محبت عطا فرمادیں یہ پانچ جز کا نسخہ ہے اسکو استعمال کرکے دیکھئے انشاء اللہ تعالیٰ بہت تھوڑے دنوں میں خدا تعالیٰ سے کامل محبت ہو جائیگی اور تمام امراض باطنی سے

۲۲

نجات حاصل ہو جائیگی۔

خشوع کا حاصل کرنا بہت ضروری ہے

خشوع کہ عمل قلب ہے ہم میں بہت کم پایا جاتا ہے حالانکہ یہ ساری طاعت کا راس ہے مگر ہم لوگ اسکی ذرا فکر اور اہتمام نہیں کرتے اور ہماری اس حالت فقدان خشوع کی شکایت نہایت صاف لفظوں میں قرآن شریف میں بھی فرماتے ہیں۔

الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔ | کیا وقت نہیں آیا مسلمانوں کیلئے اس بات کا کہ اُن کے دل عاجزی کریں اللہ کی یاد کے وقت

یعنی کیا مسلمانوں کیلئے ہنوز وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے قلب خشوع کرنے لگیں اور ظاہر ہے کہ شکایت اُس امر کے ترک پر ہوتی ہے جسکا کرنا نہایت ضروری ہے اور واجب ہو تو معلوم ہوا کہ خشوع نہایت ضروری عمل ہے اور اُسکا مقابل قساوت ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہٖ فویل للقسیۃ قلوبہم من ذکر اللہ | بھلا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے کھولدیا اسلام کیلئے پس وہ اپنے پروردگار کی جانب سے روشنی پر ہے اُن سخت دل کی برابر ہو سکتا ہے تو افسوس اُنکو جنکے دل سخت ہیں یاد الٰہی سے۔

اور آگے فرماتے ہیں۔

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ | اللہ نے نازل فرمایا بہتر کلام ایک کتاب کہ جسکی بعض باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں دوہرائی ہوئی کہ رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اُسکے سننے سے ان لوگوں کی کھال پر جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے پھر نرم ہو جاتی ہیں اُنکی کھالیں اور دل اللہ کی یاد میں۔

تو اس آیت میں قساوت کا مقابل لین کو فرمایا ہے اور لین وہی خشوع ہے تو معلوم ہوا کہ خشوع کا مقابل قساوت ہے اور قساوت کے بارے میں حدیث میں ارشاد ہے۔

ان ابعد شیٔ من اللہ القلب القاسی۔ | سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سخت دل دور ہے

تو خشوع کی تاکید کرنا جیسا کہ سابق کی آیت میں ہے اور قساوت کی مذمت کرنا جسکا حاصل خشوع کے ترک پر مذمت کرنا ہے جیسا مابعد کی آیت میں ہے اس سے زیادہ اور اس کے ضروری اور واجب ہونیکے لئے کیا چاہئے پس ہر عالم اور طالب علم کیلئے لازم ہے کہ وہ قلب میں خشوع

پیدا کرے اور اسکے ظاہری آثار یہ ہیں کہ جب چلے گردن جھکا کر چلے بات چیت میں معاملات میں سختی نہ کرے غیظ اور غضب میں مغلوب ہو انتقام کی فکر میں نہ ہے علی ہذا اور ان کو آثار اسلئے کہا کہ جب قلب میں خشوع کی صفت ہو گی تو جوارح پر اسکا اثر ضرور پڑیگا حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ۔

حکایت حضورؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا حضورؐ نے فرمایا کہ اگر اسکے قلب میں خشوع ہوتا تو یہ ایسا ہرگز نہ کرتا اب اسکی ضرورت اور آثار معلوم ہو جانیکے بعد دیکھ لیجئے کہ آیا ہمارے قلب میں خشوع ہے یا نہیں اور ہم ان تخشع قلوبہم کے مضمون میں داخل ہیں یا نہیں اور ہمارے قلوب میں ترفع اور شیخی تو نہیں پائی جاتی ہیں اگر ہمارے قلوب میں خشوع ہے تو کیا وجہ کہ اُسکے آثار نہیں پائے جاتے اسکی کیا وجہ کہ ہمکو اپنا کام خود کرنے سے یا کسی مسلمان کا کام کرنے سے عار آتی ہے۔ صاحبو! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تو کوئی مخدوم نہیں ہے پھر دیکھ لیجئے کہ حضور کی کیا حالت تھی فرماتے ہیں انی اکل کما یاکل العبد کہ میں کھانا اس طرح کھاتا ہوں جیسے کوئی غلام کھاتا ہے جسمیں تجبر اور تکبر کا نام نہیں ہوتا حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکڑو بیٹھکر کھانا کھاتے تھے چلنے پھرنے کی یہ حالت تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی آگے نہ چلتے تھے بلکہ کچھ صحابہ آگے ہوتے تھے اور کچھ برابر میں ہوتے تھے اور کچھ پیچھے ہوتے تھے اور یہ کسی کا آگے اور کسی کا پیچھے چلنا بھی کسی خاص نظم اور ترتیب سے نہیں تھا جیسے آجکل بادشاہوں اور بڑے لوگوں کی عادت ہے کہ جب چلتے ہیں تو باقاعدہ کچھ لوگ اُنکی عزت وشان بڑھانے کو اُن کے آگے پرا جمائے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ اُن کے پیچھے ہوتے ہیں سو یہ نہ تھا بلکہ جس طرح بے تکلف احباب ملے جلے چلتے ہیں کہ کبھی کوئی آگے ہو گیا اور کبھی کوئی آگے ہو گیا اس طرح چلتے تھے لباس کی یہ شان تھی کہ ایک ایک کپڑے میں کئی کئی پیوند لگا کر پہنتے تھے آرام کرنے کی یہ حالت تھی کہ ٹاٹ کے اوپر آرام کرتے تھے معاشرت کی یہ حالت تھی کہ اپنا کاروبار خود کرتے تھے بازار سے ضرورت کی چیزیں جا کر خرید لاتے تھے غرض یہ سب افعال جو حضورؐ کے منقول ہیں تو کس لئے کیا اسلئے کہ ہم سنیں اور پروا بھی نہ کریں۔ صاحبو! جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول متبع ہے

(باقی آئندہ)

۲۴

سوال ۔ اپنے اور مرض کی طرف حضور کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں تاکہ اُسکا بھی علاج حضور کی توجہ اور حضور کی ہدایات اور تدابیر سے ہو جاوے ۔ یہ مرض مرض ریا ہے اکثر لوگوں کے ساتھ سلوک اسوجہ سے کرنا چاہتا ہوں کہ وہ میری تعریف کریں اور جس شخص کے متعلق علم ہو جاتا ہے کہ وہ میرا معرف ہے اُس کے ساتھ اور سلوک اور احسان کرنے کو جی چاہتا ہے اور کرتا ہوں اور نہایت ادب اور اخلاق سے اُس سے پیش آتا ہوں بعض اوقات صرف اسی خیال سے کہ وہ مجھکو بُرا نہ سمجھے اور لوگوں میں تعریف کرے بعض اوقات بخل کے خوف سے بھی لوگوں کے ساتھ احسان کرنا چاہتا ہوں کہ بخل کی عادت نہ ہو جائے مگر فوراً اُسی وقت ایسا خیال بھی دل میں پیدا ہو جاتا ہے کہ فلانے شخص کو یہ چیز بھیجدو تاکہ میرا معرف بنا رہے کچھ سمجھ میں نہیں کرتی کہ کون سی عادت قابل ترک ہے احسان و سلوک بدیں خیال کہ تعریف ہو یا بخل بدیں خیال کہ کسی کے ساتھ احسان نہ کروں ریا کی کیفیت یہ ہے کہ بعض اوقات صرف اس خیال سے کوئی بات کرتا ہوں تاکہ مخاطبین کو معلوم ہو کہ بڑا مذہبی آدمی ہے اور بعض اوقات اس خیال سے کرتا ہوں تاکہ جیسا حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر ایک مجمع میں صرف دنیا کی باتیں ہوں تو وہ باتیں وبال ہو جاتی ہیں اگر اُس مجمع میں دینی باتیں ہوں بعض اوقات کسی مجمع میں اگر دیکھتا ہوں کہ غیبت زیادہ ہوتی ہے اور اُس مجمع میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ غیبت کرتے ہیں اُن کو باوجود اُس کے وعید کے علم کے اُس سے عار نہیں ہے تو اُن کو چند حدیثیں سناد دیتا ہوں تاکہ وہ اس سے بچیں اور مراد یہ ہوتی ہے کہ میری برائی یا میرے متعلقین کی برائی اور لوگوں سے نہ کریں بعض اوقات اگر کوئی اچھا عمل یا کوئی سلوک و احسان یا کوئی عبادت کرتا ہوں تو ظاہراً اس امر کی کوشش کرتا ہوں کہ کسی کو میری زبان سے میری اچھی بات معلوم نہ ہو جائے مگر درپردہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی اور طریقہ اور کسی اور ذریعہ سے لوگوں کو علم ہو جائے مثلاً آج کل قضا کے روزہ رکھ رہا ہوں زبان سے قصداً کسی سے کہنا نہیں چاہتا ہوں مگر درپردہ یہ بھی خواہش ہے کہ جن لوگوں کو مجبوراً معلوم ہو گیا ہے اُن کے ذریعہ سے اور لوگوں کو بھی جنکو اسوقت تک علم نہیں ہے معلوم ہو جائے اور وہ لوگ مجھکو نہایت پرہیزگار اور متقی سمجھیں حالانکہ جیسا حضور کو علم ہے کہ تقوی کے قریب بھی میں ابتک نہیں پھٹکا ہوں

ان سب معاملات کی جو ذہن میں آرہے تھے حضور کو اطلاع دینا ضروری سمجھتا تھا کہ یہ سب تمام امراض کا علاج ہو جاوے۔

جواب۔ اس تقریر میں جتنے اعمال حسنہ و محمودہ وطاعات لکھی ہیں اُن کو تو کسی حال میں نہ چھوڑیئے اگرچہ ریا کا خیال بھی آوے اس خیال کو دفع کرنا چاہیئے اور اگر دفع نہ ہو تو اُسکو برا ہی سمجھنا چاہیئے یہ تو اس سوال کا جواب ہے کہ کون سی عادت قابل ترک ہے الخ اب اسکی تحقیق باقی رہی کہ ریا کا کونسا خیال مذموم ہے اور کونسا غیر مذموم سو اسمیں اول یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ریا کی حقیقت کیا ہے سو اُسکی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس کا قصد مصمم کرنا اور عمل خاص اسی قصد سے کرنا کہ خلق کی رضا ہو تو یہ تو عمل ریا ہے اور یہی حرام اور گناہ اور اس کا دفع بہت سہل اور اختیاری ہے یعنی اسکا قصد نہ کرے اور ایک درجہ یہ ہے کہ اسکا قصد مصمم تو نہیں ہوا تھا مگر اُسکو دفع کردیا لیکن خیال اور وسوسہ اور حدیث النفس باربار عود کرتا ہے اور یہ شخص اُسکو برا سمجھتا ہے اور بالکلیہ دفع کرنا چاہتا ہے مگر کامیاب نہیں ہوتا سو یہ درجہ امر طبعی ہے اور یہ ریا نہیں وسوسۂ ریا ہے جو نہ معصیت ہے نہ مضر اور نہ اسکا ازالہ واجب ہے اور اسکا ازالہ دشوار بھی ہے حتی کہ قریب قریب غیر اختیاری ہے پس اب اپنا حال دیکھا جاوے اور فیصلہ کیا جاوے۔

سوال۔ کیفیت یہ ہے کہ تھوڑے عرصے سے قلب پر کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کچھ سوزش کہوں یا آگ کہوں ہر وقت یہ معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی شئے رینگ رہی ہو ابتک میں نے یہ خیال کیا کہ کچھ مرض ہو اسوقت یہ خیال ہوا کہ حضور کو اطلاع دوں کہ یہ کیا بات ہو میرے واسطے مضر ہے یا مفید ہے۔

جواب۔ یہ سوزش کبھی ذکر کے اثر سے بھی ہوتی ہے اور کبھی مرض سے اول طبیب سے رجوع کرنا چاہیئے اگر وہ مرض سے اطمینان دلادیں تو پھر دستور العمل ذیل کا اختیار کریں۔

نمبر ۱ جہر اور ضرب کو چھوڑ دیں۔ نمبر ۲ ذکر کے بعد ایک ہزار بار یا باسط پڑھیں نمبر ۳ درود شریف گیارہ بار بعد ہر نماز کے پانی پر دم کرکے پیا کریں نمبر ۴ حق تعالیٰ کی رحمت کے مضامین کا مطالعہ کیا کریں۔ اگر کتاب کیمیائے سعادت یا اُس کے ترجمہ اکسیر ہدایت کا باب الرجاء یعنی امید کا باب مطالعہ کریں تو مناسب ہے نمبر ۵ مفرحات و مقویات قلب کا استعمال رکھیں اور

بعد ایک ہفتہ کے پھر اطلاع دیں۔

حال۔ میرے مزاج کے اندر دو ایک بات جدید پیدا ہو گئی ہیں کہ ایک غصہ بہت جلد پیدا ہو جاتا ہے کہ جسکی وجہ مجھکو خود پشیمانی اٹھانی پڑتی ہے دیگر دل ایک قسم کا اُچاٹ سا رہتا ہے طبیعت یکسو حالت پر نہیں رہتی ہے میرے واسطے حضور دعا فرمائینگا کہ خداوند کریم اس خصلت کو رفع کرے۔

تحقیق۔ غصہ کا علاج حق تعالیٰ کے غضب اور اپنے گناہوں کو یاد کرنا ہے اور اُچاٹ ہونے کا علاج ذکر اللہ کی کثرت مع توجہ اس سے پریشانی جاتی رہے گی دعا بھی کرتا ہوں۔

حال۔ خاکسار کچھ اپنا حال عرض کرتا ہے براہ کرم اُسکو توجہ سے سن لیجئے میں کوئی غرض یا مطلب دنیوی پیش نہیں کرتا صرف تمنا ایک علاج کی ہے عرض یہ ہے کہ میرے دل کی کیفیت یکساں نہیں رہتی ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ میں خدا کا نیک اور فرماں بردار بندہ ہو کر عمر بسر کروں مگر کوئی کوشش کارگر نہیں ہوتی ایک حالت خودبخود مجھ پر ایسی واقع ہوتی ہے کہ میں پنجگانہ نماز نہایت پابندی سے پڑھتا ہوں اور نمازوں کو بہت کچھ طوالت دیتا ہوں نہایت خشوع تضرع زاری اُس میں حاصل ہوتی ہے استغفار درود شریف تلاوت کلام مجید بھی بکثرت کرتا ہوں نفس امارہ کو بھی بہت کچھ ملامت کرتا رہتا ہوں ذکر اللہ بھی مراقبہ میں قلب سے کرتا ہوں اکثر گناہوں سے بھی نفرت ہونے لگتی ہے قلب میں نور سرور بھی پیدا ہو جاتا ہے مگر دو تین ماہ یہ حالت ہو کر پھر معاملہ برعکس خود بخود ہو جاتا ہے نہ وہ نماز نہ وہ تلاوت نہ ذکر اذکار بلکہ بجائے ان کے خیالات فاسد پیدا ہو جاتے ہیں گناہوں کا ذوق وشوق بلکہ عورتوں سے بہت زیادہ تعلق کرنے کو طبیعت چاہا کرتی ہے اور طبیعت کے موافق تعلقات بھی پیدا ہو جاتے ہیں ہر وقت یہی دل کا تقاضا رہتا ہے کہ روز ایک نئی حسین عورت مقابل میں ہو غرض ان خیالات فاسد کا اس قدر زور وشور رہتا ہے کہ تمام رات ان میں محو اور غرق رہتا ہوں نیند بھی نہیں آتی ہے لیکن خیال یہ ضرور رہتا ہے اور دل بھی خائف رہتا ہے کہ ان گناہوں کے عذاب میں تو ضرور مبتلا ہوگا چنانچہ جب کوئی مصیبت یا فکر یا رنج لاحق ہوتا ہے معاً عذاب الٰہی کا گمان ہوتا ہے اور پھر دل بے غیرت شرمندہ ہوتا ہے اور آستانہ الٰہی کی

طرف جاکر پھر وہی نماز استغفار درود ذکر سب کچھ کرتا ہے پھر میں نیک لوگوں کی طرح ہو جاتا ہوں میری عمر اسوقت ۲۲ سال کی ہے یہ قبض بسط کی حالت کچھ ایسی اٹل جزو زندگی ہوتی ہے کہ اس میں فرق نہیں آتا اگرچہ قبض وبسط کی حالت قریب قریب سبکو واقع ہوتی ہے مگر نہ ایسا قبض کہ نور فطرت کو بالکل قبض کرے۔ حضور اقدس برائے خدا اس مرض مہلک کا کوئی علاج بتلا دیجئے اسی نے میری زندگی کو بالکل خراب کر دیا ہے آپ کو خدا نے اس قابل کیا ہے کہ مجھسے گم کردہ راہ کو آپ ہدایت فرماویں کوئی تدبیر ایسی بتلایئے جسمیں کاربند ہو جاؤں اور یہ گند مجھسے دور ہو میری حالت جو کچھ تھی وہ عرض کردی اکثر بزرگوں سے ملا ہوں مگر بیعت کسی سے نہیں ہوا آپ اگر قوت قدسیہ کا اثر مجھپر ڈالیں اور کچھ توجہ مجھپر فرماویں تو میری حالت درست ہو سکتی ہے نہایت امید ہے کہ آنجناب سے کچھ فیض ضرور حاصل ہوگا۔

تحقیق۔ آپ کی حالت کوئی عجیب نہیں ہر ایسا اتفاق بہت لوگوں کو ہوتا ہے سبب اسکا کم ہمتی اور علاج اسکا قوت ہمت ہے اُس قوت ہمت کی اعانت کیلئے البتہ دو تدبیریں ہیں اول درجہ کی تدبیر تو یہ ہے کہ اگر ممکن ہو کسی اہل اللہ کی خدمت میں چندے حاضر رہ کر ہر طرح اُس کا اتباع کریں اور اگر اتنی مہلت نہ ملے تو دوسرے درجہ کی تدبیر یہ ہے کہ کیمیائے سعادت روزانہ پابندی اور غور کے ساتھ دیکھا کیجئے اور وقتاً فوقتاً حالات سے اطلاع کرتے رہئے باقی قوت قدسیہ نہ میرے اندر ہے اور نہ اُس کا اثر ڈالنا مجھکو آتا ہے میں محض ایک طالب علم آدمی ہوں۔

حال۔ جناب من ذکر کلمہ شریف میں سُنا کہ کوئی کہتا ہے ظاہری تعلیم کرتے ہیں۔

تحقیق۔ اگر اسکو سُنکر فرحت و سرور ہوا تو یہ اشارہ ہے حُسن تعلیم کی طرف کہ ظاہر کی بھی رعایت کی جاتی ہے نہ کہ ملاحدہ کی طرح کہ ظاہر کا بالکل انکار ہی ہے اور اگر اسکو سُنکر توحش ہوا ہو تو یہ غلط اندازی ابلیس کی ہے کہ تعلیم سے بدگمان کرتا ہے کہ یہ محض ظاہر کی تعلیم ہے یہاں باطن کی تعلیم نہیں ہوتی اول صورت میں شکر کرنا چاہئے اور دوسری صورت میں لاحول پڑھکر دفع کرنا چاہئے۔

سوال۔ نماز کے سجدہ میں کبھی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو سر رکھدیا اور یہ خیال جاکر شہ کر سجدہ کرتا ہوں

(باقی آئندہ)

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مقتدیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالت مرض میں یہ کہا کہ میں بعد صحت دو سو روپیہ فلاں کار خیر میں دونگا بعد صحت اس پر دو سو روپیہ کا ادا کرنا لازم ہوگا یا نہیں بر تقدیر اول بباعث تنگدستی و عدم گنجائش فی الحال وہ تھوڑا تھوڑا روپیہ قسط کے طور پر بھی ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب۔ فی الدر المختار لو قال ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ او علی شاۃ اذبحھا الی قولہ لان الذبح لیس من جنسہ فرض فی رد المحتار ھذا التعلیل لصاحب البحر و ینافیہ ما فی الخانیۃ قال ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرئ لا یلزمہ شئ الا ان یقول فللہ علی ان اذبح شاۃ اھ وھی عبارۃ متن الدرر وعللھا فی شرحہ بقولہ لان اللزوم لا یکون الا بالنذر والدال علیہ الثانی لا الاول اھ ثم قال لکن فی البزازیۃ ایضا ان عوفیت صمت کذا لم یجب ما لم یقل للہ علی وفی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت کذا فانا احج ففعل یجب علیہ الحج اھ الی اخر ما قال واطال ج ۳ صفحہ ۱۰۲

در مختار میں ہے کہ اگر کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض سے شفا پا گیا تو ایک بکری ذبح کرونگا یا یہ کہا کہ میرے ذمہ ایک بکری ہے کہ میں اسکو ذبح کرونگا اسکے قول تک کہ اسلئے کہ ذبح کی قسم میں سے کوئی شے فرض نہیں ہے رد المحتار میں ہے کہ یہ تعلیل صاحب بحر کی ہے اور خانیہ میں جو مضمون ہے وہ اسکے خلاف ہے چنانچہ وہ مضمون یہ ہے کہ اگر کہا کہ اگر میں اچھا اس مرض سے شفا پا گیا تو ایک بکری ذبح کرونگا پس شفا پا گیا اسپر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی مگر جب کہ یوں کہے کہ پس واسطے اللہ کے میرے ذمہ یہ ہے کہ میں ایک بکری ذبح کرونگا اھ اور یہ عبارت درر کے متن کی ہے اور صاحب درر نے اس عبارت کی اپنی شرح میں اس قول سے اس طرح علت بیان کی ہے کہ اسلئے کہ لزوم بدون نذر کے نہیں ہوتا اور لزوم پر قول ثانی دال ہے نہ اول اھ پھر کہا کہ لیکن بزازیہ میں بھی ہے کہ اگر اچھا ہو گیا میں تو اتنے روزے رکھونگا اس کہنے سے واجب نہیں ہوں گے جبتک کہ یوں نہ کہے کہ اللہ کے واسطے مجھ پر ہیں اور استحسان میں واجب ہو جاویگا اور اگر یہ کہا کہ اگر میں نے ایسا کام کیا تو میں حج کرونگا تو اوسپر حج واجب ہوگا صاحب بزازیہ نے اس بحث کو بہت طویل لکھا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ علی الراجح یہ نذر صحیح ہو جاویگی اور اگر ایکدم سے نہ دے سکے تو تھوڑا تھوڑا بھی دینا جائز ہے۔

فی رد المحتار وان لم یجب غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ

رد المحتار میں ہے کہ اگر سوائے اس مال کے اور کچھ نہ رکھتا ہو تو اپنی گذر کے لائق روک لے پھر جب اور مال کا مالک ہو جاوے تو جسقدر پہلے روک لیا تھا

ای بقدر ما امسك كذا سیاتی فی متفرقات القضاء انشاء اللہ تعالیٰ ج ۳ صفحہ ۱۹	اور تاصدقہ کردے جیسے کہ عنقریب قضا کے متفرق مسائل میں آویگا انشاء اللہ تعالیٰ ج ۳ صفحہ ۱۹

البتہ اگر اس شخص کا کل اثاثہ منقول و غیر منقول سب ملا کر بھی ہزار روپیہ کا نہو تو سوال پھر کرنا چاہئے اور یہ لکھنا چاہئے کہ اس کا کل مال کیا کیا اور کس کس قیمت کا ہے۔

سوال۔ زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہوا کچھ عرصہ تک وہ اُس کے ہمراہ رہی پھر اُس نے ایک دوسری عورت سے نکاح کرلیا اور اُس نے یہ بھی لکھدیا کہ اگر دو مہینہ تک بھی میں خرچ نہ دونگا تو ہندہ میرے نکاح سے باہر ہے آج تخمیناً نو ماہ گذر چکے ہنوز اُس نے ایک ماہ کا بھی خرچ نہ روانہ کیا آیا کیا یہ ہندہ اُس زید کے نکاح سے باہر ہو گئی یا نہیں اور اس عرصہ میں عورت کو آٹھ حیض آچکے۔

جواب۔ جب اُس نے دو ماہ خرچ نہیں دیا وہ مطلقہ ہو گئی اور چونکہ اُس کے بعد رجعت بھی نہیں کی گئی اور اسکو تین حیض بلکہ زیادہ آچکے پس عدت بھی گذر گئی اس لئے اسکو دوسرا نکاح جائز ہے۔

لما فی الدر المختار لست لك بزوج او لست لی بامرأة او قالت له لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواه وفی رد المحتار قوله طلاق ان نواه لان الجملة تصلح لانشاء الطلاق كما تصلح لانكاره فيتعين الاول بالنية الی قوله واشار بقوله طلاق الی ان الواقع بهذه الكناية رجعی كذا فی البحر من الكنايات ج ۲ صفحہ ۴۴۳ قلت ولما قامت القرينة ههنا علی كون الكلام للانشاء كما يدل عليه التعليق تعين كونه انشاء فيقع بلا نية	یہ اسلئے کہ درمختار میں ہے کہ اگر مرد نے کہا کہ میں تیرا خاوند نہیں ہوں یا یوں کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے یا عورت نے کہا کہ تو میرا خاوند نہیں ہے۔ اسپر مرد نے کہا کہ تو نے سچ کہا یہ الفاظ طلاق ہیں اگر نیت طلاق کی ہو اور رد المحتار میں ہے کہ درمختار کا جو یہ قول ہے کہ یہ الفاظ طلاق ہیں الخ اسکی دلیل یہ ہے کہ یہ جملہ جیسے کہ انکار طلاق کی صلاحیت رکھتا ہے ویسے ہی انشاء طلاق کی صلاحیت بھی رکھتا ہے پس نیت سے شق اول متعین ہو گئی رد المحتار کے اس قول تک کہ اشارہ کیا ہے درمختار نے اپنے اس قول سے کہ یہ الفاظ طلاق ہیں الخ اس بات کی طرف کہ اس کنایہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اسی طرح بحر کے کنایات میں ہے ج ۲ صفحہ ۴۴۳ اور میں کہتا ہوں کہ جب قرینہ کلام کے انشاء ہونے پر قائم ہو گیا جیسا کہ تعلیق میں دلالت کی تو اسکا انشاء ہونا متعین ہو گیا پس بلا نیت طلاق واقع ہو گی۔

اور اسکی آب پاشی نہیں ہوتی اور بعض حصہ آراضی کی آبپاشی چاہات وتالاب وغیرہ سے ہوتی ہے اور بعض حصہ اراضی کی پیداوار بارش وآبپاشی دونوں سے ہوتی ہے یعنی صرف بارش پر اکتفا کرنے سے پیداوار کم ہوتی ہے اور اگر اُسمیں آبپاشی کردی جاوے تو پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس اراضی کی آبپاشی ہوا کرتی تھی مگر وقت پر بارش ہونے سے آبپاشی کی ضرورت رفع ہوجاتی ہے تو ان صورتوں میں بر تقدیر وجوب عشر عشر واجب ہوگا یا نصف عشر۔

جواب۔ (۱) ضبط کرنیکے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک قبضہ مالکانہ اگر یہ ہوا ہے تو وہ اراضی عشری نہیں رہی۔ دوسرا قبضہ ملکانہ وحاکمانہ ومنتظمانہ اور احقر کے نزدیک قرائن قویہ سے اسی کو ترجیح ہے اگر ایسا ہوا ہے تو اراضی عشریہ بحالہا عشری رہیں البتہ اگر پہلے سے وہ ارض عشری نہ تھی یا سرکار نے کوئی دوسری زمین اسکی زمین کے عوض میں دیدی یا کسی صلہ میں اسکو کوئی زمین دی سو چونکہ وہ دینے کے قبل استیلاء سے سرکار کی ملک ہوگئی تھی لہذا وہ عشری نہ رہی

(۲) والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولہما ناخذ وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما بالحصۃ در مختار۔

اور عشر واجرت پر دینے والے کے ذمہ مثل خراج موظف کے ہے اور صاحبین نے کہا ہے کہ اجرت پر لینے والے کے ذمہ ہے مثل اُس مسلمان کے جس نے زمین کو عاریت لی ہو اور حاوی میں ہے کہ صاحبین کے قول کے موافق عمل کرتے ہیں اور مزارعت میں یہ ہے کہ اگر بیج مالک زمین کا ہے تب تو اسکے ذمہ ہے اور اگر کام کرنے والے کا ہے تو ان دونوں پر حصہ رسد ہوگا درمختار

اس سے معلوم ہوا کہ اگر زمین کرایہ پر ہے تو بقول مفتی بہ کاشتکار پر ہے اور اگر بٹائی پر ہے اور تخم بھی کاشتکار کا ہے تو زمیندار اور کاشتکار دونوں پر اپنے حصہ کے قدر ہے۔

(۳) ویجب (ای العشر) فی مسقی سماء اوسیح کنہر الی قولہ ویجب نصفہ فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیۃ ای دولاب لکثرۃ المؤنۃ وفی کتب الشافعیۃ اوسقاہ بماء اشتراہ وقواعدنا لاتاباہ ولو سقی

اور واجب ہوگا عشر اُس زمین میں جسکی آبپاشی بارش یا پانی جاری مثل نہر وغیرہ سے ہوتی ہو درمختار کے اس قول تک اور واجب ہے بیسواں حصہ اُس زمین میں جسکی آبپاشی غرب یعنی بڑے ڈول یا دالیہ یعنی دولاب سے ہوتی ہو اخراجات کی کثرت کی وجہ سے اور شافعیہ کی کتابوں میں ہے کہ یا اُسکو پانی خریدے ہوئے سے آبپاشی کی ہو اور ہمارے قواعد بھی اس سے آبی نہیں اور اگر آب رواں سے

(باقی آئندہ)

وفیہ اشارۃ الی انہ لوسد صاحب الخطیرۃ علیہا ملکہا امابمجرد الاجتماع فی ملکہ فلا کمالوباض الطیر فی ارض انسان اوفرخت فانہ لایملک لعدم الاحراز۔

اوراس میں اشارہ ہے اس بات کیطرف کہ اگر چھوٹے تالاب والے نے اُس کے اوپر بند لگا دیا تو وہ ان مچھلیوں کا مالک ہو جاویگا لیکن صرف اُسکی ملک میں جمع ہونے سے مالک نہیں ہوگا جیسے کہ کسی شخص کی زمین میں پرندہ نے انڈے یا بچے دیدیے تو وہ اُنکا انکو اپنے قبضہ میں نہ کرنیکی وجہ سے مالک نہیں ہوگا۔

اورخطیرۂ صغیرہ کے مدخل کو جب بند کر دیا جاوے تو مالک اُس کا باندھنے والا ہے اسی طرح اگر کبیرہ ہو تو محض بند ڈالدینے سے باندھنے والا مالک ہو جاتا ہے یا نہیں اگر مالک ہو جاتا ہے تو ایک ندی فرض کیجائے کہ خط (ا) سے نکلی اور کئی کوس تک جا کر کسی بڑے دریا میں ملگئی اب اُس ندی کو چار پانچ کوس کے بعد عرضًا باندھ دیا تو جسقدر آب محاط کے اندر مچھلیاں ہیں ان سے زید لوگوں کو روک سکتا ہے اور مالک اُنکا عندالشرع قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں اور خطیرۂ صغیرہ کی عندالشرع کیا مقدار ہے۔

جواب۔ یہاں دو حکم الگ الگ ہیں ایک تو مچھلی کا ملک میں داخل ہونا دوسرا ملک میں داخل ہونیکے بعد بیع کا جائز ہونا سو حکم اول کے لئے قبضہ و احراز شرط ہے جسکی ایک صورت یہ ہے کہ مچھلی کو پکڑ کر ڈالدے اور ایک صورت یہ ہے کہ اُن کے از خود جمع ہو جانے کے بعد بند لگا دے جس سے وہ خروج پر قادر نہ ہوں عینی کی عبارت مذکورہ فی السوال اس کے متعلق ہے اور اسمیں صغیرہ و کبیرہ کی کوئی قید نہیں اور حکم ثانی کیلئے قدرت علی التسلیم شرط ہے جسکی ایک صورت یہ ہے کہ خطیرہ سے نکالکر کسی ظرف میں رکھی ہوئی ہو دوسری صورت یہ کہ خطیرہ صغیرہ میں ہو کہ جب چاہیں بلا تکلف پکڑ لیں عنایہ کی عبارت مذکورہ فی السوال اس کے متعلق ہے اور اس میں صغیرہ کی قید ہے پس عینی و عنایہ میں تطابق موقوف نہیں ہے اس پر کہ عینی میں بھی صغیرہ مراد لیا جاوے پوری عبارتیں دیکھنے سے یہ امر بالکل واضح ہے پس لیکھدے جن کا ذکر سوال میں ہے اُن میں تفصیل یہ ہے کہ جو ندی سے متصل ہوں اور ندی سے اُنمیں مچھلی آنیکے بعد اُسکے مدخل کو بند کر دیتے ہیں اُنکی مچھلی ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔

کما ذکر فی العنایہ والعینی لوسد صاحب

جیسا کہ عنایہ اور عینی میں مذکور ہے کہ اگر چھوٹے تالاب

الخطیرۃ علیہا ملکہ اھ ولو سد موضع الدخول حتی صار بحیث لا یقدر علی الخروج فقد صار آخذا لہ اھ

اُسپر بند لگادے تو اُسکا مالک ہوجاویگا اور اگر اندر آنے کا رستہ بند کردیا حتی کہ وہ ایسا ہوجاتا کہ نکلنے پر قدرت نہو تی تو اُسکا لینے والا ہوجاویگا۔

اور جو بند نہیں کیا خود ندی سے اُسکا اتصال جاتا رہا تو اسمیں دیکھنا چاہئے کہ اُس تالاب کو آیا اس غرض کیلئے پہلے سے مہیا کیا گیا تھا یا نہیں اگر مہیا کیا گیا تھا تو بدون بند کئے ہوئے بھی ملک میں داخل ہوجاویگی ورنہ نہیں۔

فی فتح القدیر فان کانت لہ حظیرۃ فدخلہا السمک فاما ان یکون اعدہا لذلک اولا فان کان اعدہا لذلک فما دخلہا ملکہ ولیس لاحد ان یاخذہ الی قولہ ان لم یکن اعدہا لذلک لا یملک ما یدخل فیہا فلا یجوز بیعہ لعدم الملک الخ۔

فتح القدیر میں ہے کہ اگر اُسکے لئے چھوٹا تالاب ہو اور اسمیں مچھلی گھُس گئی پس دو صورتیں ہیں یا تو اُس چھوٹے تالاب کو اُس کام کیلئے تیار کیا ہوگا یا نہ تیار کیا ہوگا اگر تیار کیا ہو تو جو اسمیں داخل ہوگی اُسکا مالک ہوجاویگا اور کسی کو حق نہیں ہے کہ اُسے لے فتح القدیر کے اس قول تک کہ اگر اس کام کیلئے نہ تیار کیا ہو تو جو اُس میں داخل ہوگی اُسکا مالک نہوگا اسلئے ملک نہونے کی وجہ سے اُسکی بیع بھی ناجائز ہوگی۔

اور جو ندی سے متصل نہیں بارش کے پانی سے بھر جاتے ہیں اور مچھلیاں یا تو اُن میں پیدا ہوجاتی ہیں یا ادہر اودہر سے جمع ہوجاتی ہیں اُن میں بند لگانیکا تو تحقق ہی نہیں ہوتا اب صرف یہ دیکھا جاویگا کہ آیا اُسکو پہلے سے اس کام کیلئے مہیا کر رکھا تھا یا نہیں صورت اولی میں مچھلی ملک میں داخل ہوجاویگی اور صورت ثانیہ میں نہیں وقد ذکر دلیلہ[ف٥] انفا یہ تو تفصیل ہوئی مچھلیوں کے مملوک وغیر مملوک ہونے میں اب جواز بیع بمعنی صحت وعدم فساد کیلئے مملوک ہونیکے بعد یہ شرط ہے کہ وہ مقدور التسلیم ہو چونکہ خطیرہ کبیرہ میں یہ قدرت نہیں ہے اس لئے اُسکے لئے خطیرہ کا صغیرہ ہونا شرط ہوگا چنانچہ فتح القدیر میں بھی بعد عبارت لیس لاحد ان یاخذہ کے جو کہ دال ہے سمک کے مملوک ہوجانے پر یہ عبارت ہے۔

ثم ان کان یوخذ بغیر حیلۃ اصطیاد جاز بیعہ لانہ مملوک مقدور التسلیم مثل السمکۃ فی حب وان لم یکن

پھر اگر وہ بغیر کسی حیلہ کے اور شکار کرنیکے پکڑی جاسکتی ہو تو اُسکی بیع جائز ہے اسواسطے کہ وہ مملوک ہے اور اسکا تسلیم کرنا قدرت میں ہے جیسے کہ کسی مٹکے میں مچھلی ہو اور اگر بدون

(باقی آئندہ)

٦

ف٥ اور اسکی دلیل بھی گذر چکی ہے۔ ۱۲

(۱۸) ایک طالب علم نے سوال کیا کہ حدیث میں جو محاجہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وارد ہوا ہے ایسا جواب تو ہر شخص دے سکتا ہے کہ میری تقدیر میں یوں ہی تھا فرمایا کہ جس فعل کے متعلق محاجہ ہوا تھا دو جہتیں ہیں جنمیں ایک مقتضی ہے عدم ملامت کی اور وہ تقدیر الٰہی ہے اور دوسری مقتضی ہے ملامت کی اور وہ اختیار عبد ہے سو جہاں ملامت سے انزجار مقصود نہو محض ملامت ہی مقصود ہو وہاں تو پہلی جہت پر نظر کی جاویگی اور ملامت نہ کیجاویگی جیسے سزائے کنیزک کے بعد لاتثریب علیہا حدیث میں آیا ہے اور جہاں انزجار مقصود ہو وہاں دوسری جہت کے مقتضاء پر عمل ہوگا اور ظاہر ہے کہ اُس عالم میں ملامت سے انزجار مقصود نہیں پس پہلی جہت کے مقتضاء پر عمل کیا جاویگا یہ معنی ہیں قول علیہ السلام کے افتلومنی الخ اسی وجہ سے حضرت آدم غالب آئے اور گو موسیٰ علیہ السلام کو ملامت ہی مقصود تھی مگر براہ تحقیر نہیں بلکہ براہ تعجب عرض کیا گیا کہ اُس عالم میں تو کشف بڑھ جاتا ہے پھر حضرت موسیٰ نے کیوں ایسی گفتگو کی اور یہ مسئلہ کیونکر مخفی رہا کہ عدم انزجار کے موقع پر ملامت نہ چاہئے فرمایا کہ کشف محیط تو نہیں ہوتا

(۱۹) فرمایا کہ طاعون کے متعدی ہونے میں باہم ڈاکٹروں کا اختلاف ہے ایک ڈاکٹر نافی تعدیہ نے اس مرض کے کیڑے نکالکر اپنی کھال میں شگاف دیکر اُس کے اندر رکھ لئے جب بھی اُسے طاعون نہوا۔ علیٰ ہذا ایک بنگالی نے اپنے بیٹے کے کپڑوں کو خوب استعمال کیا اور وہ بیٹا مرض طاعون میں مرچکا تھا جس کا اُسکو سخت صدمہ ہوا تھا چاہا کہ میں بھی مرجاؤں اس لئے بیٹے کے اُن کپڑوں کو جو مرض طاعون میں اُس نے استعمال کئے تھے خوب استعمال کیا تاکہ مرض متعدی ہو کر ہلاک کر دے مگر وہ نہ مرا یہ بنگالی ہندو تھا۔

(۲۰) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ اگر کسی کو ظالموں سے بھاگ کر پوشیدہ ہونا مقصود ہو تو اپنے مقام سے قریب جگہ پوشیدہ ہو اس لئے کہ لوگ دور تلاش کیا کرتے ہیں قریب نہیں تلاش کرتے اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غار ثور میں پوشیدہ ہونے سے استدلال فرمایا کہ وہ مکہ سے تین میل پر ہے اور آپ مکہ سے وہاں تشریف لے گئے تھے۔

(۲۱) فرمایا علماء کو سوائے خدمت علمیہ کے کوئی ذریعہ معاش کا اختیار کرنا مناسب نہیں اگر قوت توکل ہو تو احتساباً و الا اجارۃً اسی خدمت کو انجام دیں۔

(۲۲) فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ سے میری عقیدت اضطراری ہے اور دیگر بزرگوں سے استدلالی۔

(۲۳) وما علمناه الشعر وما ینبغی لہ | اور نہیں سکھایا ہمنے انکو شعر اور نہ ان کی شان کے مناسب تھا

کی تحقیق میں فرمایا کہ اس جگہ شعر سے مراد عام ہے ان مضامین خیالیہ کو بھی جنکو شعراء اکثر اپنے اشعار میں بیان کیا کرتے ہیں اور اصطلاح منطق میں اسکو شعر سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور وجہ اس تفسیر کی یہ بیان کی کہ ان ھو ذکر الخ اس تفسیر کا مقتضی ہے اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر سے مراد کوئی ایسا مضمون ہے جو ذکر اور پند کی شان کے خلاف ہو باقی یہ کہ پھر شعر اصطلاحی کی نفی اس سے کیونکر ہوگی حالانکہ اسکی نفی مجمع علیہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ آیہ میں جو نفی شعر کی علت فرمائی ہے وما ینبغی لہ اس علت سے یہ حکم ان اشعار اصطلاحیہ کو بھی شامل ہو جو محمود ہوں اس لئے کہ غیر اصطلاحی کو ملکہ ہوتا ہے غیر واقعی کو مؤثر بنانیکا سو آپ اگر شاعر اصطلاحی ہوتے گو آپ کے اشعار محمود ہی ہوتے تب بھی شبہ پڑتا ہے کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیقہ شعر گوئی سے قرآن مجید تصنیف کرلیا ہو اور قرآن مجید میں یہ تاثیر اس شاعری کا اثر ہو اور اس حکم کا نظیر قرآن مجید ہی میں موجود ہے اور وہ یہ آیت ہے وما کنت تتلو من کتب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون الخ

(۲۴) فرمایا کہ ہمت اور توجہ کی تاثیر کیلئے محل کی قابلیت شرط ہے اور اس قابلیت کا تتمہ یہ ہے کہ متاثر کا قصد ہو کہ اس پر اثر پڑے۔

(۲۵) احقر نے عرض کیا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی چیزوں سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے جنکو آگ سے مس ہوتا تھا اس میں حکمت یہ ہے کہ آگ کے تعلق سے اور اس میں پکانے وغیرہ سے اس شے کے اندر گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور افطار کیلئے یہ نامناسب ہے اس لئے کہ ایک تو روزہ کی گرمی پھر اس کھانے کی گرمی ہاں افطار کے بعد چونکہ گرمی کلاً یا بعضاً جاتی رہیگی پھر آگ کا پختہ کھانا نامناسب نہو گا فرمایا کہ یہ وجہ عمدہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں وہی وجہ ہو جو کہ وضو عن طعام مستہ النار میں ہے تامل۔

(۲۶) نسخ کلام[لہ] فی الصلوٰۃ کے باب میں فرمایا کہ اجماع ہے نماز میں کلام کرنے سے فساد صلوٰۃ

لہ نماز میں بات کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا۔

۱۰

اب رہا یہ کہ کوئی خاص نوع کلام کی اس حکم سے مستثنیٰ ہے یا نہیں سو اس دعوے استثنار کیلئے دلیل کی حاجت ہی سو خصم سے مطالبہ کیا جائے اور اس پر منع وارد کیا جاوے رہی حدیث ذوالیدین رض سو اگر بعد نسخ بھی ہو تب بھی اس تقریر کو مضر نہیں کیونکہ یہ خصوصیت ہو گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ آپ سے کلام کرنا مثل کلام مع اللہ تعالیٰ مبطل صلوٰۃ نہ تھا علیٰ ہذا آپکا کلام کرنا بھی کہ آپ کے لئے مثل خصائص بیشمار کے اسکا بھی خاص ہونا کچھ بھی بعید نہیں۔

(۲۷) میں نے عرض کیا کہ صحاح ستہ میں حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ آیت وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ کے نزول کے بعد ہمکو کلام فی الصلوٰۃ سے منع کیا گیا اور حدیث صحیح مرفوع میں جسکو ابن حبان رح نے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں قنوت سے ہر جگہ مراد اطاعت ہے سو وجہ تطبیق کیا ہے آیا نزول آیت کو اس نسخ میں دخل مانا جاوے جو موقوف ہی تفسیر قنوت بالسکوت پر اور اس تفسیر اور حدیث ابن حبان میں تطبیق کی کوئی صورت بیان کی جاوے یا اسکو دخل نہ مانا جاوے فرمایا ذوق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر دخل تو ہی جیسا ابن مسعود رض کا یہ قول ظاہر اس پر دال ہی فامرنا بالسکوت ونہینا عن الکلام اور یہ موقوف حکماً مرفوع ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت ہی کے سبب منع کیا اس طرح سے کہ حضور نے عدم تکلم فی الصلوٰۃ کو بھی افراد اطاعت میں شامل کیا کہ اعلیٰ درجہ کی اطاعت یہ ہے کہ کلام بھی نہ ہو محض توجہ الی اللہ تعالیٰ ہو تامل۔

(۲۸) فرمایا کہ اکثر عرف اور محاورات سب ملکوں کے یکساں ہوتے ہیں۔

(۲۹) فرمایا کہ خواجہ نجم الدین قدس سرہٗ کا لقب بوجہ اُن کے مناظر عالم ہونیکے الطامۃ الکبریٰ (بڑی قیامت) تھا پھر مختصر ہو کر کبریٰ رہگیا۔

(۳۰) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ کی کونوا ہُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی[۱] کی ایک تفسیر نہایت لطیف یہ فرماتے تھے کہ یہود و نصاریٰ سب ملکر یہ کہتے تھے کہ مذہب قدیم تو دو ہی ہیں یہودیت اور نصرانیت سو اگر اپنا پہلا مذہب بدلنا ہی ہے تو ان میں سے کسی کو اختیار کرلے اسلام محض جدید مذہب ہے اس لئے قابل اختیار نہیں جیسے کہ کوئی ہندو عیسائی ہو جاتا تو ہندو یوں کہتے

---

[۱] ہو جاؤ تم یہودی یا نصرانی ۱۲

کہ مذہب تو دو ہیں ہندو یا مسلمان اگر ہندو مذہب چھوڑنا تھا تو مسلمان ہی ہو گیا ہوتا یہ نیست کہاں سے آئی حضرت مولانا کو سلیقہ لسانی اعلیٰ درجہ کا حاصل تھا۔

(۳۱) فرمایا کہ نسبت باطنی جو صوفیہؒ کی مصطلح ہے وہ تعلق مع اللہ کا نام ہے اور اسکی فرد مطلوب وہ ہے کہ مع اطاعت احکام شرعیہ ہو جس شخص کو یہ حاصل ہو جاتی ہے اسکو معصیت میں بڑا رنج ہوتا ہے اور لذت معصیت بڑی مکدر ہو جاتی ہے اور بعد فراغت تو نہایت ندامت ہوتی ہے جو دیگر عصاۃ کو نہیں ہوتی اور اسی کا یہ اثر ہے کہ ایسے شخص سے عادۃً معصیت کا صدور بکثرت نہیں ہوتا گو اتفاقاً ہو جاتا ہے **ف** بعضوں سے معصیت عمر بھر نہیں صادر ہوتی وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء چنانچہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل کا قصہ قرۃ العیون میں ہے کہ شہادت کے قریب انھوں نے فرمایا تھا کہ جب سے اسلام لایا ہوں مجھسے کوئی گناہ صادر نہیں ہوا۔ جامع۔

(۳۲) فرمایا کہ تعویذ کو اکثر عوام موثر مستقل جانتے ہیں اسی وجہ سے مجھے تعویذ کرنے سے بڑی کراہت ہے اور دعا کے ساتھ لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے اور مجھپر توحید کا مذاق غالب ہے کہ دعا کو تعویذ پر ترجیح دیتا ہوں۔

(۳۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ نے پہونچا دیا تھا جس سے بلا التباس اصلی طریقہ سلوک کا ظاہر ہو گیا اور بحمد اللہ تعالیٰ مجھے سلوک کے طرق بلا التباس واضح ہیں اور اس فن کے سہل سہل طریقے حق تعالیٰ نے القا فرمائے ہیں۔

(۳۴) فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ ذکر محض ارضاء الٰہی کیلئے کیا جاوے اور ترتب ثمرات و حالات کی اسمیں نیت نہو البتہ ثمرات میں جو مقصود ہیں اُن کیلئے مستقلاً دعا کی جاوے باقی ذکر محض امتثالاً للامر تعمیل اور ادا لحقہ تعالیٰ کیا جاوے۔

(۳۵) فرمایا کہ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ مشہور تو ہے ولی را ولی می شناسد مگر حقیقت میں ولی را نبی می شناسد چھوٹے کا حال بڑا خوب پہچانتا ہے مساوی درجہ کا شخص نہیں پہچان سکتا اور پھر فرمایا کہ اپنے سے بڑے کا حال معلوم نہیں ہو سکتا **ف** مطلب یہ ہے کہ گو ولی کو ولی بوجہ اتحاد جنسیت فی الجملہ پہچانتا ہے لیکن پورے طور پر اُس کے حال پر عبور نہیں کر سکتا۔

(باقی آئندہ)

آیۃ فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر کی صحیح تفسیر اور تحریفات کا جواب

قال اللہ تعالیٰ فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔

پھر ہمنے وحی بھیجی موسیٰ کی جانب کہ مار اپنا عصا دریا پر پس دریا پھوٹ گیا تو ہو گیا ہر ٹکڑا جیسے ایک بڑا پہاڑ۔

اس آیۃ پر بعض عقلاء نے کلام کیا ہے اسلئے اول ہم اسکی صحیح تفسیر لکھدیتے ہیں اسکے بعد جو آپیں تاویلات فاسدہ کی گئی ہیں اُن کو معہ جواب لکھیں گے اول بطور مقدمہ سمجھنا چاہئے کہ بعصاک البحر میں بار استعانت یعنی سہارا چاہنے کے لئے ہے جیسے اردو میں بولتے ہیں کہ میں نے قلم سے لکھا یعنی قلم کے سہارے سے دوسرے یہ کہ فا جو انفلق میں ہے فا فصیحہ ہے اور عربی زبان کا قاعدہ اس فار کے متعلق یہ ہے کہ یہ جس فعل پر آتی ہے اُس کا معطوف علیہ کلام میں محذوف ہوتا ہے اور وہ یہاں فضرب (پس مارا) ہے اور یہ فار سببیت کا فائدہ دیتی ہے پس صحیح ترجمہ آیۃ کریمہ کا یہ ہوا کہ پھر وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کو کہ اپنے عصا سے دریا کو مار چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے مارا اور وہ دریا موسیٰ علیہ السلام کے مارنے سے پھوٹ گیا اور ہر ٹکڑا مانند بڑے پہاڑ کے تھا فار فصیحہ سے پہلے معطوف علیہ کے حذف ہونیکی بہت نظیریں ہیں چند نظیریں لکھی جاتی ہیں (۱) فاوحینا الی موسیٰ ان الق عصاک فاذا ہی تلقف ما یافکون یعنی پھر ہمنے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اپنا عصا ڈالدیجئے موسیٰ علیہ السلام نے ڈالدیا تو وہ اُن چیزوں کو نگلتا تھا کہ جو اُن ساحروں نے بنائیں تھیں اس آیۃ میں فاذا ہی پر فار فصیحہ سے پہلے معطوف علیہ القاہا (ڈالدیا اُسکو) محذوف ہے (۲) واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین فالتقطہ ال فرعون۔ یعنی ہمنے موسیٰ کی ماں کو وحی بھیجی کہ موسیٰ کو دودھ پلا اور جس وقت تجھکو اُسپر خوف ہو تو اُسکو دریا میں ڈالدے اور

خوف اور رنج مت کر اسواسطے کہ ہم اُسکو تیرے پاس واپس کرنیوالے ہیں اور اُسکو پیغمبروں میں سے کرنیوالے ہیں پس اُسکو آلِ فرعون نے اٹھالیا (یعنی موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اُن کو دریا میں ڈالدیا تو اُنکو آلِ فرعون نے اُٹھالیا) اس آیت میں بھی فالتقطہ پر فار فصیحہ ہے اور اُسکا معطوف علیہ محذوف ہے جیسا کہ ترجمہ میں غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔

(۳) فاقتلوا انفسکم ذٰلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم یعنی اپنی جانوں کو قتل کرو یہ تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک زیادہ بہتر ہے پس رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے اُن پر (یعنی تم نے اس حکم کو مانا تو اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا) اس آیت میں فتاب علیکم کی فار فصیحہ ہے اسی بنا پر اس آیت کی تفسیر میں بھی صاحب کشاف اور بیضاوی اور امام رازی اس فار کو فار فصیحہ اور اسکے معطوف علیہ کو محذوف مانتے ہیں اور وجہ اس حذف کی یہ ہے کہ بدون اُسکے ذکر کیے بھی اُسپر دلالت ہوتی ہے اور نیز اُسی میں اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے امتثال امر میں توقف نہیں کیا یہ اس آیت کی صحیح تفسیر ہے جو مفسرین نے لکھی ہے جس سے صاف معلوم ہوگیا کہ دریا کا پھٹنا عصا کے مارنے کی وجہ سے ہوا اور یہ فار فار عاطفہ ہے جو معنی سببیت کو متضمن ہے جیسے ضربتہ فبکیٰ با کسرتہ فانکسر اب اسکے متعلق عقلاء زمان کی طرف سے جو ہذیان سرائی ہوئی ہے وہ بھی قابل ملاحظہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مفسرین اس جملہ کو بطور شرط وجزا کے قرار دیتے ہیں کہ شرط گویا علت ہے اور جزا اس کا معلول ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں اسلئے کہ انفلق ماضی کا صیغہ ہے اور عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب ماضی جزا میں واقع ہوتی ہے تو اسکی دو حالتیں ہوتی ہیں اگر ماضی اپنے معنی پر نہیں رہتی بلکہ شرط کی معلول ہوتی ہے تو اسوقت اس پر ف نہیں لاتے اور جبکہ وہ اپنے معنی پر باقی رہتی ہے اور جزا کی معلول نہیں ہوتی تب اُس پر ف لاتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس آیت کو شرط وجزا سے کچھ بھی مس نہیں یہاں کوئی شرط نہیں ہے نہ ملفوظ نہ مقدر جسکی فانفلق جزا ہو اور نہ یہ فار فار جزائیہ ہے جیسا کہ ہماری اوپر کی تقریر سے صاف ظاہر ہوچکا ہے اور بہ تقدیر تسلیم یہ قاعدہ عربی زبان کا جو لکھا ہے جسکی بنا پر مفسرین کے استدلال کی تغلیط کی ہے (حالانکہ مفسرین نے یہ استدلال نہیں کیا محض اتہام ہے) یہ بھی غلط در غلط ہے اس لئے کہ

سولھویں مجلس

یوم شنبہ مقام وعظ مدرسہ معمورہ - ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ

خطبہ معمولہ وادعیہ ماثورہ کے بعد حضرت شیخ المشائخ قطب العالم پیران پیر محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے اس طرح وعظ شروع فرمایا قال الحسن البصری رحمہ اللہ تعالیٰ اھینوا الدنیا فانھا واللہ لا تطیب الا بعد اھانتھا - امام ہمام سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے خادم خاص اور خلیفہ با اختصاص حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دنیا کو ذلیل وحقیر سمجھو - اور جہاں تک ہو سکے اسکی بیقدری کیا کرو کہ خدا کی قسم وہ اپنی اہانت وتحقیر کے بعد ہی لذیذ وخوشگوار بننے کی صاحبو اپنے سنا کہ سید الطائفہ صاحب باطن شیخ نے کیا فرمایا - یہ حضرات روحانی امراض کے حاذق طبیب ہیں خدا کی مخلوق پر دین اور دنیا دونوں کے متعلق شفیق ہیں - اہل دل ہیں اور دنیا اور دنیا کی تمام اشیاء کی حقیقت سے پورے آگاہ ہیں - یہ حضرات چاہتے ہیں کہ تمہاری دنیا بھی بالطف گذرے اور وہ پریشانیاں جنہیں دنیا داروں کو تم رات دن مبتلا دیکھتے ہو تمہارے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں بنیاد جتنی گہری کھودی جائیگی اسی قدر مکان مضبوط تعمیر ہوگا اور دمل میں جسقدر جلد شگاف دیکر اسکا مواد باہر نکالا جائیگا اُسی قدر جلد آرام وسکون حاصل ہوگا دنیا داروں نے درحقیقت دنیا کی حقیقت کو نہ سمجھا اور اسلئے وہ اسکو محبوب بناکر اسکے سامنے سر جھکانے اور اسکی خوشامد میں لگکر اسکی چاہ میں دوڑ دھوپ کرنے لگے پس جتنا وہ دنیا سے لگے لپٹے اُسیقدر دنیا نے انکو دھتکارا - اور ذلیل وخوار کیا اور جتنا وہ دنیا کے پیچھے چڑھے اتنا ہی دنیا ان سے بھاگی اور لات مار کر ان سے الگ ہوئی مگر اللہ والوں نے اس بدخصلت بیوفا بڑھیا کی خو اور عادت کو تاڑ لیا اور بہ نگاہ شفقت اپنے ہمجنس بنی آدم کو آگاہ کیا ہے کہ اگر دنیا میں بالطف زندگی گذارنی اور آرام وراحت کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اسکو گھر کے حجام دھترانی کی طرح اپنا خدمتگار سمجھو ورنہ کمینہ خصلت کو منہ لگانے سے اسکی عادت بگڑتی ہے اور خدمتگاری بھولکر

ایسا بد دماغ ہو جاتا ہے کہ پھر آقا کو اس سے تکلیف ہی تکلیف پہونچا کرتی ہے۔ صاحبو! یہ شریعت محمدیہ کی تعلیم ہے جس نے تمہاری ساری زندگی کو بالطف بنانے کا ایسا جامع گر بتا دیا ہے کہ جس کسی کا جب کبھی جی چاہے اسکا امتحان کر لے یقین جانو کہ دنیا پلٹ جائیگی مگر اس قاعدہ کلیہ کے خلاف نہو گا پر نہ ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ لوگوں کو شریعت محمدیہ پر عمل کرنے کا دھیان باقی رہا۔ اور نہ اس سچے اور سیدھے قانون پر چلکر آرام پانے کی قدر و منزلت دلوں میں تمام رہی ای امۃ محمدیہ اگر تمکو اس پیارے پیغمبر کے ساتھ محبت ہے کہ جسکی طرف تم منسوب ہو رہے ہو اور تمہارا دل چاہتا ہے کہ تم اپنے رسول اور اپنے خدا تک پہونچو تو ہوش میں آؤ غفلت کی نیند سے جاگو۔ دنیا دنیا کرنا چھوڑو۔ سفید و سُرخ کنکریوں کی چاہ میں اپنے آپ کو ہلاک و تباہ نکرو دنیا کو حقیر سمجھو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط تھام لو۔ کہ قرآن پر عمل کرنا تمکو قرآن کے نازل فرمانے والے خدا کے پاس لیجا کر کھڑا کریگا سنت پر عمل کرنا صاحب سنت پیارے پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جا کھڑا کریگا کافروں اور بے دینوں کی تو کیا شکایت کیجائے مسلمانوں ہی میں ایسے لوگ نظر آتے ہیں جنکو اتباع شریعت کی رغبت نہیں اور سنت محمدیہ سے محبت نہیں تعجب ہے ان کے حال پر جنھوں نے طریقت کو شریعت سے جدا یا مغایر سمجھ لیا ہے اے کاش لوگو پر حقیقت حال منکشف ہو جاتی اور وہ سمجھتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کرکے قرب خداوندی کا ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ بھی ان کو حاصل ہونا ناممکن ہے اسلئے کہ طالبان قرب خداوندی گروہ کے قلوب آپکی ہمت و توجہ کے بغیر اوپر نہیں چڑھ سکتے۔ یہ آپکی شفقت ہے کہ اس دار دنیا سے تشریف لیجانیکے بعد بھی تصرفات قلبیہ سے اپنی امت کی اعانت میں مشغول ہیں۔ سراپردۂ یثرب میں قبہ خضرا کے اندر آپکا جسم مبارک مدفون ہے مگر آپ اپنی قلب اور اپنی ہمت کے ساتھ اللہ والے گروہ کے قلوب کو محیط ہیں۔ آپ ہی عطر معرفت سے انکو معطر بنانے والے ہیں اور آپ ہی بخور عرفان کی دھونی سے ان کو مہکانے والے ہیں آپ ہی ان کے سر و باطن کو حب جاہ و مال کی کدورتوں سے صاف کرنے والے ہیں اور آپ ہی ان کے اندرون کو حب خداوندی کے بناؤ سنگار سے آراستہ کرنے والے ہیں آپ ہی کی ذات ان کے لئے قرب کا

دروازہ کھلوانے والی ہے آپکا وجود باجود روئے قلب کیلئے مشاطہ ہے کہ کسی قسم کا سنگار بھی آپ کے بغیر نہیں ہوسکتا قلوب واسرار اور پروردگار کے درمیان کی سفارت چونکہ آپ ہی کیلئے مخصوص ہو اسلئے آپ کے سوا کوئی نہیں کہ قلوب کو حق تعالیٰ تک پہونچائے پس سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسی طریقت ہو جو آپ کا دامن پکڑے بغیر فلاح بخشیگی اور وہ کونسا سلوک ہو جو آپکو واسطہ بنائے بغیر نجات دے سکیگا جس شخص کو قرب حق مطلوب ہو اسپر لازم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کرے کیونکہ لشکر پر بادشاہ کیطرف سے جو کچھ انعامات ہوا کرتے ہیں وہ سپہ سالار لشکر ہی کے ہاتھوں تقسیم کرائے جاتے ہیں پس اگر طالبان حق کو ربانی گروہ میں داخل ہونیکا فخر حاصل ہوا ہے تو ان کا سب سے پہلا فرض یہ ہو کہ اپنے افسر کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کریں کہ اسکے بغیر نہ شاہی خلعت ان کو نصیب ہوسکتا ہے اور نہ اُن کی کوئی درخواست بالا بالا بادشاہ تک پہونچسکتی ہو۔ یہ ایک قانون ہو جسکی واقعیت سے عام لوگ بھی ناواقف نہیں ہیں اور چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی اسکے بغیر نہیں حاصل ہوسکتی کہ آپ کے لائے ہوئے احکامات کو جسکا نام شریعت ہے سر اور آنکھوں پر رکھیں آپکے اقوال وافعال میں آپکا اتباع کریں خوشی ہو یا غمی اور عبادت ہو یا اباحت ہر مضمون میں آپ کے قدم بقدم چلیں لہذا ضرور ہے کہ سر تا پا اتباع بنجائیں کہ جتنا کوئی آپ کا اتباع زیادہ کریگا اُسی قدر آپ زیادہ خوش ہونگے اور جتنا آپ کسی سے زیادہ خوش ہونگے اتنا ہی اسکے قرب میں کمال اور احوال میں برکت ہوگی پس صاحبو چلو اور اپنے محسن وشفیق پیغمبر کی طرف لپکو جوں جوں تم آپکی طرف قدم بڑھاؤگے ووں ووں آپکی مسرت بیش دربیش ہوگی اور خوشنودی بڑھیگی اور وصول الی اللہ میں حیرت بخش عروج و ترقی نصیب ہوگی یہ ایک حالت ہو جسکو وہی خوب سمجھسکتا ہے جسکو نصیب ہو۔ اور جسکو یہ حالت نصیب ہوجائے اسپر لازم ہے کہ شکر گذار بنے اور طاعت وریاضت میں ترقی کرے کہ شاہی انعامات عطا ہونیکا یہی ثمرہ ہے باقی اس حالت کے نصیب ہوئے بغیر خوش ہونا تو بوالہوسی کہلاتی ہے کہ بجز حماقت اور ناعاقبت اندیشی کے اور کچھ بھی نہیں۔ اگر کسی شخص کو خزانہ ہاتھ لگجائے تو اسکا خوش ہونا تو باموقع ہو لیکن اگر کوئی شخص کوڑی یا نجاست کے ڈھیر

پر پہونچکر خوش ہونے لگے تو سب اُسکو جاہل اور احمق ہی کہینگے۔ الغرض دنیا قدر و عزت
کے قابل چیز نہیں ہے اور نہ فرحت و مسرت کا مقام ہے۔ دنیا میں وہی خوش ہوتا ہے جو
اسکی حقیقت و ناپائداری سے جاہل ہو اور جو واقف ہوتا ہے وہ تو یہاں مغموم ہی رہتا ہے
حق تعالیٰ شانہٗ اپنے جس بندہ کو بصیرت عطا فرماتا ہے اسکو آخرت سے محبت ہوا کرتی ہے اور
دنیا اسکو قید خانہ معلوم ہوتی ہے اسکو ہر وقت اسکی تمنا رہتی ہے کہ کب یہاں سے رہائی
ہو اور کب وطن اصلی کا قیام نصیب ہو۔ اہل بصیرت نے علم اور جہل کا اسیکو معیار قرار دے
رکھا ہے کہ جسکو دنیا میں شادمان دیکھتے ہیں اسکو صاحب جہل سمجھتے ہیں اور جسکو دائم الحزن
و مغموم پاتے ہیں اسکو صاحب عقل سمجھتے ہیں اور دوسری شناخت یہ ہے کہ جو شخص عالم کی
اصل حقیقت اور حق تعالیٰ شانہ کی جلالت و عظمت سے ناواقف ہوتا ہے وہ تقدیر سے مباحثہ
اور منازعت کیا کرتا ہے اور جو واقف و آگاہ ہوتا ہے وہ موافقت کر کے اسپر راضی رہا کرتا ہے
کیونکہ یہ تو اسلام کے اصول میں داخل اور عامی سے عامی مسلمان بھی سمجھتا ہے کہ دنیا میں
جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا کے حکم سے ہو رہا ہے اور جس شخص کو رنج یا خوشی اور راحت یا تکلیف
جو کچھ بھی پیش آرہا ہے وہ اس حکمت کے موافق پیش آرہا ہے جسکو مصلحت بین علام الغیوب
نے دنیا کو پیدا کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھدیا ہے اور اب اسمیں کمی بیشی یا تبدیل و ترمیم کا
مطلق نہیں ہو سکتی پس اگر غم پیش آیا یا تکلیف لاحق ہوئی تو جاہل و نادان ہائے واویلا مچا
اسکے دفع کرنے میں مخلوق کی خوشامدیں کرتا اور شکوہ و شکایت کرتا ہوا ادہر ادہر مارا مارا
پھرتا ہے۔ حالانکہ اس سے کچھ ہوتا نہیں اور دنیا ساری بھی اکٹھی ہو جائے اور چاہے کہ ذرہ برابر
تکلیف کو دور کردے تو ہرگز قادر نہیں مگر احمق اپنی جہالت کی بدولت اپنی کرنی میں کسر نہیں
رکھتا لیکن حقیقت شناس شخص نہ تکلیف سے بیقرار ہوتا ہے اور نہ زبان یا دل سے اپنے
پاک خدا کی شکایت کرتا ہے نہ ناراضی و ناخوشی ظاہر کرتا ہے اور نہ بددل و متوحش ہوتا ہے
بلکہ یوں سمجھکر کہ میرا خدا میرے حال پر مجھسے زیادہ شفیق بھی ہے اور میری مصلحتوں کو مجھسے
زیادہ جانتا بھی ہے پس بمقتضائے ہر چہ از دوست میرسد نیکوست تلخ دوا کے گھونٹ
اسکو شربت سے زیادہ میٹھے معلوم ہوتے ہیں اور وہ فخر کرتا ہے کہ میں اس قابل تو ہوا کہ محبوب نے

(باقی آئندہ)

تیسرا باب قمر اور کواکب کی حکمت میں

اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں۔

تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیہا سراجا وقمرا منیرا۔ | بڑی بابرکت ذات ہے جسنے بنادیے آسمان میں برج اور رکھدیا اُسمیں سورج کا چراغ اور روشن چاند۔

نور ماہ جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے ہوا کی ٹھنڈک اور حیوانات کے آرام اور راحت کیلئے شب کو پیدا فرمایا لیکن اُسکو محض تاریک نہیں بنایا کہ اُسمیں نام کو بھی روشنی نہو اگر ایسا ہوتا تو اُس میں کوئی کام نہو سکتا اور بسا اوقات انسان کو ضرورت کی وجہ سے یا دن کو وقت نہ ملنے کی وجہ سے بعضے کام شب کے وقت بھی کرنا پڑتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دن شدت گرمی کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے کام نہیں ہو سکتا تو شب کو کام کرتے ہیں پس نور ماہ بھی منجملہ ضروریات کے ہوا اسلیئے بعض راتوں میں اُسکا طلوع حق تعالیٰ نے مقرر فرمادیا۔

نور ماہ کا نور آفتاب سے کم ہونا اور اسکے نور کو آفتاب کی روشنی سے اسلیئے کم فرمایا تاکہ اشتغال میں لوگوں کا جی نہ لگے اور جو راحت اور سکون شب کے اندر تاریکی کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے وہ نہ جاتا رہے اگر ایسا نہو تا تو سخت کلفت کا باعث ہوتا۔

نور کواکب اور حق تعالیٰ نے ستاروں میں بھی کسیقدر نور کا حصہ اسلیئے رکھدیا ہے کہ جن اوقات میں نور ماہ نہو تو اُس سے مدد لیں۔

کواکب سے آسمان کی زینت اور حق تعالیٰ نے ستاروں کو آسمان کی زینت اور زمین والوں کے انس و انشراح کیلئے بھی پیدا فرمایا پس غور تو کرو کہ کیسا لطیف انتظام ہے کہ اول تو تاریکی کی نوبت مقرر فرمادی کہ حاجت کیوقت وہ موجود ہوجاتی ہے اور پھر اُسکو تاریکی ہی محض نہیں چھوڑا بلکہ اُسکے درمیان کسی قدر نور ستاروں کا رکھدیا ہے تاکہ ضرورت کی پوری تکمیل ہوجاوے۔

چاند سے مہینوں اور برسوں کا علم قمر سے مہینوں اور برسوں کا علم بھی ہوتا ہے اور یہ حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

کواکب سے دیگر فوائد ستاروں سے اور بھی فائدے ہیں چنانچہ یہ ستارے بہت سے کاموں مثل زراعت اور غراست کے اوقات کے لئے علامت اور دلیل ہیں اور خشکی اور تری کے سفر میں ان سے رہنمائی ہوتی ہے اور بہت اشیاء جوانوار اور گرمی سردی سے پیدا ہوتی ہیں اُن کیلئے بھی علامت ہیں اور جو لوگ رات کی تاریکی میں سفر کرتے ہیں اُن کے لئے رہنما ہیں اور ان ہی کی بدولت بڑے بڑے موحش میدانوں اور سمندر کی ہولناک موجوں کا سفر قطع کیا جاتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وھو الذی جعل لکم الیل لباساً والنوم سباتاً وجعل النھار نشورا	اور وہی ہے جس نے بنادیا تمہارے لئے رات کو پردہ اور نیند کو آرام اور دن بنادیا اُٹھنے کا وقت۔

اور نیز آسمان میں انکا انواع مختلفہ سے گھومنا کہ کبھی سامنے آتے ہیں اور گاہ پیچھے جاتے ہیں کسی وقت چمکتے ہیں اور ایک وقت غروب ہوتے ہیں۔ ایک عجیب لطف اور تازگی کو لئے ہوئے ہے خصوصاً چاند کے انقلابات میں خالق تعالیٰ شانہ کی عجیب قدرت و تصرف اس عالم کی اصلاح کیلئے ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اول دن بہت باریک نکلتا ہے پھر بڑھتا جاتا ہے حتی کہ بدر کامل ہوجاتا ہے اور پھر گھٹ کر حالت سابقہ پر آجاتا ہے اور کبھی منور ہوتا ہے اور کبھی گرہن ہوتا ہے تو بے نور ہوجاتا ہے۔

فلک کا ان کواکب کو لیکر گھومنا اسکے بعد دیکھو کہ فلک ان کواکب کو لیکر کس تیزی کے ساتھ گھومتا ہے اور ان ستاروں کا گھومنا کوئی مخفی امر نہیں بالکل مشاہد ہے چنانچہ ہم ان کو طلوع ہوتے ہوئے اور غروب ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اگر ان کی چال اسقدر تیز نہوتی تو اتنی لمبی مسافت چوبیس گھنٹہ میں یہ طے نہ کرتے۔

کواکب کی بلندی کی حکمت اور اگر حق تعالیٰ ان کواکب کو اسقدر ہم سے بلند نہ فرماتے کہ غایت بلندی کیوجہ سے ہم سے ان کی چال کی تیزی مخفی ہوگئی ہے تو بوجہ تیزی حرکت کے ان کے شعلوں سے یقیناً ہماری نگاہیں جاتی رہتیں جیسے بجلی سے جسوقت کہ آسمان و زمین کے درمیان متواتر چمکتی ہے تو کبھی کبھی ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں۔ تو حق تعالیٰ کے اس لطف بے پایاں کو دیکھو کہ ان کو

(باقی آئندہ)

قوت العیال

فی

تربیۃ النساء والاطفال

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً۔ اما بعد عرض کرتا ہے محمد مصطفےٰ بجنوری مقیم میرٹھ کہ رسالہ الامداد چونکہ مسلمانوں کی دینی اصلاح کیلئے جاری ہوا ہے اسواسطے حسب صوابدید حضرت والا مناسب معلوم ہوا کہ عورتوں اور بچوں کیلئے بھی کچھ مضامین اسمیں شائع ہوا کریں عورتوں کو دینی معلومات حاصل ہونیکے علاوہ اس سے یہ بھی فائدہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے اول ہی سے بچے دین سے آشنا ہوں اور دینی تعلیمات اُن کیلئے شیر مادر کی طرح جزو طبیعت بنجاویں اسی مناسبت سے اس کا نام **قوت العیال فی تربیۃ النساء والاطفال** تجویز ہوا ہے اور بعض خاص احباب نے یہ خدمت اس حقیر کے سپرد کی چونکہ بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کی تصانیف کتب ومواعظ کی تعداد اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ کوئی جزو دین ایسا نہیں، باجسپر کافی بحث اُن میں نہ ہوچکی ہو اسواسطے احقر اکثر مضامین انہیں میں سے انتخاب کر کے درج کریگا کہیں بجنسہ اور کہیں بطور اقتباس اور بقدر ضرورت اُن کا حل کردیا جاویگا۔ ناظرین مضامین کی بے ترتیبی وغیرہ کو نظر انداز کر کے مطالب سے فائدہ اٹھاویں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وسبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت السمیع العلیم عورتوں کو خاص طور سے یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں اُن کی ہانڈی چولھے کا ایک وقت ہو کتاب کے پڑھنے یا سننے کا بھی ایک وقت ہونا چاہیئے لیکن افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ مستورات کو اس سے مس بھی نہیں مرد تو کبھی کوئی مسئلہ پوچھ بھی بیٹھتے ہیں مگر عورتوں کو نہیں زبانی پوچھواتے دیکھا نہ کوئی تحریر کسی کی آتی ہے (الا ماشاء اللہ) حالانکہ بعض مسائل عورتوں کے اسقدر پیچیدہ ہیں کہ

جواب دینا بھی ہر ایک کا کام نہیں مثلاً پاکی اور ناپاکی کے مسائل کہ فقہ کی تمام بحثوں سے ادق بحث یہ مشہور ہے بیبیو آج کل کسی مسئلہ کا تحقیق کرنا تو کچھ بھی بات نہیں دو پیسہ میں جہاں سے جواب منگالو غفلت کو چھوڑو اور دین کو دنیا سے زیادہ ضروری سمجھو دنیا ختم ہو جاویگی اور آخرت ختم نہ ہوگی ایک وقت دین کے سیکھنے کیلئے مقرر کرو گھر میں جب مسائل کا تذکرہ ہوگا بچوں کے کان میں بھی پڑینگے اور ساری عمر ان کو یاد رہیں گے جو لوگ تمہارے تابع ہیں (نوکر چاکر) ان کی بھی اصلاح ہوگی وہ بھی تمہارے ذمہ ہے حدیث میں ہے۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنی ہر بڑے کو چھوٹے کیلئے حضور نے محافظ فرمایا ہے اگر نوکرنی نماز نہیں پڑھتی تو تمکو بھی جواب دینا ہوگا کہ نماز اسے کیوں نہ سکھلائی تھی اگر وہ تمہارے کھانے میں نمک تیز کر دیا کرتی ہو تو کیا ایک دو دفعہ نرمی سے کہکر خاموش ہو جاتی ہو اور کڑوا کھانا کھاتی ہو ہرگز نہیں خواہ ہزار دفعہ تمہیں کہنا اور مارنا اور سزا دینی پڑے مگر کڑوا کھانا نہ کھاؤگی حتی کہ اگر نمانے تو اسے نکال دوگی ایسے ہی نماز کے بارہ میں اسکو تاکید کیوں نہیں کیجاتی جبکہ اس کا الزام تم پر بھی عائد ہے اسکا طریقہ یہی ہے کہ کتاب پڑھو اور سارے گھر کے آدمیوں کو سناؤ علماء کے وعظ مکانوں میں کھلواؤ جو مسئلہ پیش آوے خواہ از جنس عبادات ہو یا معاملات یا گھر کے جھگڑوں کے متعلق ہو زبانی پوچھوا لو یا بذریعہ تحریر معلوم کرلو۔

اور یاد رکھنا چاہیئے کہ شریعت نے صرف عبادات ہی کی تعلیم نہیں دی بلکہ عادات (تہذیب) اور معاملات (لین دین) اور معاشرات (رہنے سہنے کے طریقے) اور اخلاق (دل کی برائی بھلائی) سبکی تعلیم فرمائی ہے یہ بڑی غلطی ہے کہ آج کل دینداروں کی بڑی دوڑ عبادات ہی تک رہتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ تہذیب سیکھنے کیلئے دوسری قوموں کی تقلید کیجاتی ہے پھر شریعت کی طرف سے نعوذ باللہ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ تہذیب نہیں سکھلائی حالانکہ شریعت میں عادات کی تعلیم اس درجہ تھی کہ ابتداء اسلام میں کفار نے صحابہ کے عادات دیکھکر بطور اعتراض کہا کہ ان کے پیغمبر صاحب انکو ہگنا موتنا بھی سکھلاتے ہیں صحابی نے کہا بے شک ہمکو یہ بھی سکھلاتے ہیں آپنے ہمکو تعلیم فرمایا ہے کہ پیشاب پیخانہ کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کریں او طاق ڈھیلوں سے (تین سے یا پانچ یا سات سے) استنجا کریں۔ اور جب اہل اسلام کا

وفد فارس گیا تو اہل فارس نے اُن کے حالات دریافت کئے تو یہ بھی کہا گیا کہ ہر رات کو تر تین تین سلائی لگاتے ہیں اور کدو کو غذا میں پسند کرتے ہیں خوب یاد رکھو کہ دینداری کی تکمیل صرف عبادات سے اور نفلیں بہت سی پڑھنے سے نہیں ہوتی بلکہ عادات اور معاملات اور معاشرات اور اخلاق سب کی درستی سے آدمی دیندار بنتا ہے اور جیسے عبادات میں کوتاہی کرنے پر گرفت ہوگی ایسے ہی ان سب پر بھی ہوگی اور اس سے کچھ شریعت میں تنگی نہ سمجھی جاوے اگر دوسری قوموں کے تہذیب اور قوانین وغیرہ سے ملا کر دیکھا جاوے تو بخوبی واضح ہو جاویگا کہ شریعت سے زیادہ کوئی قانون سہل نہیں ہے کیونکہ جیسے عبادات میں فرائض و مستحبات ہیں ایسے ہی عادات و معاملات وغیرہ میں بھی ہیں فرائض نہایت سہل ہیں اور مستحبات کیلئے اپنی ہمت ہے۔

عادت رکھو کہ گھر کے کام کاج کو عیب نہ سمجھو اگر نوکر بھی موجود ہو تب بھی پلنگ پر چڑھی اپاہج بنی نہ بیٹھی رہو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی اپنے ہاتھ سے پیسا کرتی تھیں حتیٰ کہ ہاتھوں میں ڈھٹے پڑگئے تھے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ایک باندی دیدیجاوے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں باندی سے بھی اچھی چیز نہ دیدوں وہ یہ ہے کہ نماز کے بعد سبحان اللہ تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ تینتیس ۳۳ بار لا الہ الا اللہ تینتیس ۳۳ بار اللہ اکبر چونتیس ۳۴ بار پڑھ لیا کرو مطلب یہ ہے کہ دنیا کا عیش کیا کروگی آخرت کی فکر کرو عیش میں آدمی حق تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اس تسبیح کا نام ہی تسبیح فاطمہ ہو گیا محنت کا عادی رہنا دنیا میں بھی کسقدر کارآمد ہے۔

عادت رکھو کہ جب جنس بازار سے آوے تو اچھی طرح دیکھ بھال کر اور ناپ تول کر رکھو اور حساب سے خرچ کرو اندھا دھند خرچ کرو اور نہ بالکل نوکروں کے ہاتھوں میں ڈالدو ہاں بچی ہوئی جنس کو نہ تولو کہ یہ فعل عبث ہے اور موجب بے برکتی ہے۔

زبان کے بعض گناہ۔ مستورات زبان کے گناہوں میں اسقدر مبتلا ہیں کہ باستثنائے کسی شاذ و نادر بی بی کے یہ بھی احساس نہیں رہا کہ زبان سے بھی گناہ ہوتا ہے حالانکہ زبان کے گناہ بعض اور گناہوں سے بدرجہا شدید ہیں حدیث میں ہے۔ الغیبۃ

۳

اشد من الزنا۔ یعنی غیبت حرام کاری سے بدتر ہے۔ حرام کاری کیسا برا عیب ہے اور جبکہ غیبت اُس سے بھی بدتر ہے تو کس قدر۔ اہتمام سے بچنا چاہئے زبان کے گناہوں سے بچنے کی جامع تدبیر یہ ہے کہ جو بات بھی آدمی مونہہ سے نکالے ذرا دیر پہلے سوچ لے کہ اُس سے اللہ تعالیٰ جو کہ سمیع و بصیر ہے ناخوش تو نہو گا انشاء اللہ تعالیٰ کوئی بات گناہ کی مونہہ سے نہ نکلیگی۔ اور ایک تدبیر یہ ہے کہ جب کسی جگہ بیٹھنے کا اتفاق ہو اور باتیں زیادہ کرنے کا اتفاق ہو (یعنی مباح باتیں بھی) تو دعا کفارۃ المجلس پڑھ لیا کریں اور اسکا پورا التزام کرلیں وہ دعا یہ ہے۔ سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت وحدک لا شریک لک استغفرک واتوب الیک عن معصیتک جب چند روز اسکا التزام کروگی تو دل میں کھٹکا پیدا ہوجاویگا کہ فضول باتیں مونہہ سے نہ نکلیں بیبیوں کو چاہئے کہ بچوں کو اسکی عادت ڈالیں کہ کسی کی برائی شکوہ شکایت نہ کریں بچپن میں جو عادت پڑجاتی ہے نہایت مستحکم ہوتی ہے زبان کے متعلق بہیں کے قریب گناہ ہیں بہتر یہی ہے کہ بے ضرورت بات نہ کرے کیونکہ جب ضرورت سے زیادہ باتیں ہوتی ہیں تو غیبت تکبر وغیرہ کوئی نہ کوئی گناہ زبان کا ہو ہی جاتا ہے اور یہ کہنا کہ گم صم آدمی کس کام کا محض جہالت ہے یاد رکھنا چاہئے کہ جو شخص خوف خدا سے زبان کو روکتا ہے اُسکی زبان میں طلاقت یعنی قوت گویائی (لسانی) پیدا ہوتی ہے اور خلق کے نزدیک عزیز ہوتا ہے کیونکہ اُسکی زبان مہذب ہوجاتی ہے اور بدزبان نہیں ہوتا۔

غیبت بعض بیبیاں اسکو سمجھتی ہیں کہ کسی کے متعلق ایسی بات پیٹھ پیچھے کہی جاوے جو اُسمیں نہو اسی واسطے اگر کوئی ٹوکے تو کہدیتی ہیں اسمیں غیبت کی کیا بات ہے ہم اُسکے مونہہ پر کہدیں۔ یاد رکھو کہ غیبت ہر اُس بات کو کہتے ہیں کہ اگر اُس کے سامنے کہی جاوے تو اُسکو بری معلوم ہو خواہ وہ تمھارے دباؤ سے لوٹ کر کچھ کہہ نہ سکے حتیٰ کہ اسکو بھی غیبت کہا ہے کہ کسی کے کھوجے یا مکان میں عیب نکالا جاوے کیونکہ اگر اُسکے مونہہ پر یہ بھی کہا جاوے تو برا لگیگا اگر ایسا عیب بیان کیا گیا کہ جو اُس شخص میں موجود ہے تو غیبت ہوئی۔ اور اگر ایسا عیب بیان کیا گیا جو اُسمیں ہے بھی نہیں تو یہ غیبت سے بھی بدتر ہے اسکو بہتان (تہمت) کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیبیوں میں سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ذرا پست قد تھیں کسی دوسری

(باقی آئندہ)

الاحکام المتفرقہ

(رمضان المبارک)

صوم - (۱) بلاوجہ شرعی روزہ کو ترک کرنا حرام اور سخت گناہ ہے۔

(۲) روزہ کی غرض قوۃ بہیمیہ کے منکسر کرنے میں منحصر نہیں ہو اصلی وجہ خدا اور رسول کا حکم ماننا ہے۔

(۳) روزہ کی نسبت تمسخر کے کلمات کہنا مثلاً یہ کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر اناج نہو یا یہ کہ ہمسے بھوکا نہیں مراجاتا کفر ہے۔

(۴) بلاضرورت صرف روزہ چھوڑنے کے واسطے سفر کرنا یا بیمار بن جانا ناجائز ہے۔

(۵) اچھا خاصہ تندرست آدمی روزہ کے بدلہ فدیہ دینے سے روزہ سے بری نہیں ہوگا اسی طرح بیمار بھی جبتک اچھا ہونیکی امید ہو فدیہ پر کفایت نہیں کر سکتا۔ قضا واجب ہوگی۔

(۶) جو افطار شرعی عذر سے ہو اور اُس عذر کے دفع ہونیکے وقت کچھ دن باقی رہے تو کھانے پینے وغیرہ سے رُکنا چاہیئے۔

(۷) بچوں کو بالغ ہونے سے پہلے روزہ رکھنے کی عادت ڈالو جب وہ متحمل ہو سکیں ورنہ بعد بلوغ کے اُن کو روزہ رکھنا دشوار ہوگا

(۸) بعضے لوگ سفر میں یا مرض میں جان کو آجاتے ہیں لیکن افطار نہیں کرتے اسکی بھی ممانعت ہے۔

(۹) اگر شیر خوار بچہ کو والدہ کے روزہ رکھنے سے تکلیف وضرر ہو تو افطار کرنا چاہیئے بعد میں قضا کرلے۔

(۱۰) محض خوشی منانے اور اپنا حوصلہ نکالنے کیواسطے بہت کم سمجھ بچوں سے روزہ رکھوانا ممنوع ہے

(۱۱) روزہ میں غیبت، نگاہ بد اور تمام معاصی سے بہت اہتمام سے بچو روزہ میں دل بہلانے کے واسطے ان معاصی کا مرتکب ہونا اور اسی طرح چوسر۔ گنجفہ کھیلنا ہارمونیم گراموفون بجانا اشد درجہ حرام ہے۔

(۱۲) جس طرح معاصی سے بچنا ضروری ہے اسی طرح لایعنی اور فضول کلام سے بھی پرہیز کرنا چاہئے
(۱۳) رمضان المبارک میں غذائے حلال کا بہت زیادہ اہتمام رکھو۔
(۱۴) سنچلے روزہ کا زیادہ اہتمام کرنیکی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔
فائدہ۔ تجربہ اور مشاہدہ سے رمضان المبارک کا یہ خاصّہ ثابت ہوا ہے کہ رمضان المبارک میں جن معاصی اور ناجائز نفسانی خواہشوں سے آدمی بچتا ہے تمام سال اسکا یہ اثر رہتا ہے کہ بچنا آسان ہوتا ہے اسلئے ہمت کر کے اس ماہ میں تمام معاصی خواہ اعضاء ظاہری سے ان کا تعلق ہو یا قلب سے ہو سب سے بچو۔

سحور۔ (۱۵) بعض لوگ آدھی رات ہی سے سحور کھا لیتے ہیں اس سے ثواب کامل سحور کا نہیں ہوتا۔
(۱۶) اور بعض اسقدر تاخیر کرتے ہیں کہ صبح صادق ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے اس سے بھی احتراز بہت لازم ہے۔
(۱۷) بعض لوگ سحر تو مناسب وقت کھاتے ہیں مگر فضول حقہ و پان میں اسقدر دیر کرتے ہیں کہ اشتباہ ہو جاتا ہے۔

افطار۔ (۱۸) افطاری کھانے میں اسقدر مشغولی کہ مغرب کی جماعت فوت ہو جاوے بہت ہی خسارہ کی بات ہے۔
(۱۹) بہتر یہ ہے کہ روزہ مسجد میں افطار کیا کریں تا کہ جماعت نہ جاوے۔
(۲۰) افطاری کی حرص سے گھر پر مغرب کی نماز پڑھنا اور مسجد و جماعت کے ثواب سے محروم رہنا بڑی کم ہمتی کی بات ہے۔

تراویح۔ (۲۱) فارغ ہونے کی جلدی میں وقت سے پہلے کھڑے نہ ہونا چاہئے ورنہ ترک فرض کا گناہ سر پر رہے گا۔
(۲۲) عشاء کی اذان تراویح کے جلدی ہونیکے خیال سے وقت سے پہلے نہ کہلائیں۔
(۲۳) قرآن شریف نہ بہت تیز پڑھیں کہ کچھ سمجھ میں نہ آوے اور نہ اس قدر ٹھہرا کر کہ مقتدیوں کو تکلیف ہو۔

(٢٤) ثنا و تسبیحات و تشہد و درود تراویح میں طمانینت کیساتھ ادا کرنا چاہیے۔

(٢٥) اجرت مشروطہ یا معروفہ پر تراویح میں قرآن سننا ناجائز ہے۔

(٢٦) ایسے بچوں کو امام بنانا کہ جنکو طہارت اور نماز کے مسائل معلوم نہیں ہیں اگرچہ وہ بالغ ہوں مناسب نہیں ہے۔

(٢٧) ختم قرآن شریف پر شیرینی کا اہتمام و التزام نہ کرنا چاہیے خاص کر چندہ کر کے شیرینی تقسیم کرنا تو اور بھی زیادہ مفاسد کو مشتمل ہے۔

(٢٨) ختم قرآن کے دن مسجد میں روشنی کا خاص اہتمام ثابت نہیں بلکہ معصیت و اسراف ہے۔

(٢٩) نامحرم حافظوں کو گھر میں بلا کر عورتوں کا قرآن سننا مفاسد سے خالی نہیں ہے۔

صدقہ فطر (٣٠) صدقہ فطر نصاب والے جیسا اپنی طرف سے واجب ہے اسی طرح اپنے بچوں کی طرف سے بھی واجب ہے۔

(٣١) مسجد کے موذن اور امام اور رفقہ کو اجرت میں صدقہ فطر دینے سے صدقہ فطر ادا نہیں ہوتا۔

تنبیہ۔ باقی مسائل و احکام متعلقہ رمضان مبارک بہشتی زیور میں اور دوسرے ضروری مضامین رسالہ تنبیہ رمضان میں دیکھو۔

امر رقمہ
اشرف علی تھانوی ۲۵ شعبان ۱۳۳۳ھ

تنعم کی حرص سے روزہ نہ رکھنے والوں کو خطاب

ازجناب لسان العصر سید اکبر حسین صاحب جج الہ آبادی

وہ کہتے ہیں کہ اے اکبر یہ روزہ اک مصیبت ہے — بجا ارشاد ہوتا ہے مگر افطار جنت ہے
نسبت ہر طاقت و دولت پہ مجکو شک و حیرت ہے — نہ مرغ و قت میں خوبی ہے نہ دولت میں لذت ہے

تالم کی خوف سے روزہ نہ رکھنے والوں کا جواب

ایضاً

دنیا کے تغیر کا نہیں حس شیدا جمال باری کو — پروانوں کو مطلب شمع سے ہے کیا کام انہیں ہے تپش سے
احساس ہی ایذا کا نہ ہو افریاد و فغاں پھر کیا کرنا — جس وقت تہ خنجر ہوگا آنکھ اپنی بھی قاتل ہے

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹیٹل کے ڈھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ کا کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کر کے عہ۱ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہیے۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع ومدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

عہ دلیل اس عقد کے جواز کی ردالمحتار مطبوعہ مصر ۱۲۷۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲

(رجسٹرڈ نمبر اے ۲۷)

قال اللہ تعالیٰ

ربِّ زدنی علما

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ فی الایام کراہۃ السآمۃ علینا

امتثالا للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امدادو للحدیث
کہ دال ست بر مندوبیت تجدد از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ و ملفوظات خیر
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ
با جزء آن از فیضان حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ لقب صحیفہ
شہریت بہ تبرک بنام نامیش نیز و خاصہا الاشتات کہ از تحقیقات نادرہ دیگر اہل فضل ہست

عدد (۳) بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ جلد (۱)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

آغا مرزا حسین دہلوی

این صحیفہ کا مدرش امداد نام	یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۳۳ ہجری

به برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

اطلاع - چونکہ فتاوی میں اصل مسئلہ تو اردو کی عبارت ہی میں آجاتا ہے عربی عبارت صرف اُس کی تائید کیلئے ہوتی ہے لہٰذا اُسکا ترجمہ موقوف کردیا گیا ہے اور دیگر عبارتوں کا ترجمہ بدستور کیا جایا کریگا۔

رفیق احمد مدیر رسالہ الامداد

اسی طرح آپکا فعل بھی متبوع ہے جب تک تخصیص کی کوئی دلیل نہ ہو ارشاد ہے۔

تمہارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کافی ہے	لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اُسوۃ حسنۃ

تو یہ افعال بھی سب اتباع ہی کے لئے ہیں کہ ہماری بھی وہی وضع ہو وہی چال ڈھال ہو وہی معاشرت ہو۔

حکایت۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانا کھاتے دیکھا تو کانپ اٹھا کہ حضور تواضع کی کس حیثیت سے بیٹھے ہیں۔

حکایت۔ ایکبار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی باہر کا ایلچی ڈر گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھسے مت ڈرو میں ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں جو کہ سوکھا گوشت کھاتی تھی حضور کے ان حالات کو دیکھئے اور پھر اپنے کو تو معلوم ہوگا ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ البذاذۃ من الایمان کہ سادگی ایمان کا ایک شعبہ ہے سو دیکھ لیجئے کہ ہم میں بذاذت اور سادگی پائی جاتی ہے یا نہیں میرے خیال میں جہانتک غور کیا جائیگا ہم میں سادگی کا پتہ بھی نہیں ملیگا اور نہایت افسوس اس امر کا ہے کہ اسوقت خود اکثر اہل علم میں عورتوں کی سی زینت آگئی ہے۔ صاحبو! یہ ہمارے لئے دین کے اعتبار سے بھی اور دنیا میں بھی سخت نقص ہے اس سے بجائے عزت بڑھنے کے اور ذلت بڑھتی ہے ہمارا کل تو یہ ہے کہ

۵	اے دل آن بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی دردرہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجاں	بے زر وگنج بصد حشمت قاروں باشی شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی	

خشوع کے حاصل کرنے کا طریقہ

اب ہمکو دیکھنا چاہئے کہ اگر ہم میں صفت خشوع موجود ہے تب تو ہمکو اس کے مناسب وضع اختیار کرنا لازم ہے اور اگر یہ صفت موجود نہیں ہے تو خود اس کی تحصیل کیلئے ایسا کرنا یعنی اس کے آثار کا اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ تحصیل خشوع کی علت کے اجزا میں سے ایک جزو یہ بھی ہے اور دوسرا جزو یہ ہے کہ اہل خشوع کی صحبت اختیار کیجائے تیسرا جزو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی خشیت کو دل میں جگہ دی جائے اور خشیت پیدا کرنے کیلئے یہ تدبیر کیجائے کہ کوئی وقت مناسب تجویز کر کے

اُسمیں تنہا بیٹھکر اپنی حالت عصیان اور پھر خدا تعالیٰ کے نعم اور نیز اُس کے عذاب آخرت اور قیامت کے احوال پلصراط میزان دوزخ کی حالت وغیرہ کو سوچا جائے اگر دس منٹ روزانہ بھی اسکو معمول کر لیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت کچھ فائدہ ہو کیونکہ اسکو خشیت کے پیدا ہونیں بڑا دخل ہے اور پھر خشیت سے خشوع ہوگا نیز دوسرے طور پر بھی اسکو حصول آثار خشوع میں دخل ہے وہ یہ کہ سب سے پہلا اثر جو اس سے ہوتا ہے وہ یہ ہو کہ دنیا سے دل بالکل اُٹھ جاتا ہے اور جب دنیا سے دل اُٹھ جاتا ہے تو تکلف اور زینت اور اسی طرح دل بستگی کے سب آثار جاتے رہتے ہیں اور اس قسم کی تمام باتوں سے نفرت ہو جاتی ہے اسلئے کہ اس شخص کے پیش نظر ہر وقت سفر آخرت رہے گا اور دنیا میں اپنے تئیں مسافر سمجھیگا اور ظاہر ہے کہ مسافر کو سفر میں دل بستگی نہیں ہوا کرتی اُسکو منزل کا خیال ہر وقت سو ہان روح رہتا ہے چوتھا جزو علت خشوع کا یہ ہے (اور یہ بعد فراغ کتب درسیہ آپ کے ذمہ واجب العمل ہے) کہ اگر ظاہری علوم کی تحصیل میں دس سال ختم کئے ہیں تو باطن کی درستی میں فی سال ایک ماہ ہی خرچ کر دیجئے یعنی کم سے کم دس مہینے ہی کسی کامل کی خدمت میں صرف کیجئے اور اُس کے ارشاد کے مطابق چلئے۔ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اسکی برکت سے دولت خشوع عطا فرماتے ہیں اور علم کا اثر قلب کے اندر پیوست ہو جاتا ہے خوب کہا ہے ؎

علم چون بر دل زنی یارے بود	علم چون بر تن زنی مارے بود

اصلاح باطن کی ضرورت اور اُس کا طریقہ

اصلاح ظاہر کے ساتھ اصلاح باطن بھی ضروری ہے اور اُسکی تدبیر مولانا رومی کہ جو اس فن کے کامل ہیں اسطرح بتلاتے ہیں ؎

پیش مرد کاملے پامال شو	قال را بگذار و مرد حال شو
بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است	صحبت نیکاں اگر یکساعت است
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا	یک زمانہ صحبتے با اولیا
دامن آن نفس کُش را سخت گیر	نفس نتواں کشت الا ظل پیر

گرہوائے ایں سفرداری دلا	دامن رہبر بگیر و پس برآ
در ارادت باش ثابت اے فرید	تا بیابی گنج عرفان را کلید

شاید کسی کو ناز ہو کہ ہمارے پاس تو کتابیں ہیں اُن کو دیکھکر ہم سب کچھ حاصل کرلیں گے اس لئے آگے فرماتے ہیں ؎

اے رفیقے ہرکہ شد در راہ عشق	عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

اس شعر کو سنکر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بہتیرے تو متعدد حضرات کی نسبت سنا ہے کہ وہ بغیر مرید ہوئے اس راہ میں کامیاب ہوگئے اسلئے اسکا جواب دیا جاتا ہے ؎

یار باید راہ را تنہا مرو	بے قلاوز (راہبر) اندریں صحرا مرو
ہرکہ تنہا نادر ایں رہ را برید	ہم بعون ہمت مردان رسید

یعنی اگر کہیں ایسا ہوا بھی ہے تو وہ بھی محض ظاہرًا ہوا ہے ورنہ واقع میں وہ بھی کسی کامل کی توجہ اور مدد ہی سے مقصود تک پہونچا ہے اگرچہ اُسکو اس مدد کی خبر بھی نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے بچے کی پرورش کہ بدون ماں باپ کی مدد اور اعانت کے وہ پرورش نہیں پا سکتا لیکن اُسکو کچھ خبر نہیں ہوتی تو اگر وہ بچہ بڑا ہو کر کہنے لگے کہ میں بغیر کسی کی مدد کے اتنا بڑا قوی الجثہ ہو گیا ہوں تو جس طرح اسکا یہ قول غلط اور قابل مضحکہ ہے اسی طرح اس راہ کے قطع کرنے والے کا قول بھی بالکل غلط ہوگا بات یہ ہے کہ بعض مرتبہ ظاہرًا ایک شخص کو کسی کے سپرد نہیں کیا جاتا لیکن واقع میں بہت سے حضرات بامر خداوندی اُسکی طرف متوجہ رہتے ہیں اور وہ اُسکو غلطیوں میں پھنسنے سے بچاتے ہیں اور قطع راہ میں مدد فرماتے ہیں بہر حال اس جزو کی بھی سخت ضرورت ہے لیکن اسپر اُسی وقت عمل کرنا مناسب ہے کہ جب کتب درسیہ سے فراغ ہو چکے اور اساتذہ ادہر متوجہ ہونیکی اجازت دیدیں اور اگر اساتذہ ختم درسیات کے بعد بھی چندے درسیات ہی میں مشغول رہنے کا حکم فرمائیں تو اُن کے ارشاد پر عمل کرے اور جبتک کافی مناسبت نہ ہو جائے اُسوقت تک درسیات ہی میں مشغول رہے اور جب کافی مناسبت ہو جائے تو چند روز کسی کے پاس رہ کر اصلاح باطن کرلے اور پھر درس و تدریس کا شغل بھی جاری کردے یہ ہے تدبیر خشوع کے پیدا ہونیکی ۔

خلافِ شرع مجاہدہ اور مخالفتِ نفس کوئی چیز نہیں ہے

خدا تعالیٰ کے نزدیک اصل چیز تقویٰ ہے یعنی جن باتوں سے خدا تعالیٰ ناراض ہوں ان کو ترک کر دینا باقی یہ مخترع رسوم سو یہ کوئی چیز نہیں ہیں کیونکہ محض نفس کی مخالفت کرنے سے خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل نہیں ہوتی اور یہ ایسا مرض ہے کہ آجکل کے صوفی بھی اکثر اس میں مبتلا ہیں یعنی یہ سمجھا جاتا ہے کہ جسقدر نفس کی زیادہ مخالفت ہوگی خدا تعالیٰ زیادہ راضی ہونگے اگرچہ وہ مخالفت نفس شریعت کے خلاف بھی ہو چنانچہ بعض لوگوں کو خبط ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر گوشت کھانا حرام کر لیتے ہیں گویا خدا تعالیٰ کے خزانہ میں ان کے اس فعل سے بڑی توفیر ہوگئی اسی طرح بعضے لوگ سرد پانی نہیں پیتے بعضے چارپائی پر نہیں سوتے اور بعضے لوگ جنکو دولت اسلام نصیب نہیں وہ تو یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ اپنے اعضا تک سکھلا دیتے ہیں چنانچہ ایسے جوگی سنے گئے ہیں کہ انھوں نے اپنا ہاتھ سکھلا دیا میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ گرمی کے ایام میں چاروں طرف آگ جلا رکھی ہے اور اس کے بیچ میں خود بیٹھا ہے گویا یہیں دکھلا رہا ہے کہ میں دوزخی ہوں یہ جہل کی باتیں ہیں حدیث میں وارد ہے۔

ان لنفسک علیک حقا و ان لعینک علیک حقا۔	تجھ پر تیرے نفس کا بھی حق ہے اور تیری آنکھ کا بھی (تو اتنی مشقت مت اٹھا)

اتنی مشقت نہ اٹھاؤ کہ پھر بالکل کام ہی سے جاتے رہو پس معلوم ہوا کہ کوئی خاص تکلیف اپنی طرف سے اختراع کر کے برداشت کرنا تقویٰ نہیں ہے لیکن اس سے ان لوگوں پر شبہ نکیا جائے جنھوں نے اپنے نفس کی اصلاح کیلئے بڑے بڑے مجاہدے کئے ہیں اسلئے کہ اول تو وہ حضرات حد اباحت سے تجاوز نہ کرتے تھے پھر وہ بھی اسکو بطور علاج کے کرتے تھے عبادت اور ذریعۂ قرب نہیں سمجھتے تھے ان کے مجاہدے کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص گل بنفشہ پینے لگے یا کسی مرض کی وجہ سے چند کھانے برائے چندے چھوڑ دے کہ وہ اس دوا پینے اور ترک اطعمہ کو عبادت نہیں سمجھتا بلکہ ذریعہ حصول صحت سمجھتا ہے اور اگر کوئی اسکو ثواب سمجھ کر پینے لگے تو وہ یقیناً گنہگار ہوگا اس واسطے کہ اسنے قانون شریعت میں ایک دفعہ کا اضافہ

اپنی طرف سے کیا اور بدعت کے قبح کا یہی راز ہے۔ تو اگر اس طرح سے کوئی گوشت وغیرہ کو ترک کریگا تو بلا شبہ جرم ہوگا لیکن ان حضرات نے ایسا نہیں کیا بلکہ محض علاج کے طور پر ترک کیا ہے بخلاف اسوقت کے جہلا کے کہ وہ اسکو دین اور عبادت اور ذریعۂ قرب سمجھکر کرتے ہیں بہرحال نفس کو راحت پہونچانا اور اُس کے حقوق کا ادا کرنا بھی ضروری ہے اس لئے شریعت مطہرہ نے ہر چیز کی ایک حد مقرر کردی ہے۔

حکایت۔ حضرت ابوالدرداءؓ صحابی کا واقعہ ہے کہ وہ رات کو بہت جاگتے تھے حضرت سلمانؓ نے اُن کو روکا آخر مقدمہ جناب نبوی میں گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان رضؓ سچ کہتے ہیں اور یہ ارشاد فرمایا ان لنفسک علیک حقًا الخ

حکایت۔ مجھے ایک جاہل فقیر کی حکایت یاد آئی وہ یہ ہے کہ ایک عالم کے صاحبزادے گھر سے خفا ہو کر چلے گئے ایک مقام پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ یہاں پہاڑ پر ایک فقیر رہتا ہے ان کو چونکہ دین سے مناسبت خاندانی تھی اسلئے اُن کو اُس فقیر سے ملنے کا شوق پیدا ہوا وہاں جاکر دیکھا کہ ایک شخص ہے جس نے ایک آنکھ پر پٹی باندھ رکھی ہے اور ناک کا ایک سوراخ نجاست بھری بتی سے بند کر رکھا ہے انھوں نے اس حرکت کا سبب پوچھا تو اُس فقیر نے کہا کہ ناک میں گو کی بتی تو اسلئے دی ہے کہ یہاں پھولوں کے درخت بہت ہیں ہر وقت خوشبو سے دماغ معطر رہتا ہے اور اس سے نفس پھولتا ہے تو میں نے نفس کا علاج کرنے کیلئے ایک طرف ناک میں نجاست کی بتی دے رکھی ہے تاکہ اسکی تکلیف سے نفس محظوظ نہ ہونے پائے اور آنکھ پر پٹی اسواسطے باندھ رکھی ہے کہ کام تو ایک آنکھ سے بھی چل جاتا ہے پھر بلا ضرورت دوسری آنکھ کو کیوں خرچ کروں یہ سُنکر اُس مسافر نے کہا کہ فقیر صاحب میں خود تو عالم نہیں ہوں لیکن عالموں کی صحبت میں رہا ہوں اُن سے جو کچھ سُنا ہے اسکی بنا پر کہتا ہوں کہ نہ تو آپ کا وضو ہوتا ہے اور نہ نماز ہوتی ہے کیونکہ ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہے وہ جگہ ہمیشہ خشک رہتی ہوگی اور یہ مانع وضو ہے لہذا آجتک کی سب نمازیں آپ کی برباد ہوئیں چونکہ وہ فقیر باعتبار نیت کے طالب حق تھا صرف جہل سے مبتلا ہو گیا تھا اسکو سُنکر بہت رویا اور توبہ کی واقعی جہل بھی بُری چیز ہے۔

حکایت۔ ہمارے تھانہ بھون کا واقعہ ہے کہ یہاں ایک فقیر رہتا تھا بالکل جاہل اور محلے کے
اکثر لوگ اُسکے معتقد تھے حتیٰ کہ ہمارے نانا صاحب بھی چونکہ صلحائے فقراء سے ان کو خاص
تعلق تھا وہ بھی معتقد تھے محلے بھر میں صرف ایک شخص ایسا تھا کہ وہ اُس فقیر کا معتقد نہ تھا
اور یہی کہتا تھا کہ جاہل آدمی کی کیا فقیری اس حرکت پر تمام اہل محلہ اُن کو ملامت کیا کرتے تھے
ایک مرتبہ اُس شخص کو یہ شرارت سوجھی کہ اخیر شب میں تہجد کے وقت کسی ذریعہ سے اُس فقیر کے
مکان کی چھت پر جا بیٹھا اور جب وہ تہجد کی نماز پڑھنے کیلئے گیا تو نہایت دھیمی اور سریلی آواز
میں اُس کا نام لیکر پکارا اُس نے اپنا نام سنکر پوچھا کہ کون پکارتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں
ہوں اخی جبریلؑ۔ جبریلؑ کا نام سُنکر وہ نہایت غور سے متوجہ ہوا

الحائک اذا صلی یومین انتظر الوحی | جلاہا دو دن نماز پڑھکر (اپنی کم عقلی کی وجہ سے) وحی کا منتظر ہوجاتا ہے

اور کہا کیا ارشاد ہے اُس نے جواب دیا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے تجھے سلام کہا ہے اور یہ
کہا ہے کہ اب تو بہت بوڑھا ہوگیا ہمکو تیری کبڑی کمر دیکھکر شرم آتی ہے اس لئے اب ہم نے
تجھسے نماز کو معاف کردیا یہ کہکر آپ وہاں سے چلے آئے اُس فقیر نے جو اخی جبریلؑ کی زبان سے
پروانہ معافی سُنا پھر کیا تھا وضو کا لوٹا رکھا اور سو گئے اب تہجد بھی غائب صبح بھی ظہر بھی معتقدین نے
جو دیکھا کہ بڑے میاں کئی وقت سے مسجد میں نہیں آئے تو بعضوں کو فکر ہوئی ادھر ادھر تذکرہ شروع
ہوا آخر گھر پر پہونچے تو دیکھا کہ اندر سے زنجیر بند ہے بہتیری آوازیں دیں تو جواب ندارد آخر بڑی مشکل سے
دروازہ کھولا بڑے میاں سے نماز میں نہ آنیکا سبب پوچھا تو اوّل تو مارے نخوت کے آپ نے
کچھ جواب ہی نہیں دیا لیکن جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے کہا کہ میرے پاس اخی
جبریلؑ آئے تھے وہ فرما گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تجھے نماز معاف کردی یہ سُنکر وہ شخص جو غیر معتقد
تھا اور جس نے یہ حرکت کی تھی بہت ہنسا لوگوں کو اُسکے ہنسنے سے شبہ ہوا کہ اسی نے یہ حرکت
کی ہے پوچھا گیا تو اُس نے کہا کہ دیکھ لیجئے آپ ان کو فقیر اور بزرگ بتلاتے ہیں حقیقت میں جاہل
کی فقیری کیا اور جب وہ فقیر نہیں ہوسکتا تو پیر اور مقتدا تو بدرجہ اولیٰ نہیں ہوسکتا۔

حکایت۔ ایک اور جاہل فقیر یہیں تھانہ بھون میں تھے ایک مرتبہ اُنھوں نے تفسیر
فرمائی تھی والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ اے نفس تیری یہی سجا (سزا) صاحبو اجہل کے

۳۰

کرشمے ہیں اور یہ نامعقول سیٹ اس قسم کی کرتوتیں کرتا ہے زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ لوگوںکو اسکی تمیز ہی نہیں رہی کہ یہ واقع میں فقیر ہے یا مکار ہے اور بعض بعض مقامات کی تو حالت ہے کہ وہاں فساق فجار تک کے معتقد ہو جاتے ہیں۔

حکایت۔ چنانچہ ایک مشہور شہر کی نسبت ایک ثقہ سے سُنا ہے کہ ایک ایسے ہی نامعقول پیر کے پاس اُنکا مرید بیٹھا ہے اور اُسکی بیوی بھی بیٹھی ہے اور حضرت پیر صاحب اُسکا مونہ چوم رہے ہیں اور مرید صاحب اس پر خوش ہیں اور بیوی سے ہنس ہنس کر فرماتے ہیں کہ اب تمھارا منہ بڑے رُتبہ کا ہو گیا اب ہماری کیا مجال ہے کہ ہم اسمیں تصرف کریں میرے ایک خاندانی بزرگ اس شہر کی نسبت کہتے تھے کہ وہاں کے فقیر تو دوزخی اور امیر جنتی۔ کیونکہ امراء تو فقراء سے اُن کو اہل اللہ سمجھکر تعلق رکھتے ہیں اور فقراء اُن سے دُنیا حاصل کرنے کیلئے تعلق رکھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ امیروں کو بھی جنتی کہنا مشکل ہے کیونکہ جو شخص اتنا جاہل ہو کہ اسکو فاسق اور صالح میں تمیز نہ ہو سکے وہ کیا جنتی ہونیکے کام کریگا۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ پیر کے فعلوں سے کیا کام اُسکی تعلیم سے کام تو میں کہتا ہوں کہ شیطان کے مرید کیوں نہیں ہو جاتے اسلئے کہ اس سے بڑا عالم اور واقف تو کوئی فقیر بھی نہ ملیگا یہ تو عالموں سے بھی بڑا عالم ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ یہ عالمونکو بھی علوم میں بہکا لیتا ہے اور کسی دوسرے کو کسی خاص امر میں وہی بہکا سکتا ہے جو اُس سے زیادہ اُس امر میں مہارت رکھتا ہو غرض جاہل کی پیری کچھ بھی نہیں ہے ؎

سرانجام جاہل جہنم بود	که جاہل نکو عاقبت کم بود

چنانچہ وہ پہاڑ کا رہنے والا اگرچہ فقیر تھا لیکن بوجہ جاہل ہونیکے اُس نے یہ خرافات کی کہ آنکھ پر پٹی باندھ لی کہ نفس کو شاق ہوگا اور اسی کو طاعت سمجھا صاحبو اگر نفس پر مشقت ڈالنا ہی ذریعہ قرب ہوتا تو لا تقتلوا انفسکم نہ فرمایا جاتا کیونکہ یہ تو بہت بڑی تکلیف ہے اس سے بہت زیادہ قرب ہونا چاہیئے تھا۔ غرض قرب ہوتا ہے صرف دین کا کام اُسکے طریقہ کے ساتھ کرنیسے۔

بزرگان دین کی تواضع کی حالت اور ہمارے دعوے تقدس کی حقیقت

حضرت سیدنا شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ جنکی شان یہ تھی کہ قدمی علی رقاب کل اولیاء

اُن کا مقولہ ہے اُن کی وہ حالت تھی جو شیخ نے گلستان میں نقل کی ہے کہ وہ یہ کہہ رہے تھے ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر		قلم عفو بر گناہم کش	

یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ میری طاعات کو قبول فرمایئے اس لئے کہ میرے پاس طاعت ہی کہاں ہے صرف یہ التجا ہے کہ میرے گناہوں کو بخش دیجئے اور آپ کے اس قول میں قدمی علی رقاب کل اولیاء اللہ اگرچہ اختلاف ہے کہ تمام اولیاء اللہ مراد ہیں یا اُس زمانے کے اولیاء اللہ لیکن دوسری شق میں بھی کچھ کم فضیلت ثابت نہیں ہوتی تو جب یہ حضرات اپنے کو ایسا کہیں توہمکو کیا حق ہے کہ ہم اپنے کو جنیدؒ وقت سمجھیں اور اگر جنیدؒ ہی سمجھیں تب بھی اپنے کو گنہگار سمجھنا چاہئے کیونکہ جنیدؒ تو اپنے کو بہت بڑا گنہگار سمجھتے تھے مگر ہمارا تقویٰ کچھ ایسا لوہے جڑا ہے کہ فسق و فجور سے بھی نہیں جاتا کچھ بھی کریں مگر پھر بزرگ کے بزرگ ہمارے تقویٰ کی وہ حالت ہے کہ جیسے بی بی تمیزہ کا وضو تھا کہ وہ کسی طرح ٹوٹتا ہی نہ تھا۔

حکایت۔ بی بی تمیزہ کا ایک قصہ مثنوی میں لکھا ہے کہ یہ ایک عورت فاحشہ تھی کسی بزرگ نے اسکو نصیحت کی اور نماز پڑھنے کی تاکید کی اور وضو بھی کرا دیا اُس نے نماز شروع کردی ایک مدت کے بعد جو اُن بزرگ کا وہاں کو گذر ہوا تو بی بی تمیزہ بھی ملیں انھوں نے پوچھا کہ بی نماز بھی پڑھا کرتی ہو کہنے لگی جی ہاں پڑھتی ہوں اُنھوں نے کہا اور وضو بھی کرتی ہو کہنے لگی کہ آپنے اُس روز کرا نہیں دیا تھا۔ صاحب مثنوی نے اس قصے کو نقل کرکے لکھا ہے کہ ہم لوگوں کا تقویٰ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بی بی تمیزہ کا وضو تھا کہ نہ وہ زنا سے ٹوٹتا ہے نہ اور کسی فعل سے اسی طرح ہم لوگ اپنے ایسے معتقد ہیں کہ کوئی عیب ہی نہیں نظر آتا البتہ دوسرے پر طعن کرنے میں خوب پختہ ہیں۔

۳۲

دنیا کے رنج و کلفت یا عیش و نعمت کا ناقابل التفات ہونا

فرض کیجئے کہ ایک شخص نے حالت خواب میں یہ دیکھا کہ مجھے خوب پیٹا جا رہا ہے اور مجھے چاروں طرف سے سانپ بچھو ڈس رہے ہیں لیکن بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ تخت شاہی پر آرام کر رہا ہے کوئی مورچھل جھل رہا ہے کوئی عطر لا رہا ہے کوئی پان لا رہا ہے چاروں طرف لوگ دست بستہ کھڑے ہیں تو کیا اس کے دل پر اُس خواب کا کوئی اثر باقی رہیگا ہرگز نہیں بلکہ اگر وہ خواب از خود یاد بھی آئیگا

کہ گویا دفعۃً خدا کے پیروں پر سر رکھدیا اس صورت میں خوشامد کے ساتھ دل اندر سے کہتا ہے کہ یا اللہ میرے گناہوں کو معاف کر اور لطف بھی آتا ہے اور بوقت سجدہ کبھی یہ خیال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو سر عجز رکھدیا لہٰذا اول کا فعل اور خیال جائز ہے یا نہیں۔

جواب - اعتقاد تو نہ کرے کہ حق تعالیٰ کے ایسے پاؤں ہیں لیکن اگر بلا اعتقاد بطور گویا کے تصور آجاوے تو کچھ حرج نہیں اور دوسری صورت تو بالکل بے خطر ہے۔

سوال - بندہ کو جو تین ہزار مرتبہ اسم ذات بتلایا گیا تھا بحمد اللہ اُسکو اسوقت تک کر رہا ہوں صرف یہاں آکر اُس میں اس قدر تغیر ہوا ہے کہ تہجد بھی اور ورد بھی بعد عشا کے سونے سے پہلے کرلیتا ہوں یہ تغیر اس لئے کرلیا کہ جناب نے چلتے وقت فرمایا تھا کہ اگر تہجد کے وقت نہ ہو سکے تو بعد عشا ہی کے کرلیا کرو خدا کا شکر ہے کہ اُسی طرح اسوقت تک دل لگتا ہے بعض اوقات نماز میں ایسی حالت ہوتی ہے کہ مجھے یہ خبر نہیں رہتی کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں یا کیا کر رہا ہوں اور آنکھیں بند ہو جاتی ہیں بعض اوقات جو پڑھتا ہوتا ہوں وہ بھول جاتا ہوں اس میں ایک یہ امر دریافت کرنا ہے کہ چونکہ یہاں نماز میں ہی پڑھاتا ہوں بوجہ اس کے کہ طلبا جو امام ہیں وہ بالکل ہی غلط پڑھتے ہیں۔ اُسی حالت میں یہ کیفیت ہو جاتی ہے اور مشابہ لگتا ہے بعض دفعہ بالکل چپ کھڑا رہ جاتا ہوں مگر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مدت سے کم ہی ہوتا ہے کہ فوراً ہوش آجاتا ہے تو اس میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اور یہ تخمینہ کہ اتنی دیر لگتی ہے صرف تخمینہ ہی ہے اور وہ بھی میرا اور آج تک کسی مقتدی نے بھی یہ نہیں کہا کہ تو چپ کیوں کھڑا ہوتا ہے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سکتہ بہت کم ہوتا ہوگا مگر اس حالت میں جو مزہ آتا ہے اُسکو تحریر میں نہیں لا سکتا اب اگر ارشاد ہو تو نماز پڑھاؤں ورنہ چھوڑ دوں۔

جواب معمولات پر حق تعالیٰ نے ثمرات محمودہ مرتب فرمائے ولو کانت غیر مقصودۃ الحمد للہ علی ذلک۔ یہ حالت غیبت کہلاتی ہے اگر کوئی امام جائز الاقتدا موجود ہوتا تو اس حالت میں اولیٰ عدم امامت تھی لیکن اب نماز کی حفاظت فرض ہے اور اس حالت کی رعایت مستحب اور فرض مقدم ہے مستحب پر اسلئے امامت ترک مت کرو اور اتنے لطیف وقفہ سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی لیکن اگر یہ وقفہ فرضاً طویل بھی ہو جاتا تب بھی چونکہ یہ مشابہ نوم کے ہے اس لئے اُس سے

۱۵

بھی نہ کراہت ہوگی نہ سجدہ سہو ہوگا البتہ جو الفاظ اس حالت میں پڑھے گئے ہوں انکا اعادہ کرنا ہوگا کما ہو حکم النوم۔

سوال۔ حمد و نعت کے بعد یہ عرض ہے کہ چونکہ یہ احقر علم ظاہری اور باطنی سے بے بہرہ ہے اگرچہ مولوی مولانا کے نام سے مشہور ہے سو یہ بھی حضرت مرشدنا مولانا محمد رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصدق ہے کہ حضرت مولوی کے لقب سے نام لیتے اور لفافہ اور خط میں مولوی تحریر فرماتے ورنہ فی الواقع جاہل اور اجہل ہے اور حضرت صاحب سے اپنی دلکی اطمینان کر لیا کرتا تھا اب اور حضرات سے اسقدر عقیدت نہیں کہ جنکے ارشاد سے مطمئن ہوں اور یہ احقر حضرت مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہے اور مولوی مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز ہے اب یہ احقر اپنی کچھ کیفیت حالات گذشتہ عرض کرتا ہے اور اب جو کچھ حالت قلبی ہے اس میں متردد ہے اسکو عرض کر کے اطمینان چاہتا ہے عرض یہ ہے کہ قبل از بیعت تو یہ احقر طالب جنت و حور رہا اور عذاب دوزخ سے ترساں لیکن حضرت مرشد برحق مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ سے کہ حضرت نے کلمہ تشہد کا وعظ فرمایا اور عبد کا مقدم ہونا اور رسول کا موخر ہونا اس میں اشارہ یہ فرمایا کہ عبدیت کا ثمرہ عطیہ رسالت ہے اور یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اب جو بندہ عبدیت کاملہ حاصل کرے تو صلہ میں اُسکے جو مرتبہ ولایت ہے حق تعالیٰ سے مرحمت ہو لیکن اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ عبد کہتے کسکو ہیں فرمایا کہ جو بندہ جنت کی طلب میں اوامر بجا لاوے یا نواہی سے عذاب دوزخ کے خیال سے بچے درحقیقت وہ بندہ نہیں بلکہ عبد وہ ہے کہ نواہی کے بجا لانے میں رضا اور نارضا حق تعالیٰ پیش نظر ہو تو بس حضرت کے اس بیان سے اس امر کی کچھ خواہش بہ تکلف ہوئی مگر یہ خیال تکلف کا بھی دل سے جاتا رہا اور حق تعالیٰ کے دیدار کی طلب کا غلبہ قلب پر ایسا طاری ہوا کہ لوگوں سے نفرت حتی کہ زن و فرزند سے نفرت بلکہ زندگی سے ناخوش بس گریہ و زاری سے الفت اور ہستی سے بیزار بس یہ خواہش تھی کہ الٰہی اپنے دیدار سے مشرف فرما ورنہ میں زندہ رہنا نہیں چاہتا بس موت دیدے اور کیا عرض کروں عقیدہ شرعی جاتا رہا وجود غیر کا خیال شرک معلوم ہوتا تھا بلکہ نقش دل یہی تھا کہ اُس ہی پروردگار نے اپنے آپ کو ملک اور نبی اور ولی وغیرہ سے تعبیر کر لیا ہے ورنہ درحقیقت وہی ذات واحد ہے اور بس ایک عرصہ

۱۶

تک اسی کا اثر رہا پھر یہ خیال بھی جاتا رہا اور وہی عقیدہ شرعی اُس وجودی عقیدہ سے بڑھکر پایا. در قبل از وجودی کیفیت جو عقیدہ شرعی تھا وہ محض آبائی تقلیدی تھا چہ نسبت خاک را با عالم پاک اس حالت سے اُسکو کیا نسبت البتہ جناب اقدس کی اوقات عزیز میں مخل تو ہوا اسکی تو معافی کا خواستگار ہوں اب اس عرض دلی کا اطمینان چاہتا ہوں کہ حضرت مرشد برحق مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کے قلب کو قدر و قضا سے مطمئن کر دیا حتی کہ نہ دنیوی نعما کی طلب ہے اور نہ عقبی کے نعما کی طلب اور نہ سوء خاتمہ کا رنج و غم اور نہ عذاب دوزخ کا رنج و غم دل قدر و قضا سے مطمئن ہے مگر ہاں یہ خیال ضرور ہے کہ حق تعالیٰ کی نعما موجودہ عقل و حواس اور چشم و گوش و زبان و دست و پا وغیرہ کی قدر و منزلت دل میں ایسی سما گئی ہے کہ ان کے شکریہ میں کبھی دل چاہتا ہے کہ اوامر کو بجا لاؤں تاکہ میرا معبود مجھسے راضی رہے غرض اُس کی رضا کا خیال صرف نعما کے شکریہ میں ہے اگر یہ نعما سلب کر لیوے تو یہ خیال دلی نہ رہے مصائب پر شاکر تو کجا صابر بھی نہیں مگر جسمی اور قلبی راحت کے سامان کی قدر و منزلت میں ثبات اور محویت اور اکثر حضوری اور عجیب و غریب کیفیت قلبی ہر کہ قال میں نہیں آسکتی تو یہ کیفیت موجودہ کس میں شمار ہے اور حالانکہ اوّل حالت طلب جنت و حور ہی اور پھر دیدار کی طلب اور اب رضا کی طلب اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی عقیدہ قدر و قضا ہی کا تھا اکثر حضرت نے اطمینان قدر و قضا ہی سے فرمایا اور احقر کے دل میں بھی اسی کی بنیاد جما دی لہذا خواہشات دنیا و عقبی مطلقًا دل میں سے معدوم ہیں مثل مردہ بدست زندہ ہوں اب یہ معلوم نہیں کہ خیالات طلب جنت و حور اور طلب دیدار اور طلب رضا مذکورہ میں افضل اور بہتر کونسی حالت ہے مگر عرض اتنا کہ احقر خلقی آزاد منش ہے اپنے ہم جنس کی دست نگری اور دست گیری سے از بس عار ہے حق تعالیٰ نے مجھپر رحم فرمایا کہ اعضا میرے صحیح و سالم ہیں اور پھر کرم پر کرم یہ فرمایا کہ مجھکو غنا قلبی عطا فرمائی ہفت کشور کے شاہ کی پروا نہ رکھوں رزق مقسوم پر قانع کر دیا صرف گرمی سردی کے لباس اور نان جوین پر قانع کر دیا اگرچہ سر و پا برہنہ رہوں مگر کچھ پروا نہیں حضوری اور رضا مولی سے مست ہوں صرف اعضا آنکھ ہاتھ پاؤں کے ضائع ہونے سے گھبراتا ہوں صرف یہ بیصبری ہے۔

۱۷

الجواب۔ حالات مفصلہ سے بہت مسرت ہوئی حق تعالیٰ استقامت کے ساتھ ترقی بخشے مجھ میں اکابر کے حالات کے متعلق مشورہ دینے کی کیا صلاحیت ہے مگر امتثالاً للامر جو خیال میں آتا ہے عرض کرتا ہوں یہ سب حالات رفیعہ ہیں مگر ہنوز ارفع کی طلب اور دعا ہونا چاہئے منعم کا تعلق جب اور زیادہ غالب ہوگا اس کے کسی تصرف سے گھبراہٹ نہ ہوگی بجز اس کے جس میں اپنے فعل نامرضی کا بھی دخل ہو۔ والسلام میں بھی دعا کا طالب ہوں۔

حال حسب ارشاد والا دفع وسواس کا خیال بالکل چھوڑ دیا الحمد للہ کہ اس التزام سے بہت بڑا فائدہ محسوس ہوا خصوصاً جب سے حضور کا خط عدم التفات وسواس کا آیا اسوقت سے اپنا حال سابق کے اعتبار سے اچھا پاتا ہوں اور جو شکایتیں کہ حضور کی جناب میں تحریر کی تھیں اس میں بہت کمی بلکہ عدم کے درجہ کو پہونچ گئیں ہیں۔

تحقیق مبارک ہو الحمد للہ نفع ہوا۔

سوال۔ خادم حضور کی دعا سے سب معمول کئے جاتا ہے مگر کبھی وسوسے بہت آتے ہیں اور ذکر کے وقت کبھی اسمیں مشغولی ہو جاتی ہے مگر میں اپنی دھن میں لگا رہتا ہوں چند روز کے بعد خود ہی رفع ہو جاتا ہے بلکہ اسی پریشانی میں غلام نے حبس دم وغیرہ کی بابت پوچھا تھا کہ کسی وجہ سے لطف آنے لگے بعد میں جب پھر یکسوئی ہونے لگی تو نہایت شرمندگی معلوم ہوئی کہ اس فضول تحریر سے حضور کو تکلیف ضرور ہوئی ہوگی۔ میں معافی مانگتا ہوں میں کیا عرض کروں ایک عجیب پریشانی کی حالت میں لکھدیا تھا ایک اور طبیعت چاہتی ہے اگر مناسب اور بہتر سمجھئے تو تحریر فرمایئے وہ یہ کہ اب میری طبیعت یہ چاہتی ہے کہ رات کو بعد نماز عشا کے بھی ذکر میں مشغول رہا کروں اور تہجد وغیرہ بھی اسی سلسلہ میں وقت آنے پر پڑھا کروں کیونکہ رات میں یکسوئی زیادہ ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ کی عظمت وہیبت بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے رات کو اگر اجازت ہو تمام رات عبادت میں مشغول رہا کروں آجکل حضور کی یاد بہت آتی ہے بعد فارغ ہونے ذکر کے ہر وقت حضور کا ذکر کیا کرتا ہوں اور حضور کی یاد میں دل کو ایک عجیب لطف اور خوشی وفرحت ہوا کرتی ہے پریشانی کی حالت میں بعض وقت خوف وہیبت زیادہ معلوم ہوتی ہے ایسا جی چاہتا ہے کہ کپڑے وغیرہ پھاڑ چیر کر جنگل کو چلدوں۔

سیما و بالۃ اعتبر الغالب و لو استویا فنصفہ وقیل ثلثۃ ارباعہ در مختار قلت واختلف الترجیح والاحتیاط فی الثانی۔

اور کسی آلہ سے بھی آبپاشی کی گئی ہو تو غالب کا اعتبار کیا جاویگا اور اگر دونوں برابر ہوں تو بیسواں حصہ واجب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ دسویں حصہ کی تین چوتھائی واجب ہے میں کہتا ہوں کہ (اس مقام میں) ترجیح کے اندر اختلاف ہوا ہے اور احتیاط دوسری صورت میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بارانی زمین میں عشر ہے اور آبپاشی چاہ و تالاب میں نصف عشر اور جس زمین کی آبپاشی دونوں طرح ہو تو اسمیں غالب کا اعتبار ہے اور اگر دونوں برابر ہوں تو نصف پیداوار میں عشر اور نصف میں نصف عشر۔

سوال۔ آجکل خراج کا ادا کرنا واجب ہے یا نہیں اگر ادا کیا جائے تو اُسکا مصرف اور مقدار کیا ہے۔

جواب۔ فی الدر المختار یجوز ترک الخراج للمالک لا العشر و فی رد المحتار ترکہ السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وھبہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لہ لو مصرفا والا تصدق بہ بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشھور ج ۲ صلہ و فی الدر المختار ثالثھا الخراج الی قولہ وثالثھا حواہ مقاتلونا و فی رد المحتار الذی فی الھدایۃ وعامۃ الکتب المعتبرۃ انہ یصرف فی مصالحنا کسد الثغور وبناء القناطر والجسور وکفایۃ العلماء والقضاۃ والعمال ورزق المقاتلۃ وذراریھم ج ۲ صلا و صلا اس عبارت سے یہ امور مستفاد ہوئے نمبر ۱۔ اگر یہ شخص خراج کا مصرف ہو تو اپنے صرف میں خراج لا سکتا ہے۔ نمبر ۲۔ اگر یہ مصرف نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے نمبر ۳ مصارف خراج میں سے علما بھی ہیں۔

سوال۔ ہمارے اطراف میں پوکھرے ندی کے قریب ہوتے ہیں جب موسم بارش کم ہوتا ہے تو مالک پوکھر اُس کا مخرج و مدخل بند کر دیتا ہے یعنی باندھ ڈالکر ندی سے جدا کر لیتے ہیں ایسی صورت میں مالک پوکھر کو دوسروں کو مچھلی کے شکار سے روکنا درست ہے یا نہیں اگر نا جائز ہو تو ہدایہ کی اس عبارت کا کیا منشا ہے۔ الا اذا اجتمعت بانفسھا ولم یسد علیھا المدخل۔ منشا شبہ یہ ہے کہ اگر لم یسد کی جگہ یسد علیھا المخرج ہو تو اس کیلئے کیا حکم ہے۔

الجواب۔ یہاں دو حکم جدا جدا ہیں ایک تو مچھلی کا مالک ہوجانا سو اُسکا قاعدہ یہ ہے کہ بند لگا دینے سے ملک میں داخل ہوجاتی ہے اور اسکی فرع یہ ہوگی کہ اُسکا روکنا جائز ہوگا دوسرا حکم مملوک مچھلی کا بیع کرنا سو اُسکا قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ مملوک مچھلی مقدور التسلیم ہو تو بیع جائز ہے ورنہ نہیں۔

دلیل ھذا کلہ ما فی الہدایۃ ولا یجوز بیع السمک قبل ان یصطاد لانہ باع ما لا یملکہ ولا فی حظیرۃ اذا کان لا یوخذ الا بصید لانہ غیر مقدور التسلیم ومعناہ اذا اخذہ ثم القاہ فیہا ولو کان یوخذ من غیر حیلۃ جاز الا اذا اجتمعت فیہا بانفسہا ولم یسد علیہا المدخل لعدم الملک وفی العینی وقید بہ لانہ لو سد موضع الدخول حتی صار بحیث لا یقدر علی الخروج فقد صار آخذا لہ بمنزلۃ ما لو وقع فی شبکۃ فیجوز بیعہ

۱۰ تحقیق روایت وعمل ابتداء طعام بہ نمک واختتام برو

سوال۔ کھانا کھانیکی ابتدا نمک کھانے سے کرنیکو اور ختم طعام بھی نمک کھانے سے کرنے کو اکثر کتب متداولہ معتبرہ میں بحد آداب وسنن طعام لکھا ہے احیاء العلوم وکیمیائے سعادت رد المحتار، فتاوی عالمگیریہ۔ در الملتقی۔ عین العلم وغیرہ میں اسکی صراحت موجود ہے مگر ایک شخص اس کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ جب تک ثبوت اس کا قول یا فعل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے یا کسی صحابی کے قول یا فعل سے نہ ملے محض فقہاء حنفیہ وبعضے صوفیہ کے لکھنے پر اسکا ادب ومستحب ہونا قابل تسلیم ووثوق نہیں ایسے حال میں علماء کرام سے دو سوال ہیں اول یہ کہ قول قائل مذکور کا صحیح ہے یا نہیں بہ تقدیر ثانی کیا غلطی خیال وقول میں قائل مذکور کے ہے اور اسکا جواب مسکت وتشفی بخش کیا ہے دوم اگر کسی قول یا فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا کسی صحابی کے قول یا فعل سے ثبوت سنیت واستحباب ابتداء واختتام بہ نمک نظر سے آپ حضرات کے گذرا ہو تو بہ نقل اُس کے رفع شبہ فرمایئے بینوا توجروا۔

الجواب۔ فی احیاء العلوم ویبدأ بالملح ویختم بہ فی شرحہ للزبیدی ھکذا نقلہ صاحب القوت وصاحب العوارف قال الاخیر روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یا علی ابدا طعامک بالملح واختم بالملح فان الملح شفاء من سبعین داء منہا الجنون والجذام والبرص ووجع البطن ووجع الاضراس وذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات وسیاتی الکلام علیہ فی الفصل الاخیر وقال فی الفصل الاخیر اخرجہ

البیہقی فی شعب بلفظ القوت الخ ورویٰ ابن الجوزی فی الموضوعات الخ ثم قال لا یصح والمتہم عبد اللہ بن احمد الطائی وابوہ فانہما یرویان نسخۃ من اھل البیت کلہا باطلۃ اھ وفی ذیل اللآلی للسیوطی الموضوع لایراد للموضوعات من اکل الملح قبل الطعام وبعد الطعام فقد امن من ثلثمائۃ وستین نوعًا من الداء اھونہا الجذام والبرص اھ۔

ان سب عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن شخص کا یہ قول صحیح ہے اور اسکا ثبوت کہیں نظر سے نہیں گذرا باقی اس سے فقہا وصوفیہ پر اعتراض بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ لکل فن رجال اور ہر فقیہ وصوفی کیلئے محدث ہونا لازم نہیں البتہ فقیہ بمعنی مجتہد کیلئے احادیث احکام پر مطلع ہونا ضروری ہے سو یہ ادب مجتہد مذہب سے منقول بھی نہیں اسلئے اُن پر بھی کوئی شبہ نہیں ہوسکتا نیز اس سے کتب مذہب کا غیر معتبر ہونا بھی لازم نہیں آتا کیونکہ وہ کتب تدوین مذہب منقول عن المجتہد کیلئے موضوع ہیں اور یہ امور خود مجتہد سے منقول نہیں اور یہ سب کلام بابت عدم صحت روایت مسئول عنہا وصحت قول قائل مذکور فی السوال باعتبار اُس روایت کے بعینہٖ منقول صریح اور مرفوع ہونے کے ہے اور باعتبار اُس قول کے صحیح فی نفسہٖ ہونے کے ہر باقی رہی موقوفًا صریحًا اور مرفوعًا استنباطًا بانضمام بعض قواعد صحیحہ اُس روایت کی اصل اور ماخذ ثابت ہے اور اس قائل کا مقصود اگر کتب فقہ وتصوف کے معتبر ہونے کی نفی ہو تو وہ قول صحیح نہیں چنانچہ وہ روایت موقوفًا حضرت علیؓ سے بدین لفظ احیا میں منقول ہے۔ من ابتدا غذاءہ بالملح اذھب اللہ عنہ سبعین نوعًا من البلاء۔ اور زبیدی نے بیہقی سے اسکی تخریج کرکے کوئی کلام نہیں کیا اور مرفوعًا مقاصد حسنہ میں بتخریج ابن ماجہ وابو یعلی وطبرانی وقضاعی بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ وارد ہیں سید ادامکم الملح اور اصل مقتضا سیادت کا یہ ہے کہ وہ اوّل وآخر دونوں محل میں ہو اور بہت مواقع پر تکوینًا وتشریعًا اس کا اعتبار بھی کیا گیا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول الانبیاء نورًا وآخر انبیا ظہورًا ہیں اور خود طعام کے قبل اور بعد ذکر اللہ وارد ہے اور دعا کے شروع اور ختم دونوں پر درود شریف ماموربہ ہے اسی طرح بہت سے احکام ہیں پس یہ ماخذ ہوسکتا ہے نمک سے ابتدا اور اسپر اختتام کرنیکا لیکن یہ عبادات سے

نہیں اس معنی کر استحباب کا حکم نہیں کر سکتے لیکن چونکہ عادات مرضیہ موافقۃ للقواعد الشرعیہ میں سے ہے اس لئے مستحب بمعنی محبوب و مرغوب فیہ کہہ سکتے ہیں اور اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ قائل قول مذکور کا مقصود اگر اس کی بالکلیہ نفی یا کتب مذہب کے غیر معتبر ہونیکا دعوٰی ہو تو وہ قول صحیح نہیں۔

صلوٰۃ المسافر
زوال وطنیت بانتقال اہل و متاع بجائے دیگر
۱۲

سوال۔ ایک شخص نے جسکا مکان سکونت اسکی زاد بوم وطن اصلی میں ہے اسکی زوجہ اولیٰ و دیگر اعزہ و اقران اس کے سب وہیں ہیں دوسرے شہر میں فقط زوجہ ثانیہ کے قیام و سکونت کیلئے مکان بنایا چند سال کے رہنے کے بعد باعث ناموافقت آب و ہوا و مبتلا با امراض رہنے زوجہ ثانیہ کے وطن زاد و بوم میں اپنی زوجہ ثانیہ کو لیجانا پڑا اور اس دوسرے شہر کے مکان کو مقفل کر دیا بعضے اسباب خانہ داری بھی ابتک وہیں ہیں اور زوجہ ثانیہ کا پھر اس دوسرے شہر میں آنا بھی اس دم تک مشکوک ہے ایسے حال میں وہ شخص اگر دو ایک دن کیلئے کسی ضرورت سے یا مکان کی نگرانی کے خیال سے اس شہر میں مسافت سفر طے کرکے آئے تو اسکو قصر کرنا ہوگا یا چار رکعت پوری فرض ادا کرنا ہوگا اس مسئلہ میں جو قول محقق و مفتی بہ مذہب حنفی ہو مع نقل عبارت معتبرات رقم فرمایا جائے۔ بینوا ایہا العلماء الکرام احسن اللہ جزاکم یوم القیام۔

الجواب۔ فی رد المحتار قال فی النہر ولو نقل اہلہ و متاعہ ولہ دور فی البلد لا تبقی وطنا لہ وقیل تبقی کذا فی المحیط اھ ج ۱ ص ۲۹ھ۔

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں دونوں قول ہیں اور یہی دونوں قول فتح القدیر اور بحر الرائق میں بھی نقل کئے ہیں اور بحر میں دونوں قول کی دلیلیں بھی نقل کی ہیں اور فتح القدیر میں دونوں کی تطبیق کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور میرے نزدیک تطبیق ہی مختار ہے چنانچہ اس صورت میں امام محمد کا قول۔

ھذا حالی وانا اری القصر ان نوی ترک وطنہ۔	یہ میرا حال ہے اور میری رائے قصر کی ہے اگر وطن کو چھوڑنے کی نیت ہو۔
نقل کرکے لکھا ہے۔	
الا ان ابا یوسف کان یتم بہا لکنہ یحمل علی انہ لم ینو ترک وطنہ اھ۔	مگر ابو یوسف تمام کیا کرتے تھے لیکن یہ محمول کیا جاویگا عدم نیت ترک وطن پر۔

(باقی آئندہ)

کسی حیلہ کے نہ پکڑی جا سکتی ہو تو اُسکی بیع جائز نہیں ہے اسواسطے کہ بعد بیع کے اُسکے سپرد کرنے پر قدرۃ نہیں ہے۔	لا یؤخذ الا بحیلۃ لا یجوز بیعہ لعدم القدرۃ علی التسلیم عقیب البیع اھ

باقی بہشتی زیور و صفائی معاملات کی عبارت مختصر اور متعلق بعض صورتوں کے ہے اُس سے شبہ نکرنا چاہیے اُن دونوں رسالوں میں تفصیل نہیں لکھی بعض کثیر الوقوع صورتونکو لکھدیا باقی رہی یہ بات کہ اگر حظیرہ کی (صغیرۃ کانت او کبیرۃ کما مرّ) زمین کسی کی ہو اور بند ڈالنے والا دوسرا شخص ہو تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر زمین والے نے اُس زمین اور حظیرہ کو اس کیلئے مہیا کر رکھا تھا تو اس سے وہی مالک ہوگا بند ڈالنے والا مالک نہوگا اور اگر اُس نے مہیا نہیں کر رکھا تھا تو مقتضا قواعد کا یہ ہے کہ یہ بند ڈالنے والا مالک ہو جاوے اور اگر اس میں اختلاف ہو تو زمین والیکا قول معتبر ہوگا کہ میں نے مہیا کر رکھا تھا اور جس صورت میں بند ڈالنے والا مالک ہو جاوے تو مالک زمین کو اُسپر جبر جائز ہے کہ فوراً میری زمین خالی کر دے کہ غیر کی ملک کو مشغول کرنا بدون اُسکی رضا کے جائز نہیں اور رندی مذکور فی آخر السوال کو عرضاً باندھ دینے کی صورت سمجھ میں نہیں آئی مگر قواعد مذکورہ فی الجواب سے اُسکا حکم نکال لینا چاہیے اور حظیرہ صغیرہ کی حد کسی پیمایش سے نہیں ہے صرف یہی حد ہے کہ یمکن الاخذ منہا بلا تکلف واحتیال کما فی العنایۃ اول عبارتہا المذکور فی السوال۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کسی ریلوے اسٹیشن پر اشیاء خورد و نوش مٹھائی وغیرہ کا ٹھیکیدار ہے اور مسافروں کو نرخ مقررہ افسران ریلوے پر دیتا ہے مگر اسٹیشن کے بابوؤں کو خاص رعایت سے دیتا ہے اور یہ رعایت اسی لیے منظور ہے کہ بابو لوگ کوئی رخنہ اندازی اُس کے کام میں نکریں یہ رعایت ان اسٹیشن کے بابوؤں کو کیسی ہے۔

الجواب۔ ناجائز ہے۔

سوال۔ سونے کے ورق سے قرآن مجید کی جلد پر پھول وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور وہ بہت عرصہ تک قائم رہتا ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ

والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض ولکن بشرط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم قیل وید وجلوس سرج ونحوہ وکذا الاناء المضبب بذہب او فضۃ الخ فی رد المحتار وفسرہ (ای المفضض) بالمرصع بہا ط وقال بکل منقش ومزین مزوق قاموس وفیہ مفضض دنی حکمہ المذہب صہ ۳۳۶ ج ۵ - وفی الدر المختار المطلی فلا باس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرہما لان الطلاء مستہلک لا یخلص فلا عبرۃ للونہ عینی وغیرہ صہ ۳۳۷ ج ۵ وفی الدر المختار یحرم لبس الحریر الی قولہ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب ثم الی قولہ وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا صہ ۳۴۲ ج ۵ وفی رد المحتار وہل المراد قدر الاصابع طولاً وعرضاً او المراد عرضہا فقط - وان زاد طولہ علی طولہا المتبادر من کلامہم الثانی صفحہ وجلد مذکور۔

روایت اولیٰ سے مضبب کا جواز بقید اتقاء موضع استعمال اور روایت ثانیہ سے مطلا کا جواز بلا اس قید کے اور بلا قید مقدار اور روایت ثالثہ سے علم کا جواز بلا قید اتقاء موضع مگر بقید مقدار معلوم ہوا پھول مسئول عنہ ظاہراً نہ اول کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ انفصال کے بعد اس کام کا نہیں رہتا اور نہ ثانی کے ساتھ کیونکہ انفصال ممکن ہے پس ثالث کے ساتھ ملحق ہوتا ہے پس اگر کوئی پھول یا بیل عرض میں چار انگشت سے زائد نہ ہو جائز ہے ورنہ نہیں۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید تاجر کتب اپنی کتب مختلف طور سے فروخت کرتا ہے کسی کو نصف قیمت پر دیتا ہے کسی کو ۱/۴ قیمت کی رعایت کر دیتا ہے کسی کو چوتھائی قیمت کی تخفیف کر دیتا ہے اور کسی کو کمیشن پر دیتا ہے اور بعض کو پوری مشتہر قیمت پر دیتا ہے اور مال خریدنے کی بھی مختلف صورتیں ہوتی ہیں اب وہ چاہتا ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ نقد روپیہ سے ادا کرے تو کون سی قیمت کا اعتبار ہوگا خرید کا یا فروخت کا اور فروخت میں کونسی صورت کا اعتبار کیا جاویگا۔

الجواب جزئیہ ملنے کی تو امید نہیں قواعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاجرانہ قیمت کا تو اعتبار نہیں کیونکہ وہ مبنی ہے تخفیف و رعایت و مصالح خاصہ پر بلکہ متفرق خریدار جس قیمت سے لیتے ہیں وہ معتبر ہے۔

(باقی آیندہ)

۸ زکوٰۃ — اعتبار قیمت موزونہ عام خریداران در زکوٰۃ

اور یہ ظاہر ہے اور اپنے سے بڑے کا حال معلوم نہ کر سکنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر اُس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوتا دیکھے جو بظاہر ظناً مذموم معلوم ہوتا ہو تو سکوت کرے اور باقتضائے حُسن ظن اُسکو ماول کرلے اور اسکا راز دریافت کرنا غیر محقق کو بالکل نامناسب ہے بعضے لوگ مشائخ سے گفتگو کرنے میں باوجود محقق نہونیکے بہت دلیر ہوتے ہیں اور خود اُن کے افعال کی تحقیق اور وہ بھی اُن ہی سے کرنے لگتے ہیں اور جب وہ اہل تحقیق نہیں تو وہ راز سمجھ میں آنا دشوار ہوتا ہے پس گفتگو بڑھتی ہے یہ سخت بے ادبی ہے کیا بزرگوں کا اخلاق سے پیش آنا ہر اہل و نااہل سے اسی امر کو مقتضی ہے کہ اُن کو خوب تنگ کیا جاوے خصوصاً مریدوں کو تو بہت ہی احتیاط لازم ہے گو پیر کیسے ہی خوش اخلاق ہوں۔

الا من کان محققا و مرضیا عنده منهم فیستفسر عنه بالتادب تامل و قد وقع هذا الامر الغیر المحمود همنا من بعض مریدی شیخنا مدظلهم العالی فلذا نبهت علیه۔

مگر جو کہ محقق ہو اور مریدوں میں سے پیر کے نزدیک بھی پسندیدہ ہو تو وہ اُس سے ادب سے پوچھ لے غور کر۔ اور یہ امر غیر محمود یہاں ہمارے شیخ کے بعض مریدوں سے واقع ہوا تھا پس اس لئے میں نے اس پر تنبیہ کردی۔

(۳۶) حضرت والا نے درباره جواز وکالت چند اہل علم سے جو یہاں موجود تھے مشورہ فرمایا بعد قیل و قال یہ امر قرار پایا کہ اصل وکالت جائز ہے کہ وہ طاعت مختص بالمسلم نہیں جیسا کہ ظاہر ہے اور اُجرت لینا فقہا رنے طاعت مختص بالمسلم پر حرام لکھا ہے اور یہ حکم نفس وکالت کا ہے قطع نظر عوارض کے مثلاً اگر وکالت میں جھوٹ بولے اور کسی کی حق تلفی کرے تو ایسی وکالت جائز نہیں اور پھر فرمایا کہ طاعت مختص بالمسلم کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ اس سے مراد طاعت مقصودہ ہے ورنہ طاعات لغیرہ تو مخصوص بالمسلم نہیں۔

(۳۷) فرمایا کہ جو حضرات خود ذکر نہیں کرتے اُن سے مستفیدین کو اُن کی وجہ سے بہت کم نفع ہوتا ہے بلکہ مستفیدین کو اپنے حسن ظن کی وجہ سے ایسے حضرات کے ساتھ زیادہ نفع ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ جو شیخ خود عمل نہ کرے اسکی تعلیم میں برکت بہت کم ہوتی ہے۔

(۳۸) فرمایا کہ میں جب کہیں سفر میں جاتا ہوں تو اگر اُس شہر میں وعظ کہوں تب تو وہاں

کھانا کھاتے شرم نہیں آتی گو یہ مبادلہ نہیں ہوتا ورنہ بہت شرم معلوم ہوتی ہے **ف**۔ یہ ایک حالت محمودہ ہے بعضوں کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ اُن کو حق تعالیٰ کی دی ہوئی روزی کھانے سے بھی بغیر عبادت وغیرہ دینی کام لئے شرم معلوم ہوتی ہے یا اسکی یہ وجہ ہو کہ جس شخص نے اطعام کا احسان کیا اس صورت میں اُس کے ساتھ کچھ احسان نہوا۔

(**۳۹**) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کسی اپنے مرید کو یوں نہیں فرماتے تھے کہ فلاں ہمارے مرید ہیں بلکہ یوں فرماتے تھے کہ فلاں ہمارے دوست ہیں **ف** حضرت والا کی بھی یہی مبارک عادت ہے۔

(**۴۰**) حضرت والا نے ایک پرچہ جسکا مضمون مندرجہ ذیل ہے عنایت فرمایا کہ اسکو ملفوظات میں لکھ لینا۔

چار نکاح سے متجاوز نہ ہونیکی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ عورت کا فی نفسہ حق قضاء وطر بھی اور نکاح کی جو اصلی مصلحت ہے یعنی ابتغاء ولد جو موقوف ہے احبال پر وہ بھی مقتضی اسکو ہے کہ کم از کم ہر طہر میں ایک بار ہمبستری ہو جایا کرے اور صحیح المزاج عورت کو ہر ماہ میں ایک بار حیض ہو کر طہر ہوتا ہے یہ امر تو باعتبار حالت عورت کے ہے اور متوسط قوت کا مرد ایک ہفتہ میں ایک بار صحبت کرنے سے صحت کو محفوظ رکھ سکتا ہے یعنی ایک ماہ میں چار بار قربت کر سکتا ہے پس اس طرح سے اگر چار عورتیں ہونگی تو ہر عورت سے ایک طہر میں ایکبار صحبت ہوگی جسمیں تمام مصالح متعلقہ جانبین کی رعایت ملحوظ رہے گی اور اس سے زیادہ منکوحات میں یا تو مرد پر زیادہ تعب ہو کر اُس میں قوت تولید کی نہ رہے گی اور یا عورت کا حق ادا نہو گا اور چونکہ قانون عام ہوتا ہے اس لئے کسی خاص مرد کا زیادہ قوی ہونا اس حکمت میں مخل نہیں ہو سکتا البتہ پیغمبر میں چونکہ قوت بھی زیادہ تھی اور آپ کو قوانین عامہ سے ممتاز کر کے بہت سی خصوصیات بھی عطا کی گئی ہیں اس لئے اس حکم میں بھی آپ کو ایک خاص امتیاز عطا فرمایا گیا۔

(**۴۱**) میں نے عرض کیا کہ درباره نجات اہل فترت کوئی تحریر محقق کہیں نظر مبارک سے گذری ہو تو ارشاد فرمائی جاوے فرمایا کہ اس کا تو خیال نہیں مگر ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نجات ہو گی اُن امور میں جو مدرک بالعقل نہیں لقولہ تعالیٰ ماکنا معذبین الخ اور جو امور مدرک

باعقل ہیں اُن کی رسول عقل ہے پھر میں نے عرض کیا کہ توحید مدرک بالعقل ہے یا نہیں فرمایا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عقول عالیہ سے تو توحید مدرک ہوتی ہے اور دیگر عقول سے نہیں۔

(۴۲) ایک شخص جو یہاں آئے تھے اور کئی روز تک اپنے آنیکی وجہ نہیں ظاہر کی اور جب دریافت کیا گیا تو ہنس ہنس کر جواب دینا شروع کیا تو حضرت نے فرمایا کہ معاملہ کی بات میں ہنسنا بے تہذیبی ہے جس سے بات کیجاتی ہے اسکو رنج ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میری بات کی اس نے کچھ وقعت نہیں کی اور میرے ساتھ استہزا کرتا ہے۔

(۴۳) فرمایا کہ میرے یہاں زیادہ تعلیم انتظام اور استغنار کی ہے کہ انسان کے سب کام باموقع ہوں اور مخلوق سے بالکل طمع نہو **ف** ظاہر ہے کہ یہ امور کسقدر ضروری ہیں بعض مشائخ کے دربار میں ان امور کی طرف اس زمانہ میں بہت کم توجہ ہے۔

(۴۴) ایک شخص نے جو ایک رئیس کے کارندہ تھے دریافت کیا کہ مجھے کاشتکاروں نے کچھ رقم دی اور یہ کہا کہ ہمنے تمسے راحت حاصل کی ہے اس وجہ سے خوشی سے یہ عطیہ پیش کرتے ہیں اور میں نے اُن سے یہ بھی کہدیا تھا کہ میں امسال ان رئیس صاحب کی نوکری چھوڑ دونگا لہذا آیندہ ان کو مجھسے کچھ امید رعایت وغیرہ نہ تھی آیا اس صورت میں لینا جائز ہے یا نہیں فرمایا جائز ہے انھوں نے شبہ پیش کیا کہ آخر یہ عطیہ دیا تو انھوں نے اسی وجہ سے کہ پیشتر میں نے بوجہ کارندگی کے راحت پہونچائی فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ اس عطار کا سبب قریب تو محبت ہی گو محبت کا سبب راحت رسانی بحیثیت منصب کے ہو جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ ہدیہ محبت کے سبب دیتے گو وہ محبت نبوت کی وجہ سے تھی مگر سبب ہدیہ کا نبوت نہ تھی۔

(۴۵) فرمایا کہ اکثر مشائخ سابقین فقط دوازدہ تسبیح کا ذکر کرتے تھے لیکن اپنے قلب کی نگرانی اعلی درجہ کی فرماتے تھے ان ریاضتوں سے اس کمال کو پہونچے **ف** مطلب یہ نہیں کہ اتنا ہی کیا کرے یہ تو شیخ کی رائے پر ہے مقصود یہ ہو کہ مجاہدہ قلیلہ بھی اگر بشرائط ہو بہت نافع ہوتا ہے۔

(۴۶) فرمایا حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کے مرید عموماً مخلص وفہیم ہیں۔

(۴۷) فرمایا کہ سب لوگوں پر نعمائے الٰہیہ بہ نسبت مصائب کے زیادہ ہوتی ہیں لیکن غفلت

۱۵

سے اندازہ نہیں ہوتا۔

(۴۸) فرمایا کہ ایک درویش سے میں نے کہا کہ اہل علم کو اذکار و اشغال سے بہت جلد نفع ہوتا ہے اور اُن کو مجاہدہ کی زیادہ حاجت نہیں ہوتی فرمایا مجاہدہ کو اصطلاحی اور عرفی مجاہدہ ہی میں منحصر نہیں بلکہ وہ تحصیل علوم میں جو مشقت اُٹھاتے ہیں وہ بھی مجاہدہ ہے اور اسی وجہ سے عرفی مجاہدہ کی ان حضرات کو کم حاجت ہوتی ہے۔

(۴۹) فرمایا کہ ایک نوعمر طالب علم پر عجیب عجیب حالات وجدیہ طاری ہوئے چونکہ میں تصرفات میں مشاق نہیں ہوں اسلئے میں نے ایک اور درویش صاحب تصرف سے کہا کہ آپ اس حالت کی کسی صورت سے اس طرح مدافعت کر دیں کہ یہ ہوش میں آجاویں اور انکے حواس درست ہو جاویں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اُن طالب علم نے رات کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اس درویش سے کہدو کہ تو درویشی کا دعویٰ کرتا ہے اور ایسی محمودہ حالت کو تو دفع کرتا ہے اب کبھی ایسا نہ کرنا اور اُس طالبعلم سے یہ بھی فرمایا کہ تم خود کسی سے بیعت ہو جاؤ میں نے کہا کس سے ہوں فرمایا کہ جس سے زیادہ محبت ہو مولانا نے فرمایا کہ اُن کو مجھسے زیادہ محبت تھی پس وہ مجھسے بیعت ہوگئے اور میں تو مشاق بھی نہ تھا مگر بیعت کے لئے مجھ ہی سے اُن کو حضور نے فرمایا اور ان کی شق کی طرف کچھ بھی توجہ نکی معلوم ہوا کہ منظور نظر حضور کے یہ امور نہیں ہیں۔

(۵۰) فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس مسئلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حدیث سے جتنا زیادہ بعید معلوم ہوتا ہو وہاں پر سمجھ لو کہ امام صاحب کے پاس بڑی قوی دلیل ہے گو ہمارے فہم میں نہ آوے۔ قال الجامع اکثری لا کلی تامل۔

(۵۱) فرمایا کہ عقائد کے بیان کرنے میں زیادہ تفصیل عوام کو مضر ہے اُن میں اجمال اسلم ہے اور مسائل واحکام کے بیان کرنے میں اسکا عکس ہے۔

(۵۲) فرمایا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی اسکا ظاہر مراد نہیں کہ وہ خلاف مشاہدہ ہے معنی یہ ہیں کہ اسکے استعمال سے جسقدر ضرر یعنی گناہ ہوتا ہے وہ اسکے نفع کے مقابلہ میں محض لاشئے ہے مثلاً کسی کو ایک پیسہ حرام کا ملجاوے اور دس پیسہ فوت ہوجاویں

اس قاعدہ کی دو شقیں ہیں دونوں شقوں پر کلام کیا جاتا ہے اول شق تو یہ ہے کہ جب ماضی جزا میں واقع ہوتی تو اگر ماضی اپنے معنوں پر نہیں رہتی بلکہ شرط کی معلول ہوتی ہے تو اہل عربیت اسپر ف نہیں لاتے انتہی یہ قاعدہ سرتاسر غلط ہے علماء عربیت میں سے کسی نے نہیں لکھا اور اسکے خلاف بیسیوں نظائر خود کلام اللہ میں موجود ہیں دیکھئے من جاء بالسیئۃ الخ دیکھئے من جاء بالسیئۃ شرط اور کبت وجوھھم جزا ہے اور ماضی اپنے معنی پر نہیں بلکہ شرط کی معلول ہے اور باوجود اسکے اسکی جزا پر حرف ف لائی گئی ہے اسی طرح اور لیجئے۔

فان اسلموا فقد اھتدوا وان امنو بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم ومن یحلل علیہ غضبی فقد ھوی۔	پس اگر مسلمان ہوجاویں تو بیشک ہدایت پر آگئے سو اگر ایمان لاویں وہ جس طرح تم تو بیشک ہدایت پالیں اور جو مضبوط پکڑلے اللہ کو تو وہ بیشک پڑگیا سیدھے راستہ پر۔ اور جس پر میرا غضب نازل ہوا تو ضرور وہ ہلاک ہوگیا۔

ان سب آیتوں میں اس قاعدہ کے خلاف ف لائی گئی ہے پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ محض تراشا ہوا ہے یا غلط فہمی ہوئی جیسا کہ ہم اسکی نسبت بھی کلام کریں گے۔

علاوہ ازیں خود یہی بعض عقلاء دوسری آیات کے ترجمہ میں اپنے اس گھڑے ہوئے قاعدہ کے خلاف شرط کو محذوف مانتے ہیں اور ماضی مذکور کو جسپر ف داخل ہو اسکی جزاء اور اسپر مترتب سمجھتے ہیں۔

آیت فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین فالتقطہ آل فرعون کا ترجمہ اسطور پر کیا ہے کہ تو ڈال دے دریا میں اور مت ڈر (جب موسی کی ماں نے ان کو دریا میں ڈالدیا) تو فرعون کے لوگوں میں سے کسی نے انکو اٹھالیا۔

اسی طرح پر آیت الق عصاک فلما راٰھا تھتز کا ترجمہ لکھتے ہیں کہ اپنی لاٹھی ڈالدے (جب ڈالدی) تو لاٹھی کو ہلتے ہوئے دیکھا اب ذرا انصاف سے دیکھا جائے کہ ان دونوں آیتوں میں شرط کو جو درمیان خطوط ہلالی کے لکھی ہے محذوف مانا ہے یا نہیں اور بلا شک وشبہ جزا اسپر مرتب ہے یا نہیں۔

پس اگر کسی مفسر نے آیت اضرب بعصاک البحر فانفلق کی تفسیر اس طرح پر کی کہ اپنی لاٹھی کو دریا پر مار (جب موسیٰ نے عصا کو دریا پر مارا) تو دریا پھٹ گیا تو اس کے قبول کرنے میں ان عقلاء زمان کو کیا عذر اور کیا انکار ہے جبکہ وہ دوسری آیات میں خود شرط مقدر مان کر جس فٍ داخل ہے اسکی جزاء قرار دیتے ہیں۔

پس انہی عقلاء کے مسلمات سے ان کے اس من گھڑت قاعدہ کی غلطی ثابت ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ یہ ایسا لغو قاعدہ ہے جسکی پابندی یہ گھڑنیوالا خود بھی نہیں کر سکتا۔ سچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد۔

جھوٹ بات کہاں تک چلتی دوسری آیتوں میں حسب قاعدہ صحیحہ شرط مقدر ماننی ہی پڑی مگر اس آیت میں چونکہ شرط مقدر ماننے سے ان کے زعم میں خلاف قانون قدرت لازم آتا تھا (اور نہ معلوم ان عقلاء کے خیال میں خدا کس عاجز ذات کا نام ہے جسکو قانون قدرت میں مقید کر رکھا ہے کہ اسکے خلاف کچھ کر ہی نہیں سکتا) اسلئے اس جگہ فوراً ایک قاعدہ تراش لیا کہ فانفلق شرط مقدر پر مرتب نہیں ہو سکتا حالانکہ ایسی ہی مثال دوسری آیتوں میں موجود ہے جہاں خود شرط کو مقدر مان کر تفسیر کی ہے۔ زبان کے قواعد ہوئے کھیل ہی ہو گئے کہ گھڑی میں کچھ اور گھڑی میں کچھ یہاں تک تو شق اول کا بیان تھا اب ذرا دوسری شق کو بھی سن لیجئے بعض عقلاء فرماتے ہیں کہ جب ماضی اپنے معنوں پر باقی رہتی ہے اور شرط کی معلول نہیں ہوتی تو اسپر ف لاتے ہیں۔

افسوس یہ تو ایسی بات ہے کہ کوئی نحو میر پڑھنے والا بھی نہ کہہ سکتا بھلا اگر جزا شرط پر معلق اور متفرع نہ ہوگی تو شرط شرط اور جزا جزا کیسے ہو سکتی ہے اس صورت میں تو جزاء کی تعلیق شرط پر بداہۃً باطل ہو جائیگی جسکو علماء عربیت بالاتفاق ممنوع لکھتے ہیں مگر جسے قرآن میں تحریف ہی کرنا منظور ہو وہ علماء عربیت کے قواعد کیوں سننے لگا ہے کیونکہ اگر قواعد عربیت و لغت و قوانین معانی و بلاغت کی رعایت کے ساتھ قرآن کو دیکھا جائے تو پھر قیامت تک تحریف ممکن نہیں اور مجبور ہو کر وہی کہنا پڑیگا جو علماء اہل سنت و مفسرین سلف رحمہم اللہ تعالیٰ تیرہ سو برس سے کہتے آرہے ہیں بھلا یہ بھی کوئی تہذیب اور انسانیت ہے کہ قرآن عربی زبان کی کتاب اور اسکی تفسیر ایک عجمی شخص اپنے

١٢

منگھڑت قواعد واصول سے کرنا چاہے پھر کتاب بھی کونسی کتاب جسکو ہر شخص بھی کلام الٰہی خطاب رحمانی سمجھتا ہے بجز اسکے کہ یہ کہا جائے کہ ان کو تحریف ہی کرنا منظور ہے اور کچھ فائدہ ان لغو اور بیہودہ قواعد کے گھڑنے سے سمجھ میں نہیں آتا مگر یاد رہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ خود حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے پس ان تحریفات وتلبیسات سے روی تابان قرآنی پر ذرا بھی دھبہ نہیں آسکتا

ع دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست۔

شرط وجزا کے بارے میں تفصیل دیکھنی منظور ہو تو مفتاح سکاکی اور علامہ تفتازانی کی شرح تلخیص مطول ومختصر ومغنی اللبیب وغیرہ ملاحظہ کیجئے جن سے صاف واضح ہوتا ہے کہ شرط وجزا ر اگر فعل ماضی واقع ہوں تو وہ مستقبل کے معنی میں ہوتے ہیں کیونکہ شرط وجزا کیلئے بمعنی مستقبل ہونا واجب اور بمعنی ماضی ہونا ممتنع ہے اور اگر کسی موقع پر جزا فعل ماضی ہو اور واقع میں بھی اسکا وقوع وقت تکلم سے پہلے ہو چکا ہو تب بھی ماضی کو بتاویل مستقبل کے معنی میں کیا جائیگا۔

مثلاً ان کنتُ قلته فقد علمته (اگر میں نے یہ بات کہی ہو تو آپ نے اسکو جان لیا ہے) ظاہر ہے کہ علم الٰہی کا وقوع تو پہلے ہی ہوگا مگر اس آیت میں بھی علماء عربیت شرط وجزار دونوں فعلوں کو بمعنی مستقبل لیتے ہیں اور معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ اگر آئندہ میرا یہ بات کہنا ثابت ہو جائے تو آپ کا اسکو جان لینا بھی ثابت ہو جائے گا۔ غرض جب فعل ماضی جزا واقع ہوتا ہے تو وہ صرف لفظوں میں ماضی ہوتا ہے اور معنی کے اعتبار سے اسکا مستقبل ہونا واجب ہے پس ان بعض عقلاء کا یہ کہنا (کہ جب ماضی اپنے معنوں پر باقی رہتی ہے اور جزار کی معلول نہیں ہوتی تو اسپر ف لاتے ہیں) سراسر غلط ہے دو وجہ سے ایک تو یہ کہ فعل ماضی کا شرط وجزار کے موقع پر اپنے معنوں میں باقی رہنا جائز ہی نہیں دوسرے یہ کہ جزار اگر شرط کی معلول اور اسپر معلق نہ ہوگی تو شرط شرط اور جزار جزار کیسے باقی رہے گی۔ پھر ذرا آپ کے الفاظ تو ملاحظہ کئے جائیں فرماتے ہیں (کہ جب ماضی اپنے معنوں پر باقی نہیں رہتی اور جزار کی معلول نہیں ہوتی) یہ جملہ اخیرہ کس علمی قابلیت پر دلالت کرتا ہے کیں جزار جزار کی بھی معلول ہوا کرتی ہے جزار تو ہمیشہ شرط کی معلول ہوا کرتی ہے یہ ہمنے آج ہی سنا کہ جزار خود اپنی بھی معلول ہوسکتی ہے اگر یہ قلم کی غلطی ہے تو خیر ورنہ اس علمی لیاقت کو دیکھکر بیساختہ یوں کہنے کو جی چاہتا ہے ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

۱۳

واقعی قرآن میں تحریف کرنیوالیکا دماغ وقلم اُسکے قابو میں نہیں رہا کرتا۔

مزید اطمینان کیلئے ہم عربی عبارت بھی نقل کردینا مناسب سمجھتے ہیں جسکا حاصل اُردو میں ہم ابھی بیان کرچکے۔

فاضل خضری حاشیہ شرح الفیہ ابن مالک میں اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

	اوماضیین اومضارعین		تلقیہما او متخالفین	

المراد ماضیین لفظا فقط لان ھذہ الادوات تقلب الماضی للاستقبال شرطا اوجوابا سواء فی ذلک کان وغیرھا علی الاصح وسواء قرن الجواب بالفاء وقدام لا واما ماتکون فیہ معنی الشرط والجواب اوھما واقعا فی الماضی مثل ان کنت قلتہ فقد علمتہ وان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل وان کان قمیصہ قد من دبر فکذبت فمؤول بان المراد ان تبین فی المستقبل انی کنت قلتہ فی الماضی فانا اعلم انک قد علمتہ وان یسرق فی المستقبل فاخبرکم انہ قد سرق اخوہ من قبل وان تبین قد قمیصہ من دبر فاعلموا انہا کذبت الخ۔

ایک ذی استعداد شخص بخوبی سمجھ گیا ہوگا کہ ان عقلاء ہوا پرستوں کے قواعد واصول صرف ہوا پرستی پر مبنی ہیں تہذیب وانسانیت وانصاف سے اُن کو کوئی تعلق نہیں۔ اب ہم یہ بھی بتادینا چاہتے ہیں کہ یہ قاعدہ ان عقلاء نے کہاں سے نکالا اور اس فاش غلطی کا منشا کیا ہوا۔

بات یہ ہے کہ کہیں نحو کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا دیکھ لیا۔ (اذا کان الجواب لا یصلح ان یکون شرطا وجب اقترانہ بالفاء) کہ جب جزا میں شرط بننے کی صلاحیت نہو تو اسپر ف کالانا واجب ہے اسکا مطلب بسبب ناواقفی کے یہ سمجھ گئے کہ جزا شرط کی معلول نہیں ہوتی حالانکہ یہ ایسی فاش غلطی ہے جو ایک ادنیٰ طالب علم بھی نہیں کرسکتا۔

اس عبارت کا مطلب صرف اُن سات موقعوں کا بیان کرنا ہے جنپر تعلیق صحیح نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ کتب نحو میں یہ مضمون مصرحا موجود ہے۔

اُنکو عقلاء زمانہ نے سمجھا کچھ بھی نہیں بجائے اُسکے قاعدہ کے عنوان سے ایک غلط مضمون بیان کردیا دو قاعدہ علت ومعلول پر مبنی نہیں بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ جبقدر معنی جزا میں واقع ہوتا ہے

۱۴۳

آزمائش میں ڈالا وہ گوناگوں تکلیفوں کا جسوقت اپنے آپکو نشانہ بنا ہوا دیکھتا تو مسکراتا خوش ہوتا ہنستا اور بزبان حال یوں کہتا ہے کہ ۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت	سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اے مسکین ۔ تقدیر سے مناظرہ اور مخالفت مت کر ورنہ ہلاک ہو جائیگا اسلئے کہ اس تیر دوڑ دھوپ اور شکوہ و شکایت سے تقدیر تو ٹلنے کی نہیں باقی رہی تکلیف سو یہ مافوق ہو جائیگی کہ دل بھی دکھیگا اور بدن بھی دکھیگا دین ہو یا دنیا دونوں جگہ راحت کا دارومدار اسی پر ہے کہ تو حق تعالیٰ کے احکام قضا و قدر پر راضی رہے اور اپنے دلکو مخلوق سے باہر نکال لے کہ تو ہے کے گر بھی اگر سر پڑے پیپ تو مخلوق سے استغاثہ مت کر۔ فریادرس وہی ایک ہی مصیبت ڈالنے والا بھی وہی ہے اور اسکا اٹھانیوالا بھی وہی ہے نبی ہو یا ولی اور طبیب ہو یا ڈاکٹر ۔ اور فقیر ہو یا بادشاہ ۔ اور ضعیف ہو یا پہلوان کسی کی بھی طاقت نہیں کہ اسکے نازل کیے ہوئے حکم کو ہٹا سکے ۔ باقی اگر کسی کے ہاتھوں کچھ ہوتا ہوا دیکھ رہے ہو تو یہ فعل خداوندی ہی ہے جسکا ذریعہ و واسطہ اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو بنا دیا اور اس طرح پر افعال خداوندی اسکی مخلوق کے ہاتھوں جاری ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں اے بندہ مسکین اپنی حقیقت پر نظر کر اور جان لے کہ تیرے لئے شایاں یہی ہے کہ بندہ مسکین بنا رہے متصرف حقیقی خدا ہی کی ذات واحد کو سمجھے اور نفع ہو یا نقصان مخلوق کی طرف سے نظر ہٹا کر اپنے قلب کو مخلوق کے پروردگار کے ساتھ جا ملائے کہ اسی سے دل بستگی ہو اور اسی پر دل کو سکون و ٹھہراؤ حاصل ہو اب رہی یہ بات کہ یہ مضمون قلب کو کس طرح حاصل ہوگا سو بالکل یقین کر لینا چاہیے کہ شریعت محمدیہ کا اتباع کئے بغیر اسکا حصول ناممکن ہے اور شریعت محمدیہ کا اتباع اللہ کے ان نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنے سے حاصل ہوگا جنکو کمال اتباع نصیب ہوا ہے پس جب تم حق تعالیٰ اور آپکے رسولوں اور اسکے نیکوکار بندوں کی متابعت میں ہر وقت لگے رہوگے تو بیشک اپنے قلب اپنے باطن اور اپنے اندرون سے پروردگار مخلوقات کے ساتھ جا ملوگے لہذا اگر صالحین کی صحبت خدمت میں لگا رہنا تم سے ہو سکے تو وقت کو غنیمت سمجھو اور انکی خدمت کو وسیلہ نجات سمجھکر جلد اختیار کرو کہ دنیا و آخرت دونوں جگہ وہ تمہارے لئے بہتر اور سب سے زیادہ نافع شے ہے اگر تم صلحاء کی صحبت خدمت میں رہوگے تو ان کے نورانی قلوب کی شعاعیں تمہارے قلوب پر اپنا عکس ڈالکر تمہارا دل

بھی اپنے دلوں کی طرح منور بنالینگی اور یہی وہ بڑی نعمت ہے جسکے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت
بھی خاک ہے اور اسی کے حاصل کرنے کیلئے نازپروردہ بادشاہوں نے دلق گدائی کو اختیار کیا ہے
خوب سمجھلو کہ اگر تم ساری دنیا کے مالک بھی بنگئے اور شاہ ہفت اقلیم بھی قرار پائے مگر تمہارا قلب
ان نیکوکار بندوں کے قلوب کی طرح منور اور تجلی گاہ حق نہوا تو گویا تم ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں
اور لاکھ فقیروں کے ایک فقیر ہو کہ تمہاری برابر کوئی تنگدست اور مفلس دنیا کے پردہ پر
بھی نہوگا۔ اصل بادشاہت یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت و معرفت سے قلب مالا مال ہو جائے
اور دل اس قابل بنجائے کہ اسکو خانہ خدا کہہ سکیں جملہ اہل بصیرت کا اسپر اتفاق ہے کہ جس شخص
کا قلب اللہ تبارک و تعالیٰ کے قابل بنجاتا اور دنیا و آخرت اسکے ساتھ ہوتی ہے کہ صاحبدل بنکر
ہدایت خلق کیلئے مستعد رہے تو وہ باطنی سلطنت کا حاکم بنجاتا اور عوام و خواص سب پر حکومت
کرنے لگتا ہے۔

اے غافل انسان ہوش میں آ تیری حالت پر افسوس آتا ہے کہ اپنی ہستی و حقیقت کو بھولکر
فرعونیت پر تلا ہوا ہے ذرا اپنی حقیقت کو پہچان کہ تو چیز کیا ہے سرتاپا غفلت بنا ہوا دائرہ انسانیت
سے گیا گذرا ہو گیا اور اس پر دعویٰ ہے کمال ولایت اور قرب حق کا کہ اہل حق کو بھی نظر حقارت سے
دیکھتا ہے بھلا تجھکو ان سے نسبت کیا؟ تیرے اندر کونسی بات ہے جسپر نظر کرکے اللہ والوں کا
سہیم و شریک تجھکو قرار دیا جائے تیرا سارا فکر و اہتمام کھانا پینا اور نکاح و جماع بنا ہوا ہے دنیا
کی کنکریوں کا جمع کرنا اور اس پر حریص بنا رہنا شب و روز کا تیرا مشغلہ ہے حالت تیری یہ ہے
کہ دنیا کے پیچھے مرکھپ رہا ہے رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی لحظہ اور کوئی منٹ بھی
ایسا نہیں گذرتا جس میں کسب دنیا اور فکر دنیا کے شغل سے تو خالی رہتا ہو دنیا کے کاموں میں
تو بڑا کارگذار محنتی جفاکش اور مستعد ہے اور آخرت کے کاموں میں کاہل و کسلمند سست و بیکار
گویا اپاہج و معذور ہے۔ مان لے کہ دنیا تجھکو مل بھی گئی مگر آخر انجام کیا؟ ایک روز ضرور مرنا
اور قبر کے تنگ و تاریک گڑھے میں جانا ہے پس اسوقت تو یاد کریگا کہ یہ موٹا تازہ بدن جس کے
فربہ کرنے میں رات دن مشغول رہا واقع میں اسکو کیڑے مکوڑوں کی غذا بنانے اور حشرات
الارض کو کھلا کر فربہ کرنیکے لئے تیار کر رہا تھا وائے افسوس بر طالبان دنیا کہ اپنے گوشت کو فربہ

۱۴

ہمسے بہت دور بنایا ہے تاکہ اس قسم کا کوئی حادثہ نہو۔

ثریا وجوزا وشعری و بنات النعش کی حکمت

اور جو ستارے برس کے بعض حصہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور بعض میں چھپے رہتے ہیں جیسے ثریا جوزا شعری وغیرہا انکے اندر بھی غور کرو کہ ان کے بعض وقت میں طلوع ہونے اور بعض میں غروب ہونے کے اندر کیا حکمت اور نفع حکیم مطلق نے ودیعت رکھا ہے اگر دفعۃً ایک وقت کے اندر انکا ظہور ہوتا تو جن اشیاء مجہولہ کا علم ان کے ذریعہ سے لوگوں کو ہوتا ہے وہ ہرگز نہوتا بس ایک وقت میں بعض کے طلوع ہونے اور بعض کے غروب ہونے سے بہت سی ایسی اشیاء کا علم لوگوں کو ہوتا ہے کہ انکے طلوع کے وقت وہ ان سے منتفع ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بنات النعش اسی قسم کی مصلحت کیلئے ظاہر ہی رہتی ہے کبھی غائب اور نظروں سے پوشیدہ نہیں ہوتی۔

سکون وحرکت کواکب

پھر غور کرو کہ اگر ستارے سب ساکن ہوتے تو جو امور ان کے حرکت کرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک برج سے دوسرے برج میں منتقل ہونے سے معلوم ہوتے ہیں ان کا ہرگز علم نہوتا اور وہ امور حوادث وواقعات ہیں جیسے آفتاب ومہتاب کے اپنے منازل میں منتقل ہونے سے بہت سے حوادث عالم پر استدلال کیا جاتا ہے اور اگر سب متحرک ہوتے تو ان کی حرکت کیلئے کوئی منزل ومرجع نہوتا اور نہ کوئی علامت ہوتی کہ اسپر قیاس کرتے اسواسطے کہ برجوں میں چلنے ہی سے ان کی چال کا علم ہوتا ہے جیسے کہ زمین پر چلنے والے کی چال کا حال ان منازل سے پہچانا جاتا ہے جن پر وہ گذرتا ہے۔

خلاصہ باب

خلاصہ یہ ہے کہ یہ فلک اور اسکا سورج اور چاند اور ستارے اور برج سب کے سب اس عالم پر سال کی چاروں فصلوں میں حق تعالیٰ غالب حکمت والے کی تقدیر سے حیوانات ونباتات وغیرہا کی حفاظت کے واسطے گھومتے رہتے ہیں اور حق تعالیٰ کی بڑی حکمت وقدرت ہے کہ افلاک نہایت استواری ومضبوطی کے ساتھ پیدا فرمائے تاکہ یہ عالم مدت تک قائم رہے اور کوئی تغیر اسمیں نہ آوے۔

پس حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اس عظیم الشان آسمان کے تغیر سے بیفکر کر دیا جسکی اصلاح پر کسی کو بھی قدرت وطاقت نہوتی اگر اسمیں کوئی ایسا تغیر پیش آجاتا جس سے زمین میں بھی کوئی

۱۱

بات پیدا ہو جاتی کیونکہ زمین کا نظام آسمان کے ساتھ متعلق و مرتبط ہے تو یہ سب معاملہ حق تعالیٰ سبحانہ کی قدرت پر اس طرح چل رہا ہے کہ نہ بگڑتا ہے نہ خراب ہوتا ہے اور نہ کوئی چیز اپنے وقت سے ہٹ سکتی ہے تاکہ یہ کارخانہ عالم درست رہے سبحانہ ما اعظم شانہ۔

چوتھا باب پیدائش زمین کی حکمت میں

حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ہ اور زمین کو ہمنے بچھا دیا ہے، تو ہم کیا اچھے بچھانے والے ہیں۔ پھر ذرا غور تو کرو کہ جب حیوانات کو مکان کی ضرورت تھی اور غذا سے اُن کو استغنا نہ تھا تو حق تعالیٰ نے اُن کے ٹھیرنے کیلئے زمین کو کیسا اچھا فرش بنا دیا کہ تمام زمین حیوانات کی غذا کیلئے نباتات کے اوگنے کی جگہ ہے اور اُن کے رہنے کیلئے کیا اچھا گھر ہے جو سردی اور گرمی سے انکو بچاتا ہے اور اُن چیزوں کیلئے جنکی بدبو سے تکلیف پہونچتی ہے جیسے کہ مردار جانور اور ہر بیجان قالب بنی آدم کے اور ہر قسم کی ناپاکیاں سب کیلئے مدفن بھی ہے (جنکو زمین کھود کر اسمیں دفن کر دیتے ہیں تاکہ زندہ مخلوق کو تکلیف نہو) جیسا کہ جناب باری سبحانہ کا ارشاد ہے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا کیا ہمنے زمین کو زندوں اور مردوں سب کو سمیٹنے والی نہیں بنا دیا۔ اس آیت کی تفسیر اس طرح بھی کیگئی ہے۔

پھر حق تعالیٰ نے زمین کو راستوں کیلئے نرم بنا دیا کہ اُسمیں نشانِ قدم سے راستہ بنجاتا ہے اگر یہ نشان باقی نہ رہا کرتے (اور مٹ جایا کرتے تو کسی جگہ کا راستہ معلوم نہو سکتا) اور اب مخلوق اپنے مقاصد کی طلب میں ایک جگہ سے دوسری جگہ (بسہولت) منتقل ہو سکتی ہے پس یہ زمین ہر قسم کی جاندار چیزوں کی بقاء نسل کیلئے موضوع ہے اُسمیں کھیتی بھی ہو سکتی ہے اور ہر قسم کے نباتات اوگتے ہیں اور اُنکو ساکن اور مستقر بنا دیا گیا۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہ اسی پر متنبہ فرماتے ہیں اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (خدا نے زمین سے پانی اور گھانس کو نکالا اور پہاڑوں کو اُسپر جما دیا تمہاری اور تمہارے چوپایوں کی راحت کیلئے)۔ جسکی وجہ سے مخلوقات کو اپنی حاجات کیلئے زمین میں سفر کرنا اور راحت و آرام کیلئے بیٹھنا اور سکون و چین کیلئے سونا اور کاروبار کیلئے چلنا پھرنا سہل ہو گیا اور اگر زمین کو استقرار و سکون نہوتا

۱۲

بلکہ ہر وقت زلزلہ کیسی حرکت ہوتی رہتی تو ہم کوئی عمارت اور کوئی صنعت و حرفت اور کسی قسم کی نباتات پختگی کے ساتھ اسمیں قائم نہ کر سکتے۔ اور زندگی ہرگز خوشگوار نہ رہتی بلکہ زمین کی حرکت کی وجہ سے جینا دشوار ہو جاتا اس کا اندازہ اس مصیبت سے کیا جا سکتا ہے جو زلزلوں میں لوگوں کو پیش آتی ہے جس سے مخلوق پر ایک ہیبت و خوف کی حالت طاری ہو جاتی ہے تاکہ وہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیں اور ظلم و نافرمانی سے بچیں پس زلزلہ میں بھی حق تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت ہے۔

پھر (ذرا غور سے دیکھا جائے کہ) حق تعالیٰ شانہ نے زمین کی طبیعت کو کس خاص انداز پر بارونق بنایا ہے اگر اسمیں یبس بہت غالب ہوتا یہاں تک کہ تمام زمین سخت پتھر بنجاتی تو بھلا اسمیں یہ نباتات کیسے اوگتے جن پر حیات حیوانات کا مدار ہے نہ اسمیں زراعت کیجا سکتی نہ عمارات قائم ہو سکتیں۔ تو خدا نے ان کاموں کیلئے اسمیں کسی قدر نرمی بھی پیدا کر دی۔

زمین کی پیدائش میں ایک (عجیب) حکمت یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ نے شمالی جانب کو جانب جنوب سے کسی قدر بلند کر دیا ہے تاکہ پانی سطح زمین پر بہتا ہوا اور اسکو سیراب کرتا ہوا آخر کار سمندر کی طرف پہونچ جائے۔ یہ تو ایسا ہی ہو گیا جیسا کہ ہم کبھی پانی کے بہانے کیلئے سطح کی دو جانبوں میں سے ایک جانب کو بلند اور دوسری کو پست کر دیتے ہیں تاکہ پستی کی طرف ہی پانی بہجاوے۔ اگر ایسا نکیا جاتا تو پانی روئے زمین پر ٹھہرا رہتا اور اسکو سمندر بنا دیتا جس سے مخلوق کے سب کاروبار رک جاتے اور تمام راستے اور سڑکیں بند ہو جاتیں۔

(ذرا) ان معادن (اور کانوں) پر بھی نظر کرو جو حق تعالیٰ نے زمین میں پیدا کی ہیں جنمیں سے قسم قسم کے جواہرات نکلتے ہیں جنکے منفعتیں بھی مختلف ہیں اور الوان بھی مثلاً سونا چاندی ہیرا یاقوت اور بہت سی چیزیں اسی قسم کے صاف و شفاف پتھروں کی نکلتی ہیں جنکے مختلف اور قسم قسم کے رنگ ہیں اور بہت سی چیزیں ایسی نکلتی ہیں جو مخلوق کے کاروبار اور زینت و جمال کے کام میں آتے ہیں جیسے لوہا تانبا گچ اور رانگ گندھک ہرتال اور توتیا اور سنگ مرمر اور تارکول۔

اور بہت سی چیزیں ہیں جنکا شمار کرنا موجب طوالت ہے جو سب کی سب لوگوں کی منافع اور ان کی مصالح میں صرف ہوتی ہیں پس یہ بیشمار نعمتیں ہیں جنکو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کارخانہ عالم کی آبادی کیلئے بسہولت زمین میں پیدا کر دیا۔

۱۳

پھر غور کرو کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارادہ ایجاد زمین کی آبادی اور بندوں کی مصالح کے ساتھ کس طرح متعلق ہوا کہ اُسکو نرم و تروتازہ بنا دیا بھلا اگر ساری زمین پہاڑوں کی طرح بہت زیادہ یابس (اور سخت) ہوتی تو اُسکی آبادی دشوار اور مخلوق کی مصالح برباد ہو جاتیں کیونکہ پھلوں اور غلوں کی زراعت بدون زمین کی نرمی کے ناممکن تھی اگر زمین سخت ہوتی تو پانی بیج تک کیونکر پہونچ سکتا نیز بیج کا بونا بھی تو بدون زمین کی نرمی اور تری کے سخت دشوار ہوتا۔

بیج پر زمین کی مٹی کے اندر ہی اندر پتے اور شاخیں لگ جاتی ہیں جو شروع میں نہایت ہی کمزور ہوتے ہیں (مگر زمین کی نرمی کی وجہ سے) ایسے وقت میں بھی وہ حرکت کر سکتا ہے اور کار نشو و نمو میں مشغول رہتا ہے۔ اور پانی کو جو کہ زمین پر اترتا ہے چوستا ہے یہانتک کہ اسوقت حق تعالیٰ اسمیں جڑیں پیدا فرما دیتے ہیں جو کہ نمناک مٹی میں چار طرف پھیل جاتی ہیں حتیٰ کہ درخت اور نباتات اپنے تنہ پر سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ اور جسقدر جڑیں پیدا ہوتی ہیں اُسی کے برابر اُس میں شاخیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

زمین کی نرمی اور تروتازگی میں حق تعالیٰ کی یہ بھی بہت بڑی رحمت ہے کہ اسمیں کنوئیں کھودنے آسان کر دئے جہاں جہاں اُنکی ضرورت ہوتی ہے اگر پہاڑوں میں کنوئیں کھودے جائیں تو کسقدر دشواری اور مشقت کا سامنا ہو۔

زمین کے نرم بنانے میں یہ بھی حکمت ہے کہ اس کے ذریعہ سے سیاحوں کیلئے چلنا پھرنا سفر کرنا سہل ہو گیا کیونکہ سخت زمین میں چلنا بہت دشوار ہے نیز یہ بھی حکمت ہے کہ زمین کے سخت ہونیکی حالت میں راستے ظاہر نہوتے۔

حق تعالیٰ شانہ نے بھی اس حکمت پر متنبہ فرمایا ہے (ھو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبھا) خدا ہی نے تمہارے لئے زمین کو نرم بنا دیا ہے پس اب اُسکے راستوں میں چلو پھرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وجعل فیھا سبلا فجاجا لعلھم یہتدون اور خدا نے زمین میں وسیع وسیع رستے بنا دئے تاکہ لوگ راہ یاب ہوں۔

ایک یہ بھی حکمت ہے کہ زمین کی نرمی کیوجہ سے بندے اُسکی مٹی سے اپنی ضروریات عمارت میں مدد لے سکتے ہیں اور کچی اینٹیں اور پختہ برتن بنا لیتے ہیں (بھلا اگر زمین سخت ہوتی تو یہ کام کیونکر انجام پاتے)

۱۴

بی بی نے اشارہ سے کہا انکا کیا قد ہے تو حضور نے فرمایا تمنے غیبت کی۔ قیامت کے دن غیبت کرنے والے کی نیکیاں اسکو دلوائی جاوینگی جسکی غیبت کی اور اسکے گناہ اسپر لادی جاوینگے علماء کی تحقیق ہے کہ غیبت حق العبد ہے اسی سے معاف کرانیکی ضرورت ہے۔

توبہ کا بیان آدمی کو چاہئے کہ جب ذراسی بات گناہ کی یا گناہ کے شبہ کی ہاتھ پیر یا زبان سے ہو جاوے تو فوراً توبہ کرے اور زبانی توبہ کسی شمار میں نہیں بلکہ توبہ کے معنی ہیں دل دکھ جانا جیسے کسی عورت کے ہاتھ سے اپنے بچہ کو تکلیف پہونچ جاوے تو زبان سے چاہے کچھ بھی نہ کہے مگر دل اندر سے بیچین ہو جاتا ہے کہ ہائے مجھسے ایسا کیوں ہوا میں اُسوقت کو نہیں جانتی کہ مجھسے ایسا ہو گیا اسکی علامت یہ ہے کہ آئندہ کیلئے پختہ ارادہ ہو کہ اب نہ کرونگی۔ ہاں زبان سے بھی توبہ کرنا اس کیلئے معین اور یاد دہانی کرنے والا ہے زبانی توبہ کی بھی عادت رکھنی چاہئے پرانی بڑھیوں کی عادت تھی کہ ذرا سر میں درد بھی ہوا اور انھوں نے توبہ استغفار شروع کیا یہ نہایت عمدہ عادت ہے بعض وقت ہنستے گھر بستے کا مصداق ہو جاتا ہے حق تعالیٰ زبان کی برکت سے قلب کو بھی تائب بنا دیتے ہیں اگر حقیقت حاصل نہو تو صورت ہی حاصل کرنا چاہئے ایک شخص خلاف شرع صورت رکھتے تھے مونچھیں بڑھاتے اور داڑھی منڈاتے تھے شکار میں انکے گولی لگ گئی اور دم کے دم میں مرنے لگے تو وصیت کی کہ جب قبر میں رکھو تو داڑھی تو اب نہیں پیدا ہو سکتی مگر مونچھیں ہی تراش دینا خدا تعالیٰ کے سامنے میں مونچھیں تو حکم کے موافق دکھا سکوں اور دعا کرنا کہ میں سکے پر پشیمان ہوں اتنی ہی صورت بنانے پر حق تعالیٰ رحم فرما دیں یہ توبہ ہے رحمت حق بہانہ میجوید + حضرت والا کے مواعظ میں بہت دفعہ بیان ہوا ہے کہ جس سے بار بار گناہ ہو جاتا ہو توبہ کا نفع اسکے لئے بھی اتنا تو ضرور ہے کہ جب مریگا تو ایک بار کا گناہ ذمہ ہوگا جتنی دفعہ توبہ کر چکا وہ سب تو ذمہ نرہیں گے اسکے یہ معنی نہیں کہ آدمی گناہ کئے جاوے اور توبہ کرتا رہے جیسا کہ عورتوں کی اکثر عادت ہے کہ غیبت شکایت ظلم سب کچھ کر لیا اور بعد میں زبان سے کہدیا کہ یا اللہ میری توبہ اسواسطے کہ یہ توبہ ہی نہیں ہے توبہ دل دکھنے کو کہتے ہیں جسکا کسی کام سے دل دکھتا ہے وہ بار بار نہیں کر سکتا بچہ کو اپنے ہاتھ سے تکلیف پہنچنے کی مثال پیش نظر رکھنی چاہئے کہ ایک دفعہ کے بعد کیا بار بار ایسا ہو سکتا ہے دنیا میں تو کوئی کئے ہوئے فعل کو معافی چاہے جیسے

فراموش نہیں کرتا یہ حق تعالیٰ ہی کی رحمت ہے کہ توبہ کے بعد اُس جرم کو بالکل نسیا منسیا کر دیتے ہیں الاسلام یہدم ماکان قبلہ والتوبۃ تہدم ماکان قبلہا بلکہ یہاں تک ہے کہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ جو کوئی توبہ کرنے والے کو وہ گناہ یاد دلا کر عار دلائے تو میں اُسکو موت نہیں دونگا جب تک کہ اُسی گناہ میں یا اُس سے بھی بدتر میں مبتلا نکرلونگا یہ عادت عورتوں میں بہت ہے کہ اگر کسی نے نماز شروع کی اور پکا نمازی ہوگیا یا اور کسی گناہ سے سچا تائب ہوگیا تب بھی کہتی ہے تو سوچ ہے کھا کے بلیا حج کو چلی ساری عمر چین اڑایا مال مارے جب پیٹ بھر گیا تو اللہ لوگ بنے ہیں۔

طریق تحصیل قرآن و حدیث میں جو وعیدیں گناہوں پر آئی ہیں اُن کو یاد کرے اور سوچے اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی یہی توبہ ہے۔

احکام۔ اگر نماز روزہ وغیرہ قضا ہوا ہو اسکی قضا کرے اگر بندوں کے حقوق ضائع ہوئے ہیں اُن سے معاف کرائے یا ادا کرے۔

سفر میں عورتوں کی نماز

عورتیں ویسے ہی نمازمیں بہت کاہل ہیں خصوصاً سفر میں تو نماز کی پابند بیبیاں بھی سمجھ لیتی کہ ہم معذور ہیں قبلہ معلوم نہیں یا وضو کیلئے پانی کہاں سے لیں ریل میں بیٹھی ہیں تو پانی مانگنے یا قبلہ پوچھنے میں بے پردگی ہوتی ہے کیوں جی سوچو جس گاڑی میں تم بیٹھی ہو اگر اُس میں کوئی حادثہ ہوجاوے مثلاً آگ لگ جاوے یا کوئی چور ڈاکو گھس آوے تو کیا اُسوقت بھی نہ بولوگی اُسوقت تو وہ دہائی مچاؤگی کہ قیامت برپا ہو جاوے اُسوقت پردہ کہاں جاویگا۔ بات یہ ہے کہ دنیاوی حادثات کی تو ہول دل میں ہے اور اخروی حادثے یعنی گناہ بہت ہلکے اور معمولی چیز سمجھے جاتے ہیں عقلمند وہ ہے کہ ہر کام کے انجام پر اسکی نظر ہو جب عقیدہ یہ ہے کہ نماز فرض ہے اور قیامت برحق ہے اور قیامت کے دن جزا و سزا ہوگی اور جزا و سزا وہاں کی ذراسی بھی یہاں کی تمام عمر کی تکلیف سے بدرجہا زیادہ ہے پھر اُس کے موجبات کا ارتکاب عقل کیسے تجویز کرتی ہے اس میں کوتاہی مردوں کی بھی ہے سفر کے تمام آسائش کے سامان پاندان اور لالٹین اور صراحی اور برف پینے کے گلاس وغیرہ تو ساتھ رکھینگے لیکن نہ ہوگا تو نماز کا سامان اگر بیل گاڑی کے سفر میں ایک جانماز یا بڑا چادر بھی پردہ

الاحکام الفقہیۃ

بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ

۱- اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عید کی شب میں روزہ ہوتا ہے اور صبح کو کہتے ہیں کہ روزہ کھولو یہ بالکل بے اصل ہے۔ ہاں عید کی نماز کو کچھ کھا کر جانا سنت ہے۔

۲- سویاں پکانی ضروری خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے بلکہ چاہے پکاوے اور چاہے نہ پکاوے شرع میں اس تخصیص کی کوئی اصل نہیں۔

۳- کپڑوں کا لوگ بہت اہتمام کرتے ہیں حتی کہ بعض لوگ قرض لیکر نئے کپڑے بنواتے ہیں بعض مستعار کپڑے پہنتے ہیں اس اہتمام کی بھی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ سنت یہ ہے کہ ہر شخص کے پاس جو کپڑے ہیں اُن میں سے جو اچھے ہوں وہ پہنے۔

۴- عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں۔ شرع کی موافق آرائش کرنا۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔ خوشبو لگانا۔ صبح کو سویرے اُٹھنا۔ عیدگاہ سویرے جانا۔ عیدگاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھانا۔ عیدگاہ جانے سے قبل صدقہ فطر دیدینا۔ عید کی نماز بلا عذر شہر میں نہ پڑھنا۔ جس راستہ سے جاوے اُسکے علاوہ دوسرے راستہ سے واپس آنا۔ پیادہ جانا۔ اور راستہ میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔ آہستہ پڑھتا جاوے۔

۵- عید الفطر کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ اول یہ نیت کرے کہ میں دو رکعت واجب عید الفطر مع چھ تکبیروں کے ادا کرتا ہوں۔ پھر یہ نیت کر کے ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم الخ پڑھکر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھاوے اور بعد تکبیر کے ہاتھ چھوڑ دے مگر بعد تیسری تکبیر کے ہاتھ باندھ لے اور امام قرارت شروع کرے اور مقتدی خاموش کھڑا رہے اور حسب دستور دو رکعت پڑھے دوسری رکعت میں بعد قرارت امام کے تین تکبیریں مثل سابق کے کہے لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ چھوڑ دے اور پھر تکبیر کہکر رکوع میں جاوے۔

۶- خطبہ عیدین کا سنت ہے اور حاضرین پر اُسکا سننا واجب ہے۔ اُسوقت بولنا چالنا نماز پڑھنا حرام ہے

۷۔ یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ بعد نماز عید آپس میں معانقہ اور مصافحہ کرتے ہیں اور اسکو ضروری خیال کرتے ہیں یہ بالکل بدعت ہے ہاں جو لوگ باہر سے آئے ہیں اگر ان سے بوجہ ملاقات کے مثل اور ایام کے معانقہ یا مصافحہ کیا جاوے تو کچھ حرج نہیں۔

۸۔ عید کے روز باہم ایک دوسرے کو اس لفظ سے تہنیت دینا کہ تقبل اللہ منا ومنکم۔ یا اس کے ہم مضمون لفظ سے جیسا عید مبارک۔ وغیرہ جائز اور فی الجملہ مستحب ہے بشرطیکہ بطور رسم کے پابندی کے ساتھ نہو (دلیلہ مذکور فی ورقۃ ملحقۃ عقیب لوح الرسالۃ)

۹۔ اگر عید جمعہ کے روز واقع ہو تو دونوں کی نماز لازم ہے اول واجب دوسری فرض۔

۱۰۔ بعض بے علم جمعہ کے روز عید واقع ہونے کو نامبارک سمجھتے ہیں یہ زعم بالکل باطل ہے بلکہ اس میں تو دو برکتیں جمع ہو جاویں گی کسی نے خوب کہا ہے ؎

عیدٌ و عیدٌ و عیدٌ صرن مجتمعہ	؎	وجہ الحبیب و یوم العید و الجمعہ
ایک عید اور دوسری اور تیسری		روئے محبوب اور عید اور جمعہ بھی

۱۱۔ صدقۂ فطر کے مسائل رمضان المبارک کے پرچہ میں درج ہیں ملاحظہ ہوں۔

۱۲۔ چونکہ امسال بہت جگہ ۳۰ کے حساب سے غرہ پنجشنبہ کا ہوا ہے اور ان مقامات پر دوسرے مقامات سے ۲۹ کے حساب سے چارشنبہ کے غرہ ہونے کی خبریں آئی ہیں اسلئے ایسی خبروں کے معتبر یا غیر معتبر ہونیکا شرعی قاعدہ لکھا جاتا ہے کہ اسپر منطبق کرکے اب بھی عمل کر سکیں اور ہمیشہ کیلئے بھی ایسے موقع پر کارآمد ہو فی الدر المختار شہدوا انہ شہد الی قولہ مجتبی وغیرہ وفی رد المحتار قولہ لانہ حکایۃ فانہم لم یشہدوا الی قولہ لا لو جاء جم الشیوع ج ۱ ص ۱۵۰ و ۱۵۱ مطبوعہ مصر اس سے معلوم ہوا کہ اصل طریق اثبات رویۃ کا شہادت علی الرویۃ یا شہادۃ علی الشہادۃ یا شہادت علی قضاء الحاکم الشرعی ہے حتی کہ شہادت علی رویۃ الغیر بھی حجت نہیں اور استفاضہ بھی فی نفسہ حجت نہیں بلکہ اسلئے کہ وہ حکماً شہادت علی الحاکم الشرعی ہے لیکن غیر علماء کو چاہئے کہ اس قاعدہ پر منطبق یا غیر منطبق ہونا ایسی جزوں کا کسی عالم سے تحقیق کرکے عمل کریں اور اس قاعدہ کے ساتھ یہ دوسرا قاعدہ بھی قابل لحاظ ہے فی الدر المختار ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ ج ۲ ص ۱۳۶

امـــرہ برقمہ
اشرف علی تھانوی عشرہ اخیرہ رمضان ۳۳ھ

خریداران الامداد کیلئے خاص رعایت

یعنی

التکشف عن مہمات التصوف - جسکو حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری المولوی الشاہ اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے پانچ جلدوں میں تحریر فرمایا جسمیں فن تصوف کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا جسپر مفصل کلام نہو آج تک اس فن میں ایسی جامع کتاب کوئی نہیں چھپی کتاب منگانیکے بعد اگر آپ بزبان حال یہ دکھیں ؎

جہانے چند دادم جاں خریدم	بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

تو ہمارا ذمہ - باایں ہمہ قیمت اصلی صرف عہ اور خریداران الامداد کے لئے صرف - عہ

دعوات عبدیت - یعنی حضرت مولانا دامت برکاتہم کے وہ مواعظ جو اکثر سفر میں ہوئے ہیں خاص اہتمام سے ضبط کرکے بعد نظر ثانی حضرت ممدوح شائع کئے جاتے ہیں جنمیں ایکطرف شریعت و حقائق طریقت کے دقائق اعمال کی درستی اخلاق کی اصلاح کے متعلق بیش بہا مضامین ہیں تو دوسری جانب ملحدین کا رد منکرین کو جوابات سائنس کا مقابلہ نئی روشنی کا تاریک روشنی پر مفصل و مدلل نہایت پاکیزہ دلکش سلیس الفاظ میں نایاب مضامین کا نادر ذخیرہ دس وعظ اور کم از کم سو ملفوظات کی پانچ ضخیم جلدیں اسوقت تیار ہیں قیمت باایں ہمہ اسقدر کم منصف و قدر دان دل بے اختیار کہہ اٹھے ع نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز - یعنی ہر جلد کی بہ ترتیب اول دوم سوم چہارم پنجم عہ و عہ و عہ و عہ و عہ ہے لیکن خریداران الامداد کیلئے ایک ثلث کی رعایت کرکے بجائے عہ کے صرف للعہ مقرر ہے -

الظہور حضور کی ولادت شریفہ اور اس کا راز بطرز صوفیہ کرام مثنوی مولانا روم سے بیان کیا گیا ہے اہل میلاد بجائے روایات موضوعہ اگر اسکو سنایا کریں تو بہتر ہے قیمت بجائے ۳ر کے خریداران الامداد سے صرف ۱ر +

المشتہر

رفیق احمد مدیر رسالہ الامداد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاءاللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جاویگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداءً یعنی رجب سنہ ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہیئے۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیئے ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع ومدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

۵ دلیل اس عقد کے جواز کی ردالمحتار مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وقال ابن مسعود کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ فی الایام کراھۃ السآمۃ علینا

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت تذکیر در ازمنہ در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبۃ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ متسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خیر الافادات
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است
باز جملہ آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ
مشیر است بہ تبرک بنام نامیش نیز و خاصہ الاشتات کہ در تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد (۵) | بابت ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ | جلد (۱)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون طبع نمودن گرفت

کاتب شدہ

آغا مرزا پریس

این صحیفہ کامدش امداد نام | یافت از امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۳ ہجری

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

اطلاع چونکہ اس ماہ میں بوجہ چند مشاغل ضروری کے الہدی کا مضمون درج رسالہ ہذا نہیں ہو سکا بجائے اُسکے دیگر مضامین کے صفحات زیادہ کردیے گئے ہیں اسکی بابتہ حضرات ناظرین سے معافی کی درخواست ہے انشاء اللہ آئندہ بدستور سابق مضمون مذکورہ درج رسالہ ہوا کریگا

خاکسار رفیق احمد مدیر رسالہ

تو طبیعت اسکو بھلا دیگی اور اسکے برعکس ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ میں تخت شاہی پر جلوہ فروز ہوں اور تمام لوگ میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں لوگ اپنی حاجتیں میرے سامنے پیش کرتے ہیں اور میں انکو پورا کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ لیکن آنکھ جو کھلی تو دیکھا کہ ایک شخص سر پر جوتیاں مار رہا ہے اور بہت سے سانپ بدن کو لپٹے ہوئے ہیں اور ایک کتا منہ میں موت رہا ہے کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بیداری کی اس مصیبت کے بعد بھی خواب کی کسی قسم کی مسرت اسکے دل پر رہ سکتی ہے کبھی نہیں پس دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ خواب کی مثال بیداری کے مقابلے میں کسی نے خوب کہا ہے ؎

حال دنیا را بپرسیدم من از فرزانۂ	گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانۂ
باز گفتم حال آنکس گو کہ دل دروے بہ بست	گفت یا غولیست یا دیویست یا دیوانۂ

تو واقعی دنیا کی مثال خواب ہی کی سی ہے اگر دنیا میں عمر بھر عیش کیا اور مرنے کے ساتھ ہی پکڑا گیا تو وہ عیش کیا کام آئیگا۔

۳۳

حکایت۔ دنیا کی حالت پر مجھے ایک حکایت یاد آئی ہے تو محل ہی لیکن منطبق خوب ہے۔ ایک شخص کی عادت تھی کہ وہ روزانہ سوتے میں پیشاب کر لیا کرتا تھا اور اسکی بیوی اسکو دھوتی تھی ایک روز بیوی نے کہا کہ کمبخت میں تو پیشاب دھوتے دھوتے بھی پریشان ہو گئی آخر تجھپر یہ کیا شامت سوار ہوتی ہے کہنے لگا کہ میں روزانہ خواب میں یہ دیکھتا ہوں کہ شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ چل تجھے سیر کرا لاؤں جب میں چلنے پر آمادہ ہوتا ہوں تو کہتا ہے کہ پہلے پیشاب تو کر لو میں سمجھتا ہوں کہ پیشاب خانے میں پیشاب کر رہا ہوں حالانکہ وہ بستر ہوتا ہے۔ بیوی نے یہ خواب سنکر کہا کہ ہم لوگ غریب ہیں شیطان تو جن کا بادشاہ ہے اس سے کہنا کہ ہمکو کہیں سے کچھ روپیہ لا دے چنانچہ شوہر نے کہنے کا وعدہ کیا رات کو جب سویا تو شیطان پھر خواب میں آیا اس نے شیطان سے کہا کہ یار! ہم خالی خولی نہیں چلتے کہیں سے کچھ روپیہ دلواؤ شیطان نے کہا یہ کیا مشکل ہے تم میرے ساتھ چلو جس قدر روپیہ کہو گے ملیگا اس نے ایک بادشاہ کے خزانے کے سامنے لیجا کر کھڑا کر دیا اور ایک گٹھری میں بہت سا روپیہ بھر کر اس کے کندھے پر رکھدیا اس میں اسقدر بوجھ تھا کہ مارے بوجھ کے اسکا پاخانہ نکل پڑا جب صبح ہوئی تو بستر پر پاخانہ دھرا ہوا ہے پوچھا کہ یہ کیا ہوا کہنے لگا کہ شیطان نے روپیے

اسقدر توڑے میرے کندھے پر رکھدیے کہ بوجھ کے مارے پاخانہ خطا ہوگیا۔ وہ کہنے لگی میاں تم پیشاب ہی کرلیا کرو ہمیں روپیوں کی ضرورت نہیں خدا کے لئے ہگا تو نہ کرو۔ تو یہ حکایت ہی تو مہمل سی لیکن اگر غور کیجئے تو یہ ہماری حالت پر بالکل منطبق ہے۔ کہ ہم بھی مثل اُس شخص کے اس وقت خواب میں ہیں لیکن جسوقت آنکھ کھلے گی جسکو موت کہتے ہیں اُس وقت معلوم ہوگا کہ وہ سب خیال تھا وہیں اور اُس وقت ہم اپنے گناہوں کی نجاست میں لت پت ہونگے نہ روپیہ پیسہ ہمارے پاس ہوگا نہ کوئی یار و مددگار ہوگا بالکل جریدہ و تنہا ہوں گے چنانچہ فرماتے ہیں۔

ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنکم اول مرۃ وترکتم ما خولنکم وراء ظھورکم	اور تم آئے ہمارے پاس ایک ایک جیسے ہمنے بنائے تھے پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے

اور اگر بالفرض روپیہ ہوتا بھی تب بھی کچھ کام نہ آتا چنانچہ دوسری آیت میں فرماتے ہیں۔

ولو ان لھم ما فی الارض جمیعا ومثلہ معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیمۃ ما تقبل منھم ولھم عذاب الیم۔	یعنی قیامت کے دن اگر دنیا ساری ایک شخص کو مل جائے اور وہ فدیہ میں دینا چاہے تو اُس سے قبول نہ کیجائے گی۔

تو یہاں چند روز عیش کرکے اگر یہ انجام ہوا تو وہ عیش بھی کلفت ہے اور اگر یہاں چند روز تکلیف اٹھاکر ابدالآباد کی نعمت حاصل ہوگئی تو یہ کلفت بھی راحت ہے۔

حکایت۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر جب متصل تین تین دن تک فاقہ ہوتا تو بیوی کہتیں کہ حضرت اب تو صبر نہیں ہوسکتا آپ فرماتے کہ ہمارے لئے جنت میں کھانے تیار ہو رہے ہیں ذرا اور صبر کرو انشاءاللہ اب بہت جلد اُس نعمت سے مالا مال ہوئے اللہ اکبر بیوی بھی ایسی شاکر صابر کہ جنت کے ادھار پر رضامند ہوکر خاموش ہو جاتیں۔

حکایت۔ ایک اور بزرگ کا واقعہ ہے کہ اُن کو ایک بادشاہ نے لکھا کہ آپ پر بہت تنگی ہے بہتر ہو کہ اب میرے پاس چلے آئیں اور یہاں رہیں آپ نے جواب میں ایک قطعہ لکھ کر بھیجا جسکے بعض اشعار یہ ہیں ؎

خوردن تو مرغ مسمن و مے	بہتر از و نانِ جوین ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر	بخیہ زدہ خرقہ پشمین ما
نیک ہمیں ست کہ بس بگذرد	راحت تو محنت دوشین ما

باش کہ تا طبل قیامت زنند | آنِ تو نیک آید و یا این ما

دنیا کی راحت و مصیبت کا آخرت میں کالعدم ہونا

واقعی وہاں جاکر نہ یہاں کا عیش رہے گا اور نہ مصیبت۔ اور آخرت میں تو یہ گذشتہ چیزیں کیا یاد رہتیں دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ عمر گذشتہ بیش از خوابے نہیں ہے۔ زمانہ گذرتا چلا جاتا ہے کہ جیسے برف کا ٹکڑا کہ پگھلنا شروع ہوا تو ختم ہی ہو کر رہا اسی واسطے حدیث شریف میں ہے کہ جب قیامت کے روز اہل مصیبت کو بڑے بڑے درجے عنایت ہوں گے تو اہل نعمت کہیں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں مقراض ہی کاٹی گئی ہوتیں لیکن آج ہمکو بھی یہ درجے ملتے تو اس حالت پہ نظر کر کے دیکھا جائے تو بے تامل یہ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا میں کچھ بھی نہ ملتا تب بھی کوئی حرج نہ تھا۔ لہذا یہ اعتراض محض لغو ہے کہ یہ تو جنت کا وعدہ ہے صاحبو! کیا جنت تھوڑی چیز ہے ابھی چونکہ دیکھا نہیں اسواسطے جنت کی کچھ قدر نہیں ہے جب دیکھوگے تو حقیقت کھلیگی۔ اور جنھوں نے ان چیزوں کو دل کی آنکھوں سے آج دیکھ لیا ہے ان کی وہی حالت ہے جو دیکھنے والے کی ہوتی ہے رہا یہ شبہ کہ یہ تو جب ہوگا تب ہوگا اس وقت تو مصیبت میں ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ آپکی غلطی ہے۔ اللہ سے تعلق رکھنے والا کبھی مصیبت میں نہیں رہتا۔ بات یہ ہے کہ جس چیز کا نام آپنے مصیبت رکھا ہے وہ مصیبت ہی نہیں ہے تحقیق اسکی یہ ہے کہ جس طرح آرام کی ایک صورت اور ایک حقیقت ہوتی ہے اسی طرح مصیبت کی بھی ایک صورت اور ایک حقیقت ہوتی ہے دیکھو اگر ایک شخص کا محبوب مدت کا بچھڑا ہوا اچانک ملجاوے اور اس عاشق کو بہت زور سے اپنی بغل میں دبائے حتی کہ اسکی ہڈیاں بجی تو مٹنے لگیں تو بظاہر یہ نہایت تکلیف میں ہے لیکن قلب کی یہ حالت ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اور دبائی تو اچھا ہے اور اگر محبوب کہے کہ اگر تکلیف ہوتی ہو تو چھوڑ دوں تو جواب میں کہے گا کہ ؎

اسیرت نہ خواہد رہائی ز بند | شکارت نہ جوید خلاص از کمند

اور اگر وہ کہے کہ اگر تمکو دبانے سے تکلیف ہو تو تمکو چھوڑ کر تمھارے اس رقیب کو اسی طرح دباؤں تو کہیگا کہ ؎

۳۵

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت		سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی	

اور سنے گا کہ ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے		یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے	

حتیٰ کہ اگر اُس کا دم بھی نکل جاوے تو اسکے لئے عین راحت ہے حالانکہ بظاہر یہ نہایت ہی تکلیف میں ہے کہ اگر کسی اجنبی کو جسکو علاقہ محبت معلوم نہ ہو اسکی خبر ہو تو وہ بہت ہی رحم کھائے اور محبوب سے سفارش کرے لیکن عاشق کو یہ رحم اور سفارش بے رحمی اور عداوت نظر آئیگی کیونکہ جانتا ہے کہ اس سفارش کا اثر یہ ہے کہ محبوب چھوڑ کر ابھی علیحدہ ہو جاتا ہے اسی طرح جن لوگوں کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہو گیا ہے وہ آپکی اس خیر خواہی کو کہ ہائے یہ اللہ والے بڑی مصیبت میں ہیں ان کو اس سے نکلنے کی تدبیر بتلائیں نہایت ناگوار سمجھتے ہیں۔

حکایت میں نے اپنے اوستاد علیہ الرحمۃ سے ایک حکایت سنی ہے کہ ایک بزرگ چلے جاتے تھے رستے میں ایک شخص کو دیکھا کہ زمین پر پڑا ہوا ہے اور تمام بدن زخمی ہو رہا ہے غور کر کے دیکھا تو انوار اُس شخص کو گھیرے ہوئے ہیں اور اہل اللہ میں سے ہیں اُن کو بہت رحم آیا اور قریب جا کر دبے زخموں کی مکھیاں جھلنے لگے کچھ دیر کے بعد اُن کو افاقہ ہوا تو آپنے فرمایا کہ یہ کون شخص ہے کہ میرے اور محبوب کے درمیان حائل ہو رہا ہے اور فرمایا کہ میری وہ حالت ہے کہ ؎

خوشا وقتے وخرم روزگارے		کہ یارے برخورد از وصل یارے	

تو محبت کا علاقہ ایسی چیز ہے کہ ناگوار بھی گوارا ہوتا ہے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ کسی شخص کی محبت کے جرم میں اسکو چابک کی سزا دی جا رہی تھی ننانوے چابکوں تک تو آہ نہیں کی لیکن اسکے بعد جو ایک چابک لگا ہے تو اُس میں بہت زور سے آہ کی لوگوں نے سبب پوچھا کہنے لگا کہ ننانوے چابک تک تو محبوب بھی میرے سامنے کھڑا تھا مجھے یہ حظ تھا کہ محبوب میری حالت کو دیکھ رہا ہے اسمیں تکلیف محسوس نہیں ہوئی اور اخیر کے چابک میں وہ جا چکا تھا اسلئے اسکی تکلیف محسوس ہوئی حق سبحانہ وتعالیٰ اسی کو فرماتے ہیں واصبر لحکم ربک فانک باعیننا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خیال میں بھی یہ خاصیت ہے کہ کلفت مبدل بہ راحت ہو جاتی ہے اور عشاق سے بھی اسکی تمنا کی ہے۔

بجرم عشق توام میکشند غوغائیست	تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

یہ جو بر سر بام بلا رہا ہے محض اسی حظ و راحت کے لئے تو جب محبت میں یہ خاصہ ہے تو جنکو آپ تکلیف میں سمجھتے ہیں اور اُن کے اس حالت کے برداشت پر تعجب کرتے ہیں اگر اُن کو بھی اس تکلیف میں راحت ہوتی ہو تو کیا تعجب ہے۔

حکایت - حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے کہ ان کے ایک تیر آکر لگا لیکن قرآن پڑھنا ترک نہیں کیا آخر ایک دوسرے صحابی سوتے تھے جاگنے کے بعد انھوں نے اس حالت کو دیکھا اور بعد سلام اُن سے پوچھا تو فرمانے لگے کہ جی نہ چاہا کہ تلاوت قرآن شریف کو قطع کر دوں غرض محبت ایسی چیز ہے لیکن چونکہ ہمنے محبت کا مزہ چکھا نہیں اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ مصیبت میں ہیں اور واقع میں وہ مصیبت میں نہیں کیونکہ مصیبت نام ہے حقیقت مصیبت کا نہ کہ صورت مصیبت کا پس وہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اللہ والے مصیبت میں ہیں اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نافرمانی کے ساتھ راحت اور عزت نہیں اور اطاعت کے ساتھ تکلیف اور ذلت نہیں پس اگر ہم عزت کے خواہاں ہیں تو اطاعت خداوندی کو اختیار کریں ہمنے جبسے اُسکو چھوڑ دیا ہے اُسی وقت سے ہماری راحت اور عزت بھی جاتی رہی ہے۔

کشف و کرامت کا دلیل کمال نہ ہونا

بعض عوام جو کہ بزرگوں سے ملنے کے شائق رہتے ہیں ان میں کچھ ایسی بے تمیزی ہو گئی ہے کہ تارک تعلقات ہندوؤں کو بھی بزرگ سمجھتے ہیں اور اُن مسلمانوں کو بھی جو کہ شراب پی کر نشہ کی حالت میں یا جنون کے مرض میں بے تکی ہانکنے لگتے ہیں اُن کو مجذوب سمجھتے ہیں اور اُن لوگوں نے مجذوبوں کی ایک عجیب پہچان تراشی ہے کہ اگر اُسکی پشت کی طرف کھڑے ہو کر درود پڑھا جائے تو وہ فوراً ادہر منہ کرے سو اول تو یہ خود اطلاع کی بھی دلیل نہیں ممکن ہے کہ اتفاقاً منہ کر لیا ہو دوسرے زیادہ سے زیادہ اُسکے صاحب کشف ہونیکی دلیل ہوگی۔ اور صاحب کشف ہو جانا کوئی بڑا کمال نہیں۔ اگر کافر بھی مجاہدہ و ریاضت کرے تو اُسکو کشف ہونے لگتا ہے نیز مجانین کو بھی کشف ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب شرح اسباب نے لکھا ہے کہ مجنون کو کشف ہوتا ہے۔

حکایت - میں نے خود ایک مجذوبہ کو دیکھا کہ اُسکو اسقدر کشف ہوتا تھا کہ بزرگوں کو بھی نہیں ہوتا لیکن جب اُسکا مسہل ہوا تو مادہ کے ساتھ ہی کشف بھی نکلگیا تو کشف بھی دلیل مجذوب ہونیکی نہیں غرض عوام کو یہ معلوم ہونا نہایت دشوار ہو کہ یہ شخص مجذوب ہے اور بالفرض اگر وہ اس علامت سے مجذوب بھی ثابت ہوگئے تو تمنے مجذوب کو تو تلاش کرلیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کی بے ادبی کی کہ قصداً اُسکی پُشت کی طرف درود شریف پڑھا پھر یہ کہ اُس کے مجذوب ہونے سے تمکو کیا فائدہ مجذوب سے تو نہ دنیا کا فائدہ ہوتا ہے نہ دین کا دین کا تو اسلئے نہیں کہ وہ تعلیم پر موقوف ہے اور تعلیم اُس سے حاصل نہیں ہوتی اور دنیا کا اسلئے کہ وہ دعا سے ہوتا ہے اور مجذوب دعا کرتے نہیں کیونکہ وہ لوگ اکثر صاحب کشف ہوتے ہیں اُن کو معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں معاملے میں اس طرح ہوگا تو اُس کے موافق دعا کرنا تحصیل حاصل ہے اور خلاف دعا کرنا تقدیر کا مقابلہ ہے البتہ وہ کشف کی بنا پر بطور پیشین گوئی کچھ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں معاملہ میں یوں ہوگا سو اگر وہ نہ بھی کہتے تب بھی اُسی طرح ہوتا اُس طرح ہوجانا کچھ اُن کے کہنے کے سبب سے نہیں ہوا - ہاں سالک سے ہر طرح کا نفع ہوتا ہے کیونکہ وہاں تعلیم بھی ہوتی ہے اور دعا بھی بلکہ مجذوب کے فکر میں پڑنے سے ضرر یہ ہوتا ہے کہ لوگ شریعت کو بیکار سمجھنے لگتے ہیں حاصل یہ کہ غیر مؤمن کو مقبول سمجھنا بالکل قرآن کا معارضہ ہے لہذا جوگیوں اور جاہل فقیروں کے پیچھے پڑنا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے -

اعمال کا مدار خلوص پر ہونا

قبول اعمال کا تفاوت خلوص سے ہوتا ہے کیونکہ اہل علم کے درجات میں امتیاز اس خلوص ہی کے سبب سے ہوا جیسا اوپر مذکور ہوا ہے - اور اس مسئلہ کو بیان کرنا اس لئے ضروری ہے کہ آجکل لوگ اعمال کے تو شائق ہیں لیکن خلوص کی پروا اکثر نہیں ہوتی - حالانکہ خلوص وہ چیز ہے کہ اسی کی بدولت صحابہ کرام کا مرتبہ اسقدر بلند ہوا کہ اُن کا نصف مد جو خرچ کرنا اور ہمارا اُحد پہاڑ برابر سونا خرچ کرنا برابر نہیں اور اگر کوئی کہے کہ یہ صحبت نبویہ کی برکت سے ہے تو میں کہوں گا کہ اُن کا خلوص بھی صحبت ہی کی برکت سے ہی تو یہ دونوں متلازم ہیں اب خواہ صحبت کو سبب کہدیجئے خواہ خلوص کو بالکل وہ حالت ہے کہ ؎

عباراتنا شتی وحسنك واحد	فکل الی ذاك الجمال یشیر

کہ سب ایک ہی جمال کی تعبیریں ہیں نے اپنے پیر و مرشد سے سنا ہے کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی ایک لاکھ رکعت سے افضل ہے تو وجہ یہی ہے کہ اُس کی ایک رکعت میں بوجہ معرفت کے خلوص زیادہ ہوگا۔

خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر اعمال میں مشغول ہونا

قرآن شریف میں ہے واللہ بما تعملون خبیر۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر خبردار ہیں۔ اس جملہ سے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک مضمون کا مراقبہ سکھلایا ہے کہ اگر اسکو مستحضر رکھیں تو عمل میں کبھی کوتاہی نہ ہو یعنی ہر وقت یہ خیال رکھیں کہ اللہ تعالیٰ میرے ظاہر و باطن کو دیکھ رہے ہیں اسکی مزاولت سے بعد چندے ایک حال پیدا ہوگا اور ذوقاً یہ سمجھے گا کہ گویا میں خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں اور قرآن و حدیث میں اس قسم کے جتنے مضامین ہیں یہ سب مراقبات ہیں ان میں بتلا دیا ہے کہ اطاعت کی اصلی اور راسخ حالت اُسوقت پیدا ہوتی ہے جبکہ یہ مراقبات مستحضر ہو جائیں کیونکہ جب یہ خیال پختہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے اس کام کی حاکم کو بھی اطلاع ہے تو پھر اُسمیں کوتاہی نہیں ہوا کرتی اور یہ نہایت سہل مراقبہ ہے اس میں فی نفسہٖ کسی شیخ کی کسی خلوت وغیرہ کی ضرورت نہیں ہر شخص اس سے منتفع ہو سکتا ہے۔

کسی کامل شیخ کی صحبت کی اور خلوت کی ضرورت

عادت اللہ یوں جاری ہے کہ کسی قدر خلوت کی اور کسی کامل شیخ سے مشورے کی بھی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اسوقت علوم اور اعمال میں ایک گونہ ضعف آگیا ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ ہر عمل میں دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک تو رائے کے درست ہونے کی اور دوسرے ہمت کی۔ ہلوگوں میں دونوں کی کمی ہے رائے کی کمی یہ کہ بسا اوقات بعض اعمال کے منشاء یا ناشی کے متعلق ہم ایک امر کو شر سمجھتے ہیں اور وہ خیر ہوتا ہے اور بسا اوقات کسی امر کو ہم خیر سمجھتے ہیں اور وہ شر ہوتا ہے۔

علیٰ ہذا البعض اوقات باوجود درستی رائے کے کسی عمل میں ہمّت اکثر ٹوٹ جاتی ہے پس شیخ چونکہ صاحب تجربہ و صاحب بصیرت ہوتا ہے اُس سے رائے کی بھی مدد ملتی ہے اور اُس کے کہنے میں کچھ برکت ہوتی ہے کہ اُس سے ہمّت بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور اُسکی رسم اصلی جو کچھ بھی ہو یہ ضرور قدرتی بات ہے کہ جب کسی کو شیخ بنالیا جاتا ہے تو اُسکی مخالفت کم ہوتی ہے تو رائے کے صحیح کرنے کا اور ہمّت کے قوی کرنیکا علاوہ بجز شیخ بنانیکے اور کوئی ذریعہ نہیں پس بقاعدہ مقدمۃ الواجب واجب تحصیل کیلئے کسی شیخ کا دامن پکڑنا ضروری ہوگا اور وہ شیخ کامل ہونا چاہئے اور اُس کے پہچاننے میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے لہٰذا اُسکی پہچان معلوم کرنا ضروری ہے سو پہچان یہ ہے کہ علم دین بقدر ضرورت رکھتا ہو۔ خواہ پڑھکر یا علماء کی صحبت سے۔ عمل میں مستقیم ہو۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر طالبین کو کرتا ہو کسی مسلم شیخ سے تعلق رکھتا ہو علماء سے نفورنہ ہو اُن سے استفادہ میں عار نکرے اُسکی صحبت میں رغبت آخرت و نفرت عن الدنیا کی خاصیت ہو پس جس شخص میں یہ علامتیں ہوں وہ کامل ہے اُس سے ارتباط پیدا کرے۔

آخرت سے بے رغبتی کی شکایت

مسلمان ایسا تو کوئی نہیں ہے کہ اُسکا یہ عقیدہ ہو کہ آخرت کوئی چیز نہیں مگر حالت ضرور ایسی ہے کہ اُن کے برتاؤ اور معاملات سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی منکر ہو کیونکہ جتنی محبت دنیا کی ہے آخرت کی وہ محبت اور اُسکا اتنا شوق نہیں ہے چنانچہ دلوں کو ٹٹولکر دیکھ لیں کہ دنیا میں قیام کی بابت ہم لوگ کیا کیا خیالات پکاتے ہیں کہ ہم یوں رہیں گے یوں بسیں گے۔ جائداد ہوگی ہم ملازم ہوں گے ڈپٹی کلکٹر ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ اب انصاف سے دیکھ لو کہ آخرت کے متعلق بھی کبھی ایسی امنگیں ہوئی ہیں کہ مر جائیں گے تو خدا کے سامنے جائیں گے یوں جنت ہوگی اُسمیں باغات اور مکانات ہونگے یوں حوریں ہونگی۔ غالباً کبھی بھی یہ امنگیں نہیں ہوتیں بلکہ خیال بھی بہت ہی کم آتا ہے تو دنیا کی جسقدر محبت ہے نہ آخرت کی وہ محبت نہ وہاں جانے کا اتنا شوق۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ہوتی تو جیسے یہاں کی زندگی کے متعلق دل میں خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں کی زندگی کے بھی تو ہوتے

(باقی آئندہ)

جواب - ذکر کی کثرت تو مطلوب ہے لیکن اُسکا دوام بھی اُس سے زیادہ مطلوب ہے اور چونکہ وہ موقوف ہے حفظ صحت پر اسلئے وہ بھی مطلوب ہے گو بغیرہٖ ہی اور زیادہ جاگنے سے صحت محفوظ نہیں رہ سکتی اسلئے شب بھر جاگنے کا ہرگز ارادہ نہ کریں سنت کے بھی خلاف ہے اول تو شب و روز میں آٹھ گھنٹہ ورنہ کم از کم چھ گھنٹہ سونا ضروری ہے ورنہ اب تو کپڑے پھاڑ کر جنگل جانے کو صرف دل ہی چاہتا ہے اُسوقت پھر سچ مچ غلبہ یُبس سے ایسا ہی ہونے لگے گا۔

سوال[عہ] - اکثر آدمی کو جو فقط کلمہ شریف کے یا اسم ذات کے ذکر کرنے سے یاد خدا بیداری میں اور نیند میں حاصل ہوتی ہے اُن لوگوں کو اور کیا عمل دوسرا بتلانا اچھا ہے۔

جواب - اُن لوگوں کو نئی چیز بتلانیکی ضرورت نہیں اگر اُن کو فرصت اور ہمت اور قوت اور مزاج میں صحت ہو تو وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اُنہیں کو بڑھا دیں۔

سوال - کیفیت یہ ہے کہ اب اکثر اوقات جب خالی ہوتا ہوں تو زبان پر تہلیل بہ حرکت جنبا جاری ہو جاتی ہے اسکے حالات مختلف میں چلتے پھرتے تو یوں ہی لا الہ الا اللہ اکثر اور کبھی اُس کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی اور اگر تنہائی ہوتی ہے تو خود بخود شوق پیدا ہوتا ہے کہ مد و شد و ضرب کے ساتھ کرتا ہوں مگر یہ ضرب قلب پر تصور میں ہوتی ہے اور شب کو بعد نماز جس طرح قول الجمیل میں ہے اسی طرح سے کرتا ہوں اُسی میں ذرا ذرا مزا آتا ہے مگر تخیلات منقطع نہیں ہوتے اسی میں اکثر یہ خیال رہتا ہے کہ خیال کا دوسری جانب متوجہ ہونا بند ہو جاوے یہ نہیں ہوتا اسکی تدبیر اور نیز یہ طرز عمل ٹھیک ہے یا قابل ترمیم ہے اور ترمیم ہو تو کیا۔

جواب - اسکی خاص تدبیر اور اُس کی کوشش اور اُسمیں کاوش نہ فرمایئے سرسری توجہ بقصد ذکر کی طرف رکھئے اس سے شدہ شدہ خود سب خطرات قطع ہو جائیں گے۔

سوال - مراقبہ کرنیکا کیا طریقہ ہے اور کس طرح کیا جاوے اور کس بات کے کرنے سے اس میں فائدہ ہوگا اور کتنی دیر کیا جاوے اور کسوقت کو اسکی مشق کے واسطے بہتر سمجھا جاوے۔ مراقبہ کا خیال کر کے اکثر بیٹھتا ہوں مگر کوئی فائدہ نہیں محسوس ہوتا حقیقۃً و طریقۂ مراقبہ مطلوب ہے

جواب - کسی مضمون کا تصور باندھنا مراقبہ ہے مضامین مختلف ہیں حسب اختلاف استعداد

عہ - یہ نسخہ ایک اجازت یافتہ صاحب کا ہے جو طالبین کو تلقین کرتے ہیں ۱۲ مسہ

ہر ایک کیلئے جدا مراقبہ نافع ہوتا ہے آپکے لئے یہ نافع ہے الم یعلم بان اللہ یری۔ کی تلاوت تین چار بار کرکے اس کے مضمون کو اس طرح سوچا جاوی کہ یہ خیال کیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو اور ہمارے افعال ظاہرہ وباطنہ کو دیکھ رہے ہیں بیس منٹ سے تیس منٹ تک اختیار ہے شدہ شدہ اسکا اثر دوسرے اوقات میں بھی رہنے لگے گا اور بیحد نافع ہوگا۔

سوال۔ اکثر چلتے پھرتے فقط مذکر کے طور پر تسبیح رکھ لی جاوی تو اسمیں کوئی نقصان تو نہیں۔

جواب۔ اولیٰ ہے۔

سوال۔ راستہ میں اس امر کا خیال تو رہتا ہے کہ جہاں عفونت وغیرہ ہوتی ہے وہاں زبان کو روک لیتا ہوں مگر تاہم کبھی غفلت بھی ہوجاتی ہے۔

جواب۔ کوئی مضائقہ نہیں۔

حال۔ احقر تاہنوز موضع بہادر گنج میں درس وتدریس میں مشغول ہے نفس کی کشش محرمات کی جانب اور روح کی کشش حسنات کی جانب ہے اس کشاکش میں اوقات عزیز گذرتے ہیں ہر وقت یہ دل چاہتا ہے کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ نفس بالکل مغلوب ہوجاتا ذکر الٰہی سے غفلت ہوتی قلب میں وسعت کی صورت دکھائی دیتی۔ مگر اسکے لئے غالباً صحبت شیخ کی ضرورت ہے اور ادہر نفقہ کا وجوب اس امر سے مانع ہے کہ کسی کی خدمت میں جا پڑوں اس کے لئے کیا تدبیر ہے۔

تحقیق۔ ایسی حالت میں بزرگوں کے حالات ومقالات کے مطالعہ کا التزام بھی انشاء اللہ تعالیٰ بجائے صحبت شیخ کے نافع وکافی ہے اگر میرے مواعظ برابر مطالعہ میں رہیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ سب شکایات دور ہوجائیں گی۔

حال۔ ہر وقت قلب کے اندر آیا کرتا ہے کہ ایک جگہ رہا کر دوسری جگہ مت رہ معلوم یہ القاء رحمانی ہے یا دوسرے کی جانب سے ہے کس طرح تمیز کی جاوی۔ جب مئو میں رہتا ہوں یا کسی دوسری جگہ سے مئو میں جاتا ہوں تو شہر میں آنے کے ساتھ ہی قلب کی پریشانی میں کمی ہوجاتی ہے گاہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی موانع کی قسم سے قلب پر آگیا اور تنگی اور اضطرار قلب میں محسوس ہوتا ہے بعض وقت یوں بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ تو اپنی جگہ ومقام پر رہا کر معلوم نہیں یہ سب کیا بات ہے اور اسکا کیا مطلب ہے۔

۲۰

تحقیق- اگر یہ خیال مؤمیں رہنے کا اور نیز مؤمیں جمعیت قلب اور خارج مؤ کے اسکی ضد کا احساس من جانب اللہ ہے تو اسکی علامت میرے ذوق و وجدان میں یہ ہے کہ مؤمیں رہکر معاش کا تردد اور اُسکے متعلق وساوس ہجوم و غلبہ نہ کریں تب تو اسپر عمل کیا جاوے ورنہ تو ہم محض ہے اسپر عمل نہ کیا جاوے۔

حال- ہمیشہ یہ مدنظر رکھا کہ ہر امر میں حق سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ رکھوں خصوصاً روزی کے معاملہ میں مگر حالت یہ ہے کہ جب آمدنی رک جاتی ہے خواہ تین ہی روز کو ہو تو طبیعت پر بلا اختیار پریشانی آجاتی ہے حالانکہ اللہ میاں ایسے موقع سے دیدیتے ہیں جہاں خیال بھی نہیں ہوتا آمدنی ہونے پر اطمینان ہو جاتا ہے پھر دیر ہوتے پر پریشانی ہو جاتی ہے مگر اُس کے ساتھ یہ ضرور ہے کہ ہمیشہ پریشانی میں رجوع الی اللہ ہی ہوتا ہے اور شکایت تنگی کی زبان پر تو کیا دل میں بھی نہیں ہوتی یہ تو میرا حال ہے۔ اور میرے گھر میں یہ کیفیت ہے کہ جب تنگی ہو تو اسکو پریشانی کبھی نہیں ہوتی بلکہ یوں کہتی ہے کہ اللہ میاں ہیں دیں گے ہم فکر نہیں کرتے اس سے مجھکو اپنے اوپر سخت افسوس ہوا کرتا ہے کہ عورت کی ذات مجھسے فوق لے گئی۔ تو اب میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حالت میری محمود ہے یا غیر محمود ہے اگر غیر محمود ہے تو کیا علاج کروں۔

تحقیق- دونوں کی حالت محمود ہے اور یہ تفاوت طبعی ہے چونکہ عورتوں میں عاقبت اندیشی فطرۃً کم ہوتی ہے اور مردوں کی قوت فکریہ زیادہ کام کرتی ہے اسوجہ سے یہ تفاوت ہے۔

سوال- میں موسم جاڑہ میں اکثر ایام کے اندر تہجد کو اٹھتا رہا اب عرصہ ڈیڑھ ماہ سے عجیب کیفیت ہے کہ ہر روز پختہ قصد کر کے سوتا ہوں مگر تہجد کے وقت سخت کاہلی آتی ہے کہ نہیں اٹھتا اور وتر بھی قضا ہو جاتی ہیں پھر نہایت پشیمان ہوتا ہوں اور اللہ میاں کے روبرو توبہ وزاری کرتا ہوں اور یہ خیال پختہ طور سے ہو جاتا ہے کہ آج سے ضرور اٹھونگا مگر پھر نہیں اٹھتا۔ اس حالت کو عرصہ ہو گیا اور جو بعد عشا تہجد پڑھنے کا قصد کرتا ہوں تو طبیعت میں یہ آتا ہے کہ اگر پڑھنا ہے تو اخیر شب میں پڑھنا بیکار ٹالنے سے کیا فائدہ۔ لہذا عشا کے بعد بھی پڑھنے سے رہ جاتا ہوں اگر کبھی پڑھ بھی لیتا ہوں تو طبیعت کو سیری نہیں ہوتی اور یہ خیال جم جاتا ہے کہ اسوقت کا پڑھنا کیا ہے پڑھنا تو اخیر رات کا ہے پھر قصد مصمم پچھلی رات کا کر لیتا ہوں مگر پھر نہیں

اٹھتا کوئی تدبیر پچھلے کو اُٹھنے کی بتا دیجئے یا جیسا ارشاد ہو ویسا کروں اور میں ناغہ ہونے پر تضرع ضرور کرلیتا ہوں اور دل پر صدمہ بھی بہت ہوتا ہے۔

جواب- یہ شیطان کی رہزنی ہے کہ عزیمت کی ہمت نہیں رخصت کو دل گوارا نہیں کرتا نتیجہ حرمان ہوتا ہے رخصت پر عمل کیجئے خواہ سیری ہو یا نہ ہو مطلوب نہیں غیر مطلوب کو مطلوب سمجھنا یہ بھی طریق کے زلات سے ہے۔

حال- ایں حقیر ذی تقصیر نادان از جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور کہ شاگرد و مرید جناب مولانا رشید احمد صاحب بودند بیعت شدہ فیض حاصل کردہ بود اما آں جناب اقدس بعد چند سال انتقال فرمودند ایں بندہ را عجائب و غرائب حالات واقع شدن گرفت بعض بخواب و بعض در بیداری بعد چند روز دیوانہ شدہ تارک نماز گشتم و قریب موت رسیدم از حد غایت لاغر شدم و از بیرون شہر شدہ راہ بیاباں گرفتم بدعات و خلاف شرع از من بظہور آمد اندریں عرصہ نزد مولوی عبدالرحمٰن صاحب ثانی کہ مرید و تلمیذ جناب حضرت اقدس اند رفتم و عرض نمودم۔ کہ حالم بغایت خراب شدہ اما ہر گاہ جزاء الاعمال مطالعہ شروع نمودم۔ قدرے قلیل صحت یافتم دراں وقت مولوی صاحب موصوف گفت کہ ایں حالات بخدمت حضرت اقدس عرض باید کرد بجز آں اصلاح ندانم لہذا دست بستہ بخدمت جناب عالی عرض نمایم

ترجمہ- اس حقیر ذی تقصیر نادان نے جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور سے کہ جناب مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ کے شاگرد و مرید تھے بیعت ہو کر فیض حاصل کیا تھا لیکن وہ جناب اقدس بعد چند سال کے انتقال فرما گئے اور اس بندہ کو عجیب و غریب حالات پیش آنا شروع ہو گئے بعض خواب میں اور بعض بیداری میں بعد چند روز کے دیوانہ اور تارک نماز ہو گیا اور قریب المرگ ہو گیا اور بے حد لاغر ہو گیا اور شہر سے باہر جا کر راستہ جنگل کا اختیار کیا بدعات اور خلاف شرع امور مجھ سے ظہور میں آئے اسی عرصہ میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب ثانی کے پاس کہ مرید اور شاگرد حضرت اقدس کے ہیں گیا اور عرض کیا کہ حال میرا بے حد خراب ہو گیا ہے لیکن جب کبھی جزاء الاعمال کا مطالعہ شروع کیا کچھ تھوڑی سی صحت پائی اس وقت مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ ان حالات کو حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کرنا چاہئے بجز اس کے اصلاح نہیں جانتا ہوں لہذا دست بستہ جناب عالی کی خدمت میں عرض کرتا ہے

۲۲

(باقی آئندہ)

خلاصہ تطبیق کا یہ ہوا کہ اگر اس دوسرے شہر میں پھر بطور وطن رہنے کا ارادہ نہیں ہے جس طرح پہلے رہتا تھا تب تو وہ وطن نہ رہا وہاں جا کر قصر کریگا جب مسافت سفر طے کرکے آئے اور اگر اب بھی اُسی طرح رہنے کا ارادہ ہے تو وہ بھی وطن ہے پس اس شخص کے دو وطن ہو جاویں گے۔

سوال۔ منی جو اس زمانہ میں ضعف طبائع کے سبب رقیق ہوتی ہے اگر کپڑے پر لگ کر سوکھ جاوے تو فرک سے پاک ہو جائیگی یا غسل کی ضرورت ہے اور مذی اگر کپڑے کو لگ جاوے تو فرک کافی ہے یا غسل لازم ہے۔

الجواب۔ فی رد المحتار والنص ورد فی منی الرجل ومنی المرأة لیس مثله لرقته وغلظ منی الرجل والفرك انما یؤثر فی زوال المفروك او تقلیله وذلك فیما له جرم والرقیق المائع لا یحصل من فركه هذا الغرض فیدخل منی المرأة اذا كان غلیظا ویخرج منی الرجل اذا كان رقیقا لعارض ج ۱ ص ۲۲۳ وفیه قال شمس الائمة الحلوانی مسئلة المنی مشكلة لان كل فحل یمذی ثم یمنی الا ان یقال انه مغلوب بالمنی مستهلك فیه فیجعل تبعاً اھ ج ۱ ص ۲۲۱

روایت اولیٰ سے معلوم ہوا کہ منی رقیق فرک سے پاک نہ ہوگی اور روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ مذی کا مطلقاً دھونا واجب ہے۔ والا لم یکن لهذا الایراد والجواب معنی۔

سوال۔ بحالت جنابت خط بنوانا بال کتروانے اور ناخن ترشوانے جائز ہیں یا نہیں اور یہ قول کہ ایسی حالت میں غسل سے پہلے بالوں یا ناخن کے جدا کرنے سے بال اور ناخن جنبی رہیں گے اور قیامت کو مستغیث ہونگے کہ ہمکو جنبی چھوڑ گیا صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فی رسالة هدایة النور لمولانا سعد اللہؒ ودر مطالب المومنین می آرد ستردن و تراشیدن موئے گرفتن ناخنہا در حالت جنابت کراہت ست اھ۔

اس سے امر مسؤل عنہ کی کراہت معلوم ہوئی باقی اسکے متعلق جو قول نقل کیا گیا ہے کہیں نظر سے نہیں گذرا۔ اور ظاہراً صحیح بھی نہیں۔

سوال۔ حدیث شریف میں حبب الی من دنیاکم الخ میں تیسری محبوب چیز نماز بیان کی گئی ہے وہ دنیا میں کس طرح شامل ہوئی اور اگر وجود فی الدنیا کے اعتبار سے ہے تو اور عبادات کی

دنیا میں داخل ہیں اُن کا ذکر کیوں نہوا اور عبادات میں اسکی محبوبیت کی تخصیص کیوں ہوئی۔

الجواب۔ فی المقاصد الحسنه بعد نقل الحدیث بلفظ حبب الی النساء والطیب وجعلت قرة عینی فی الصلوٰة وبالفاظ مقاربة للفظ المذکور مانصه واما ما استقر فی هذا الحدیث من زیادة ثلث فلم اقف علیها الا فی موضعین من الاحیاء وفی تفسیر آل عمران من الکشاف وما رایتها فی شیئی من طرق هذا الحدیث بعد مزید التفتیش وهذا لك صرح الزرکشی فقال انه لم یرد فیه لفظ ثلث ثم نقل عن تخریج الرافعی ولم نجد لفظ ثلث فی شیئی من طرقه المسندة ثم نقل عن تخریج الکشاف ان لفظ ثلاث لم یقع فی شیئی من طرقه ثم نقل عن العراقی لیست هذه اللفظة وهی ثلث فی شیئی من کتب الحدیث اھ

مختصراً ان عبارات سے معلوم ہوا کہ خود لفظ ثلث ہی حدیث میں ثابت نہیں لیکن اگر اسکو ثابت بھی مان لیا جاوے تو من دنیاکم میں لفظ دنیا مقابل دین کا نہو گا بلکہ مقابل آخرت کا ہوگا اور قرآن وحدیث میں یہ لفظ دونوں معنی میں آیا ہے۔

قال تعالیٰ وذروا الذین اتخذوا دینهم لهوا ولعبا وغرتهم الحیوٰة الدنیا وقال تعالیٰ وابتغ فی ما اتاك الله الدار الاخرة ولا تنس نصیبك من الدنیا۔

آیت اول میں دنیا مقابل دین کے ہے اور آیت ثانیہ میں مقابل آخرت کے اور دنیا بالمعنی الاول مذموم ہے اور بالمعنی الثانی عام ہے ہر حالت عاجلہ کو محموداً کان او مذموماً اور کبھی خود آخرت بھی بمعنی دین کے آیا ہے تو اُس کے مقابل جو دنیا وارد ہے وہ بھی خاص ہوگی مذموم کے ساتھ پس جب حدیث مذکور میں دنیا مقابل دین کے نہیں تو اُس کا شامل ہونا صلوٰۃ کو محل اشکال نہیں ہوگا اب رہی یہ بات کہ نماز کی کیوں تخصیص کی گئی سو یہ تخصیص باعتبار نفس محبوبیت کے نہیں باعتبار اجبیت کے ہے اور اجبیت بھی بعض وجوہ سے۔ دلیل اسکی دوسری احادیث کثیرہ ہیں جنمیں دوسری اشیاء افعال واعیان کی محبوبیت وارد ہے ورنہ محذور تعارض لازم آویگا وهو مدفوع عن کلام الصادق المصدوق صلے الله علیه وسلم۔

سوال۔ ایک شخص کے پیچھے کسی نے نماز کی نیت باندھ لی تو کیا وہ اُسکے سامنے سے اُٹھ سکتا ہے ایک مولوی صاحب فرماتے تھے کہ حدیث میں تو مرور کی ممانعت آئی ہے اور یہ مرور نہیں تو کیا اُنکا

۱۴

حکم اٹھ جانا از پیش مصلی

کتاب الصلوٰۃ

فرمانا صحیح ہے۔

الجواب۔ فی ردالمحتار اراد المرور بین یدی المصلی فان کان معہ شیئ یضعہ بین یدیہ ثم یمر ویاخذہ ولو مر اثنان یقوم احدہما امامہ ویمر الآخر ویفعل الآخر ہکذا ویمران وان معہ دابۃ فمر راکبا اثم وان نزل وتستر بالدابۃ ومر لم یاثم ولو مر رجلان متحاذیین فالذی یلی المصلی ہو الآثم قنیۃ اقول ولذا کان معہ عصا لا یقف علی الارض بنفسہا وامسکہا بیدہ ومر من خلفہا ہل یکفی ذلک لم اراہ ج ا ص ۶۶۵

ان مجموعی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا قول صحیح ہے مگر مجھکو اس میں شرح صدر نہیں ہوا لیکن عمل کرنیوالے پر ملامت بھی نہیں کرتا۔

سوال۔ خاوند بی بی کو قبر میں اوتار سکتا ہے یا نہیں اور مساس بحائل کرسکتا ہے یا نہیں آیا اُسکو اجنبیہ عورت زندہ کے مس بحائل پر قیاس کرکے منع کریں گے۔ والجامع بینہما ہو احتمال عدم امن الشہوۃ۔

الجواب۔ فی الدرالمختار ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیہ فی ردالمحتار عزاہ فی المنح الی القنیۃ ونقل عن الخانیۃ انہ اذا کان للمرأۃ محرم یممہا بیدہ واما الاجنبی فبخرقۃ علی یدہ ویغض بصرہ عن ذراعہا وکذا الرجل فی امرأتہ الا فی غض البصر اہ ولعل وجہہ ان النظر اخف من المس فجاز لشبہۃ الاختلاف ج ا ص ۸۹۴

اس سے یہ امور مستفاد ہوئے **نمبر۱** زوج بعد موت زوجہ مثل اجنبی کے ہے پس جب تک کوئی محرم ہو اُس وقت تک زوج کو مس بحائل بھی نہ کرنا چاہئے **نمبر۲** اور جب کوئی محرم نہ ہو اور اجنبیوں سے یہ مقدم ہے لشبہۃ الاختلاف۔

سوال۔ کتب تفسیر میں جس موقع پر آیت مکتوب ہے اس موقع کو بغیر وضو مس کرنا مکروہ ہے یا محرم

جواب۔ فی غنیۃ المستملی یکرہ ایضاً للمحدث ونحوہ مس تفسیر القرآن وکتب الفقہ وکذا کتب السنن الی قولہ والاصح انہ لا یکرہ عند ابی حنیفۃ ج ص ۵۴۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب غیر قرآن کی عبارت غالب ہو اُسکا مس مطلقاً کما ہو الظاہر امام صاحب کے نزدیک درست ہے وفی الاخذ بہ سہولۃ۔

زکوٰۃ

سوال۔ اگر کسی شخص کو زکوٰۃ میں دو تولہ چاندی دینی ہے اور اُسکی قیمت ایک روپیہ ہے تو اُسکو ایک روپیہ دیدینا کفایت کریگا یا نہیں کیا اُسکو حکم فضہ میں کرکے باقی فضہ اور دینی لازم قرار دینگے۔

الجواب۔ دو تولہ چاندی پورا کرنا واجب ہے خواہ مسکوک ہو یا غیر مسکوک۔ لان فی الجنس لا یعتبر القیمۃ۔

ذبائح

سوال۔ مالابدمنہ کے اخیر میں رسالہ اضحیہ لگا ہوا ہے اُسمیں لکھا ہے بحوالہ درمختار کہ ذابح کے معین پر تسمیہ واجب ہے اگر معین نے تسمیہ نہ کیا تو اُسکا کھانا حرام ہو جاویگا یہ کیا صحیح ہے۔

الجواب۔ فی الدرالمختار کتاب الاضحیہ اراد التضحیۃ فوضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوبا الخ۔

اس سے ثابت ہوا کہ مطلق معین پر تسمیہ واجب نہیں بلکہ خاص اُس معین پر جو ذبح ہونے میں شریک ہو مثلاً چھری کو دونوں پکڑکر چلاتے ہوں۔

صلوٰۃ ۱۹۰

سوال۔ کوئی سورت یا التحیات دو دفعہ پڑھ لیں تو سجدہ سہو جائز ہے یا کیا۔

الجواب۔ سورۃ کو دو دفعہ پڑھنے میں سجدہ سہو نہیں ہے کیونکہ اُسکو تطویل قرأت سمجھا جاویگا اور تکرار تشہد میں سجدہ سہو ہوگا کہ فرض میں یعنی خروج عن الصلاۃ میں تاخیر ہوئی یہ جواب قواعد سے دیا گیا ہے اگر کوئی خاص جزئیہ اس کے خلاف ملجاوے تو وہ مقدم ہوگا۔

عقیقہ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ میں ایک یا دو گائے یا زیادہ ذبح کرنا کیسا ہے۔

الجواب۔ کہیں جزئیہ تو نظر سے نہیں گذرا لیکن قواعد سے یہ زیادت غیر مشروع معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ زیادت منصوص تو ہے نہیں اور قیاس سے دو وجہ سے جائز نہیں کہہ سکتے ایک تو اس لئے کہ ہم لوگ قیاس کے اہل نہیں دوسرا اس لئے کہ اراقۃ دم قربت غیر معقولہ ہے اور غیر معقول محل قیاس نہیں۔

حظر و اباحۃ

سوال۔ بعض عملیات میں فرشتوں یا موکلین کو منادی بنایا گیا ہے مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نے بھی سورہ کوثر کا ایک عمل تفریق اعداء کیلئے لکھا ہے اسکے آخر میں اجب یا اسرافیل کا لفظ ہے اسمیں شبہ یہ ہے کہ یہ استعانت بالغیر ہے جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو استعانت بالغیر

(باقی آئندہ)

وہ معتبر ہے اور اس میں اگر اختلاف ہو تو اکثر اور اشہر کا اعتبار ہے اور وہ قریب قریب متعین ہوتی ہے یعنی وہ قیمت کہ اگر کوئی تخفیف کی درخواست نہ کرے تو اُس قیمت پر فروخت کیجا یا کرے۔

سوال۔ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم نے رسالہ نافعہ خریداران بیان بیع صرف میں بنارسی کپڑے جنمیں سچے کلابتو لگے ہیں اُن کو سیف محلیٰ پر قیاس کر کے بیع نسیہ کا ناجواز تحریر فرمایا ہے اور میں جو غور کرتا ہوں تو ناجواز سمجھ میں نہیں آتا لہذا جناب سے استفاضۃً دریافت کرتا ہوں دینی معاملہ متعلق بہ حلال و حرام ہے بہت جلد ایک نظر غائرۃً الکر میرے فہم کی تصحیح و تغلیط فرماویں علامہ شامی نے ذیل قول درمختار۔ والاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض ومزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن فلو مثلہ او اقل او جہل بطل ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط۔

تنبیہ کر کے ایک مبسوط عبارت بذکر حکم اعلام الثوب تحریر کی ہے اُسکو پورے طور پر آپ ملاحظہ فرماویں اس میں کی عبارت مندرجہ ذیل سے مجھکو جواز بیع نسیہ پارچائے بنارسی مثل کمخواب ساری دوپٹہ سوت وغیرہ جنمیں سچے کلابتون لگے ہیں سمجھ میں آیا ہے۔

(۱) بخلاف علم الثوب والابریشم فی الذھب فانہ لا یعتبر لانہ تبع محض اھ

(۲) وحاصل ھذا کلہ اعتبار المنسوج قولاً واحداً واختلاف الروایۃ فی ذھب السقف والعلم وان المعتمد عدم اعتبارہ فی المنسوج اھ۔

(۳) ولا کذلک علم الثوب لان الشرع اھدر اعتبارہ حتی حل استعمالہ ج ۴ ص ۲۶۸

یہ تینوں عبارتیں شامی میں ذیل تنبیہ ہے آیا ان عبارات سے جواز بیع نسیہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں امید کہ بہت جلد مفصل جواب سے مطمئن فرماویں۔

الجواب۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپنے قولاً واحداً کے معنی یہ سمجھے کہ یہ اقوال مختلفہ میں سے ایک قول ہے اور ان المعتمد کو اُس کا قول مقابل سمجھے اگر یہ مطلب ہوتا تو جواز کا سمجھنا ٹھیک تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہو بلکہ قولاً واحداً کے معنی یہ ہیں کہ اس میں بس ایک ہی قول ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں اسی لئے اسکے متصل ہی اسکا مقابل اختلاف الروایۃ الخ آیا مطلب یہ ہے کہ اس میں تو ایک ہی قول ہے اور ذہب سقف و علم میں اختلاف ہے چنانچہ اس سے اوپر کی عبارت میں ان

دونوں کا مختلف فیہ ہونا بھی نقل کیا گیا ہے فی قولہ ان فی اعتبار الذہب فی السقف روایتین فلا یعتبر العلم فی الثوب وعن ابی حنیفہ وابی یوسف انہ یعتبر اھ اور اگر وہ مطلب ہوتا جو مبنی ہے سوال کا تو قطع نظر اس سے کہ قولاً واحداً اس معنی میں مستعمل نہیں دیکھا گیا اس پر یہ اشکال واقع ہوگا کہ اوپر کی عبارت میں یہ مضمون کہیں بھی نظر سے نہیں گذرا کہ ان المعتمد عدم اعتبارہ فی المنسوج پھر اسکو حاصل کے ذیل میں بیان کرنا کہاں صحیح ہوگا دوسرے اس صورت میں حق عبارت کا یہ تھا ان المعتمد عدم اعتبارہ المنسوج تاکہ مقابل ہوتا اوپر کی عبارت اعتبار المنسوج کا تیسرے اس صورت میں عدم اعتبارہ کی ضمیر مجرور کا مرجع کون ہوگا اور جو اسکا واقعی مطلب ہے اس پر یہ ضمیر راجع ہے علم کی طرف یعنی منسوج میں علم کا اعتبار نہ ہونا معتمد ہے اور مطلق علم کا غیر معتبر ہونا اوپر مذکور ہو چکا ہے جو کہ منسوج کے علم کو بھی شامل ہے پس منسوج کا حکم عدم جواز ہی رہا فتنبہ۔

عدم جواز استعمال چوڑی بلوری در عدت ۱۰۰

سوال۔ ہندہ کا عقد ہو گیا ولیکن خاوند کے مکان پر رخصت نہ ہوئی تھی کہ ہندہ کا زوج گذر گیا اب اسکو چار مہینے دس دن عدت بیٹھنا ضروری ہے۔ خوشبو جدید کپڑے۔ زیور۔ سرمہ۔ پان مسی تیل۔ مہندی۔ وغیرہ سب ترک کیا ولیکن ہاتھ میں دو دو چوڑیاں بلور کی رہنے دیں اُس سے جب کہا گیا کہ تم چوڑیاں اوتار دو تو ہندہ نے کہا کہ یہ ہندوؤں کی رسم ہے یہ کچھ زینت نہیں ہے لہذا ہندہ چوڑیاں بلور کی اوتار دے یا پہنے رہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار وترک الزینۃ بحلی فی رد المحتار قولہ بحلی ای بجمیع انواعہ من فضتہ وذھب وجواھر بحر قال القہستانی والزینۃ ما تتزین بہ المرأۃ من حلی او کحل الخ ج ۲ صفحہ ۱۰۱۵۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ زینت کی جمیع انواع واجب الترک ہیں اور زینت کی حقیقت بھی اس سے معلوم ہوئی کہ جسکو عورت بقصد زینت استعمال کرے اور یقینی بات ہے کہ ہمارے دیار میں چوڑیاں تزین ہی کی غرض سے پہنتی ہیں پس وہ داخل زینت ہو کر واجب الترک ہوئیں اس لئے اس عورت پر واجب ہے کہ چوڑیاں اوتار ڈالے رہا اسکا یہ قول کہ ہندوؤں کی رسم ہے سو یوں تو خود ایسی چوڑیاں پہننا بھی ہندوؤں ہی کی رسم ہے مگر جس طرح ان کے ساتھ خصوصیت نہ رہنے سے پہننے میں تشبہ نہیں

باقی آئندہ

تو وہ پیسہ ملنا کس شمار میں ہوگا۔

(۵۳) فرمایا کہ نماز ظہر میں یہ سمجھ میں آیا کہ یہ جو سنا جاتا تھا کہ تمام سکوں کے عوض نیا سکہ کاغذ کا جاری ہونیوالا ہے سو اگر اسکا وقوع بھی ہو جاتا تو اُس کے ذریعہ سے زکوٰۃ امام صاحب کے مذہب پر اس طرح ادا ہو سکتی ہے کہ مثلاً اس کے عوض گیہوں لیکر زکوٰۃ میں دیدئے جاویں اور کسی دوسرے امام کے مذہب پر اس سے زکوٰۃ ادا ہونیکی کوئی صورت نہیں اس لئے کہ اور حضرات زکوٰۃ میں یہ شرط فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ خاص اسی مال کی جنس سے دیجاوے جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے تب تو ادا ہوگی ورنہ گیہوں وغیرہ سے ادا نہیں ہوگی اور اسمیں یہ شبہ نکیا جاوے کہ جب کسی کے پاس روپیہ نہ رہتا تو زکوٰۃ کیسے واجب ہوتی بات یہ ہے کہ اس اجرا سکہ میں گورنمنٹ قرضدار ہوتی اور قرض میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے خوب سمجھ لو۔

(۵۴) میں نے عرض کیا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام خیر امم اس اعتبار سے ہے کہ اس امت کے خواص اور امم کے خواص سے اور عوام اس امت کے اور امتوں کے عوام سے افضل ہیں یا مطلقاً اس امت کو فضل ہے حالانکہ ظاہر اول ہے فرمایا کہ اول ہی ظاہر ہے اور اس امت کو مجموعی حیثیت سے اور امتوں کی مجموعی حیثیت پر فضل حاصل ہے نہ کہ اس امت کے ہر فرد کو دوسری امتوں کے ہر فرد پر تامل فانہ مفید جداً۔

١٧

(۵۵) فرمایا کہ میرے پاس جو خطوط آتے ہیں اُن ہی کے لفافہ کو لوٹکر اور پتہ لکھکر جواب لکھدیتا ہوں لیکن بعضے لوگوں کو نیا لفافہ بھیجتا ہوں جہاں بدنامی کا خوف ہوتا ہے کہ وہ لوگ خسیس کہیں گے اہل دنیا کی نظر میں امور مباحہ میں ذلیل ہونیکو دل گوارا نہیں کرتا قال الجامع ان ما وقی المرء به عرضه صدقة کما ورد او نحوه فی الحدیث۔

(۵۶) ایک عالم بنگالی آئے اور اُن کا قصد حضرت سے بیعت کا تھا اور وہ تکلف کی ٹوپی اوڑھے تھے اور انگریزی وضع کی صدری پہنے تھے فرمایا کہ آپ پر علم کا اثر نہیں ہوا اس ٹوپی کو اوڑھکر میرے سامنے نہ آنا اور صدری کو آپنے باوجود میرے اعتراض کے بھی کہ اس کے قبل کر چکا ہوں نہیں اُتاری چنانچہ دونوں چیزوں کو انھوں نے علیحدہ کیا فرمایا کہ اہل علم کو سادہ وضع علم ہی کی زیب دیتی ہے اور جسکی نظر طلب حق اور کمالات پر ہوگی اسکو زینت میں مبالغہ

کی کہاں فرصت ہوگی پھر ایک رئیس کا مقولہ بیان کیا کہ وہ کہتے تھے کہ جس سے عقیدت ہو اسکے لباس سے بڑھکر لباس پہنکر اس کے پاس جانا بے ادبی ہے اور پھر اس قول کی تحسین کی۔

(۵۷) فرمایا کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مطلق امر سلطان کو اکراہ میں داخل فرمایا ہے اور میری سمجھ میں اسکی یہ دلیل آئی ہے کہ حق تعالیٰ نے ساحران حضرت موسیٰ کا قول نقل کیا ہے یغفر لنا خطایانا وما اکرھتنا علیہ من السحر۔ حالانکہ فرعون نے فقط ان کو امر کیا تھا نہ کہ اکراہ اور پھر بھی آیت میں اسکو اکراہ فرمایا ہے۔ **ف** تامل فانہ نفیس جداً قالہ الجامع عفی عنہ

(۵۸) ایک استفتاء آیا تھا جسکی نقل مع جواب از آنجناب مندرجہ ذیل ہے بیان القرآن میں اکثر مواقع پر حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں اور بعض جگہ یوں لکھا ہے کہ خدا انکو سخت سزا دیگا کہیں پر جمع ہے کہیں واحد ایک صاحب تو مطلق جمع لکھنے پر سخت معترض ہوئے میں نے حوالہ دیدیا جسکی تحریر ہے دریافت کر لو باقی اس میں مجھے بھی شبہ ہے کہ بعض مواقع پر واحد اور بعض موقع جمع کیوں استعمال ہوا ہے۔

جواب۔ کہیں توحید کا غلبہ ہوا کہیں تعظیم کا جیسے یہی دو رعایتیں خود قرآن مجید میں ہیں

قولہ تعالیٰ ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا۔	اے رب ہمارے دیکھا ہمنے اور سنا ہمنے پس لوٹا دے ہمیں۔
وقولہ تعالیٰ قال رب ارجعون۔	اے رب میرے واپس کردے مجھے۔
وقولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔	آج کامل کر دیا میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو اور پورا کر دیا تم پر اپنی نعمت کو اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔
وقولہ تعالیٰ وواعدنا موسیٰ ثلاثین لیلۃ واتممناھا بعشر الآیہ۔	اور ہمنے موسیٰ (علیہ السلام) سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور پورا کیا ہمنے اُن کو دس سے۔

(۵۹) فرمایا کہ طالب کے قلب میں جب طلب ہوتی ہے اسوقت معلم کے دل میں اس طلب کی کشش کا اثر ہوتا ہے اور وہ اسکی تعلیم کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

(۶۰) فرمایا کہ میرے خسر صاحب ایک فہیم شخص تھے حالانکہ علم ان کو زیادہ نہ تھا اُن کو جب بچے بلا غرض سلام کرتے تو فرماتے کہ یہ بچے مجھ سے محبت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

میں مردود از حضرت خداوندی نہیں ہوں پھر حضرت نے فرمایا کہ یہ بات مجھے بہت پسند آئی اسلئے کہ جب بلا غرض و بلا طمع بچے محبت کریں اور اُن کا قلب اکثر رذائل سے پاک ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ شخص مردود ہوتا تو اُن کے قلوب صافیہ بھی اسکو رد کرتے۔

(۶۱) فرمایا کہ آجکل اہل علم امرا کی بہت خاطر کرتے ہیں جس سے اُن کی نظر میں ذلیل ہوتے ہیں اور چند مدارس کا نام لیا جن سے حضرت قبلہ کا تعلق ہے اور فرمایا کہ میں نے وہاں یہ شرط کر لی ہے کہ کسی امیر کی جب مدرسہ میں آمد ہو تو مجھے ایسے حال میں مدعو نکیا جاوے نیز یہ بھی شرط کر لی ہے کہ مجھے کوئی مشورہ زبانی نہ لیا جاوے بلکہ تحریراً جو امر دریافت کرنا ہو دریافت کر لیا جاوے اسلئے کہ زبانی مشورہ دینے میں اپنی اظہار رائے میں بعض موقع پر لحاظ و شرم لاحق ہوتا ہے اور فرمایا کہ لوگ میرے قواعد کی میرے بعد قدر کرینگے اب تو معاصرت کی وجہ سے لوگ میرے قوانین کی وقعت نہیں کرتے۔

(۶۲) فرمایا کہ عورتوں کا احسان لینا باوجود قدرت کے سخت بے ہمتی کی بات ہے میرے گھر میں کا مہر پانچہزار روپیہ تھا اور اُنھوں نے معاف بھی کر دیا تھا مگر میں نے یہ کل روپیہ اُن کو باقتضائے

هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ | نہیں ہے بدلہ بھلائی کا مگر بھلائی۔

دیدیا اور اُس سے وہ مکان بنا ہے جو اب چھ ہزار کی قیمت کا ہے پھر چونکہ میں اس مکان میں رہتا ہوں اس لئے اس کا کرایہ سمجھکر پانچسو روپیہ مدت سکنی کا تخمینہ کر کے اور دیدیے اور گھر میں دل شکنی کی وجہ سے کرایہ کا حال ظاہر نہیں کیا۔ عورت ایک ضعیف مخلوق ہے اور مرد قوی ہے لہذا مناسب نہیں کہ باوجود اقتدار ضعیف کا احسان لے اور اگر ایسا ہو کہ عورتیں غایت محبت سے کوئی غیر واجب خدمت بھی کریں تو اسکی مکافات کر دینی چاہیے **ف** فی الواقع حضرت والا کا عمل بالسنۃ ہے اور آپ اسلامی قوانین کے حکیم ہیں جو آپ کی صحبت میں بنظر اصلاح نفس ہے تو حکیم مسلم اور فقیہ النفس اور منتظم کامل ہو سکتا ہے نبوت اور اسلامی تمدن کے قوانین پر آپ کا عمل ہے

(۶۳) ایک خط آیا تھا جو مع جواب از آنحضرت والا مندرجہ ذیل ہے۔ حضرت مرزا خدا ایکو عـہ

عـہ ان صاحب کا ایک خط پھر آیا تھا جسکا جواب مع اصل سوال آئندہ درج کیا جاتا ہے ۔ ۱۲

19

خوش وخرم اور ہمیشہ مسلمانوں کے سر پر قائم رکھے میں عرصہ دراز سے ایک مصیبت میں مبتلا ہوں اگر آنجناب اس سے نجات کی ترکیب بتلادیویں گے تو بیحد ممنونیت کا باعث ہوگا وہ مصیبت ایک وسوسہ ہے جو اکثر دل میں آجاتا ہے ہر چند اسے دل سے نکالنے کی کوشش کرتا ہوں مگر وہ نکلتا نہیں اس لئے آپ سے عرض ہے کہ برائے خدا و رسول اسکا تحقیقی جواب فرمایا جاوے۔ وہ وسوسہ یہ ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام اہل اسلام آخر کار بہشت میں جاکر طرح طرح کے آرام اٹھائیں گے اور غیر مسلموں کو عذاب دردناک کا سامنا ہوگا مگر یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ اہل اسلام کونسا ایسا کام کرتے ہیں جو غیر اسلام نہیں کرتے جسکے نکرنے سے مؤخر الذکر اسقدر رحمت خداوندی سے دور رہ گئے ہاں اہل اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ضرور تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے اُن کی روح میں کونسی صفائی اور خوبی پیدا ہوجاتی ہے یہ شبہ اُسوقت اور قوی ہوجاتا ہے جبکہ ہم بہت سے مسلمانوں کو دین سے بالکل بے خبر اور دنیا کی خاطر ہمہ تن زور و فریب میں مستغرق دیکھتے ہیں اور بہت سے غیر مسلموں کو دیکھتے ہیں کہ محبت خداوندی میں ڈوبے ہوئے ہیں نیک کام کرتے ہیں اور برے کاموں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر آیات و احادیث رحمت کو پیش نظر رکھا جاوے تو اور بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر خدا بہشت کو مسلمانوں سے مخصوص کردیگا اور اپنے کروڑہا دوسرے بندوں کو (جنکی تعداد مسلمانوں سے ہر زمانہ میں کئی چند رہی ہے) ہمیشہ سخت سخت مصیبت میں مبتلا رکھیگا۔ حضرت من اس وسوسہ نے مجھے کسی کام کا نہیں چھوڑا۔ اس کا تحقیقی جواب مطلوب ہے۔ ایسے جوابوں سے تسلی نہ ہوگی کہ ان وسوسوں کو دل سے نکالنے کی کوشش کرو یا اگر احادیث رحمت کو دیکھا ہے تو احادیث غضب بھی ملاحظہ کرو یا یہ خدا کے بھید ہیں انکو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا کیونکہ ان جوابوں پر اور بہت سے شبہات پیدا ہوتے ہیں جواب سے وہ جو کچھ بھی ہو ضرور مطلع فرمائیگا۔ پتہ لفافہ پر انگریزی زبان میں لکھا ہے اردو میں لکھنے کی ضرورت نہیں

جواب یہ ہے۔ السلام علیکم۔ ایک شخص سوال کرتا ہے کہ جو لوگ گورنمنٹ سے بغاوت کرتے ہیں اُن میں بکثرت ایسے ایسے لائق فائق لوگ ہیں کہ اہل اطاعت میں اُن کا عشر عشیر بھی نہیں بلکہ بہت سے اہل اطاعت بڑے بڑے جرائم کرتے ہیں مگر باوجود اس کے اہل بغاوت جب ہاتھ آتے ہیں اُن کو موت کے گھاٹ اوتار دیا جاتا ہے اور اہل اطاعت کو ایسی سزا نہیں دیجاتی

(باقی آئندہ)

۲۰

کر کرکے اسکو زمین کے کیڑوں کی خوراک بنا رہے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے
آپ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے جو روزانہ صبح اور شام اس طرح ندا
دیا کرتا ہے کہ یا بنی آدم لدوا للموت وابنوا للخراب واجمعوا للاعداء اے آدم کی اولاد جنو مرنیکے
لئے اور تعمیرات کرو بربادی و ویرانی کیلئے اور جمع کرو دشمنوں کیلئے چنانچہ ظاہر ہے کہ جو نفس پیدا ہوا
وہ ایکدن مرتا اور دنیا سے ضرور اٹھ جاتا ہے اور جو محل یا مکان آج تعمیر ہوتا ہے وہ ایک نہ
ایکدن ویرانہ اور کھنڈر بنجاتا ہے اور جو روپیہ پیسہ بدن کو تھکا تھکا کر جوڑا اور جمع کیا تھا مرنیکے بعد
دشمنوں کے ہاتھ میں جاتا اور ان غیروں کے کام آتا ہے جنکے پاس جانا اسکو زندگی میں گراں گذرا کرتا تھا
دنیا کے واقعات اور حوادث مشاہدہ کے درجہ میں تمکو عبرت دلا رہے اور یہ واقعی مضمون جسکی طرف سے
غفلت کے پردے تمھاری نظر کے سامنے پڑے ہوئے ہیں تمکو سمجھا رہے ہیں اور اسی کی یاد دہانی خداوندی
فرشتہ کے ذریعہ سے ہوتی رہتی ہے پس اگر فرشتہ کی آواز تمکو سنائی نہ دے تو اس ندا کی عبث
فضول ہونیکا وسوسہ مت کرنا کیونکہ دنیا کی ہر شے پر فنا کا طاری ہونا تو ایسا محقق ہے جسکو کافر سے
کافر شخص بھی مانتے ہوئے اور مشاہدہ و تجربہ سے ہر متنفس کا قلب اسکو قبول کئے ہوئے ہے۔ اسکے لئے
ضرورت نہ تھی کہ تمکو یاد دہانی کیجاتی اور سنایا جاتا مگر یہ شفقت ہے مقربین خداوندی یعنی ملائکہ کی
کہ ان الفاظ سے تمھاری غفلتوں پر ان کو افسوس ہوتا اور تمھارے قابل عبرت حالات پر انکی
زبان سے تاسف کے کلمات نکلتے ہیں۔ ہاں اگر تمھاری چشم بصیرت کھلجائے اور قلب کی سماعت
صحیح ہوجائے تو یہ ندا غیبی تمکو بھی مسموع ہوسکتی ہے کیونکہ فرشتہ کی آواز قلب کے کانوں سے سنائی دیا کرتی
ہے نہ کہ بدن کے کانوں سے چنانچہ جو لوگ صاحبدل ہیں اور ان کے قلوب کو دنیا سے بے رغبتی ہے
وہ رات اور دن اس آواز کو سنتے اور اپنی فنائیت اور موت کیلئے طیاری میں لگے رہتے ہیں۔
اگر تم چاہتے ہو کہ اس فرشتہ کی آواز کو سنو تو قبرستان میں جا کر قبروں کو دیکھو اور سوچو کہ کیسی کیسی
حسین صورتیں زیر خاک پڑی سو رہی ہیں۔
پرانے کھنڈروں اور ویران شہروں کو دیکھکر سبق لو کہ کیسے کیسے قصور و محلات خاک بنے ہوئے
شکستہ حال پڑے ہیں۔ ان واقعات سے عبرت پکڑو گے تو آنکھیں کھلیں گی۔ دنیا کی طرف سے
دل سرد ہوگا۔ مال و متاع دنیا کی محبت قلب سے باہر نکلیگی اور یاد آئیگا کہ مجھے بھی مرنا گھر باہر زمین

۱۵

جائداد بال بچوں ماں بی بی دوست آشنا عزیز واقارب سب کو چھوڑتا ہے جب قلب کی یہ حالت ہوجائیگی تو اب دنیا کا کوئی کام بھی رغبت اور نفسانی خواہش کی بدولت نہو گا بلکہ جو کچھ ہوگا وہ خدا کے حکم شریعت کے اتباع اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہوگا یاد رکھو کہ مومن کی نیت تمام تصرفات اور حرکات وسکنات میں نیک ہوا کرتی ہے۔ مکان کی تعمیر بی بی سے مجامعت کھانا پینا مخلوق سے ربط ضبط تجارت کھیتی کاشتکاری بولنا چالنا چلنا پھرنا غرض انسانی ضروریات کے جتنے بھی کام ہیں وہ کافر ومنافق بھی پورے کرتے ہیں اور مسلمان ومومن بندے بھی پورے کرتے ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ کافر کا جو بھی کام ہے وہ نفس کی اطاعت خداوند تعالیٰ سے غفلت اور اپنی راحت وزینت کی فکر میں ہوا کرتا ہے اور مومن دنیا میں رہ کر دنیا کا جو کام بھی کرتا ہے وہ خدا کے حکم کی تعمیل اسکی حضوری ویادداشت اور آخرت کی آ[illegible]یش وعزت کی فکر میں کیا کرتا ہے۔ اسکی حالت ایسی ہے جیسے کوئی محب اپنے محبوب سے ملاقات کرنیکے لئے خط بنوانے نہانے دھونے کپڑے بدلنے اور اپنے بن سجنے کی فکر کرتا ہے کہ محبوب کے قابل بنکر محبوب سے ملوں پس اسکا یہ شغل محبت کا عنوان ہے اور محبوب کو پیارا ہے اسلئے کہ نہ وہ محبوب کا غیر ہے اور نہ محبوب سے غافل بنانیوالا۔

اللہ والوں کو دنیا کے کاموں میں مشغول دیکھکر اپنا جیسا دنیا دار نہ سمجھو۔ یاد رکھو کہ بندہ مومن دنیا میں رہ کر دنیا کیلئے ایک کام بھی نہیں کرتا اگر دنیا میں کوئی عمارت بناتا ہے تو آخرت کیلئے بناتا ہے نہ کہ دنیا کیلئے مثلاً مسجدیں بنواتا ہے تاکہ اللہ کا گھر قرار پائے اور اللہ کے بندے اسمیں نمازیں پڑھیں یا دریاؤں کے پل بنواتا ہے کہ مخلوق کو آرام ملے اور لوگوں کو اسپر ہو کر گذرنا سہل ہو یا مدرسے اور خانقاہیں بنواتا ہے کہ ظاہری وباطنی تعلیم وتعلم کا اسمیں چرچا رہے یا مسلمانوں کے عام راستے گذرگاہیں اور سڑکیں صاف کراتا ہے کہ خدا کی مخلوق اس سے نفع اٹھائے اور اگر اسکے علاوہ کوئی مکان ایسا بھی تعمیر کرتا ہے جسکو اسکی ذاتی آسایش کی طرف منسوب کیا جائے تو وہی مکان بناتا ہے جسکا شریعت نے بال بچوں کی رہایش کیلئے تعمیر کرنیکا اسکو حکم دیا ہے اسلئے کہ شریعت ہی کا حکم ہے کہ نفس کا بھی تجپر حق ہے اور بی بی کا تجپر حق ہے اور بچوں کا بھی تجپر حق ہے پس وہ مکان جو خاندان یا گھر کی رانڈ بیووں کی رہائش کیلئے ہو یا حاجتمند متعلقین اور رشتہ داروں کی آسائش کیلئے ہو یا بقدر ضرورت اپنی سکونت کیلئے ہو کہ جسکو اسکا قیامگاہ اور مستقر کہا جائے تو یہ تعمیرات بھی دنیا کیلئے نہیں بلکہ آخرت کیلئے ہیں اور محبوب تک پہونچنے کا سامان کرنیکے

اسکے حکم کی تعمیل میں ہیں پس اگرچہ انکا وجود اور وقوع دنیا میں ہوتا ہے مگر یہ دنیا سے خارج ہیں
الغرض بندہ مومن کی تعمیر دنیا میں اسلئے ہوتی ہے تاکہ آخرت میں اسکا بدل اسکے لئے طیار ہو اور
دنیا کے اس مکان کے بدلہ جسکو اس نے خدا کے حکم کی تعمیل میں تعمیر کرایا ہے جنت کا طیار کیا کرایا
مکان مرحمت کیا جاوے۔ اسکی تعمیر نہ طبیعت کیلئے ہوتی ہے نہ نفس کیلئے اور نہ خواہش کیلئے کیونکہ
اس نے اپنی طبیعت اور نفس کی خواہش کو نہ قبول کیا اور نہ باقی رکھا۔ اس نے تو اپنی خواہشات
کو پیس ڈالا اور فنا کر ڈالا ہے اور اسی وجہ سے اب جو کام بھی اسکے ہاتھ یا پاؤں یا کسی دوسرے عضو سے
صادر ہوتا ہے وہ بامتثال حکم خداوندی اور باقتضا حب الٰہی صادر ہوتا ہے۔ عاشق کا اپنے غسل
واصلاح خط اور زینت ولباس وغیرہ میں مشغول ہونا سب جانتے ہیں کہ ایسا اوپری ہوتا ہے
کہ اسکے ہاتھ پاؤں کام میں مشغول ہیں مگر دل محبوب میں پڑا ہوا اور گویا اسی کے ساتھ اور اسی کی
معیت میں ہے اسی طرح بندہ جب صحیح القلب بنجاتا اور اسکا دل مظہر تجلیات قرار پاجاتا ہے تو اپنے جملہ
احوال میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ وہ کھاتا ہے پیتا ہے نکاح بھی کرتا ہے
بیع وشرا بھی کرتا ہے اولاد بھی ہوتی ہے تعمیرات بھی کرتا ہے تجارت وکسب معاش میں بھی مشغول ہوتا ہے
غرض ہاتھ پاؤں آنکھ کان اور زبان غرض جملہ بدن سے دنیا کے سب ہی کام کرتا ہے مگر اسکا دل
ہر وقت خدا میں پڑا رہتا ہے محبوب حقیقی سے واصل کہ اسکی گم شدگی وعدم بھی اللہ کے ساتھ اور
ہستی ووجود بھی اللہ کے ساتھ۔ اسکا قلب انبیاء ومرسلین کے ساتھ جا لاحق ہوتا ہے کہ جسطرح وہ
حضرات کھاتے پیتے اور جملہ حاجات بشریہ کو انجام دیا کرتے تھے اسی طرح یہ بھی انجام دیتا ہے اور
جسطرح انکا دنیا میں ہر کام بتعمیل ارشاد خداوندی اور آخرت کیلئے ہوا کرتا تھا اسی طرح اسکا بھی دنیا
میں رہ کر ہر کام بادل ناخواستہ محض طلب خوشنودی خالق کے لئے ہوا کرتا ہے۔ چونکہ بندۂ
مومن احکام خداوندی کے سامنے سر جھکاتا پیغمبران خداوندی جو کچھ بھی اوامر ونواہی لیکر آئے
ان کو سر آنکھوں پر رکھتا زبان سے انکا مقر ومعترف ہوتا اعضاء بدن کو انپر عمل کرنے میں
لگاتا اور قلب سے ان کو صحیح اور واقعی سمجھکر یقین وایمان لاتا ہے گویا ظاہر وباطن کے ہر جزو سے
انبیاء ومرسلین کا غلام بنجاتا ہے لہٰذا ضرور ہوا کہ انبیاء کے ساتھ شامل رہے اور دنیا ہو یا
آخرت کسی جگہ بھی ان سے جدا نہو۔ فبارک اللہ فی احوالہ جو شخص ہر وقت اپنے خدا کو

۱۷

یاد رکھتا ہے اُسکو ابدی حیات حاصل ہوجاتی ہے اسکا مرنا صرف ظاہری مرنا ہے کہ ایک قسم کی حیات سے دوسری قسم کی حیات کی طرف منتقل ہوتا ہے دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ اس نے وفات پائی اور وہ درحقیقت دنیوی زندگی کو چھوڑ کر برزخی زندگی کی طرف گیا کہ اول اسکو معیت حق بقید جسم وبدن حاصل تھی اور اب مجرد و آزاد ہو کر معیت سے فائز ہوا پس اسکی موت صرف ایک ساعت کی ہے کہ حالت انتقال ہی کا نام موت ہے صاحبو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ دائمی زندگی تمکو حاصل ہو تو حق تعالیٰ کے دائمی ذکر کے حصول کی کوشش کرو کہ کوئی لحظہ بھی ایسا نہ گذرے جسمیں خدا کی یاد سے غفلت ہو اور یہ دائمی ذکر کی کیفیت اس وقت حاصل ہوگی جبکہ ذکر اللہ قلب میں ایسا متمکن وجاگزیں ہو جائیگا جیسا کہ تخم زمین کے اندر پیوست ہو جاتا ہے پس جب ذکر اللہ قلب میں جگہ پکڑ لیگا تو حق تعالیٰ کی یاد بندہ کے لئے دائمی بنجائیگی کہ اگرچہ زبان سے ذکر نہ بھی کرے مگر اسکا قلب ہر وقت اس کی یاد میں لگا ہوا ہوگا جب کسی شخص کو کسی شخص کے ساتھ وہ محبت حاصل ہوجاتی ہے جسکا نام عشق ہے تو اس کا بال بال اور رواں رواں اپنے محبوب کی یاد میں لگجاتا اور اسکا دل ہر وقت و ہر لحظہ اسکی یاد میں لگا رہتا ہے۔ وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے مگر اس کا دل محبوب کو یاد کر رہا ہے۔ وہ بھوک کیوقت کھانا کھاتا اور پیاس کے وقت پانی پیتا ہے آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا ہاتھ سے پکڑتا اور بظاہر دنیا کے سب ہی کچھ کام کرتا ہے لیکن اگر اس کا دل چیر کر دیکھو تو محبوب کی یاد اسمیں بھری ہوئی ہوتی ہے کہ بجز ذکر محبوب کے اسکے اندر کسی شے کی بھی گنجایش نہیں ہوتی۔ یہ حالت تو قلبی ہے کہ جسکو ہر شخص کا معلوم کرنا دشوار ہے اور ایک علامت ظاہری پیدا ہوتی ہے کہ دیکھنے والے بھی اس سے پتہ چلا لیتے ہیں کہ اس شخص کے قلب میں ذکر اللہ راسخ و پیوست ہوگیا اور وہ یہ کہ ہر حال اور ہر کیفیت میں حق تعالیٰ کی موافقت کرتا اور اسکے افعال پر راضی رہتا ہے کہ رنج و تکلیف کا وقت آئے تو اس کو پریشانی نہیں ہوتی اور مسرت وانبساط کی صورت ہو تو اتراتا نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ میں غلام ہوں اور خدا میرا آقا ہے پس غلام کا یہی منصب ہے کہ اس کا آقا اسکو جس حال میں بھی رکھے اسپر مسرور و شادماں رہے اور عسر ہو یا یسر چون وچرا کئے بغیر جی جاں کا غلام بنا اور خدمت واطاعت کے لئے ہر لحظہ کمربستہ رہے

(باقی آئندہ)

اور جن مواضع میں نمک اور رال اور گندھک وغیرہ پیدا ہوتی ہیں اکثر نرم ہی زمینیں ہیں نیز بہت سی نباتات اس قسم کی ہیں جو نرم مٹی اور ریت ہی میں پیدا ہو سکتی ہیں زمین سخت میں پیدا نہیں ہو سکتیں نیز نرم زمین میں بہت سی مخلوقات حشرات الارض کی قبیل سے پیدا ہوتی ہیں تو وہ اسمیں اپنے لئے سوراخ اور بل بنا سکتے ہیں جنمیں وہ پناہ گزیں ہوتے ہیں۔

زمین کی پیدائش میں یہ بھی حکمت ہے کہ اسمیں معادن اور کانیں پیدا فرمائی ہیں حق تعالیٰ شانہ حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنا احسان ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں (واسلنا لہ عین القطر) اور ہمنے سلیمان کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا یعنی ان کو تانبے کی کان پر مطلع کر دیا اور اس سے انتفاع سہل کر دیا اور حق تعالیٰ اپنے تمام بندوں پر احسان جتلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں (وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید ومنافع للناس) اور ہمنے لوہے کو نازل کیا جسمیں عذاب سخت اور منافع کثیرہ ہیں لوگوں کے واسطے اور اسجگہ نازل کرنے سے مراد پیدا کرنا ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں بھی نازل کرنے سے مراد پیدا ہی کرنا ہے (وانزل لکم من الانعام)۔

مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے معادن کو پیدا فرما کر لوگوں کے قلوب میں یہ بات القاء کر دی کہ ان میں سے سونا اور چاندی وغیرہ اپنے منافع کیلئے نکالیں اور اپنی ضروریات معاش برتن زیور وغیرہ بنانے میں استعمال کریں۔

اور زمین کی سختی میں یہ حکمت ہے کہ جن چیزوں کے زمانۂ دراز تک باقی رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اسکے لئے نفیس پتھر مثلاً بلور کے برتن بناتے ہیں تاکہ ان میں نفیس نفیس چیزیں ضرورت کے وقت کیلئے سلامت رہ سکیں کیونکہ ہمکو اسکی بھی ضرورت واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح معادن سے سرمے قسم قسم کے نکلتے ہیں جنسے مخلوق نفع حاصل کرتی ہے پس سبحان اللہ اس منعم کریم کا کیا ہی بڑا احسان ہے۔ زمین میں پہاڑوں کا پیدا فرمانا بھی ایک بہت بڑی حکمت پر مشتمل ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں (والجبال ارسٰھا) اور پہاڑوں کو (زمین پر) جما دیا دوسری آیت میں ارشاد ہے (وجعل فیھا رواسی ان تمید بکم) اور زمین میں مضبوط پہاڑ بنا دئے تاکہ زمین تمکو لیکر ہل نہ پڑے ایک اور جگہ ارشاد ہے (وانزلنا من السماء ماءً فاسکنٰہ فی الارض

کہ ہمنے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اُس کو زمین میں ٹھیرا دیا۔

پس حق سبحانہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو متعدد منافع کیلئے پیدا کیا ہے جنکا تمام احاطہ سوائے خدا کے کوئی نہیں کر سکتا اُن میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے (جو اس آیت مذکورہ میں بیان فرمائی گئی ہے) کہ جب حق تعالیٰ نے آسمان سے اپنے بندوں کی اور زمین کی حیات کیلئے پانی نازل فرمایا تو اگر زمین پہاڑوں سے خالی ہوتی تو بوجہ اسکے کہ زمین پر ہموار اور گرمی آفتاب کی حکومت ہے نیز زمین بھی نرم (جسمیں کثرت سے بیشمار مسامات موجود ہیں) تو وہ سارا پانی زمین کے اندر خشک ہو جاتا اب لوگوں کیلئے پانی حاصل کرنیکی بجز کھودنے اور مشقت و تعب برداشت کرنیکے کوئی سبیل نہوتی اسلیئے حق تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا فرما دیا تاکہ اُن کے اندر پانی ٹھیرا رہا کرے اور آہستہ آہستہ بہتا رہے۔

تاکہ اُن سے چشمے اور نہریں اور دریا جاری ہو جائیں تاکہ اللہ کے بندے اُس پانی سے گرمی کے موسم میں سیراب ہوتے رہیں یہانتک کہ نزول باران کا موسم دوبارہ آئے۔

بعض پہاڑ ایسے بھی ہیں کہ اُن کے اندر پانی کے ٹھیرنیکی جگہ نہیں تو حق تعالیٰ اُن کی بالائی سطح پر برف جما دیتے ہیں یہانتک کہ حرارت شمس اسکو پگھلا دیتی ہے جس سے نہریں اور نالے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اُن سے بھی مخلوق الٰہی نزول باران تک منتفع ہوتی رہتی ہے۔

اور بعض جگہ پہاڑوں میں ایسے گڑھے ہوتے ہیں کہ اُن میں پانی ٹھیرا رہتا ہے تو اُن سے لوگوں کو ایسی راحت پہونچتی ہے جیسی کہ مشکوں اور گھڑوں سے پہونچتی ہے اور پہاڑوں سے ایک بڑی منفعت یہ ہے کہ اُن میں قسم قسم کے درخت اور مختلف انواع کی جڑی بوٹیاں ایسی پیدا ہوتی ہیں جو پہاڑوں کے سوا کہیں پیدا نہیں ہوتیں۔ نیز (بوجہ زمین کی مضبوطی کے) اُن میں بڑے لمبے لمبے درخت جمتے ہیں جنکی لکڑی سے کشتیاں بنتی ہیں اور گھر آباد ہوتے ہیں۔ اور پہاڑوں میں ایسے ایسے باغ اور ایسی زمینیں ہوتی ہیں کہ لمبی لمبی لکڑیاں اُن کے سوا کہیں دستیاب نہیں ہو سکتیں ایسے ہی بہت سی جڑی بوٹیاں اُن ہی میں پائی جاتی ہیں۔

اور پہاڑوں میں پست اور نرم زمینیں بھی ہوتی ہیں جنمیں چوپاؤں کیلئے گھاس اور چارہ اور بنی آدم کے لئے غلہ و زراعت پیدا ہوتی ہے اور اُن میں وحشی جانوروں کیلئے جائے پناہ اور

١٦

شہد کی مکھی کے چھتوں کیلئے اچھی جگہ حاصل ہوتی ہے۔
پہاڑوں میں یہ بھی منفعت ہے کہ لوگ اُن میں مستحکم و مضبوط گھر بنالیتے ہیں جو اُن کو سردی اور گرمی سے بچاتے ہیں نیز لوگ پہاڑوں میں اپنے مُردوں کے دفن کرنے کیلئے مقابر بھی بناتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے (وینحتون من الجبال بیوتاً آمنین) اور لوگ بناتے ہیں پہاڑوں میں گھر جنمیں اُن کو امن حاصل ہوتا ہے۔
پہاڑوں سے مخلوق کو یہ بھی ایک بڑا فائدہ ہے کہ وہ راستے کیلئے علامت اور نشان ہیں جنسے مسافرین دور دراز اطراف زمین کا راستہ معلوم کرلیتے ہیں۔
اور دریا کے سفر کرنیوالے پہاڑوں سے بندرگاہوں اور سواحل کا پتہ معلوم کرتے ہیں۔
پہاڑوں میں یہ بھی فائدہ ہے کہ تھوڑی اور کمزور جماعت جبکہ کسی طاقتور دشمن کا خوف ہو اُن میں کمین گاہیں اور مورچے قائم کرکے محفوظ و مامون ہوتے ہیں جو دشمن کو اُن سے روکدیتی ہیں تو یہ اُن کے اطمینان کا باعث ہوتا ہے اور دیکھو حق تعالیٰ کی کیا عجیب حکمت ہے کہ پہاڑوں میں سونا چاندی ایک خاص مقدار اور اندازہ پر پیدا فرمایا پانی کی طرح پر اُن کو سہل الوصول نہیں بنایا اور نہ اُن کو پانی کی طرح بہایا حالانکہ حق تعالیٰ کی قدرت وسیع ہے اور اُسکے خزانوں میں کمی نہیں اسکی وجہ بجز اسکے کچھ نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے علم میں بندوں کیلئے اسمیں مصلحت تھی کہ اُن کے پاس سونا چاندی اس افراط سے نہو جس افراط سے پانی اور لکڑی ہے چنانچہ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں (وان من شیئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم) کوئی چیز بھی دنیا کی ہو مگر ہمارے ہی پاس اُس کے خزانے ہیں لیکن ہم ہر چیز کو ایک خاص معلوم اندازے سے نازل فرماتے ہیں۔
سبحان اللہ حق تعالیٰ بہت ہی بڑے علیم و حکیم ہیں۔

پانچواں باب سمندر کی حکمت میں

حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں (ھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحماً طریاً) اور وہی وہ ذات ہے جس نے سمندر کو مسخر و مطیع کردیا تاکہ تم اُسمیں سے تازہ بتازہ گوشت کھاؤ اور اپنے پہننے کے

لئے زیور نکالو۔

اسے عزیز! خدا تم پر رحم کرے ذرا جان لو اور غور کرو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سمندروں کو پیدا کیا اور بوجہ ان کی عظیم منفعت کے اُن کو بہت زیادہ وسعت دی یہاں تک کہ زمین کو تمام اطراف میں سمندر گھیرے ہوئے ہیں اور جو حصہ زمین کا پانی سے کھلا ہوا ہے جسمیں بڑے بڑے وسیع میدان اور لمبے لمبے پہاڑ موجود ہیں اُس زمین کے سامنے جو سمندر سے چھپی ہوئی ہے ایسا ہے جیسا کہ عظیم الشان سمندر میں ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہو۔

اور تم نے ان عجائبات قدرت کا تو مشاہدہ کر لیا جو اس کھلے ہوئے حصۂ زمین میں ہیں پس اب اسی نسبت سے عجائبات بحر میں بھی تامل کرو۔

کیونکہ جسطرح زمین کا مستور حصہ اس کھلے ہوئے حصہ سے وسعت میں بہت زیادہ ہے اسطرح اسکی مخلوقات حیوانی ونباتی وجمادی بھی اس کھلے ہوئے حصہ کی مخلوقات سے کئی گنے زیادہ ہے جسقدر حیوانات وعجائبات اس خشک زمین میں نظر آتے ہیں وہ سب سمندر میں بھی ہیں اور چونکہ سمندر کی وسعت زیادہ ہے اس لئے اسمیں مخلوقات بھی بہت عظیم الجثہ ہیں یہاں تک کہ جب کوئی دریائی جانور سطح آب پر اپنی پشت کو ظاہر کرتا ہے تو دیکھنے والے کو یہ گمان ہو جاتا ہے کہ یہ کوئی پتھر کی چٹان ہے یا پہاڑ ہے یا کوئی بڑا سا جزیرہ ہے اور کوئی نوع حیوانات کی خواہ وہ انسان ہو یا پرندہ گھوڑا ہو یا گائے بیل وغیرہ ایسی نہیں کہ اس برّاعظم میں موجود ہو اور سمندر میں نہو تمام اقسام اسی طرح سمندر میں بھی پائی جاتی ہیں بلکہ ان کے علاوہ اسمیں ایسی مخلوقات بھی ہیں جنکا خشکی میں پتہ نہیں۔

اور حق تعالیٰ شانہ اُن سب کی تدبیر کرتے ہیں اُن کی حوائج اور مصالح سب سمندر میں پیدا کر دی ہیں کہ اگر اُن میں سے بعض کی حکمتوں کا بھی احصاء کیا جائے تو اس کے لئے کئی دفتر چاہئیں۔

پھر نظر غور سے دیکھو کہ حق تعالیٰ نے تہہ آب میں سیپی کے اندر خوبصورت گول موتی کس عجیب انداز سے پیدا فرمائے ہیں اور مونگے کو دریائی پتھروں میں کس طرح پیدا فرمایا اسی لئے احسان جتلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

۱۸

کیلئے ساتھ رکھیں جس سے جہاں وقت ہو عورتوں کو نماز پڑھوا دیا کریں۔ یا ریل کے سفر میں جب وقت ہو پانی جانماز دیکر قبلہ بتا کر نماز پڑھوا دیا کریں تو کیا حرج ہے۔ ایک دیندار شخص نے اپنی لڑکی کو جہیز میں ایک جازم اور ایک الارم گھڑی بھی دی اور تمام باراتیوں سے کہا کہ میری لڑکی خدا کے فضل سے نماز کی پوری پابند ہے آجتک میرے قبضہ میں تھی آج تمہارے قبضہ میں جاتی ہے میں سبکو اسکا ذمہ دار بناتا ہوں کہ سفر میں یا حضر میں اسکی نماز قضا نہو جہاں وقت ہو جاوے بارات کو روک کر اس جازم کا پردہ کرکے نماز پڑھائی جاوے۔ اور نہ اس عذر کا موقعہ ہے کہ نئی بہو صبح کو اٹھ نہیں سکتی اول تو تمہارے ذمہ اوٹھانا ہے اور اگر تم ایسا نکرو تو یہ الارم گھڑی اسیواسطے دیجاتی ہے ہاں دیگر اسباب نماز کا بہم پہونچانا تمہارے ذمہ ہے۔

مسئلہ۔ اگر عورت ریل میں ہو اور اسکا محرم اسکے پاس نہیں ہو تو انکو ضرور ہے کہ اسٹیشن پر بہشتی سے پانی لیکر وضو کرے تیمم جائز نہیں اگر اسکے لئے پیسہ دو پیسہ کے خرچ کی ضرورت ہے اور اسکے پاس پیسہ ہے تو خرچ کرے اسی طرح قبلہ کسی سے پوچھ لے بلا پوچھے نماز کسی سمت کو درست نہوگی۔ ان ضرورتوں سے اجنبی سے بولنا درست ہو پردہ اُتنا ہی ٹھیک جتنا اللہ رسول کا حکم ہے۔ اور آجکل عورتیں پڑھی لکھی بھی اکثر ہیں جہاں سفر کے اور سامان رکھتی ہیں قطب نما بھی رکھیں اور اُس سے سمت معلوم کر لیا کریں۔

مسئلہ۔ ریل گاڑی کی بنچ یا گدی پر اگر اتنی گرد پڑی ہو کہ ہاتھ مارنے سے اوڑے تو تیمم درست ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ۔ بیل گاڑی یا گھوڑا گاڑی میں بیٹھکر نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ یہ اختیاری سواری ہیں نماز کے وقت گاڑی رکوا کر اوتر کر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ اور اگر ریل میں چکر کی خوف سے کھڑا نہوا جاوے تو بیٹھکر پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ۔ عورتوں کو ہمیشہ اول وقت نماز پڑھنا اولی ہے خصوصاً سفر میں۔

حکایت۔ ایک بزرگ ہولی کے دن گھر سے نکلے تو ہندوؤں کی ہر چیز کو رنگین پایا حتی کہ جانوروں کو بھی راستہ میں ایک گدہا نظر پڑا ہنسی میں کہنے لگے تجھکو کسی نے نہیں رنگا اور یہ کہکر اُس پر پان کی پیک ڈالدی۔ بعد مرنے کے کسی نے خواب میں دیکھکر حال پوچھا فرمایا کہ اُس پیک ڈالنے پر مواخذہ ہوا کہ اسکو ہولی کھیلنے والوں کے ساتھ لیجاؤ۔ تشبہ ایسی چیز ہے۔ یہاں سے عورتوں کو بہت عبرت حاصل

کرنی چاہیئے بچوں کو میلوں اور ہندوؤں کے تہواروں میں بھیجنا پیسے دینا۔ کپڑے بدلوانا عورتیں خرید وانا ہولی دیوالی کی مٹھائی مول لینا سب شرکت میں داخل ہیں

بدزبانی۔ یہ وہ بدترین عیب ہے کہ دین کا گناہ تو ہے ہی دنیا کو بھی برباد کرنے والا ہے حدیث میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کا یعنی مسلمان وہ ہے جسکے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں معلوم ہوا جسکی زبان سے دوسروں کو تکلیف پہونچے وہ مسلمان نہیں اور دنیا کی خرابی اسمیں یہ ہے کہ بدزبان آدمی کے پاس کوئی نہیں پھٹکتا اور انسان بالطبع ایک دوسرے کا محتاج ہے اور جب بدزبان کے پاس کوئی آنا گوارا نہیں کرتا تو کوئی کام بھی اُسکا پورا نہیں ہو سکتا بمقابلہ اُسکے جو آدمی شیریں زبان ہوتا ہے وہ اجنبی سے بھی جو کام چاہے لیلے۔ بدزبانی سے بچنے کا ایک گُر یہ ہے کہ باتوں میں کیا۔ کیسے۔ کیوں۔ کس طرح۔ کہاں۔ الفاظ نہ آنے دو تجربہ کرکے دیکھو کتنی جلدی زبان درست ہوتی ہے۔

احسان کرنا۔ کسی کے ساتھ سلوک کرنا بڑی اچھی بات ہے حدیث میں ہے جو کوئی دوسرے مسلمان کی امداد میں رہتا ہے تو حق تعالیٰ اُسکی امداد میں رہتا ہے۔ ہزاروں آیات و احادیث اس مضمون کی ہیں لیکن ایک بدترین عادت عورتوں میں یہ ہے کہ کرے کرائے کام کو برباد کر دیتی ہیں کسی کے ساتھ ذرا سا احسان کریں تو بلا جتائے چین نہیں آتا کسی طرح ضرور اُسکو منہ پر جتلا دینگی حالانکہ قرآن شریف میں صاف آیا ہے کہ خیرات احسان جتلانے یا تکلیف دینے (مثلاً محسن الیہ کی تحقیر کرنے) سے باطل ہو جاتی ہے اسکا بہت خیال چاہیئے حدیث میں ہے کہ خیرات وہ ہے کہ داہنے سے دیجاوے تو بائیں کو خبر نہو بعض لوگوں سے یہانتک منقول ہے کہ محتاج کے پلہ میں روپیہ باندھ دیا کہ خود اُسکو بھی خبر نہیں ہوئی کہ کسنے دیا۔ دل سے اپنے محسن ہونیکا خیال اس طرح مٹا دے کہ واقعہ میں اس شخص کا احسان میرے اوپر ہے کہ اس نے میرے ہدیہ وغیرہ کو قبول کر لیا جس سے میرا یہ ذخیرہ آخرت میں پہونچ گیا ورنہ اگر فقرا مستغنی ہو کر سب کے سب عطایا رد کر دیا کریں تو آخرت میں جمع کرنیکی کوئی صورت ہی نہ رہے۔

اور ایک بری عادت احسان کرنے میں عورتوں میں یہ ہے کہ نکمی چیز دیتی ہیں مثلاً مسجد کی روٹی مقرر ہے تو وہ روٹی بالقصد پتلی پکاوینگی اور سالن اگر بچا تو دینگی ورنہ روکھی ہی دیدینگی تازی باسی کا بھی کچھ خیال نہیں

حدیث میں ہے کہ جو چیز خدا کے واسطے دیجاتی ہے وہ اول خدای تعالیٰ کے ہاتھ میں پڑتی ہے اگر یہ مضمون احسان کرتے وقت ذہن میں مستحضر کرلیا کریں تو تمام نقائص سے برات ہو جاوے اگر ہمسے کوئی ہمارا پیارا مثلاً بچہ چیز مانگے یا کوئی بڑا مثلاً ایک بہت بڑا حاکم مانگے تو کبھی کچی کچی چیز نہ دینگے بلکہ اپنے واسطے خراب سراب رکھ لیں گے اور اُنکے سامنے عمدہ سے عمدہ رکھیں گے۔ عورتوں کو چاہیے کہ اگر اپنی اوقات اتنی نہیں ہے کہ روز روٹی دے سکیں تو دوسرے دن یا تیسرے دن دیں مگر نکمی نہ دیں۔ اگر سالن کم ہو تو ایک وقت اپنے آپ نہ کھاویں اور محتاج کو دیں۔ اچھی چیز دینے کے معنی اصلی تو یہ ہیں کہ جو اپنے آپ کھاوے وہی دوسرے کو بھی دے اگر ایسا ہی نہو تو باسی تباسی روٹی اور بگڑا ہوا سالن تو نہو۔ کسی کے یہاں طالب علم کی روٹی مقرر ہوتی ہے مگر وقت پر نہیں دیتیں اور سیدھے مونہہ بات بھی نہیں کرتیں یہ بھی اسی میں داخل ہے جس سے خیرات باطل ہو جاتی ہے چاہیے کہ اُنکو اپنے بچہ کی طرح سمجھ کر دیں اگر کبھی دیر ہو جاوے تو اُس سے نہایت نرمی سے معذرت کریں اور دل دہی سے بٹھا دیں یا اور تیار کر دیں بیگار نہ سمجھیں کہ بیگار سمجھکر کرنے سے نکرنا بہتر ہے۔

نرم برتاؤ کسی کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور دلدہی کرنا خاطر تواضع کرنا کیسی کچھ اچھی بات ہے لیکن بزرگوں نے لکھا ہے کہ جیسے مردوں کیلئے خوش اخلاقی صفت حمیدہ ہے عورتوں میں بداخلاقی صفت حمیدہ ہے یعنی غیر مردوں سے نرمی او میٹھی میٹھی باتیں نکریں ہاں تند مزاجی سے بھی نکریں بلکہ ایسے انداز سے بات کریں کہ اُنکو مضمون مفہوم ہو جاوے اور کسی قسم کا تعلق اور میلان یا غرض و خوشامد نہ محسوس ہو نہایت خشکی اور صفائی سے بات کریں دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج مطہرات کو حکم ہوتا ہے ولا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا۔ یعنی بات میں نرمی نکرو کہ وہ شخص کہ جس کے دل میں روگ ہے، وہ طمع کریگا۔ ہاں اپنے خاوند اور دوسری عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی برتیں۔ اب عورتوں کا برتاؤ اسکے برعکس ہے غیروں سے تو نرمی سے بولیں اور عزیز و اقارب خصوصاً خاوند کے منہ سے بات نکلنے کی دیر ہے کہ ایسی ٹانگ لیتی ہیں کہ اُنکو چھیا چھوڑانا مشکل ہو جاوے یہ بالکل قلب موضوع ہے اور شرعاً دو گناہ ہوئے خاوند سے سخت زبانی اور اجنبی سے نرم زبانی اور دنیا کے بھی اسمیں نقصان ہی نقصان ہیں کیونکہ جو چیز اپنے موقعہ پر استعمال نکیجاوے وہ اچھی سے اچھی بھی

بس ہی ہو جاتی ہے دیکھو کوئی سر پر تو پیجامہ اوڑھ لے اور پیروں پر ٹوپی تو وہ نہ ٹوپی کارآمد رہی نہ پیجامہ حالانکہ کوئی چیز گھٹی بڑھی نہیں تعداد کپڑوں کی وہی رہی انہیں کو موقعہ پر استعمال کیا جاوے تو آسائش اور آرائش سبھی کچھ حاصل ہوتی ہے لڑکیوں کا انکا عادی بناؤ کہ غیروں سے روکھا برتاؤ رکھیں اور اپنوں سے نرم بچپن میں جو بات ذہن نشین ہو جاتی ہے وہ نقش کالحجر ہوتی ہے اور اس مرض میں صرف جاہل اور غیر تعلیم یافتہ عورتیں ہی مبتلا نہیں تعلیم یافتہ جو اپنے آپ کو مہذب کہتی ہیں اور زیادہ مبتلا ہیں بلکہ اُن کا جہل مرکب ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ الفاظ ان کے گنوارو نہیں ہوتے سو اس سے کیا ہوتا ہے اصل چیز مفہوم و معنی ہیں کیا فرق ہے اسمیں کہ ایک نے کہا لے کھا لے اور ایک نے کہا لیجے زہر مار کر لیجے غیر تعلیم یافتہ اگر زنگ آلود چھری ہیں تو تعلیم یافتہ نہایت خوبصورت آبدار تیز دھار چمکتی ہوئی چھری ہیں۔ ہاں تعلیم سے اگر اصلاح کرنی ہے تو وہ تعلیم دین ہے جو دل میں روح کی طرح گھس جاتی ہے دین کی تعلیم بھی کہ صرف الفاظ کافی نہیں خلوص بغیر کچھ نہیں ہو سکتا ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم۔

دینی تعلیم کی ضرورت۔ سب جانتے ہیں کہ کھانا پینا بھی بغیر سیکھے نہیں آتا گنواروں اور شہریوں کے بچوں میں اور بڑوں میں فرق دیکھا ہوگا حالانکہ گاؤں والے بھی کھانا پینا بچپن میں ماں باپ سے سیکھتے ہیں بالکل ناتعلیم یافتہ نہیں ہوتے مگر پھر بھی ایک مجمع میں اس سلیقہ اور تمیز سے کھانا نہیں کھا سکتے جس سے شہر والے کھاتے ہیں جبکہ ایک طبعی کام میں بھی تعلیم کی ضرورت ہے اور ناقص اور کامل تعلیم میں فرق ہوتا ہے تو دین کی نسبت کیا کہا جاوے جو ایسا ادق کام ہے کہ عام عقلوں کا تو ذکر کیا عقول عالیہ اور بڑی سے بڑی عقل بھی اُسکے لئے کافی نہیں جو لوگ سب سے زیادہ عقلمند مانے جاتے تھے یا جو اب مانے جاتے ہیں وہ اسمیں ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ جب الہامی علوم سے اُن کی غلطی ظاہر کیجاتی ہے تو خود ہی اُسپر ہنستے ہیں۔ تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسا ادق اور مشکل کام بلا سیکھے آسکتا ہے یہ کام تو اگر سیکھکر بھی آجاوے تو بڑی ذہن کی رسائی اور خوبی قسمت کہنا چاہیئے۔ حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کے وہ علوم جو بذریعۂ

(باقی آئندہ)

الاحکام المتعلقہ

(بابت ماہ ذی قعدہ ۳۳ھ)

۱۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب اتنا خرچ پاس ہو کہ مکہ اور مدینہ دونوں کا سفر کرسکے تب حج فرض ہوتا ہے سو یہ غلط ہے اگر مدینہ کے سفر کا خرچ نہ ہو تب بھی حج فرض ہو جاتا ہے۔

۲۔ جس پر حج فرض اور اُسکے والدین منع کرتے ہوں اُسکو جانا فرض ہے اس میں والدین کی اطاعت جائز نہیں۔

۳۔ اسی طرح جس عورت پر حج فرض ہو اور اُسکی ساتھ اُس کا محرم بھی ہو مگر اُسکا شوہر منع کرتا ہو اُسکو شوہر کا کہنا ماننا جائز نہیں۔

۴۔ بعض عورتیں بدوں محرم کے دوسری عورتوں کی ساتھ یا ثقہ مردوں کی ساتھ حج کو چلی جاتی ہیں یہ جائز نہیں۔

۵۔ عورت اگر عدت میں ہو اسکو حج کا سفر کرنا جائز نہیں۔

۶۔ جس شخص نے نابالغی میں حج کیا ہو اور پھر اُسکو گنجایش سفر حج کی ہو جاوے تو پھر اُسپر حج فرض ہوگا وہ پہلا حج کافی نہیں۔

۷۔ اگر بلوغ کے بعد ناداری کی حالت میں حج کیا ہو اور پھر مالدار ہو جاوے تو وہ پہلا حج کافی ہے۔

۸۔ حج بدل کے مسائل بہت نازک ہیں جب کوئی حج بدل کیلئے جاوے یا کسی کو بھیجے تو کسی محقق عالم سے اس کے مسائل تحقیق کرلے۔

۹۔ بعض لوگ تبرکات لانیکو ایسا لازم سمجھتے ہیں کہ اگر اُسکے زیادہ خریدنے کے لائق خرچ نہو تو حج ہی کو نہیں جاتے یا اسی طرح واپس آکر دعوت دینے کو بھی ۔ ان امور کی وجہ سے حج کو ملتوی کرنا حرام ہے۔ (یہ نمبر حج کے متعلق تھے۔

۱۰۔ (یہ اس ماہ کے بارہ میں ایک غلط عقیدہ کے متعلق ہے) بعض لوگ ذیقعدہ کے مہینہ میں شادی وغیرہ کرنیکو منحوس سمجھتے ہیں اور اسکو خالی کا مہینہ کہتے ہیں سو یہ بالکل غلط ہے کسی مہینہ یا دن کو منحوس نہ سمجھنا چاہیے۔

اشرف علی تھانوی

اہل علم کی خدمت میں علم حدیث و تفسیر کے متعلق ضروری مشورہ

حضرات اہل علم کی خدمت میں خیرخواہانہ و نیازمندانہ التماس ہو کہ اس زمانہ میں علم حدیث و تفسیر کی جانب طلبہ کی بہت کم توجہ ہے جس سے بہت بڑا ضرر ہے کیونکہ ماخذ تمام علوم دینیہ کا یہی دو علم ہیں اس لئے ضرور ہے کہ ہم لوگ ان علوم کی جانب غایت اہتمام توجہ کریں تاکہ علم دینیہ کو بطریق کمال حاصل کرسکیں اور اس کا طریقہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ چند کتب مفیدہ درس متعارف میں زیادہ کیجاویں جن سے عبور بطریق اتم نیز فن دانی و استعداد بطرز احسن حاصل ہو سکے احقر کے نزدیک وہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

علم تفسیر

تفسیر اتقان کامل۔ (اس تفسیر پر احقر کا ایک حاشیہ مفیدہ لکھنے کا قصد ہے)۔

تفسیر بیان القرآن مع ابانۃ البیان وغیرہ کامل۔

تفسیر کشاف نصف اول۔ درس کے وقت تخریج احادیث و رد مسائل اعتزالیہ و تفسیر بالما ثور بھی ملحوظ رہنا ضرور ہے (اس تفسیر پر بھی ایک حاشیہ جو تخریج احادیث و حل مطالب و لغات و رد مسائل اعتزالیہ وغیرہ پر حاوی ہو لکھنے کا قصد ہے)

تفسیر اسرار التنزیل۔ یہ کتاب علامہ سیوطی کی تالیف ہے جسکا ذکر اتقان میں ہے اسمیں تمام ان قراءات غیر مشہورہ صحیحہ کا جن سے معنی زائد علی القراءۃ المشہورہ حاصل ہوتے ہیں اور مغیرہ للقراءۃ المشہورہ ہیں استیعاب کیا ہے اور اسرار قرآن مجید بیان کئے ہیں اس کا چہارم حصہ پڑھانا چاہیئے۔

وجوہ المثانی۔ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب مدظلہ العالی۔ اسمیں ہفت قراءات مع توجیہات مذکور ہیں بقیہ قراءات مشہورہ النشر میں دیکھنے چاہئیں استیعاب قراءات تفسیر کا ایک جزو ہے۔ (بشرط توفیق جمیع قراءات مذکورہ کو ایک رسالہ میں قلمبند کرنے کا قصد ہے۔

علم حدیث

احیاء السنن۔ (اس کے حصص عنقریب طبع ہونے والی ہیں)۔

تدریب الراوی نصف اول۔ (بقیہ کتاب لزوما مطالعہ کرلی جاوے)۔

کنز العمال دو ابتدائی جلدیں۔ (اس کی بقیہ جلدیں لزوما مطالعہ کرلیجاویں بڑی مفید کتاب ہے)۔

تہذیب التہذیب جلد اول۔ (بقیہ کتاب کا بروقت حاجت مطالعہ کافی ہے)۔

لسان المیزان جلد اول۔ " " "

تلخیص اسد الغابۃ نصف۔ " " "

تلخیص سنن البیہقی للحافظ الذہبی کامل۔ (اگر دستیاب ہو جاوے)

کتب مذکورہ میں جن کتابوں کے استیعاب درس کی رائے نہیں دی گئی بوقت فرصت ان کے بقیہ حصوں کو بھی مطالعہ کرلینا چاہئے اور بقیہ کنز العمال و تہذیب کا مطالعہ تو نہایت ضروری ہو انشاء اللہ تعالیٰ ان کتابوں کے پڑھنے سے کامل استعداد حاصل ہوجاویگی اور صحاح ستہ اور مشکوٰۃ داخل درس ہیں لیکن اساتذہ کو درس کے وقت اسناد حسب قدرت کافی کلام کرنا اور محدثانہ طریق ملحوظ رکھنا ضرور ہے محض تاویلوں پر اکتفا نہ مناسب ہے، اقرب الی اللفظ تاویلات کا بھی مضائقہ نہیں لیکن اسناد کی طرف توجہ کی سخت حاجت ہو کہ مدار اخذ احکام وغیرہ اسناد ہی پر ہے۔ چند تصانیف ضروریہ سے فراغت کے بعد احقر کا قصد ہے کہ حسب منشا تدریس کتب مذکورہ میں بھی مشغول رہے۔ اور علم اخلاق میں رسالہ اربعین مع تخریج احادیث پڑھانے کی سخت حاجت ہو یہ فن بھی اس زمانہ میں پس پشت ڈالدیا گیا ہے حالانکہ نہایت درجہ محتاج الیہ ہے۔ حق تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اس تجویز پر عمل کی توفیق ہو نیز احقر کو کتب مذکورہ کی خدمت تدریسا و تحشیۃ نصیب ہو اور علما و طلبا ہم لوگوں کی اصلاح ہو بحق علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

(کتبہ احمد حسن سنبھلی) حال مقیم تھانہ بھون

ف۔ ان کتب کے بعد جلالین و مدارک و بیضاوی کی حاجت بھی ہو گی اور جامعیت فی التفسیر بھی حاصل ہوجاوے گی ۱۲ منہ

ف۔ خاص مصر میں ہو سے یہ کتاب دستیاب ہو جاوگی میری نظر سے ہنوز نہیں گذری لیکن اسکی کیفیت و حالت اتقان میں بیان کیگئی ہے ۱۲ منہ

خریداران الامداد کیلئے خاص رعایت

یعنی

التکشف عن مہمات التصوف جسکو حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری المولوی الشاہ اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے پانچ جلدوں میں تحریر فرمایا ہے جسمیں فن تصوف کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا جسپر مفصل کلام نہو آج تک اس فن میں ایسی جامع کتاب کوئی نہیں چھپی کتاب منگانیکے بعد اگر آپ بزبان حال یہ نہ کہیں ؎

جمادے چند دادم جاں خریدم	بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

تو ہمارا ذمہ۔ باایں ہمہ قیمت اصلی صرف عہ اور خریداران الامداد کے لئے ۔ ۔ ۔ عہ

دعوات عبدیت یعنی حضرت مولانا دامت برکاتہم کے وہ مواعظ جو اکثر سفر میں ہوئے ہیں خاص اہتمام سے ضبط کر کے بعد نظر ثانی حضرت ممدوح شائع کئے جاتے ہیں جنمیں ایکطرف شریعت کے حقائق طریقت کے دقائق اعمال کی درستی اخلاق کی اصلاح کے متعلق بیش بہا مضامین ہیں تو دوسری جانب ملحدین کا رد منکرین کو جوابات سائنس کا مقابلہ نئی روشنی کا تاریک رخ مفصل و مدلل نہایت پاکیزہ دلکش سلیس الفاظ میں نایاب مضامین کا نادر ذخیرہ دس وعظ اور کم از کم سو ملفوظات کی پانچ ضخیم جلدیں اسوقت تیار ہیں قیمت باایں ہمہ اسقدر کم منصف قدردان دل بے اختیار کہہ اٹھے ع نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز یعنی ہر جلد کی بہ ترتیب اول و دوم و سوم و چہارم و پنجم عہ و عہ و عہ و عہ و عہ ہے لیکن خریداران الامداد کیلئے ایک ثلث کی رعایت کر کے بجائے عہ کے صرف عہ مقرر ہے۔

الظہور حضور کی ولادت شریفہ اور اسکا راز بطرز صوفیہ کرام مثنوی مولانا روم سے بیان کیا گیا ہے اہل میلاد بجائے روایات موضوعہ اگر اسکو سنایا کریں تو بہتر ہے قیمت بجائے ۲ر کے خریداران الامداد سے صرف ۱۰ر

آداب المعاشرت ۔ باہمی گذران اور برتاؤ کے وہ آداب کہ جنکی رعایت رکھنے سے آپس میں محبت اتفاق۔ صفائی پیدا ہوتی ہے شائقین کو عرصہ سے اسکے طبع ہونیکا انتظار تھا قیمت رعایتی ۱ر اصلی ۲ر

المشتہر

رفیق احمد مدیر رسالہ الامداد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتہ محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔[۵]

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئے۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

[۵] دلیل اس عقد کے جواز کی ردالمحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸، ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲

قال الله تعالیٰ

رب زدنی علما

وفی الحدیث کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا او کما قال

امتثالا للآیة کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداد الحدیث
کہ دال ست بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ دائرہ
یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدة و
تربیة السالک فی الاحوال الخاصة من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامة منه و
ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفة النقلیة والعقلیة کہ کل آن از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی
صاحب مد ظلہ است بجز جلے آن از افاضات حضرت شیخ العرب و العجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ لقب
صحیفہ شہیرست بہ تبرک بنام نامیش نیز و خامسہا الانتشات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل ست

جلد (۱)	بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ	عدد (۶)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

این صحیفہ کامدرش امداد نام	یافت نز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ ہجری

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

اطلاع } اوّل سال سے الرفیق کا انتخاب مولانا مولوی عبد اللہ صاحب فرماتے تھے لیکن بسبب کثرت مشاغل کے ذی قعدہ ۳۳ھ سرخی آخرت سے بے رغبتی کی شکایت سے احقر نائب مدیر کے سپرد کر دیا ہے۔

(نائب مدیر)

اور جیسے دنیاوی امور میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں اور یہاں کی خوشیوں میں پھنسے رہتے ہیں ایسا ہی امور آخرت کے متعلق بھی کچھ ہوتا۔ سو بعض تو ایسے ہیں کہ وہ دنیا کی خوشیاں مناتے ہیں اور آخرت کی امنگ کبھی خواب میں بھی نہیں آتی اور بعض ایسے ہیں جن کے پاس دنیا میں خوشی کا کوئی سامان نہیں اور اس لئے وہ ہمیشہ غمزدہ رہتے ہیں اور اُن کو کبھی خوشی نصیب نہیں ہوتی وہ شاید سکر جواب میں یوں کہیں کہ صاحب ہم تو دنیا کی خوشیاں نہیں مناتے بلکہ ہم تو یہ سوچا کرتے ہیں کہ کوئی والی نہیں وارث نہیں۔ یہ زندگی کیسے کٹیگی تو میں جواب میں کہوں گا کہ مجھ کو ان کی یہ شکایت ہے کہ جیسے تمنے دنیاوی زندگی کو سوچا کبھی آخرت کی زندگی کو بھی سوچا اور وہاں کی مصیبت کا بھی خیال کیا کہ وہ زندگی کیسے کٹیگی دوزخ میں جانا پڑا تو وہ مصیبت کیونکر سہی جاویگی۔ پھر جیسے یہاں کی تکلیف کو سوچکر تدبیر سوچتے ہو کہ شاید فلاں تدبیر سے یہ مصیبت کٹ جاوے یا فلاں تدبیر سے مشکل آسان ہو جائے ایسے کبھی آخرت کی مصیبت کو بھی سوچا ہے۔ حالانکہ دنیا کے مصائب تو بعض ایسے بھی ہیں کہ اُن کی کوئی تدبیر ہی نہیں ہے اور اس لئے اُن کو سوچنا ہی عبث ہے مگر پھر سوچتے ہو۔ اور آخرت کی تو کوئی مصیبت بھی ایسی نہیں ہے جو لا علاج ہو بلکہ اُسکی ہر مصیبت کی تدبیر موجود ہے۔ لیکن پھر بھی نہ اُسکا ذکر نہ فکر اگر بعض ایسے لوگ ہوئے بھی کہ وہ کبھی علی سبیل التذکرہ آخرت کا ذکر کر دیتے ہوں اور اس لئے سمجھتے ہوں کہ ہمکو تو دین کی فکر ہے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔

دیکھو اگر کسی کے پاس آٹا بھی ہو اور توا بھی ہو اور لکڑیاں بھی ہوں لیکن پکائے نہیں۔ مگر ان سب سامانوں کا ذکر کرتا رہے اور سوچتا رہے تو اس ذکر سے اور اس سوچنے سے کیا ہوتا ہے تدبیر تو یہ ہے کہ ہمت کر کے اُٹھے اور پکانا شروع کر دے اور جب بھوک لگے کھائے لہذا آخرت کی فکر بھی یہی ہے کہ یوں سمجھے کہ میں مروں گا خدا کا سامنا ہوگا۔ اس طرح عذاب ہوگا۔ اور یہ سوچکر عذاب سے بچنے اور نجات حاصل کرنے کی تدابیر شروع کر دے شیطان نے بہت سے لوگوں کو بہکا رکھا ہے کہ گاہ گاہ ان کو اس قسم کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ دل میں ڈال دیتا ہے کہ تمکو دین کی بہت فکر ہے صاحبو! اگر تمہارے پاس

۴۱

سامان نہوتا تو اتنا ہی غنیمت تھا لیکن جب خدا تعالیٰ نے ارادہ دیا ہمت دی بھلے برے کی پہچان دی پھر کیا وجہ کہ دنیا کے معاملات میں تو نری فکر پر بس نہیں کیا جاتا اور دین کے کام میں نری فکر کو کافی سمجھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں واقع میں آخرت کا خیال ہی نہیں بہرحال اگر کوئی دنیا کی خوشیاں مناتا ہے تو یہ شکایت ہے کہ آخرت کی خوشیاں کیوں نہیں منائی جاتیں اور اگر کوئی غم میں رہتا ہے تو اس کی یہ شکایت ہے کہ آخرت کا غم کیوں نہیں کیا جاتا اور اگر کوئی خوشی منانے والا کہے کہ آخرت کی خوشی کہاں سے منائیں اُس کی ہمیں امید ہی کہاں ہے ہم تو گنہگار ہیں اور دنیا کی خوشی تو حاضر ہے اسکو کیسے نہ منائیں تو یہ شیطان کا دھوکہ ہے اسمیں دو دعوے ہیں اور دونوں غلط ہیں یعنی اول بھی غلط کہ دنیا کی خوشی حاضر ہے دوسرا بھی غلط کہ آخرت کی خوشی کہاں ہے پہلا تو اسلئے غلط کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ یوں بیٹا ہوگا یوں چین کرینگے تو یہ تمہارے قبضے میں کہاں ہے ہزاروں آدمی ایسے ہیں کہ وہ سوچتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے پھر اگر خوشی ہوتی بھی ہے تو تجربہ یہ ہے کہ تمنائیں ہمیشہ عدد میں حاصل سے بڑھی ہوئی ہوتی ہیں یعنی حاصل ہوتا ہے کم اور تمنا ہوتی ہے زیادہ تو جسکی تمنا جسقدر زیادہ ہوگی وہ ہمیشہ اسیقدر زیادہ غم میں رہے گا اللہ والے البتہ خوش رہتے ہیں اسلئے کہ وہ دنیا کی کچھ تمنا ہی نہیں کرتے اولاد ہوئی اسپر خوش ہیں نہ ہوئی اُسپر خوش ہیں ہر حال میں راضی ہیں اور دنیا داروں کو خوشی کہاں واللہ راحت جس چیز کا نام ہے اگر وہ حاصل نہوئی تو پھر اُس کا جتنا سامان ہوگا زیادہ موجب تکلیف اور موجب حسرت ہوگا لوگ روپے پیسے کو راحت سمجھتے ہیں حالانکہ راحت روپیہ پیسہ نہیں ہے ورنہ چاہیے تھا کہ صندوق کو زیادہ لذت ہوتی مگر یہ لوگ صندوق سے بھی زیادہ بدتر ہیں کیونکہ اُس کو ادراک الم کا تو نہیں ہے اور یہ لوگ تو آلام میں مبتلا ہیں تو معلوم ہوا کہ دنیا دار بہت ہی کم آرام میں ہیں غرض دنیا میں کہیں خوشی نہیں ہے اور دوسری بات کہ آخرت میں کونسی خوشی ہے اسلئے غلط ہے کہ وہ بعد وعدۂ الٰہیہ بالکل تمہارے اختیار میں ہے چنانچہ دنیا کی خوشی تو کبھی کبھی حاصل بھی نہیں ہوتی کہ ساری عمر چاہو اور نہ ہو اور آخرت کی کوئی راحت بھی ایسی نہیں ہے

۴۲

کہ وہ اختیاری نہو خدا کی یہ رحمت ہے کہ آخرت کی کتنی ہی بڑی سے بڑی تمنا ہو مگر وہ
با ستثناء منصوص مثلاً درجات نبوت وغیرہ مباشرت اسباب سے ضرور پوری ہوتی ہے
مثلاً اگر چھوٹے درجے کا آدمی جیسے عاصی گنہگار بڑے درجے میں جانا چاہے مثلاً حضرت
جنید رحمۃ اللہ علیہ کے درجے میں تو جا سکتا ہے اس طرح سے کہ اپنے اعمال میں ترقی کرے تو بس ہاں
تو خوشی ہی خوشی ہے جو بالکل اپنے اختیار میں ہو تو اس کی فکر کرو اور اس کی امنگیں پیدا
کرو اور اسکی تدبیر کرو یعنی معصیت کو چھوڑدو نمازیں پڑھو جو اب تک چھوٹ گئی ہیں ان کی
قضا کرو زکوٰۃ دو اس کے بعد سب خوشی تمہارے ہی واسطے ہو اسکے بعد حق ہے کہ خوشی مناؤ
اسی طرح اگر کوئی مصیبت زدہ کہے کہ یہاں کی مصیبت تو حاضر ہے اس لئے اس کا اہتمام
ہے اور وہاں تو اللہ غفور رحیم ہے پھر کیوں غم کریں تو سمجھ لو کہ یہ بھی شیطان کا دھوکہ ہے
غفور رحیم نے یہ وعدہ کہاں کیا ہے کہ خواہ تم کچھ ہی کردیں تم کو جنت میں بلا عقوبت اول
ہی بار داخل کردونگا غرض نہ آخرت کی نعمت کو کوئی سوچتا ہے نہ وہاں کی مصیبت کو۔

۴۳

دنیا کو سرا اور آخرت کو گھر سمجھنے کی ترغیب

اے مسلمانو تمہارا وطن آخرت ہے مگر تم نے اپنے لئے دنیا کو وطن بنا رکھا ہے اور اپنے لئے
اور اپنے عزیزوں کیلئے دنیا ہی دنیا چاہتے ہو۔

حکایت ۔میری ایک خاندانی بزرگ بی بی نے مجھکو ایک بار یہ دعا دی تھی کہ اللہ کرے
اس کا بھی دنیا میں ساجھا ہو کیسے گندے عنوان سے دعا کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اب
تو دین ہی دین ہے خدا کرے دنیا میں بھی پھنسے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں
دنیا ہی بڑی چیز تھی اس لئے یہ چاہا کہ ہمارے پیارے بھی آمیں پھنسیں انا للہ الخ کیسے غضب
کی بات ہو اور اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لو کہ سارے غم اس سے ہیں کہ دنیا کو گھر بنا رکھا ہے ورنہ
اگر اس کو گھر نہ سمجھتے تو کوئی بھی غم نہ ہوتا دیکھو جب کبھی سفر میں جاتے ہو اور کسی سرائے میں
قیام ہوتا ہے تو وہاں کی چارپائی میں کیسے متحمل ہوتے ہیں کبھی چارپائی ٹوٹی پھوٹی ہوتی
ہے مگر سوچتے ہو کہ ایک شب تو قیام ہی کرنا ہے جس طرح ہو گزار دو ایک شب کی تکلیف ہی کیا

پھر تو گھر پہونچ جائیں گے غرض سفر کی تکلیف اسلئے تکلیف نہیں معلوم ہوئی کہ اس کو گھر نہیں سمجھا یہی حال دنیا کی تکلیفوں کا ہے سو اگر آپ دنیا کو اپنا گھر نہ سمجھتے تو اسی طرح اس کے ساتھ بھی برتاؤ ہوتا ہرگز اس کے متعلق ہر وقت تذکرہ نہوتا نہ اس کا اسقدر سلسلہ گھسیٹتے بلکہ ہر بات میں زبان پر یہ ہوتا کہ ہمارا گھر آخرت ہے وہاں چین و آرام کریں گے یہاں کی ذرا سی تکلیف کا کیا ہے حالانکہ ہمکو کبھی بھی یہ خیال نہیں ہوتا۔

آخرت کو گھر نہ سمجھنے کی کلفتیں اور گھر سمجھنے کی راحتیں

اگر آخرت یاد ہو تو دنیا کی کوئی تکلیف سرائے کی دو روزہ تکلیف سے زیادہ نہیں ستا سکتی تھی اور اپنے وطن اصلی کو یاد کر کے راحت ہو جایا کرتی خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت ہوتی مثلاً اس شخص کا کوئی پیارا بچہ مرجاتا تب بھی اس کو پریشانی نہوتی اس کی ایسی مثال ہے کہ مثلاً اگر کوئی سفر میں ہو اور اس کا کوئی بچہ گم ہو جائے اور اس کو یہ معلوم ہو کہ میرا بچہ وہاں چلا گیا ہے جہاں میرا گھر ہے اور جہاں میں بھی جا رہا ہوں تو کیا وہ رو رہی بیٹھیگا ہرگز نہیں بلکہ اس کو یہ سنکر اطمینان ہو جائیگا اور سمجھے گا کہ اب کوئی دن میں میں بھی اس سے جا کر مل لونگا تو اگر ہم آخرت کو اپنا وطن سمجھتے تو اولاد کے جاتے رہنے پر اتنا بڑا قصہ لیکر نہ بیٹھا کرتے۔ ہاں جدائی کا غم ہوتا ہے سو اس کا کچھ مضائقہ نہیں اس کی اجازت ہے لیکن جیسے جدائی کا غم ہوتا ہے تسلی بھی تو ہونی چاہئے کہ وہ اپنی راحت کی جگہ پہونچ گیا ہم بھی وہیں جائیں گے اور مل لینگے خدا تعالیٰ نے یہی مضمون اس آیت کے دوسرے جملے میں سکھلایا ہے إنا لله وإنا إليه راجعون یعنی جو چیز گئی وہ خدا کے پاس گئی اور ہم بھی خدا کے پاس جائیں گے اور سب کے سب جمع ہو جائیں گے تو اس کو سوچکر تسلی ہونی چاہئے تھی اگر آخرت کو گھر سمجھتے۔ لیکن اب تو وہ مار دھاڑ ہوتی ہے کہ گویا خدا تعالیٰ نے ان کی جائداد چھین لی غرض یہ کہ یوں ہونا چاہئے تھا جیسے دنیا کی مثال میں سمجھا دیا مگر جب ایسا نہیں ہوتا تو اس سے سمجھ میں آیا ہوگا کہ اولاد کے مرنیکا ایسا غم بھی اسی لئے ہوتا ہے کہ دنیا کو اپنا گھر سمجھتے ہیں بس بڑی بھاری غلطی ہماری یہ ثابت ہوئی کہ ہمنے دنیا کو اپنا گھر سمجھ رکھا ہے

اسی لئے یہاں سے جدا ہونیکا رنج وغم ہوتا ہے ورنہ جب آدمی سفر میں جاتا ہے تو جتنا گھر سے قریب ہوتا جاتا ہے خوشی بڑھتی جاتی ہے اور یہاں یہ حالت ہے کہ جوں جوں مرنیکے دن قریب آتے ہیں روح فنا ہوتی ہے اور یہ حالت دنیاداروں ہی کی ہے کیونکہ وہ دنیا ہی کو اپنا گھر سمجھتے ہیں بخلاف اہل اللہ کے کہ اُن کو اس کا ذرا بھی غم نہیں ہوتا اور ان کو نہ اپنے مرنے کی پرواہوتی ہے نہ اولاد کے مرنے کی پرواہوتی ہے حتیٰ کہ بعض دفعہ تو جُہلا کو اُن کے سنگدل ہونیکا شبہ ہوجاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں اُن سے زیادہ تو کوئی رحم دل ہی نہیں ہوتا مگر اس پریشانی نہونیکا سبب صرف یہ ہے کہ وہ آخرت کو اپنا گھر سمجھتے ہیں اس لئے ان کو اولاد کے مرنے کا غم اتنا ہی ہوتا ہے جتنا کہ ہمارے لڑکے کے گھر چلے جانے پر مسافر باپ کو ہوتا ہے کہ ایک گونہ مفارقت سے قلق ہوا بس زیادہ نہیں کیونکہ وہ آخرت کو اپنا وطن سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب وہ مرنیکے قریب ہوتے ہیں تو خوشیاں مناتے ہیں جس طرح عادت ہے کہ سفر سے واپس آتے ہوئے گھر کے قریب ہو نچکر خوشیاں منائی جاتی ہیں چنانچہ اس خوشی کو ایک بزرگ کہتے ہیں ؎

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم	راحتِ جاں طلبم وزپے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے	تا درِ میکدہ شاداں وغزلخواں بروم

حکایت ۔حضرت مولنا مظفرحسین صاحب (قدس سرہٗ) کاندھلوی سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت اب تو آپ بوڑھے ہوگئے آپ نے داڑھی پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ کہ الحمدللہ اب قریب وقت آیا مگر ان حکایات سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ انکو اعمال پر یا مقبول ہونے پر ناز ہوتا ہے اس لئے احتمال مواخذہ نہ ہونے سے خوش رہتے ہیں استغفراللہ ناز کی مجال کسکو ہے بلکہ وہ خوشی صرف اس لئے ہوتی ہے کہ وہ آخرت کو اپنا گھر سمجھتے ہیں رہی یہ بات کہ ان کو دارو گیر کا اندیشہ ہوتا ہے یا نہیں تو سمجھو کہ اندیشہ ضرور ہوتا ہے لیکن رحمت خداوندی سے امید بھی ہوتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ پھر چھوٹ جائیں گے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کا گھر ٹوٹا پھوٹا پڑا ہوا ور سرا نہایت پختہ ہو تو وہ اپنے گھر ہی کو پسند کریگا اور سوچیگا کہ اگرچہ اسوقت میرا گھر ٹوٹا پھوٹا ہے لیکن میں انشاء اللہ تعالیٰ پھر اس کو پختہ کرونگا

اسی طرح اگرچہ ان کو اندیشہ ہوتا ہے مگر جانتے ہیں کہ ایمان کی سلامتی ہے تو ضرور رحمت ہوگی غرض وطن سے طبعی محبت ہوتی ہے گو وہاں کچھ تکلیف بھی ہو تو کوئی یہ شبہ نہیں کرسکتا کہ ان کو ناز ہوتا ہے۔

دنیا میں سامان جمع کرنے کی مثال

ہم جو دنیا میں چاہتے ہیں کہ یہ بھی ہو جائے وہ بھی ہو جائے یہ ایسا ہے جیسے کوئی سرا میں یہ تمنا کرے کہ یہاں جھاڑ اور فانوس سب لگا دیئے جائیں اور پھر اپنی کمائی سے خرید کر لگا بھی دے تو ظاہر ہے کہ کتنی بڑی حماقت ہے خصوصاً جبکہ یہ بھی علم ہو کہ مثلاً چار دن سے زیادہ کوئی اس سرائے میں قیام نہیں کرسکیگا اسوقت تو اپنی کمائی وہاں کی تزئین میں لگانا پورا خلل دماغ ہے اور دنیا ایسی ہی محدود القیام سرای ہے کہ اس حد کے بعد بلا اختیار یہاں سے نکل جانا پڑیگا اول تو سرائے میں اگر قیام اختیاری بھی ہو تب بھی یہی ہونا چاہئے کہ اسکے ساتھ گھر کا سا معاملہ نہ کرے اور جب اختیاری بھی نہ ہو تب تو ہرگز بھی اس میں دل نہ لگانا چاہئے بلکہ اس سے توحش اور ضیق رہنا چاہئے اور یہی معنی ہیں اس کے نزدیک الدنیا سجن المومن کے لوگوں نے اس حدیث کے مختلف معنی کیے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ جیلخانہ تکلیف وغیرہ کی وجہ سے نہیں فرمایا کیونکہ بعض مومنین کو دنیا میں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس لئے فرمایا کہ جیلخانے میں کبھی جی نہیں لگا کرتا اگرچہ کیسا ہی عیش ہو تو مسلمان کی شان یہ ہے کہ دنیا میں اس کا جی نہ لگے اگرچہ یہ ظاہر اس میں کیسا ہی عیش و آرام ہو کیونکہ جی لگنے کی جگہ گھر ہے اور وہ گھر نہیں ہے پھر جب جی نہ لگیگا تو یوں ہوس ہونگی اور کیوں سوچے گا کہ یوں ہو اور یہ ہو اور وہ ہو بلکہ اب یہ سوچیگا کہ دنیا تو پردیس ہے یہاں جس طرح سے بھی دن گذر جائیں اور دنیا کے سوچ کے بجائے اب یہ ہوگا کہ آخرت کی سوچ ہوگی کہ اس کے لئے یہ سامان ہونا چاہئے اور یہ فکر ہونا چاہئے اپنے نفس کی اصلاح ہونی چاہئے اور یہ سوچے کہ اگر یہ سامان ہو گیا تو پھر یوں بہار ہوگی اور یوں عیش ہوگا ورنہ یوں مصیبت ہوگی یوں پریشانی ہوگی اب غور کر کے دیکھ لو کہ کتنے آدمی ہیں جو یہ سوچتے ہوں میں تو کہتا ہوں کہ

دنیادار تو الگ رہے دینداروں کو بھی آخرت کے متعلق کبھی نہ امنگیں پیدا ہوتی ہیں نہ اندیشے خداتعالیٰ صاف صاف فرماتے ہیں۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ دیکھو ایک دن کا سفر ہوتا ہے تو اسمیں ناشتہ بھی ہمراہ لیا جاتا ہے اور سامان بھی ہوتا ہے آخرت کا اتنا بڑا سفر درپیش ہے اس کیلئے کیا زاد راہ تیار کر رکھا ہے بالخصوص جبکہ وہ وطن اور گھر بھی ہے کہ اس صورت میں تو اسکے لئے بہت کچھ سامان کرنا چاہیئے تھا یعنی قطع سفر کے لئے زاد اور ناشتہ اور گھر پر بیٹھنے کیلئے کمائی اور ذخیرہ پس ایک اثر تو گھر سمجھنے کا یہ ہونا چاہیئے تھا۔ ایک دوسرا اثر اس کے گھر سمجھنے کا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ دنیا کے حوادث سے غم نہ ہوتا نہ اپنے واسطے اور نہ لگے بندھے کے واسطے گھر تو وہاں ہے اب جو موت سے ہمکو موت آتی ہے یہ صرف اسی لئے کہ اس کو گھر نہیں سمجھتے بلکہ موت کے خیال سے ایسی حالت ہوتی ہے جیسے کسی کو جیلخانے میں لے جاتے ہوں۔

حکایت۔ ہمارے حضرت (حاجی صاحب) رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بوڑھا شخص آیا کہنے لگا کہ میری بیوی مرتی ہے حضرت فرمانے لگے کہ اچھا ہوا جیلخانے سے چھوٹتی ہے اور پھر فرمایا کہ کیوں غم کرتا ہے تو بھی چلا جائیگا کہنے لگا روٹی کون پکائیگا حضرت نے فرمایا کہ کیا ماں کے پیٹ سے وہی روٹی پکاتی ہوئی آئی تھی تو موت کے متعلق اس تمامتر رنج کی وجہ یہی ہے کہ ہملوگ آخرت کو بھولے ہوئے ہیں ورنہ اگر وہ یاد ہوتی تو موت کا کیا غم ہوتا اور ایک اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ کسی سے عداوت اور رنج نہ ہوتا اگرچہ معمولی طور پر کسی بات میں لڑائی بھی ہو جایا کرتی دیکھو ریل میں مسافروں میں لڑائی تو ہوتی ہے مگر یہ نہیں ہوتا کہ اپنے سفر کے سامان کو چھوڑ کر کسی سے الجھنے لگیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اس سے سفر کھوٹا ہو گا مگر اس طرح سے دنیا کے فضول قصوں میں بھی کسی نے سوچا ہے کہ ان میں پھنسنے سے آخرت کا سفر کھوٹا ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کو گھر نہیں سمجھتے۔ نیز اگر آخرت کو اپنا گھر سمجھتے تو دنیا کے ساز و سامان پر اترایا نہ کرتے چنانچہ اگر سفر میں کہیں بیچ بند کسا ہوا پلنگ ملے تو کوئی بھی اسپر نہیں اتراتا کیونکہ جانتا ہے کہ یہ تو مانگی ہوئی چیز ہے اور ہماری یہ حالت ہے کہ اگر ہمارے پاس چار پیسے ہوں تو ہم ان پر اتراتے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ ہم دنیا کو بنا گھر سمجھتے ہیں۔

کسب دنیا مذموم نہیں حب دنیا یعنی انہماک فی الدنیا مذموم ہے

دنیا کے کمانے کا مضائقہ نہیں مگر یہ نہو کہ اسمیں بالکل کھپ جاؤ جیسے ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ گویا خدا تعالیٰ سے کوئی واسطہ ہی ہمکو نہیں مثلاً جب کپڑا ایکر پسند کرنے بیٹھیں گے تو معلوم ہوگا کہ گویا انکا یہی دین یہی ایمان ہے۔ جب زیور کے پیچھے پڑیں گے تو اس طرح کہ بس وہی دل میں بسا ہوگا میں پھر کہتا ہوں کہ میں دنیا کا کام کرنے سے منع نہیں کرتا مگر یہ کہتا ہوں کہ اسمیں دل نہ لگاؤ کام سب کرو مگر جی اُترا ہوا ہونا چاہیئے۔ دل کا کھپا دینا یہی زہر ہے یہ وہ بلا ہے کہ اس سے اندیشہ ہے کہ مرتے وقت یہی غالب نہو جائے اور اللہ عزوجل کے نام سے اسوقت بالکل بے تعلقی نہو جائے لہذا جہانتک ہو اس کی کوشش کرو کہ دنیا میں دل لگا ہوا نہ ہو دل کو خدا تعالیٰ ہی میں لگاؤ ہاتھ سے کام کرو کچھ حرج نہیں۔

حکایت۔ حدیث شریف میں ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ وسلم گھر میں سب کام کر لیتے تھے لیکن اذان کے وقت یہ حالت ہوتی کہ قام کانہ لا یعرفنا۔ اور ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی دنیا کے کام میں مصروف ہوں گے تو اس میں اس قدر منہمک ہوں گے کہ پھر نہ نماز کی فکر رہے گی نہ روزے کی۔ غرضکہ اس قدر انہماک ہوتا ہے جس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دین کی کچھ خبر اور فکر ہی نہیں اور دین کو کچھ سمجھتے ہی نہیں افسوس! کیا دین ایسی ہی بے فکری کی چیز ہے یہ معاملہ تو دنیا کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا کسی نے خوب کہا ہے ؎

غم دیں خور کہ غم غم دین است	ہمہ غمہا فرو تر از این است
غم دنیا مخور کہ بیہودہ است	ہیچ کس درجہاں نیاسود است

(باقی آئندہ)

کہ بہر طوریکہ خیر باشد راہ ارشاد فرمایند و بر
بندہ خوف کفر بغایت غالب شدہ و دین
و دنیا بندہ بغایت خراب و خواب من قلیل
لہذا دست بستہ عرض نمایم کہ از بندگان جناب
دانستہ ایں بندہ را ارشاد فرمایند۔ زیادہ
از کلام طویل خوفناکم۔ زیادہ والسلام۔

کہ جس طور پر بہتر ہو ہدایت کی راہ بتائیں اور
بندہ پر خوف کفر بہت غالب ہے اور دین
و دنیا بندہ کا بالکل خراب اور نیند بہت کم لہذا
دست بستہ عرض کرتا ہے کہ بندہ کو اپنے غلاموں
سے جانکر ارشاد فرماویں زیادہ طول کلام
سے خوفناک ہے زیادہ والسلام۔

تحقیق۔ حالات گذشتہ نوشتن کافی
نیست حالات حاضرہ مفصّل نویسند کہ
مزاج چسانست و صحت چساں۔ بہ یکے
از طبیبان رجوع نمودہ بقیہ مرض را علاج
شروع نمایند و اطلاع دہند۔

ترجمہ گذشتہ حالات لکھنا کافی نہیں ہے حالات
حاضرہ مفصّل لکھیں کہ مزاج کیسا ہے اور
صحت کیسی ہے اور طبیبوں میں سے
کسی سے رجوع کرکے بقیہ مرض کا علاج
شروع کریں اور اطلاع دیں۔

باز خط ذیل از کاتب خط بالا رسید

حال۔ حال بندہ بالفعل بدینگونہ می
گذرد کہ شخصے بنام مولوی حسن علی صاحب
خلاف شرع یعنی برہنہ و تارک الصلوٰۃ و
دیوانہ بعضے اوقات نزد بندہ آمدہ امر خلاف
شرع تلقین نمودہ بودند لہذا بر بندہ بالفعل
سہ امر بخوبی جاری شدہ۔ اوّل اینکہ بر چہرۂ
بندہ مثل ابر سیاہ و سفید آمیختہ نمودار گردد
باعث آں عجائب و غرائب می بینم۔ و دوم
ایں کہ ہر جا نظر نمایم یعنی درخت وغیرہ را اگر
نظر می کنم مثل صورت انسان بنظر می آید۔

ترجمہ بندہ کا حال بالفعل اس طرح گذرتا ہے
کہ ایک شخص مولوی حسن علی صاحب نامی
خلاف شرع یعنی برہنہ اور تارک صلوٰۃ اور
دیوانہ نے بعض اوقات بندہ کے پاس آکر خلاف
شرع امر تلقین کئے تھے لہذا بندہ پر بالفعل
تین باتیں پوری طرح جاری ہوگئیں اوّل یہ
بندہ کے چہرہ پر مثل ابر سیاہ و سفید کے ملا ہوا
نمودار ہوتا ہے اسکی وجہ سے عجیب و غریب باتیں
دیکھتا ہوں اور دوسرے یہ کہ جس جگہ نظر کرتا ہوں
یعنی اگر درخت وغیرہ کو دیکھتا ہوں تو مثل صورت انسان

وسوم اینکہ ہر وقت بنظر بندہ مثل کلکلا یعنی
حقہ یا مثل کرمان یا مثل انسان حاضر
می ماند۔ ایں امور بالا از بندہ چگونہ مندفع
گردد بندہ نوازی فرمودہ اطلاع فرمایند۔
وطبیبے نیز مقرر کردہ شد باعث آں مندفع
نگردید۔ زیادہ بحق بندہ دعائے خیر فرمایند۔

تحقیق۔ مشورہ رجوع بہ طبیبان بغرض
اصلاح عوارض جسمانی دادہ بودم۔ اما
عوارض نفسانی کہ اہم آنہا فساد خیال
است۔ طریق اصلاحش بجز صحبت عاقل
کامل نیست اگر آنجا میسر باشد اہتمام نمایند
ورنہ اگر ہمت ووسعت باشد بسوئے ایں
نواح سفر نمایند کہ بفضلہ تعالیٰ مجمع عقلاء
کملا است ورنہ خلوت واشغال ہمہ ھا
ترک نمودہ تلاوت قرآن ومطالعہ مواعظ
بندہ وصحبت صلحاء خوش مزاج وہم مذاق
اختیار نمایند واز حال خود باز اطلاع دہند

نظر آتے ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ ہر وقت بندہ کی نظر
میں مثل کلکلا یعنی حقہ کے یا مثل کیڑوں کے یا مثل
انسان کے حاضر رہتے ہیں۔ یہ امور بالا بندہ سے کس طرح
مندفع ہوں گے بندہ نوازی فرماکر مطلع فرماویں
اور ایک طبیب بھی مقرر کیا تھا اسکی وجہ سے مندفع
نہیں ہوا۔ زیادہ بندہ کے حق میں دعائے خیر فرماویں

ترجمہ۔ طبیبوں سے رجوع کرنے کا مشورہ عوارض
جسمانی کی اصلاح کے لئے دیا تھا میں نے لیکن
عوارض نفسانی کہ ان میں سے اہم خیال کا
فساد ہے۔ اُس کے اصلاح کا طریقہ سوا عاقل
کامل کی صحبت کے نہیں ہے اگر اس جگہ میسر ہو
اہتمام کریں ورنہ اگر ہمت اور وسعت ہو تو اس
نواح کی طرف سفر کریں کہ بفضلہ تعالیٰ مجمع عقلاء
کملاء ہے۔ ورنہ خلوت اور تمام اشغال
کو چھوڑ کر قرآن کی تلاوت اور بندہ کے مواعظ کا
مطالعہ اور صحبت صلحاء خوش مزاج اور ہم مذاق کی
اختیار کریں اور اپنے حال سے پھر اطلاع دیں۔

حال۔ ایک خیال مجھکو یہ ہوتا ہے کہ جلسہ میں کچھ واجبات تجوید کا بیان بھی ہونا چاہیئے
جس سے تجوید کا شوق ہو اور حفظ قرآن یا تجوید کا شوق ہو اگرچہ یہاں پر اس کے موافق
کثرت سے ہیں مگر مجھکو اس خیال میں یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ اپنی نمود مجھکو معلوم ہوتی
ہے اگرچہ یہ تمام کارروائی جلسہ وعظ اللہ واسطے ہے مگر نمود کی حدیث میں برائی آئی ہے
یہ میرا خیال اُس حدیث کے موافق تو نہیں ہے اگر ہو تو حضور اس کا علاج فرمادیں
کیونکہ بغیر اس خیال کے آئے کچھ بن نہیں پڑتا۔

۲۴

تحقیق - یہ سوچئے کہ اگر جلسہ کے بعد ذرا بھی آپکی مدح یا قدر نہو تو آپ جلسہ سے خوش ہوں یا نہیں اگر خوش ہوں تو نمود کا محض وسوسہ ہے مضر نہیں اور اگر خوش نہوں تو پھر علاج پوچھئے۔

حال - عالم رویا میں ایک سالک کو دیکھا (اور اُس کو کچھ پہچانتا ہوں) اور اُس کے دیکھنے سے میرے قلب میں سوزش پیدا ہوتی ہے۔ ناگہاں ذکر قلب میں جاری ہو گیا جریان سے لذت بھی آتی تھی - اور انقباض اور قبض بھی ایسا ہونے لگا کہ دل چاہتا تھا کہ اگر بند ہو جائے تو بالکل خوب ہو پھر جب دن ہوا تو ماجرا بالکل نسیان ہو گیا خیر جب دوپہر کو سونے کے ارادہ سے بستر پر لیٹا تو ایک طالب علم دوسرے کو میرے سامنے کہنے لگا کہ میاں دین محمد کا بہت ذکر جاری ہے اور مجھکو اس کے کہنے پر ہنسی آئی اور اس کہنے پر کچھ خیال نہ کیا اور اُس کی خوردسالی کی کم عقلی پر محمول کیا خیر اس سے دریافت کیا گیا کہ تجھکو کس طرح معلوم ہوتا ہے اُس نے کہا کہ اندر میں ایک تحرک ہوتا ہے جس سے مجھکو یقین ہے کہ یہ ذکر ہے معمولی اور عادی تحرک نہیں - اُس وقت پھر بندہ کو رات کا ماجرا یاد آیا - اور اسکو بیان کر کے سنا دیا اور جس وقت اوسنے مجھسے کہا کہ اب تیرا ذکر جاری ہے حالانکہ مجکو کچھ بھی احساس نہیں ہوا۔ جیسا آگے تھا ویسا ہی ہے - اسوقت پھر منگل کی رات میں اس طالب علم نے میرے سینہ پر کان رکھ کر کہا کہ اب تیرا ذکر جاری ہے پھر مجھکو تعجب ہوا کہ مجھکو کس وجہ سے معلوم نہیں ہوتا - اب اس کے بعد جو مجکو عالم رویا میں معلوم ہوا عرض کرتا ہوں کیا وہ محمود ہے یا مذموم اور یہ خواب شیطانی ہے یا رحمانی اور بندہ نے ابتک کسی سے بیعت بھی نہیں کی - مگر اس کا دائماً شوق رہا ہے صلحا سے خاصکر آنحضرت سے محبّت نہایت رہتی ہے اور کیا قلبی ذکر کے جریان کے وقت ذاکر کو تکلیف بھی پہونچتی ہے یا نہیں اور بعض اوقات میں ذاکر کو اپنے قلب کے ذکر کے جریان کی بے خبری بھی ہوتی ہے یا نہیں اور بغیر مرشد کے جاری بھی ہوتا ہے یا نہیں اور اس خواب کے بعد اُس روز خاص رقت قلبی بھی لاحق تھی اور جب کسی صالح کا نام آتا تھا اس کو بلا تصنع و تکلف نہایت لذت و شوق اور ادب کے ساتھ پہلے سے بہتر زبان پر لاتا تھا مجھ نادان کو معلوم ہی نہیں

۲۵

ہوتا کہ یہ کیا ہے یا کس نسبت سے پیدا ہو گیا ہے۔

تحقیق۔ خواب انشاء اللہ محمود ہے حالت بھی محمود ہے ذکر بدون مرشد کے بھی جاری ہو سکتا ہے لیکن اُسکی حقیقت وہ نہیں ہے جو اُس طالب علم نے سمجھی کہ وہ تو محض ایک حرکت ہے جو حرارت طبعی وغیرہ کی وجہ سے بھی ہو جاتی ہے اُس کی حقیقت ملکۂ یادداشت ہے جو مدتوں کے بعد راسخ ہوتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ حالت موجودہ اسی کا مقدمہ ہے۔

سوال۔ خشوع فی الصلوٰۃ کے حاصل کرنے کے لئے کونسا طریقہ زیادہ آسان ہے مصلی تین حال سے خالی نہیں منفرد مقتدی امام اگر تینوں کیلئے ایک طریقہ جامع نکل آوے فبہا ورنہ ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ بالتخصیص تحریر فرماویں یوں تو فی الجملہ بندہ کو بھی معلوم ہے لیکن طریقہ آسان مطلوب ہے۔

جواب۔ جو الفاظ منہ سے نکلتے ہیں اُن میں ہر ہر لفظ کو بقصد مستقل ادا کرنا صرف یاد سے نہ پڑھنا طریقہ جامعہ ہے اس سے یکسوئی ہوگی اور یکسوئی سے خشوع اور جس موقع پر الفاظ کا تکلم نہیں ہوتا۔ جیسے مقتدی قرات میں اُس وقت خیالی الفاظ کی ساتھ یہی عمل کرے جسکی اجازت اقرأ بہا فی نفسک میں ہے۔

سوال۔ میرے مزاج میں کچھ خفیف وہم ہے کوئی طریقہ بتلادیں جسپر بندہ مداومت اختیار کرے اور یہ عیب جاتا رہے۔

جواب۔ وہم کا رفع ہونا موقوف ہے کسی عاقل کے پاس رہنے پر اگر اسکی فرصت نہ ہو تو پھر یہ طریقہ ہے کہ وہم کے مقتضا پر عمل نہ کیا جاوے شدہ شدہ اسی طرح زائل ہو جاتا ہے۔

حال۔ غلام نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک بجلی میرے سر پر گری ہے غلام کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب مر جائیگا اس بجلی کے گرتے وقت ذکر جاری تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ بدن میں جان آگئی۔

تحقیق۔ وہ بجلی نسبت ہے چشتیہ کی۔ مبارک ہو۔

سوال۔ مجھکو کوئی دعا ایسی ارشاد فرمائیں جس سے مجھکو لذت طاعت اور نفرت از معصیت حاصل ہو اور وسوسہ شیطانی مندفع ہو۔

جواب۔ ان سب کے لئے ذکر اللہ ہی ہے باقی لذت خود مقصود نہیں مقصود اصلی رضاء حق ہے اور طریقہ اُس کا ذکر و طاعت ہے۔

(باقی آئندہ)

اگر کبھی سزا ہوتی ہے تو ایک میعاد پر اُس سزا کو ختم کر دیا جاتا ہے تو اسکی کیا وجہ جو جواب اِس سوال کا ہے وہی آپ کے وسوسہ کا باقی یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ماننا بغاوت ہے یا نہیں تو یہ ظاہر ہے کہ جب حق تعالیٰ حکم فرمادیں کہ ان کو نبی مانو اور ایک شخص کہے کہ میں نبی نہیں مانتا تو خدا تعالیٰ کے اس حکم سے سرتابی کرنا اور خدا کو جھوٹا ماننا اور اسمیں خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرنا بغاوت ہے یا نہیں۔ میں نے بوجہ اس کے کہ آپنے اپنے کو چھپانا چاہا آپ کا پتہ انگریزی کسی سے نہیں پڑھوایا جو لفافہ پر تھا۔

(۶۴) اس مسئلہ میں کہ طلوع شمس اثنائے نماز فجر میں عند الحنفیہ مفسد صلوٰۃ فجر ہے تقریر ذیل تحریر فرما کر احقر کو نقل کے لئے عنایت فرمائی تھی جو مندرجہ ذیل ہے۔

اعلم ان العلماء اختلفوا فی ما اذا طلعت الشمس فی صلوٰۃ الفجر او غربت فی صلوٰۃ العصر ہل تصح الصلوٰۃ او تفسد فقال الشافعی ومن وافقہ تصح فیہما وقال الطحاوی تفسد فیہما وقال امامنا ابو حنیفۃؒ تفسد فی الفجر وتصح فی العصر ومبنی ہذا الاختلاف اختلافہم فی توجیہ الروایات التی وردت فی ہذا الباب ولنسرد اولاً تلک الروایات ثم نذکر التوجیہات فروی الشیخان من حدیث ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من ادرک من الصبح رکعۃ قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح ومن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر وفی لفظ للبخاری

ترجمہ۔ جاننا چاہیئے کہ علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب صبح کی نماز میں آفتاب طلوع ہو جاوے یا عصر کی نماز میں غروب ہو جاوے تو نماز صحیح ہو گی یا فاسد ہو گی سو امام شافعی اور ان کے موافقین نے کہا ہے کہ دونوں حالتوں میں صحیح ہو جاوے گی اور طحاوی نے کہا ہے کہ دونوں حالتوں میں فاسد ہو جاوے گی اور ہمارے امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ صبح کی نماز تو فاسد ہو گی اور عصر کی صحیح ہو جاوے گی اور اس اختلاف کا مبنی اُن روایات کی توجیہ میں اختلاف ہے جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں پہلے ہم اول اُن روایات کو بیان کرتے ہیں پھر توجیہات کو ذکر کریں گے شیخین نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو صبح کی ایک رکعت مل گئی طلوع آفتاب سے پہلے تو اس کو صبح کی نماز مل گئی اور جس شخص کو ایک رکعت عصر کی مل گئی غروب آفتاب سے پہلے تو اس کو عصر کی نماز مل گئی اور بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب

اذا ادرك احدكم سجدة من صلوة العصر قبل ان تغرب الشمس فليتم صلاته واذا ادرك سجدة من صلوة الصبح قبل ان تطلع الشمس فليتم صلاته زيلعى ص۱۱۹ ج۱

وروى نحو ذلك فى فتح البارى ج ۲ وفى كنز العمال ج ۴ فعمل الشافعى ومن معه بظاهر احاديث الاتمام وحمل احاديث النهى على تاثيم متحرى هذه الاوقات مع القول بصحة الصلوة والطحاوى قال بالفساد فيهما عملا بظاهر احاديث النهى على الابطال واول حديث الادراك بايجاب الصلوة على من اسلم فى اخر الوقت او بلغ الحلم فيه او امراءة طهرت فى الحيض فيه واول باقى احاديث الاتمام بكونها منسوخة باحاديث النهى واما نحن معاشر الحنفية فتوجيهنا الذى ادى اليه نظرى وان كان ماخوذا من كلام من تقدمنا ان يقال ان روايات الاتمام والادراك تقتضى صحة الصلوة فيهما واحاديث النهى يحتمل امرين اما تاثيم المصلى فيهما مع صحة الصلوة واما بطلان الصلوة فيهما كما قال

تم میں سے کسی کو ایک سجدہ (یعنی رکعت) نماز عصر کا مل جاوے غروب آفتاب سے پہلے تو اسکو چاہئے کہ اپنی نماز پوری کرلے۔ اور جب ایک سجدہ (یعنی رکعت) نماز صبح میں سے مل جاوے تو اس کو بھی چاہئے کہ اپنی نماز پوری کرلے زیلعی ص۱۱۹ ج ۱۔

اور اسی کے ہم معنی روایت فتح الباری ج ۲ اور کنز العمال ج ۴ میں منقول ہے پس امام شافعی اور اُن کے موافقین نے ان اتمام کی احادیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور احادیث نہی کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ محمول ہیں اُس حالت پر جبکہ قصداً ان اوقات میں نماز ادا کیجاوے تو اس صورت میں اُن کے نزدیک نمازی کو ان اوقات میں نماز پڑھنے کا گناہ ہوگا لیکن نماز صحیح ہو جاویگی۔ اور طحاوی اُن دونوں صورتوں میں فساد صلوٰۃ کے قائل ہوئے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے احادیث نہی کو اُس کے ظاہر پر باقی رکھا اور مبطل صلوٰۃ قرار دیا اور حدیث ادراک کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ محمول ہے ایجاب صلوٰۃ علی من اسلم فی آخر الوقت پر یا اُس شخص پر جو آخر وقت میں بالغ ہو یا اُس عورت پر جو حیض سے آخر وقت میں پاک ہوئی ہو اور دیگر احادیث اتمام کو احادیث نہی سے منسوخ قرار دیا ہے اور ہم جماعت حنفیہ کے نزدیک یہ توجیہ ہے جسکی طرف میری نظر گئی ہے اگرچہ وہ توجیہ متقدمین ہی کے کلام سے ماخوذ ہے اور تقریر اُسکی یہ ہے کہ روایات اتمام اور ادراک کی دونوں حالتوں میں صحت صلوٰۃ کو مقتضی ہیں اور احادیث نہی میں دو احتمال ہیں یا نمازی کا دونوں حالتوں میں باوجود صحت صلوٰۃ کے گناہ گار ہونا اور یا نماز کا دونوں صورتوں میں باطل ہونا۔ جیسا کہ اس کو

۲۸

به الطحاوی فان النهی الشرعی یستعمل
فی کلا المعنیین مثال الاول النهی
عن الصلوٰة مقعیا او متخصرا ومثال
الثانی النهی عن الصلوٰة بغیر طهور
وان خالجك قول الاصولیین ان
النهی عن الافعال الشرعیة یقتضی مشروعیة
الاصل مع فساد الوصف فالکثری
لا کلی والا لانتقض بکثیر من المسائل
وان رابك ان النهی فی الصلوٰة بغیر
طهور قد وقع بصیغة النفی فاقتضی
البطلان بخلاف النهی عن الصلوٰة
فی الاوقات المکروهة فلم یوجد
ما یقتضی البطلان فازحه بورود
هذا النهی ایضا بصیغة النفی فی بعض
الروایات کما روی الشیخان عن ابی
سعید الخدری قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم لا صلوٰة بعد الصبح
حتی ترتفع الشمس ولا صلوٰة بعد العصر
حتی تغیب الشمس (مشکوٰة انصاری
صـ۹۶ ج ۱)۔
وروی مسلم عن عبد الله الصنابحی
فی صلوٰة العصر قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم لا صلوٰة بعدها

طحاوی نے اختیار کیا ہے۔ اور یہ دونوں احتمال
اسلئے ہیں کہ نہی شرعی دونوں معنوں میں
استعمال ہوتی ہے۔ اول کی مثال نہی عن الصلوٰۃ
مقعیا یا متخصرا ہے۔ اور ثانی کی مثال نہی
عن الصلوٰۃ بغیر طہور ہے اور اگر یہ خدشہ پیدا ہو
کہ اصولیین نے فرمایا ہے کہ نہی افعال شرعیہ
سے ذات فعل کی مشروعیۃ کو مقتضی ہے مع فساد
وصف کے تو یہ قاعدہ اکثری ہے کلی نہیں ورنہ
یہ قاعدہ بہت سے مسائل سے منقوض ہوگا۔ اور
اگر یہ شبہ ہو کہ نہی عن الصلوٰۃ بغیر طہور میں نفی کے
صیغہ سے وارد ہوئی ہے اس وجہ سے وہ مقتضی بطلان
صلوٰۃ کو ہے۔ بخلاف نہی عن الصلوٰۃ کے اوقات
مکروہہ میں کہ اسمیں کوئی امر مقتضی بطلان صلوٰۃ
موجود نہیں۔ تو اسکو اسطرح زائل کرو کہ نہی عن الصلوٰۃ
فی الاوقات المکروہہ بھی صیغہ نفی کے ساتھ
بعض روایات میں وارد ہے۔ جیسا کہ شیخین نے حضرت
ابو سعید خدری رضی سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ نہیں صحیح ہے نماز بعد صبح کے یہاں تک کہ آفتاب
بلند ہو جاوے اور نہیں صحیح ہے نماز بعد عصر کے یہاں تک کہ آفتاب
غروب ہو جاوے مشکوٰۃ انصاری صـ۹۶ ج ۱
اور مسلم نے عبد اللہ الصنابحی سے روایت کیا ہے
نماز عصر کے بارے میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ نہیں صحیح ہے نماز بعد عصر کے

۲۹

حتی تطلع الشاھد (مشکوٰۃ جلد ا صفحہ)
وروی رزین عن ابی ذر قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ
بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا بعد العصر
حتی تغرب الشمس (مشکوٰۃ ج ا صفحہ) -
فلما احتمل النہی الامرین ینظر ان
الاحتیاط فی ای الامرین والصلوٰۃ
محل احتیاط بلیغ فظاہر ان الاحتیاط
فی الحمل علی البطلان لان القضاء اذن
یکون فرضا بخلاف احتمال الکراھۃ
فحملنا علی البطلان ای بطلان الفریضۃ
لا بطلان نفس الصلوٰۃ لان المقتضی
للبطلان کان الاحتیاط والاحتیاط
محفوظ مع القول بصحۃ النفل فبھذا
الوجہ قد جاء التعارض بین احادیث
النہی وینبغی ان یکون ھذا ھو التفسیر
لقول علمائنا بوقوع التعارض بین
قسمی الروایات فلما وقع التعارض
رجعنا الی القیاس کما ھو حکم التعارض
ولیس معنی ھذا الرجوع ترک الاحادیث
والعمل بالقیاس بل معناہ ترجیح
بعض محتملات الاحادیث بالقیاس
ثم العمل بہ من حیث انہ حکم الحدیث

یہانتک کہ طلوع ہوجاوے شاہد یعنی ستارہ (مشکوٰۃ صفحہ ج ا
اور رزین نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے کہ
وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے کہ نہیں صحیح ہے نماز بعد صبح کے یہانتک
کہ آفتاب طلوع ہوجاوے۔ اور نہ بعد عصر کے
یہانتک کہ آفتاب غروب ہوجاوے (مشکوٰۃ ج ا صفحہ
سو جب کہ نہی میں دونوں امر محتمل ہیں تو دیکھنا چاہئے
کہ احتیاط دونوں صورتوں میں سے کونسی صورت کے
اختیار کرنے میں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نماز بہت بڑی
احتیاط کے قابل ہے۔ پس ظاہر ہے کہ احتیاط حمل
علی البطلان میں ہے۔ اسلئے کہ قضا اس صورت
میں فرض ہوگی بخلاف احتمال کراہت کے سو اسی
لئے ہمنے ان احادیث کو بطلان پر محمول کیا ہے
یعنی بطلان فرض پر نہ بطلان نفس صلوٰۃ پر
کیونکہ مقتضی بطلان کا احتیاط ہے۔ اور
احتیاط محفوظ ہے باوجود قائل ہونے
صحت نفل کے اب حمل مذکور سے احادیث
نہی اور احادیث آپس میں تعارض واقع ہوا۔ اور
مناسب ہے کہ ہمارے علماء کے اس قول کی یہی تفسیر ہو
کہ جب روایات کی دونوں قسموں میں تعارض
ہوا تو ہمنے رجوع کیا قیاس کی طرف۔ جیسا کہ
تعارض کا حکم ہے اور اس رجوع کے معنی احادیث
کو ترک کردینا اور قیاس پر عمل کرنا نہیں ہیں بلکہ
اسکے معنی بعض محتملات احادیث کو قیاس سے
ترجیح دینے اور پھر اس پر عمل کرنے کے
ہیں اس طور پر کہ وہ حدیث کا حکم ہے

۲۴

لا من حیث انه حکم القیاس فافهم
فلما رجعنا الی القیاس حکم القیاس
بترجیح توجیه یقتضی البطلان
فی احادیث الفجر و بترجیح توجیه
یقتضی الصحة فی احادیث العصر
فعملنا فی الفجر باحادیث البطلان
واولنا احادیث الاتمام وعملنا
فی العصر بالعکس فحکمنا ببطلان
الصلوٰة فی الفجر وبصحتها فی العصر
فلم یفت منا عمل بشیئ من الاحادیث
بالظاهر فی بعضها وبالماول فی
بعضها والاٰن بقی امران الاول
ما وجه القیاس فی الصلاتین
والثانی ما التاویل فی الاحادیث
بیان الاول ان الفجر وقت الشروع
قبل طلوع الشمس وجب کاملا لکمال
السبب وهو الوقت و بالطلوع صار
الوقت ناقصا وصارت الصلوٰة ناقصة
فلا یتادی الکامل بالناقص ففسدت
والعصر وقت الشروع قبل الغروب
وجب ناقصا لنقصان الوقت
فاداه کما وجب فلم تفسد هذا
وبیان الثانی ان معنی قوله علیه السلام

نہ اس طور پر کہ وہ قیاس کا حکم ہے فافہم۔ اب
اس صورت میں کہ جب ہمنے رجوع قیاس کی
جانب کیا تو قیاس مقتضی ہوا اس توجیہ
کی ترجیح کو جو مقتضی ہے بطلان صلوٰۃ
کو احادیث فجر میں اور صحت صلوٰۃ کو احادیث
عصر میں۔ اس لئے ہمنے فجر میں احادیث بطلان
پر عمل کیا اور احادیث اتمام کی تاویل کی۔
اور عصر میں اسکے عکس پر عمل کیا۔ لہذا اس
صورت میں ہمنے کسی حدیث کو نہیں چھوڑا
بلکہ بعض احادیث کے ظاہر اور بعض کو
تاول کر کے عملدرآمد کیا اب دو امر باقی
رہ گئے اول یہ کہ دونوں نمازوں میں وجہ
قیاس کیا ہے اور دوسری احادیث کی
تاویل کیا ہے۔ تو وجہ قیاس کا بیان تو یہ ہے
کہ نماز فجر شروع کرنے کے وقت قبل طلوع آفتاب
کامل واجب ہوئی تھی کیونکہ سبب یعنی وقت
کامل تھا اور طلوع آفتاب سے وقت ناقص
ہوگیا اور اس وجہ سے نماز بھی ناقص ہوگئی
پس کامل نماز ناقص ادا کرنے سے ادا نہ ہوگی
لہذا فاسد ہوگئی اور نماز عصر شروع کرنیکے
وقت قبل غروب ناقص ہی واجب ہوئی ہے بوجہ
وقت کے ناقص ہونیکے اور اسکو ویسا ہی ادا کیا گیا جیسے
واجب ہوئی تھی لہذا یہ فاسد نہیں ہوئی
اور تاویل احادیث کا بیان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

۲۵

فقد ادرك ما قاله الطحاوی ومعنی فليتم انه لا يبطل التحريمة بل يمضی فی الصلوٰة لانه ان لم يتاد فرضًا فقد صحت نفلا كما فی الدر المختار كما هو الحكم فی الحج الفاسد ومعنی فلم يفت صلوٰته لم يفت وقت صلوٰته بل كان مدركا للوقت فيكون حاصل معناه هو معنی فقد ادرك۔

کے اس قول یعنی فقد ادرک کے معنی وہ ہیں جو کہ طحاوی سے مذکور ہو چکے اور معنی فلیتم کے یہ ہیں کہ مصلی نماز باطل نہ کرے بلکہ نماز پڑھتا رہے اس لئے کہ نماز گو فرض ادا نہ ہوگی لیکن نفل تو صحیح ہو جاوے گی جیسا کہ درمختار میں ہے کما ہو الحکم فی الحج الفاسد اور معنی فلم یفت صلوٰتہ کے یہ ہیں کہ نماز کا وقت فوت نہیں ہوا بلکہ اسے نماز کا وقت مل گیا۔ اور حاصل معنی وہی ہیں جو معنی فقد ادرک کے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

ف۔ اس تقریر کے بعد ایک عمدہ تقریر مسئلہ کی تحریر فرمائی جو اس تقریر سے کہیں افضل اور بلا تکلف ہے اور وہ احیاء السنن باب الحدیث فی الصلوٰۃ میں درج ہے قال الجامع عفی عنہ۔

۲۶

(۶۵) فرمایا کہ اصلاح سوداویت کیلئے ایک فقیری نسخہ ہے جو قواعد طبیہ کے بھی مطابق ہے وہ یہ ہے کہ اکاس بیل ۶ ماشہ گائے یا بکری کے پاؤ بھر دودھ میں جوش کی جاوے پھر اکاس بیل پھینک دی جاوے اور دودھ میں کچھ میٹھا ملا کر صبح کے وقت پی لیا جاوے اور فرمایا کہ اسی طرح کا قوت دماغ کے لئے یہ نسخہ ہے کہ گھی شکر سیاہ مرچ ملا کر صبح کے وقت کھایا جاوے۔

(۶۶) فرمایا کہ احادیث میں بعض عبادات پر یہ فضیلت وارد ہوئی ہے کہ اس عبادت کا کرنا چار رقبہ اولاد حضرت اسمٰعیل کے آزاد کرنے سے افضل ہے اس میں حنفیہ کے مذہب پر اشکال ہے کہ بنی اسمٰعیل کا استرقاق انکے نزدیک جائز نہیں ہے پس اس حدیث کے کیا معنی ہیں معنی یہ ہیں کہ اولاد رق میں شرعًا تابع ماں کے ہوتی ہے اور نسب شرعًا باپ کی طرف سے لیا جاتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ بنی اسمٰعیل میں سے باپ ہو اور ماں کنیزک ہو پس اس اعتبار سے اولاد کنیزک ہو اب معنی حدیث کے بالکل ظاہر طور پر سمجھ میں آگئے۔

(باقی آئندہ)

کی جامع مانع حد کیا ہے بعض شوقیہ اشعار میں بھی اس قسم کی استعانت اولیاء اللہ وغیرہ سے کیجاتی ہے احیاء سے بھی اور اموات سے بھی۔

الجواب۔ قال اللہ تعالیٰ ان تدعوهم لا يسمعوا دعاءكم ولو سمعوا ما استجابوا لكم ويوم القيمة يكفرون بشرككم ولا ينبئك مثل خبير۔

اس آیۂ مبارکہ میں چار جملے ہیں جو ندا مخلوق واستعانت بالمخلوق کی شرائط جواز کا فیصلہ کر رہے ہیں جملہ اولیٰ سے اشتراط علم اور ثانیہ سے اشتراط قدرت اور ثالثہ سے اعتقاد تصرف مستقل کا (کہ فرد ہے شرک کی) انتفاء اور رابعہ سے خبر صحیح معتبر عند اہل البصیرت سے علم وقدرت کا ثبوت اور یہی شرائط عقلی بھی ہیں جہاں احد الشرائط بھی منتفی ہوگا۔ ندا واستعانت ناجائز ہوگا پھر عدم جواز کے مراتب حسب اختلاف ادلہ مختلف ہونگے کہیں شرک ہوگا کہیں معصیت پھر کہیں خود تو خفیف ہوگا مگر عوام کیلئے مفسدہ بننے کے سبب سے شدید ہو جاویگا اور یہ سب تفصیل ندا حقیقی یعنی قصد اقبال منادی میں ہے اور ندا مجازی یعنی محض تذکر یا تحسر وغیرہما میں اگر کوئی مفسدہ نہو جائز ہے ورنہ ناجائز پس اگر اکابر میں سے کسی کے کلام میں ایسی ندا ہو تو اُس کو یا مجاز پر محمول کیا جاویگا یا اُن کی طرف نسبت کرنے کو غیر صحیح کہا جاویگا یا مثل اس کے کوئی اور مناسب توجیہ کی جاویگی یہ تو اُن کے تبریہ کے لئے ہے باقی عوام کو بوجہ تیقن مفسدہ کے جزماً وحتماً رد کیا جاویگا۔ والتفصیل فی رسالۃ سبیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد للمولوی مرتضیٰ حسن سلمہ۔ ۲۲ر صفر ۱۳۳۲ھ

سوال۔ ہمارے علاقہ پنجاب میں عشاء کی دو سنتوں کے بعد جو مؤکدہ ہیں دو رکعت نماز نفل اکثر لوگ بیٹھکر پڑھتے ہیں اس دو رکعت نماز نفل کا کسی حدیث صحیح حسن یا ضعیف سے کچھ ثبوت ہے یا کہ بدعت ہے۔

الجواب۔ عن عائشة قالت ما صلى النبي صلى الله عليه وسلم العشاء قط فدخل على الا صلى اربع ركعات او ست ركعات رواه احمد وابوداؤد واسناده

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی عشاء کی نماز پڑھکر میرے پاس تشریف نہیں لائے مگر یہ کہ چار یا چھ رکعت نماز پڑھیں اسکو احمد و ابوداؤد نے روایت کیا اور اسناد اُس کی

تصحیح مسئلہ الامداد بابت ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ میں صفحہ ۱۷ پر ایک سوال کا جواب ہے جس میں لکھا ہے کہ التحیات میں ہو تو بعض سجدہ سہو کے مکرر پڑھنے سے بعض کتب کے نزدیک سجدہ سہو لازم ہوتا ہے مراقی الفلاح سے یہ جزئیہ نقل ہوا ہے۔ اس جواب کے صحیح کرنے کے لئے اس کے نیچے یہ صحیح جواب ہے کہ تشہد اولیٰ میں التحیات مکرر پڑھنے سے سجدہ سہو لازم ہے اور قعدہ اخیرہ میں التحیات مکرر پڑھنے سے سجدہ سہو لازم نہیں۔ اشرف علی ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ

صحیح کذا فی آثار السنن ص ۲۳ ج ۲ | صحیح ہے اسی طرح آثار السنن میں ہے ۲۲ صفر ۳۳ھ

سوال۔ سجدۂ تلاوت رکوع سے ادا ہو جاتا ہے یا نہیں اگر ادا ہو جاتا ہے تو کسی حدیث سے ثبوت ہے یا نہیں دونوں مسئلوں کے متعلق حدیث شریف یا کم از کم اس کتاب کا نام جسمیں یہ حدیث مذکور ہے مع حوالہ باب تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔

الجواب۔ فی فتح الباری المصری ص ۴۵ ج ۲ واستدل بعض الحنفیۃ من مشروعیۃ السجود عند قولہ وخرّ راکعاً واناب بان الرکوع عندھا ینوب عن السجود فان شاء المصلی رکع بہا وان شاء سجد ثم طردہ فی جمیع سجدات التلاوۃ وبہ قال ابن مسعود اھ ولم ار حدیثاً مرفوعاً فیہ مع التتبع وقول الصحابی حجۃ عند الامام الاعظم ویقدم علی القیاس۔

ترجمہ۔ فتح الباری مصری ص ۴۵ ج ۲ میں ہے۔ اور استدلال کیا بعض حنفیہ نے خر راکعا واناب کہنے کے وقت سجدہ مشروع ہونے سے اس پر کہ رکوع اس وقت قائم مقام سجدہ کے ہو جاتا ہے سو نمازی چاہے رکوع کرے اور چاہے سجدہ۔ پھر اس حکم کو کل سجدات تلاوت میں عام کر دیا اور یہی ابن مسعود رض نے کہا ہے اور میں نے کوئی حدیث مرفوع باوجود تتبع کے اس میں نہیں دیکھی اور صحابی کا قول امام اعظم رح کے نزدیک حجۃ ہے اور قیاس پر مقدم ہوتا ہے۔ ۲۲ صفر ۳۳ھ

سوال۔ کوئی غریب آدمی کہ اپنے مردہ کی فاتحہ کا کھانا اپنے ہی چھوٹے بچہ کو کھلا کر ایصال ثواب کر دے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ اگر اس بچہ کا نان ونفقہ اس کے ذمہ فرض وواجب نہیں تب تو اس کو کھلا کر کسی کو ثواب بخشدینا جائز ہے اور اگر فرض وواجب ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ کما فی رد المحتار وانہ لا فرق بین الفرض والنفل اھ وفی جامع الفتاوی وقیل لا یجوز فی الفرائض اھ ج ا ص ۹۴۳۔

اور میرے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ فرض کا ثواب کسی کو نہ بخشے۔ ۲ ربیع الاول ۳۳ھ

ثبوت ادائے سجدہ تلاوت بعد رکوع از حدیث وفقہ ۔ نمبر ۱۸

ایصال ثواب عمل فرض وواجب وغیرہ

اسی طرح حسب حکم شرعی ان کے اوتار دینے میں بھی شبہ نہیں دوسرے یہ کہ ہندو عورتیں چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں اتارتی نہیں سو توڑنا بلا ضرورت قطع نظر تشبہ کے ویسے بھی مال کی اضاعت ہے پس توڑی نہ جاوے بلکہ اوتار دی جاوے البتہ اگر اوتارنے میں کچھ تکلیف و دشواری ہو تو مجبوری توڑ دی جاوے ۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

سوال ۔ جاذب کاغذ سے روشنائی خشک کی جاتی ہے یہی کام ابتک خشک مٹی سے بھی لیا جاتا ہے ۔ خشک مٹی سے استنجا جائز ہے کیا جاذب کاغذ سے بھی استنجا جائز ہے سفر میں بھی آرام دے سکتا ہے ۔ کاغذ اس کو برائے نام کہتے ہیں وہ لکھنے کے کام میں نہیں لایا جاتا ہے ۔

الجواب ۔ فی الدر المختار ذکرہ تحریما الی قولہ شئی محترم فی رد المحتار واما الشئی المحترم فلما ثبت فی الصحیحین من النہی عن اضاعۃ المال قولہ وشئی محترم ای مالہ احترام واعتبار شرعا فیدخل فیہ کل متقوم الا الماء کما قدمناہ والظاہر انہ یصدق بما یساوی فلسا لکراھۃ اتلافہ کما مر ثم قال ویدخل ایضا الورق قال فی السراج قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایہما کان فانہ مکروہ اھ واقرہ فی البحر وغیرہ وانظر ما العلۃ فی ورق الشجر ولعلہا کونہ علفا للدواب الخ ثم قال واذا کانت العلۃ فی الابیض کونہ آلۃ للکتابۃ کما ذکرناہ یؤخذ منہا عدم الکراھۃ فیما لا یصلح لہا اذا کان قالعا للنجاسۃ غیر متقوم کما قدمناہ من جوازہ بالخرق البوالی وھل اذا کان متقوما ثم قطع منہ قطعۃ لا قیمۃ لہا بعد القطع یکرہ الاستنجاء بہا ام لا الظاہر الثانی انہ لم یستنج بمتقوم نعم قطعہ لذلک الظاہر کراھتہ لو بلا عذر بان وجد غیرہ لان نفس القطع اتلاف ج ۱ ص ۲۵۱، ۲۵۲

ان روایات سے معلوم و مفہوم ہوا کہ بعض کاغذات سے بوجہ آلہ علم و کتابت ہونیکے اور بعض سے بوجہ اُن کی قیمتی چیز ہونیکے کہ ادنیٰ اُس کا ایک پیسہ ہے استنجا کرنا جہاں کلوخ وغیرہ میسر ہوں مکروہ تحریمی ہے بوجہ اضاعۃ مال کے اور اگرچہ وہ ٹکڑا اتنی قیمت کا نہو مگر اتنی قیمت والی چیز میں سے کسی حصہ کا قطع کرنا اُس کا اتلاف ہے اس لئے اُس کا بھی یہی حکم ہے بہرحال صورت مسئولہ نادرست ہے اور مٹی پر قیاس اس لئے جائز نہیں کہ وہ

آلات علم سے ہے اور نہ وہ متقوم ہے۔ ۶ رجمادی الاول ۳۳ھ

سوال - ایک اس طرح کا صابون نکلا ہے جو بجائے استرہ کے استعمال کیا جاتا ہے اور اس میں ناپاک اجزا بھی شریک نہیں ہیں۔

الجواب - تم نے اس سوال میں صابون کا ایجاد ہونا اور اُس میں کسی جزو نجس کا شریک نہ ہونا تو لکھا ہے اور کچھ پوچھا نہیں شاید یہ مقصود ہو کہ اُس کا استعمال جائز ہے یا نہیں اگر یہ مقصود ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ جس جگہ استرہ کا استعمال جائز ہے وہاں اس کا بھی جائز ہے۔ ۱۸ رجمادی الاول ۳۳ھ

(حاشیہ: استعمال صابون حادث نو — حوادث)

سوال - قوله تعالى يا عيسى انى متوفيك ورافعك الى - وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه - وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم - وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم

الجواب - ان التوفى عام لكل قبض وان كان مع الجسد ثم لا دلالة فى الواو على الترتيب ويقع الموت اجماعا بعد النزول وكذا الرفع عام لما هو بالجسد والنص الرابع لما احتمل عود الضمير فى موته الى عيسى عليه السلام فكيف يدل على المدعى وقد ذكر عموم معنى التوفى فلم يصح الاستدلال بشئ من الايات -

سوال اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بیشک میں تمکو اپنے وقت موعود پر طبعی موت سے وفات دینے والا ہوں (پس جب تمہارے لئے موت طبعی مقدر ہے تو ظاہر ہے کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں دار پر جان دینے سے محفوظ رہوگے) اور فی الحال میں تمکو اپنی (عالم بالا کی) طرف اٹھائے لیتا ہوں اور انہوں نے انکو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ انکو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور انہوں نے نہ انکو قتل کیا اور نہ انکو سولی پر چڑھایا لیکن انکو اشتباہ ہو گیا اور کوئی شخص اہل کتاب سے نہیں رہتا مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے مرنے سے پہلے ضرور تصدیق کر لیتا ہے پھر جب آپ نے مجھکو اٹھا لیا تو آپ ان پر مطلع رہے

جواب - لفظ توفی ہر قبض کو عام ہے اگرچہ وہ مع جسم کے ہو - پھر واؤ کی دلالت ترتیب پر نہیں ہے اور موت اجماعاً بعد نزول کے واقع ہوگی اور اسی طرح رفع عام ہے اسکو کہ جو جسم کی ساتھ ہو - اور نص رابع جبکہ موتہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ضمیر راجع ہونے کو محتمل ہے تو مدعیٰ پر کیسے دلالت کرے گی اور معنی توفی کا عموم ذکر کر ہی دیا گیا ہے لہذا کسی آیت سے استدلال صحیح نہ ہوگا - ۲۶ رجمادی الاول ۳۳ھ

(حاشیہ: جواب بعض شبہات قادیان — حوادث ۱۲)

تو اس کی تین صورتیں ہیں (ایک) یہ کہ اس سے مقصود حقیقۃً زمانہ مستقبل ہو اور
اس کو صورت ماضی میں بیان کرنے سے کسی قسم کا مبالغہ اور وعدہ و وعید مقصود
نہو اس صورت میں جزا پر ف کا لانا ممنوع ہے جیسے (ان ضربت ضربتُ)۔
(دوسری) یہ کہ حقیقۃً زمانہ ماضی مقصود ہو اور وہ فعل حقیقۃً زمانہ ماضی میں متحقق ہو
اور کسی قسم کا مبالغہ اور وعدہ و وعید مقصود نہو اس صورت میں جزا پر فار کا لانا واجب ہے
جیسے (ان کنت قلتہ فقد علمتہ) و (وان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل)
(تیسری) یہ کہ اس فعل ماضی سے مجازاً معنی استقبال مقصود ہوں اور اس کو صورت
ماضی میں لانے سے بطریق مبالغہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس فعل کا زمانہ مستقبل میں ہونا
ایسا یقینی ہے جیسا کہ فعل واقع شدہ بزمانہ ماضی یقینی ہوتا ہے اس صورت میں ف کا
لانا جزا پر واجب نہیں بلکہ جائز ہے جیسے (ومن یحلل علیہ غضبی فقد ھوی) جسپر
میرا غضب نازل ہو وہ ضرور ہلاک ہوا یعنی ہو جائیگا۔ مگر اس کا ہلاک ہو جانا ایسا
یقینی ہے کہ گویا ہو ہی گیا۔
اسکے بعد ہم کہتے ہیں کہ اضرب بعصاک البحر فانفلق کی تقدیر اگر یوں ہی کیجائے
(ان ضربت فانفلق) اگر تمنے عصا مارا تو وہ پھٹ جائے گا تو اس میں خرابی کیا ہے
فانفلق میں ف کا لانا بالکل صحیح ہوگا اور یہ ماضی کے جزا واقع ہونیکی صورتوں میں سے
تیسری صورت بنجائے گی۔ کہ چونکہ ضرب عصا کے بعد دریا کا پھٹ جانا موعود اور یقینی تھا
اسکے یقینی ہونیکو صورت ماضی سے ظاہر کیا گیا اور اس صورت میں ہم پہلے ہی ظاہر کر چکے
کہ ف کا لانا جائز ہے۔ اور خود یہ عقلا رزمانہ دوسری آیات کی تفسیر میں ایسی ہی تقدیر
نکال چکے ہیں پس نہ معلوم اس جگہ بلاوجہ اس سے کیوں انکار کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں
کہ فانفلق سے مقصود حقیقۃً زمانہ ماضی ہے زمانہ مستقبل نہیں اور یہ فعل ماضی کے جزا
واقع ہونیکی تین صورتوں میں سے دوسری قسم میں داخل ہے جسمیں ف کا لانا واجب ہے
یعنی ان کے نزدیک دریا کا پھٹنا ضرب عصا کے بعد نہیں ہوا بلکہ پہلے ہی سے اس کا
وقوع ہو چکا تھا ہم بخوبی ظاہر کر چکے کہ فانفلق کی ف اسوقت بھی صحیح ہے جبکہ اس سے

۱۵

مراد مجازاً زمانہ مستقبل لیا جائے اب سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کے پاس اس بات پر کونسی دلیل قائم ہے کہ دریا کا پھٹ جانا ضرب عصا سے پہلے واقع ہو چکا تھا۔
اور اس آیت کو اس مثال پر (ان اکرمتنی فاکرمتک امس) (اگر تو نے میرا آج اکرام کیا تو میں تیرا اکرام کل کر چکا ہوں) قیاس کرنا محض غلط ہے کیونکہ اس مثال میں تو لفظ (امس) جسکے معنی کل گذشتہ کے ہیں اس امر پر صاف قرینہ ہے کہ جزا کا وقوع زمانۂ ماضی میں ہو چکا ہے۔ اس آیت میں ایسا کوئی لفظ موجود نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ انفلاق بحر ضرب عصا سے پیشتر واقع ہو چکا تھا۔
اور یہ سب گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ فانفلق کی ف کو جزائیہ مان لیا جائے اور تقدیر عبارت یوں نکالی جائے (ان ضربت فانفلق) ہم بتلا چکے کہ یہ تقدیر بھی صحیح ہے اور یہی عقلاء زمانہ دوسری آیتوں میں اسکو تسلیم کر چکے ہیں اور اگر مطابق مرجح اور مختار جمہور کے اگر اسکو فاء عاطفہ سببیہ فصیحہ بنایا جائے اور تقدیر عبارت یوں نکالی جائے (فضرب فانفلق) تو اسپر کسی عاقل کو ابتک کوئی اشکال نہیں سوجھا اور نہ کسی کی زبان سے کوئی حرف نکلا۔
پس یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ خواہ فانفلق کی ف جزائیہ ہو یا فصیحہ بہرحال انفلاق بحر ضرب عصا پر مرتب اور اُس کا معلول ہے اور جسقدر اشکال اسپر کئے جاتے ہیں اُن میں سخت دھوکہ دہی اور تلبیس سے کام لیا گیا ہے واللہ مخرج ما کنتم تکتمون (اور خدا ظاہر کر دے گا تمھاری چھپائی ہوئی باتوں کو)۔

اطلاع بابت الہدیٰ

چونکہ اول میں ہمارے پاس البرہان کی جلد اول موجود نہ تھی اس لئے جلد ثانی کے مضامین کی تلخیص شروع کر دی تھی لیکن ایک مکرم نے ہمیں جلد اول مرحمت فرما دی چونکہ اسمیں بھی ایسی ہی مضامین تھے اسکے ساتھ ہی یہ بھی خیال تھا کہ شاید وہ کتاب زیادہ مدت تک ہمارے پاس نہ رہ سکے لہذا جلد ثانی کے مضامین کو ایک حد تک پہونچا کر جلد اول کی تلخیص شروع کر دی ہے انشاء اللہ بشرط حیات اسکے بعد پھر جلد ثانی کو پورا کر دیا جاوے گا۔ نائب مدیر

جلد اول

الہدیٰ لاھل النہیٰ

قرآن کی سورتوں کے ناموں پر بعض عقلاء کا اعتراض اور اس کا جواب

بعض عقلاء زمان نے فرمایا ہے کہ قرآن کی سورتوں کا بجز اُن سورتوں کے جنکے اوائل میں حروف مقطعات ہیں خدا تعالیٰ نے کسی سورۃ کا نام نہیں رکھا یہ نام بعد کے رکھے ہوئے ہیں کیا عجب ہی کہ صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں یہ نام مشہور ہوگئے ہوں۔ اور احادیث میں جو بعض سورتوں کے نام آئے ہیں وہ حدیثیں ثابت نہیں اور اگر ثابت ہو بھی جاویں تو غایت مافی الباب یہ لازم آتا ہے کہ راوی اخیر کے زمانہ میں وہ سورۃ اُس نام سے مشہور ہوگئی تھی۔ یہود کا دستور تھا کہ توریت کی سورتوں کو اُس کے شروع کے لفظ سے موسوم کرتے تھے یا جس مضمون پر وہ سورۃ دال ہوتی تھی اُسی میں سے کوئی لفظ لیکر نام رکھ دیتے تھے اہل اسلام نے بھی (نعوذ باللہ) قرآن مجید کی سورتوں کے نام اسی طرح رکھ لئے ہیں

17

ہم کہتے ہیں کہ یہ تقریر اول سے آخر تک بالکل لغو اور لچر ہے اس لئے کہ اگر اس سے یہ غرض ہے کہ یہ نام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے نہیں ہیں تو یہ مسلم نہیں اس لئے کہ اہل اسلام کا قرناً بعد قرنٍ اور خلفاً عن سلفٍ اسپر اجماع ہے کہ سُور قرآنیہ کے نام کسی کے گھڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے اسی طرح چلے آرہے ہیں جو صاف دلیل ہے کہ یہ نام خود صاحب وحی سے منقول ہیں اور نیز ابتداء اسلام سے ابتک جسقدر مصاحف دنیا میں موجود ہیں اُن سب میں یہ نام موجود ہیں۔ اور اگر یہ غرض ہی کہ قرآن میں کسی سورۃ کو کسی نام سے موسوم نہیں کیا تو مسلم ہے لیکن اس صورت میں معترض نے جو اُن سورتوں کو مستثنےٰ کیا ہے کہ جن کے شروع میں حروف مقطعات ہیں یہ محض غلط ہوگا اس لئے کہ اُن سورتوں میں بھی یہ کہیں نہیں لکھا کہ ہمنے اس سورۃ کا

نام الم یا کہیعص یا حم عسق۔ الی غیر ذلک رکھا ہے بلکہ بعض سورتیں جن کے شروع میں حروف مقطعہ ہیں وہ سورتیں اُن حروف مقطعہ کے نام سے حضور کے عہد مبارک میں مشہور تھیں اور نہ بعد میں مشہور ہوئیں دیکھئے سورہ بقرہ اور آل عمران ان دونوں کے شروع میں حروف مقطعہ ہیں حالانکہ حضور نے ان کو بقرہ اور آل عمران کے نام سے ذکر فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ابوامامہ رضؓ سے روایت ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرءوا الزہراوین البقرۃ وسورۃ آل عمران دوسری روایت نواس بن سمعان رضؓ سے صحیح مسلم میں ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتی بالقرآن یوم القیٰمۃ واھلہ الذین کانوا یعملون بہ تقدمہ سورۃ البقرۃ وآل عمران اسکے علاوہ اور بہت احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سورتوں کو حضور نے بقرہ اور آل عمران کے نام سے ذکر فرمایا ہے پس یقیناً یہ نام اور تمام سورتوں کے نام صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے ہیں چنانچہ اکثر سورتوں کے نام تو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں اور جن کے نام احادیث میں نہیں آئے وہ اجماع امت اور کتابت فی المصاحف سے ثابت ہیں بلکہ جلال الدین سیوطیؒ نے تو تمام اسماء کی نسبت لکھا ہے کہ احادیث سے ثابت ہیں چنانچہ تفسیر اتقان میں ہے وقد ثبت جمیع اسماء السور بالتوقیف من الاحادیث والآثار ولولا خشیۃ الاطالۃ لبینت ذلک یعنی سورتوں کے تمام نام دلائل سمعیہ احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور اگر کتاب کے بڑھ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انکو بیان کرتا۔ باقی احادیث کی نسبت یہ کہنا کہ ثابت نہیں ہیں محض دعویٰ بلا دلیل ہے جبکہ وہ احادیث صحاح میں مروی ہیں اور ان کی سند میں کوئی راوی غیر معتبر و غیر ثقہ نہیں ہے اور اُن حدیثوں کا مضمون ایسا نہیں ہے کہ دوسرے دلائل قطعیہ کے خلاف ہو پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کو تو نہ مانا جاوے اور مورخین یورپ بلا دلیل بھی کوئی بات کہدیں تو وہ وحی ہو جائے ع بریں عقل و ہمت بباید گریست ٭ اور یہ کہنا کہ راوی اخیر کے زمانہ میں وہ سورۃ اسی نام سے مشہور ہو گئی تھی محض نادانی و جہل ہے۔

(باقی آئندہ)

۱۸۰

نصیب ہوئے تھے ایسے محفوظ ہیں کہ کسی مذہب والے کے پاس اپنے علوم ایسے محفوظ نہیں صرف کمی ہے تو اسکی کہ ان علوم کو حاصل نہیں کیا جاتا مسلمانوں کا ہر طبقہ اس غفلت میں گرفتار ہے بالخصوص مستورات کہ بعضوں نے تو ان کی تعلیم کو بیکار سمجھ لیا ہے اور بعض ان لوگوں نے کہ تعلیم کے دلدادہ ہیں ان کے لئے تعلیم کی ضرورت تو سمجھی ہے مگر اسمیں غلطی کی ہے کہ کونسی تعلیم کی ضرورت ہے جیسے کہ دنیا ہر کام میں گھسی ہوئی ہے تعلیم میں بھی صرف یہی یاد آگئی اور حساب کتاب اور جغرافیہ ہیئت چاند کے گھٹنے بڑھنے کی تحقیق تک بڑی دوڑ ہوگئی ساری تعلیم میں کہیں اس کا ذکر نہیں آیا کہ نماز کے وقت کی فرض ہیں ؎

اے گراں جاں خوار دیدستی مرا	زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا

مسلمانوں کو چاہئے کہ ذرا ہوش سنبھالیں مردوں کو تو یہ بھی ضرورت بتائی جاتی ہے کہ کسب معاش میں دنیاوی تعلیم کی ضرورت ہے لیکن عورتیں تو اس سے فارغ ہیں انکے لئے سوائے شوقیہ کے اور کیا وجہ ہو سکتی ہے سو شوق اول ضروری چیز کا چاہئے اور اسکے بعد غیر ضروری کا بھی سہی اور اس کا عکس سوائے حماقت کے اور کیا ہے۔ غور سے دیکھا جاوے تو جیسے مردوں میں ضرورت ہے کہ ایک جماعت پوری تعلیم یافتہ ہو جنکو فارغ التحصیل مولوی کہتے ہیں ایسے ہی عورتوں میں بھی ضرورت ہے کہ چند عورتیں اچھی لیاقت کی اور قابلیت کی تیار ہوں کہ وہ دیگر مستورات کو ضروری مسائل سے آگاہ کر سکیں کیونکہ بہت سے مسائل اس قسم کے ہیں کہ عورتیں مردوں سے نہیں پوچھ سکتیں تعلیم الجنس للجنس اسہل ہوتی ہے دیکھو صحابہ کے وقت میں حیض و نفاس کے مسائل عورتیں اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کرتی تھیں۔ عورتوں میں ایسی قابل استانیاں پیدا ہونے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ بحمد اللہ اب اہل علم کی جماعت ہر جگہ اچھی تعداد میں موجود ہے جو لوگ خود اہل علم فارغ التحصیل مولوی ہیں وہ اپنی اولاد اناث کو علم دین پڑھاویں اور جہانتک بھی ممکن ہو کوشش کریں کہ ان میں علمی اور عملی قابلیت اس درجہ تک پیدا ہو جاوے جسکا طبقہ اناث متحمل ہو سکتا ہے اگر ہر جگہ ایک ایک دو دو بھی اس طرح کی مولویٔن پیدا ہو گئیں تو امید ہے کہ عام طبقہ اناث کو بہت فائدہ پہونچیگا پڑھانے کے ساتھ اس کی بھی کوشش

کریں کہ اُن کو تعلیم کا طریقہ بھی آوے تاکہ دوسروں کو نفع پہونچنا ممکن ہو۔ اس کی
نظیر نظروں سے کم گذری ہوگی لیکن احقر نے دو نظیریں دیکھی ہیں مرادآباد میں ایک صاحب
نے اپنی دو لڑکیوں کو باقاعدہ مولوی بنایا اور فقہ اور حدیث اور تفسیر تک اُن کو پڑھایا امید
تھی کہ اُن سے بہت نفع پہونچتا لیکن غلطی یہ ہوئی کہ اُن کی شادی ہمجنسوں کے ساتھ نہیں
کیگئی صرف برادری کے لحاظ سے ایسے لڑکوں سے بیاہ دی گئیں کہ وہ اُن کا پورا عکس تھے
جتنی یہ دیندار اور عالمہ تھیں اُتنے ہی وہ بددین اور جاہل تھے یہ سب محنت رائیگاں گئی اور
دوسروں کی تعلیم اور نفع رسانی تو کہاں اپنا ہی دین سنبھالنا مشکل ہوگیا اور وہ تمام علوم
خزانوں کی طرح مدفون رہے۔ شادی کرنے میں یہ ایک عام غلطی ہے کہ تمام باتوں میں تو جوڑ
لگایا جاتا ہے لڑکا لڑکی ہم عمر بھی ہوں طبیعتیں بھی مناسب ہوں حسب نسب میں بھی یکساں
ہوں حتی کہ جثہ میں بھی تغائر نہ ہو مگر دینداری اور بے دینی کا خیال بھی نہیں آتا جسکا
نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں تمام عمر مصیبت میں رہتے ہیں اگر ایک دیندار ہے اور ایک نہیں
تو وہ اُس کی دنیا کو مانع ہوتا ہے اور وہ اُس کے دین کو اور مافہم الدین والدنیا اذا اجتمعا
کا مصداق ہوجاتا ہے بندہ نے دو شخصوں کو دیکھا کہ دونوں کچہری میں نوکر تھے ایک مال
حرام سے مطلقاً مجتنب اور ایک بالکل نچلتے تھے اور بیبیاں دونوں کی برعکس تھیں پرہیزگار صاحب
کی بی بی اس بات پر لڑا کرتی تھیں کہ ہم تنگ دست رہتے ہیں تم کیوں نہیں لیتے جیسا کہ
اور لوگ لیتے ہیں اور دوسرے صاحب کی بی بی اس بات پر لڑا کرتی تھیں کہ تم مال حرام کیوں
لیتے ہو ہم ہزار احتیاط کریں مگر نہیں ہوسکتی غرض دونوں بلکہ چاروں کی زندگی
تلخ تھی کاش کوئی صورت ایسی ہوتی کہ دونوں کا تبادلہ ہوجاتا تو سبکو راحت ہوتی۔ دیندار
کے گھر میں دنیادار بالکل اسکی مصداق ہوجاتی ہے ؎

زینہار از قریں بد زینہار	وقنا ربنا عذاب النار

(۱) اگر ایسی مولونیں تیار ہوجاویں تو چاہئے کہ اُن کا جوڑ بھی ایسی جگہ لگایا جاوے کہ وزیرے
چنیں شہریارے چناں کا مصداق ہو پھر دیکھئے دین کی کتنی ترقی اور مستورات اور بچوں
کیلئے کس قدر دینی سہولتیں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۴

(یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان) یعنی دریا شور و شیریں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن میں مرجان سے مراد مونگا نہیں بلکہ ایک قسم کا باریک موتی مراد ہے اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے (فبأی آلاء ربکما تکذبان) کہ اے جن و انسان تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کی تکذیب و انکار کروگے حالانکہ اس کے انعامات و احسانات اس سے بھی زیادہ ہیں (جو کہ بیان کئے گئے) پھر دیکھو سمندر سے عنبر وغیرہ منفعت کی چیزیں نکلتی ہیں اور کشتیوں اور جہازوں کے عجائبات میں بھی تامل کرو کہ حق تعالیٰ نے ان کو کس طرح پانی کی سطح پر ٹھیرا رکھا ہے جنپر اللہ کے بندے سوار ہو کر طلب اموال اور تحصیل اغراض کیلئے سفر کرتے ہیں حق تعالیٰ نے کشتیوں کو اپنی علامات قدرت میں سے بنایا ہے ارشاد فرماتے ہیں (والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس) یعنی ان کشتیوں میں بھی قدرت خداوندی کی نشانی موجود ہے جو لوگوں کے منافع کے لئے سمندر میں چلتی ہیں۔

19

حق تعالیٰ نے کشتیوں کو اس طرح مسخر فرمادیا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے بوجھل اسباب سمیت اٹھا کر ایک ولایت سے دوسری ولایت میں پہونچا دیتی ہیں جہاں بدون جہاز و کشتی کے پہونچنا مشکل تھا اور اگر جہاز و کشتی کے بغیر کوئی خشک راہ سے جانیکا قصد بھی کرتا تو سخت مشقت کا سامنا ہوتا اور یقیناً اگر جہاز اور کشتیاں نہوں تو دور دراز شہروں تک تجارتی اموال کے پہونچانے سے مخلوق عاجز ہو جاتی پس جب حق سبحانہ و تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ اپنے بندوں پر لطف و مہربانی فرمائے اور انپر مشقتوں کو آسان کردے تو اول بڑی بڑی لکڑیاں پیدا فرمائیں جن کے اجزاء ہوا کی وجہ سے متخلخل (یعنی کھوکرے) ہیں تاکہ وہ پانی میں ڈوبیں نہیں بلکہ اس کی سطح پر تیرتی رہیں پھر بندوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ ان لکڑیوں سے کشتیاں اور جہاز اس طرح بنائیں کہ ان کے بیچ میں فضاء (یعنی خالی حصہ) ہو تاکہ اسمیں اسباب وغیرہ رکھ سکیں پھر اللہ تعالیٰ نے ہوائیں ایک خاص مقدار و اندازہ سے معین اوقات میں بھیجی تاکہ وہ کشتیوں کو چلائیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچائیں پھر کشتیوں والوں کے دلوں میں ہوا کے تیز اور سست چلنے کے اوقات

کا علم القار کردیا تاکہ وہ کشتیوں کو اُن ہواؤں میں چلائیں جنکا تحمل بادبان کر سکے۔
اے عزیز نظر تامل سے دیکھو کہ حق تعالیٰ شانہ نے پانی کے اندر کسقدر منافع رکھے ہیں کیونکہ وہ ایک لطیف و نازک جسم ہے جسمیں رقت و سیلان کے ساتھ تمام اجزاء باہم ایسے متصل ہیں کہ گویا وہ ایک چیز ہے اُس کی ترکیب نہایت پاکیزہ ہے وہ بہت جلد انفصال کو قبول کر لیتا ہے گویا کہ وہ کوئی منفصل چیز ہے جو ہر تصرف کو قبول کر لیتی ہے پس اسمیں اتصال و انفصال دونوں کی قابلیت ہے یہانتک کہ اسمیں کشتیوں کا چلنا بسہولت ممکن ہے پس اُن لوگوں پر نہایت تعجب ہے جو ان تمام چیزوں میں نعمت خداوندی سے غافل اور بے خبر ہیں حالانکہ ان میں سے ایک ایک نعمت میں فکر کرنے والے کے لئے وسیع میدان کھلا ہوا ہے اور یہ چیزیں سب کی سب اپنے خالق کی عظمت و جلالت کے لئے پختہ اور مستحکم دلائل ہیں جو زبان حال سے اسکی قدرت کاملہ اور عجیب حکمتوں کو ظاہر کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ اے غافل انسان! کیا تو نہیں دیکھتا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کیسی صورت عطا کی اور کس طرح مجھے ترکیب دی اور کس طرح میرے اندر تغیرات ہوتے رہتے ہیں جنسے بیشمار فائدے حاصل ہوتے ہیں کیا کوئی سلیم و پختہ عقل والا یہ گمان کر سکتا ہے کہ یہ سب تغیرات خود بخود پیدا ہو گئے یا ہمکو ہمارے کسی ہمجنس نے پیدا کیا ہے بلکہ یہ سب اُس قادر قہار عزیز جبار ہی کی صنعت (اور عجیب کاریگری ہے)۔

چھٹا باب پانی کے پیدا کرنیکی حکمتوں میں

حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں (وجعلنا من الماء کل شئ حي افلا یومنون) ہمنے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے (یہ کافر) یقین نکریں گے۔
دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں (فانبتنا به حدائق ذات بهجة ما کان لکم ان تنبتوا شجرها ءاله مع الله بل هم قوم یعدلون) پھر ہمنے پانی سے سرسبز باغ پیدا کر دئے کہ تم اُن کے درختوں کو اگا نہ سکتے تھے کیا اب بھی کوئی خدا کا شریک (تمہارے ذہن میں) ہے (ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (سیدھی راہ سے) ہٹے جاتے ہیں۔

۲۰

اے عزیز! خدا تمکو توفیق دے ذرا اس عظیم الشان احسان پر نظر کرو جو شیریں پانی پیدا کر کے حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کیا ہے جسپر اُن تمام جانداروں اور اُگنے والی چیزوں کی جو کہ زمین پر آباد ہیں زندگی موقوف ہے۔

اگر کوئی انسان اضطراب اور بےچینی کے وقت ایک چلو بھر پانی سے روکدیا جائے تو وہ اُس کے لئے تمام خزائن دنیا کو خرچ کر دینا سہل سمجھے گا اور (ایک چلو پانی کے مقابلہ میں شدت پیاس کے وقت اُن تمام خزانوں کی کچھ بھی حقیقت نہ سمجھے گا) مگر سخت تعجب ہے کہ لوگ اس نعمت عظیمہ سے بالکل بے خبر ہیں۔ دیکھئے جب پانی کی احتیاج ہر چیز کو بہت زیادہ تھی تو حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اُس کے خزانے کسقدر عام اور وسیع فرمادیئے اگر ایک معین مقدار پر پیدا کرتے تو تمام ساکنان دنیا پر بہت بڑی تنگی ہو جاتی پھر پانی کی رقت و لطافت کو دیکھئے کہ وہ زمین پر نازل ہو کر اُس کے مسامات میں نفوذ کرتا ہے تو اُس سے درختوں کی جڑیں غذا حاصل کرتی ہیں۔

۲۰۱

پھر بواسطہ حرارت آفتاب کے اپنی لطافت کی وجہ سے وہ درختوں اور بیلوں کے بالائی حصہ پر پہونچ جاتا ہے حالانکہ اُس کا طبعی اقتضار نیچے کی طرف مائل ہوتا ہے اور چونکہ حیوانات کے پیٹ میں غذا کو پکانے کیلئے پانی پینے کی سخت ضرورت تھی تاکہ غذا اپنے موقع میں صرف ہو سکے تو حق تعالیٰ شانہ نے ضرورت کے وقت پینے والوں کیلئے اُسمیں کسقدر لذت رکھدی ہے اور طبیعت کتنی جلدی اُسکو قبول کر لیتی ہے کہ پینے والا اُس سے بڑی راحت اور خوشی حاصل کرتا ہے۔

پانی سے بدنوں اور کپڑوں کا میل دُور ہو جاتا ہے اور اُس سے زمین کی مٹی تر ہو کر تعمیر وغیرہ کے کام میں آجاتی ہے۔ اور اُس ہر خشک چیز جسکا استعمال خشک رکھکر نہیں ہو سکتا تر ہو جاتی ہے اور شربت اُسکی وجہ سے رقیق ہو جاتے ہیں تو اُن کا پینا سہل اور خوشگوار ہو جاتا ہے اور پانی ہی کے ذریعہ سے آگ کی لپٹ بجھ جاتی ہے پانی پڑنے کے بعد وہ بھڑک نہیں سکتی۔

اور پانی کے ذریعہ سے گلے کا پھندا جس سے انسان قریب موت کے پہونچ جاتا ہے

زائل ہو جاتا ہے اور تھکا ماندہ آدمی جب اس سے غسل کرتا ہے تو اسی وقت راحت پا لیتا ہے پانی ہی سے تمام پکانے کھانے کی چیزیں درست ہوتی ہیں۔ جو کہ بدون تر کئے استعمال کے قابل نہیں ہوتیں اور بہت سے فائدے پانی میں بندوں کے لئے ہیں جن سے کسی وقت وہ مستغنی نہیں ای عزیز! اس نعمت عظیمہ کی وسعت پر پھر نظر کر کہ حق تعالیٰ نے اس کا حاصل کرنا کس قدر سہل فرما دیا حالانکہ بوجہ شدت احتیاج کے وہ بڑی قیمتی چیز ہے اگر اس میں کسی قدر بھی دشواری اور تنگی ہوتی تو دنیا میں جینا دشوار اور عیش مکدر ہو جاتا پس معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کو پانی کے نازل فرمانے سے دنیا کی آبادی اور حیوانات و نباتات و معادن وغیرہ کی حفاظت مقصود ہے نیز اور بھی بہت سی منفعتیں ہیں جن کے بیان کرنے سے زبان قلم عاجز ہے پس تمام تعریف اسی شے احسان کرنے والے رب العلمین کے لئے ہے۔

ساتواں باب ہوا کی پیدا کرنے کی حکمت میں

۲۲

حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں (وارسلنا الریاح لواقح فانزلنا من السماء ماء فاسقیناکموہ وما انتم له بخازنین) اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں اس حال میں کہ وہ بادلوں سے بوجھل ہوتی ہیں پھر ہم آسمان سے پانی نازل کرتے ہیں پھر تمکو اس سے سیراب کرتے ہیں اور تمھاری پانی کے خزانے جمع نہیں رہ سکتے۔

اے عزیز! خدا کی تجھ پر رحمت ہو خوب سمجھو کہ یہ جس قدر خلا ر آسمان زمین کے درمیان تمکو نظر آتا ہے اس میں ہوائیں بھری ہوئی ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام خشکی میں رہنے والے حیوانات ہلاک ہو جاتے کیونکہ ہوا کھانے ہی سے تمام حیوانات کے بدن میں حرارت معتدل رہتی ہے اس لئے کہ خشکی میں رہنے والے حیوانات کے لئے ہوا ایسی ہے جیسے تری میں رہنے والی مخلوق کے لئے پانی اگر ہوا بند ہو جائے تو حیوانات کی بدن کی حرارت قلب کی طرف مائل ہو کر ان کی ہلاکت کا سبب بنجائے گی۔

(باقی آئندہ)

اس کا نام رضا بر قضا ہے اور رضا بر قضا حق تعالیٰ کی ایسی بڑی نعمت ہے کہ اسکی لذت کے سامنے دنیا کی لذیذ سے لذیذ نعمت کا مزہ بھی مغلوب ہے۔

صاحبو۔ افسوس ہے کہ تم رضا بر قضا کی لذت و چاشنی سے محروم ہو اور اس محرومیت کی وجہ سے تمہاری مصیبتیں سخت ترین مصیبتیں بنی ہوئی ہیں ذرا سوچو اور غور کرو کہ اگر گرمی کا موسم آئے اور ہم حق تعالیٰ شانہ کی موافقت نہ کریں اور یوں نہ سمجھیں کہ یہ امر مقدر اور تجویز کردہ خلاقِ عالم ہے تو بتاؤ کہ ہماری ناگواری و مخالفت کا کیا انجام ہوگا؟ ظاہر ہے کہ ہماری ناگواری سے گرمی کا موسم دور نہیں ہوجائیگا۔ اسکی تپش کم نہوگی اوسکی لوئیں اور حرارت رفع نہونگی غرض ہماری مخالفت گرمی کے موسم کو سردی سے تو بدل نہ سکے گی اور الٹی تکلیف بڑھیگی کہ اگر راضی برضا بنکر گرمی گذارتے تو گو بدن کو گرمی محسوس ہوتی مگر دل پریشان نہوتا اور اب مخالفت و ناگواری کی صورت میں گرمی کا موسم ہمارے بدن کو بھی تپائیگا اور دل کو بھی کرب و پریشانی میں ڈالدیگا کہ ہائے واویلا مچائیں گے اور غصہ کے مارے اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائیں گے۔ اسی طرح مثلاً سردی کا موسم آنے کیوقت اگر حکم خدا کے موافق بنجائیں گے تو بہتر ہے کہ امن و امان کے ساتھ موسم گذر جائیگا ورنہ جاڑا ہمکو ٹھٹرادیگا اور بدن کے ساتھ دل کو بھی تکلیف و پریشانی میں ڈالدیگا۔ اگر تم اپنی عقل سے کچھ بھی کام لوگے تو اپنی زندگی میں ہمیشہ آنیوالے ان موسموں سے پورا سبق حاصل کروگے کہ ان دونوں موسموں میں موافقت کا اختیار کرنا اور راضی برضاءِ حق بنکر سہہ کا لینا انکی اذیت و اثر کی شدت کو زائل کردیگا۔ کہ نہ گرمی کی تکلیف معلوم ہوگی نہ سردی کی دونوں مختلف موسم اپنے اپنے وقت پر آئیں گے اور تمکو ہنستا اور مسکراتا ہوا ہشاش بشاش چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اگر تمنے ان کو اپنی مرضی کے خلاف اپنا تکلیف دہ اور اپنا ایذا رساں سمجھا تو تمہاری اس کج فہمی سے موسم گرما کی گرمی اور سرما کی سردی تو ذرہ برابر کم ہوگی نہیں اور الٹا تمکو پریشان حال مضطرب و بیقرار ہونا پڑیگا ایک کے آنیکی کلفت ابھی ختم نہوگی کہ فوراً ہی دوسری پریشانی اپنا منہ دکھائیگی اور بادل ناخواستہ اس چکر میں گھوم گھوم کر زندگی کے دن لگاتار و متواتر کرب و ضیق میں نہایت بے لطفی کے ساتھ ختم ہوں گے بس یہی

19

حال جملہ بلاؤ آفات و مصائب کا ہے کہ ان کے نزول کے وقت موافقت کرنا ان آفات
تقدیری کو تو رفع نہ کریگا مگر ان کا کرب اُن کی اذیت اور اُن کا اثر جو قلب و روح پر پڑنا چاہیے یعنی
کرب و ضیق اور تنگی و تنگدلی اور اضطراب و بیقراری سو اسکو ضرور دور کر دیگا یہ رضا بر قضا کا دنیوی
ثمرہ ہے کہ اسکی بدولت بڑی سے بڑی مصیبت بھی راحت سے بدلجاتی اور تکلیف کا اونچے
سے اونچا پہاڑ بھی پرکاہ اور گھاس کا تنکا بنجاتا ہے۔ اب رہا آخرت کا ثمرہ سو اسکا تو پوچھنا ہی
کیا؟ آقا کی زدوکوب پر گردن جھکانیوالا غلام کہ پٹ پٹا کر نہ شکوہ و شکایت کا کلمہ زبان سے
نکالے اور نہ گرانی یا گلہ کا اثر قلب پر لائے جتنا بھی قدر دان آقا کا منظور نظر بنے اور دائمی عزت و
احسان و لطف و اکرام کے انعامات کا مستحق قرار پائیگا اسکو ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہے۔
صاحبو۔ اس حجرہ نشین قوم کی قلبی راحت اور روحانی لذت کا کوئی کیا اندازہ کرے کہ
بظاہر مفلس و نادار معلوم ہوتے ہیں اور درحقیقت دنیا کے بادشاہ بنے ہوئے ہیں۔ بظاہر معلوم
ہوتا ہے کہ انکو نہ لذیذ غذائیں میسر ہیں نہ نفیس کپڑے اور واقع میں انکی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں
گذرتا جو انکی دلتنگی یا گرانی خاطر سے انکا ہمدرد بنائے۔
سبحان اللہ انکے واقعات روزمرہ کیسے عجیب اور انکے حالات مختلفہ کس قدر پیارے اور قابل رشک و غبطہ
حالات ہیں کہ بمقتضائے ہر چہ از دوست میرسد نیکوست حق تعالیٰ کی طرف سے انکو جو کچھ بھی پہونچتا
ہے وہ انکے نزدیک لذیذ و خوشگوار ہوتا ہے۔ اگر مرض میں مبتلا ہوتے ہیں تو اسمیں ایسی لذت آتی ہے
جو تندرستی کے وقت حاصل نہ تھی اور صحت و عافیت ملتی ہے تو اسمیں وہ مزہ ملتا ہے جو مرض کی حالت
میں نصیب نہ تھا غرض انسانی زندگی کے احوال مختلفہ اگرچہ ایک دوسری کی ضد سمجھتے ہیں مگر چونکہ سب
منجانب اللہ اور قضاء و قدر کے محکوم و ماتحت ہیں اسلئے اللہ والوں کی روحانی لذت سب میں مشترک
اور ہر حال کے اندر موجود ہے لہذا یہ کہنا بالکل صحیح اور عقل کی رو سے بھی قطعی حق ہے کہ
اہل اللہ کی زندگی کی برابر دنیا میں کسی کی زندگی بھی پُر لطف نہیں ہے اور اگر مالک تخت
و تاج یعنی ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی پر لطف زندگی کا جویاں ہو تو اس کو اپنی جاہ و حشمت
کی زندگی پر لات مار کر ان حضرات کی زندگی کا طالب ہونا پڑے گا جن کے نزدیک
تلخی میں بھی ایک مٹھاس ہے اور تکلیف کے اندر بھی ایک خاص مزہ ہے۔ ذلت کے اندر
بھی ایک عزت ہے اور افلاس و تہیدستی میں بھی غناء و تونگری ہے۔

۲۰

(باقی آیندہ)

الاحکام الوقتیہ

بابت ماہ ذی الحجہ ۳۳ھ

(۱) عیدالاضحیٰ کی نماز کا بھی وہی طریقہ ہے جو کہ عیدالفطر کی نماز کا الامداد شوال ۳۳ھ میں لکھا گیا ہے۔ صرف اسقدر فرق ہے کہ نیت میں فقط عیدالفطر کی جگہ عیدالاضحیٰ کہے۔

(۲) ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی صبح سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد (جو باجماعت بمقیم ہونے کی حالت میں مصر میں ادا کی جاوے) تکبیرات تشریق بآواز بلند واجب ہیں مسافر اور عورت[۱] اور منفرد کے لئے بھی بعض علماء کا قول ہے اسلئے اگر کہہ لیں تو بہتر ہے۔ تکبیرات یہ ہیں اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد

(۳) عیدگاہ کے راستہ میں بلند آواز سے تکبیرات تشریق پڑھتا ہوا جاوے۔

(۴) ان ایام میں قربانی کا بہت زیادہ ثواب ہے جس پر صدقہ فطر واجب ہے اسپر قربانی بھی واجب ہے اور اگر کوئی غریب جس پر واجب نہیں ہے قربانی کردے اُسکو بھی بہت زیادہ ثواب ملتا ہے اور قربانی کے تین دن ہیں دسویں تاریخ بعد نماز عید سے بارھویں کے غروب آفتاب سے قبل تک۔

(۵) گاؤں والے قربانی نماز عید سے پہلے کرسکتے ہیں لیکن صبح صادق سے پہلے اُنکو بھی جائز نہیں اکثر لوگ ایسی غلطی کرتے ہیں۔

(۶) جب قربانی کا جانور قبلہ رخ لٹاوے تو پہلے یہ دعا پڑھے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ ٥ پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ کہہ کر ذبح کرے اور بعد ذبح یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ[۲] کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ

---

[۱] عورت اگر تکبیر کہے تو آہستہ کہے۔ ۱۲ منہ

[۲] اگر کسی اور کی طرف سے ذبح کرے تو مِنِّیْ کی جگہ مِنْ فُلَانٍ کہے اور فلاں کی جگہ اُسکا نام لے ۱۲ منہ

ابراھیم علیہما الصلوٰۃ والسلام ۔

(۷) اکثر لوگ قربانی کی کھال اذان وغیرہ کی اُجرت میں دیدیتے ہیں یہ ہرگز جائز نہیں یا تو خود اُس کھال کو بدون فروخت کئے ہوئے اپنے استعمال میں لاوے۔ ورنہ فروخت کرنے کے بعد اُسکی قیمت کا صدقہ کردینا واجب ہے اُس قیمت کو اپنے کسی صرف میں لانا جائز نہیں۔

(۸)۔ ایک رسم عام یہ ہوگئی ہے کہ قربانی کے بعض حصص کو بعض لوگوں کا حق سمجھا جاتا ہے اور اگر اُن کو وہ چیزیں نہ دی جاویں تو جھگڑا ہوتا ہے۔ یہ حق سمجھنا بالکل ناجائز ہے صاحب قربانی جسکو جو چاہے تبرعاً دیسکتا ہے اگر وہ کسی کو ایک بوٹی بھی نہ دے تب بھی اُس کو جائز ہے لیکن مستحب ہے کہ قربانی کا گوشت خود بھی کھاوے اور اعزا واقارب وفقراء کو بھی دے مگر فقراء کو دینے میں ایک تہائی سے کمی نہ کرنا مستحب ہے ضروری نہیں۔

(۹) قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ خوبصورت ہو۔ کانا۔ اندھا۔ لنگڑا۔ ٹنڈا۔ دبلا نہ ہو

(۱۰) بعض لوگ گابھن گائے بکری کی قربانی ناجائز سمجھتے ہیں یہ غلط ہے لیکن مستحسن یہی ہے کہ اُس کو ذبح نہ کیا جاوے۔

(۱۱) اکثر لوگ گوشت کو بے وزن کئے ہوئے تقسیم کرلیتے ہیں یہ جائز نہیں گو سب شرکا راضی ہوں۔

(۱۲) ایک گائے اور ایک اونٹ میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اور بھیڑ بکری دنبہ میں ایک آدمی

(۱۳) قربانی کیلئے گائے بھینس دو برس کی اور اونٹ پانچ برس کا اور بکری بھیڑ دنبہ ایک سال کا ہونا چاہئے اور دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور اگر سال بھر والے بچوں میں چھوڑ دیا جاوے تو کچھ فرق نہ معلوم ہو تو ان کے چھ مہینہ کے بچہ کی بھی قربانی جائز ہے ورنہ سال بھر کا ہونا چاہئے۔

(۱۴) مردہ کی طرف سے بھی قربانی جائز ہے اور اُس کے گوشت کا حکم مثل اپنی قربانی کے گوشت کے ہے البتہ اگر مردے کی وصیت پر اُسکے ترکہ سے قربانی کی ہو اُس گوشت کا تمام کا خیرات کر دینا واجب ہے۔

(۱۵) ذبح سے پہلے کھال کا فروخت کر ڈالنا حرام ہے۔

المرقومہ
اشرف علی عفی عنہ

من المثنوی المعنوی

ن چو اسمٰعیل و جان همچون خلیل | کرد جان تکبیر بر جسم نبیل

قت ذبح الله اکبر می کنی | همچنین در ذبح نفس کشتنی

وی الله اکبر و این شوم را | سر ببر تا وا رهد جان از عنا

همچو اسمٰعیل پیشش سر بنه | شاد و خندان پیش تیغش جان بده

یم جان بستاند و صد جان دهد | آنچه در وهمت نیاید آن دهد

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمتِ محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔
(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔
(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔
(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔
(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ ؏ ہے!
(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے ؏ کا ویلو ہوگا۔
(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔
(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔
(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت انکی واپس کردی جائیگی۔
(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔
(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔
(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

ے
دیل اس عقد
کے جواز کی دلیل امداد
مطبوعہ مصر ۱۳۹۲ھ
جلد رابع صفحہ
۱۸ و ۱۹ پر دیکھو
۲۶ مئی ۱۲ء۔

این صحیفہ کامسلسل امداد نام	یافت امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۴ ہجری

(۷)

به برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

مژدہ

الحمدللہ کہ حصہ ششم دعوات عبدیت و تربیۃ السالک حصہ دوم تیار ہوگئے ہیں دعوات عبدیت حصہ ششم کی رعایتی قیمت ۴/ اور تربیۃ السالک کی ۳/ ہے — رفیق احمد مدیر رسالہ

نوٹ۔ فہرست کتب رعایتی صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ ہو۔ ۱۲

ہمارے ناظرین
... کوشش ... کرنے کے وقت ... صفحہ ... دیکھ لیں کہ ... اشتہار ... موجب مزید ... کا ہو۔ + + +
(نائب مدیر)

دنیا کے رنج اور خوشی کی مثال

واقعی یہاں کا غم ہی کیا یہاں کے غم کی تو ایسی حالت ہے جیسے خواب کا غم سو خواب میں اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے اور اُسی وقت آنکھ کھل جائے اور دیکھے کہ ایک نہایت عمدہ مسہری بند کیسے ہوئے پلنگ پر آرام کر رہا ہے اور بہت بڑا محل ہے لوگ اِدھر اُدھر کھڑے جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں تو کیا اُس شخص کے ذہن میں وہ خواب رہیگا۔ ہرگز نہیں اسی طرح یہاں کی خوشی بھی خواب کی سی خوشی ہے چنانچہ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ میں تخت سلطنت پر متمکن ہوں اور آنکھ کھل جائے تو دیکھے کہ چاروں طرف پولیس کے سپاہی ہتھکڑیاں لئے کھڑے ہیں اور اُسکو جیلخانے لیجانا چاہتے ہیں تو کیا اُس خواب کی بادشاہت سے اُسکو کچھ راحت ہوئیگی ہرگز نہیں بس یہی حالت ہے دنیا کے غم اور دنیا کی خوشی کی کہ اگر خدا کے سامنے خوش گیا تو یہاں کے عمر بھر کے غم و رنج کچھ بھی نہیں ہیں اور اگر خدا کے سامنے غمزدہ گیا تو یہاں کی عمر بھر کی خوشی بھی خاک ہے مگر اب لوگ اس خواب و خیال کو حقیقی غم اور خوشی سمجھتے ہیں جس کی وجہ بس یہی ہے کہ دنیا کو اپنا گھر سمجھ رکھا ہے۔

مصائب دنیا سے کاملین کی پریشان نہونے کی وجہ

صحابہ کرامؓ میں بس یہ بات نہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ اُن حضرات میں نہ تکبر تھا نہ شیخی تھی اور نہ وہ کسی مخلوق سے ڈرتے تھے اس لئے کہ خدا تعالیٰ سے لو لگائے ہوئے تھے ہر وقت وقت آخر کے منتظر تھے اور صحابہ کرام کی تو بڑی شان ہے اولیاء اللہ کی بھی حالت ہوتی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ جب اُن کا کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو اُن کو غم بھی نہیں ہوتا کیونکہ غم خلاف امید ہونے سے ہوتا ہے تو جو شخص کسی چیز کے بارے میں یہ امید رکھے کہ یہ ہم سے جدا نہوگی اُسکو اُس چیز کے جدا ہونے کا غم ہوگا ورنہ کوئی بھی غم نہونا چاہیئے

ہاں طبعی رنج دوسری بات ہے میں پریشانی کے غم کی نفی کر رہا ہوں یہی فرق ہے ان لوگوں میں جو دنیا کو اپنا گھر سمجھتے ہیں اور ان میں جو دنیا کو اپنا گھر نہیں سمجھتے اسی کو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں۔
ارضیتم بالحیٰوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیٰوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل ٥

آخرت کو یاد کرنے کا اثر اور طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ آخرت کو کثرت سے یاد کیا جائے اس سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائیگی اور آخرت کی نعمت کی محبت اور آخرت کے عذاب سے خوف یوں پیدا کرو کہ بیٹھکر سوچا کرو کہ ہمکو مرنا ہے اور خدا کے سامنے جانا ہے پھر ایک دن ہمارا حساب ہوگا۔ اگر اچھی حالت ہے تو بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی ورنہ سخت سخت عذاب ہوں گے اور نفس سے کہا کرو کہ اے نفس تو دنیا کو چھوڑنے والا ہے قبر میں تجھسے سوال ہوگا اگر اچھے جواب دے سکا تو ابدالآباد کا چین ہے ورنہ سدا کی تکلیف ہے پھر تجھے قیامت کو اٹھنا ہے اور اس روز تمام نامۂ اعمال اُڑائے جائیں گے تجھے پلصراط سے گذرنا ہوگا پھر آگے یا جنت ہے اور یا دوزخ ہے اسکو روزانہ سوچا کرو اس سے آخرت کے ساتھ تعلق ہوگا اور دنیا سے دل سرد ہو جائیگا۔

موت سے وحشت ہونے کا علاج

موت کے مراقبے سے ممکن ہے کہ کسی کو یہ خلجان ہو کہ اس سے تو وحشت ہوگی اور جی گھبرائیگا اس کا علاج یہ ہے کہ جب وحشت ہونے لگے تو خدا تعالیٰ کی رحمت کو یاد کیا کرو اور سوچا کرو کہ اُسکو اپنے بندوں سے اتنی محبت ہے کہ ماں کو بھی اپنے بچے سے اتنی محبت نہیں ہے تو اُس کے پاس جانے سے وحشت کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اس مراقبے کے بعد پھر کبھی دنیا کی طرف دل راغب ہو اور گناہ کو جی چاہے اور کوئی گناہ صادر ہو چکا ہو تو مراقبے کی تجدید کے ساتھ توبہ کر لیا کرو۔

توبہ بغیر ادائے حقوق کے قبول نہیں ہوتی

توبہ کا تتمہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی کا حق تمھارے ذمے ہو اسکو بہت جلدی ادا کر دو اس سے

انشاء اللہ خدا تعالیٰ سب گناہوں کو معاف کر دے گا پھر انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آخرت کا دائمی عیش ہوگا۔

اپنے لئے اعتقاد اباحۃ اور عدم مضرت معاصی کا ابطال

بعض لوگ اعتقاداً بعض حالاً یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ بھی کریں ہمکو گناہ نہیں ہوتا جنکو اس کا اعتقاد ہے وہ تو کفر میں مبتلا ہیں وہ اپنی مثال ایسی سمجھتے ہیں کہ جیسے ایک دریا ہو کہ اس میں اگر پیشاب کے قطرات گریں تو وہ دریا ناپاک نہیں ہوتا بلکہ وہ پیشاب ہی اسمیں فنا ہو جاتا ہی ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تمنے جو اپنے کو دریا سے تشبیہ دی یہ تشبیہ تمہاری تراشی ہوئی ہے یا قرآن و حدیث میں کہیں یہ تشبیہ ہے اگر تراشی ہوئی ہے اور تمہارے نزدیک ٹھیک ہے تو یہ بھی کرو کہ گورنمنٹ جسکی ابتک اطاعت کی ہے اب اسکی عملداری میں ڈکیتی ڈالو اور جب گرفتار ہو کر آؤ کہدو کہ اب ہم دریا ہو گئے ہیں اگر اس عذر کو سنکر سرکار چھوڑ دے تو خدا سے بھی امید رکھو اور جیسے خدا سے امید باندھے بیٹھے ہو کہ وہ ہمکو دریا سمجھ کر چھوڑ دیگا ایسے ہی ڈکیتی ڈالنے میں سرکار سے بھی امید رکھنی چاہیے یہ نفس کی شرارتیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ واقع میں دریا تھے چنانچہ ارشاد ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ آپ نے تو کبھی یہ دعویٰ کیا ہی نہیں آج کس کا منہ ہے کہ وہ اپنے کو دریا کہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقبولیت پر یہ فرماتے تھے کہ انی اخشاکم للہ واعلمکم باللہ۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اس کا دعویٰ نہیں کیا اور اس بناء پر کبھی کسی کا حق نہیں دبایا۔

حکایت:۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک صحابی کی کوکھ میں انگلی چبھو دی تھی انھوں نے کہا کہ میں تو بدلہ لونگا آپ نے فوراً فرمایا کہ بدلہ لیلو اور اپنی کوکھ ان کے سامنے کر دی انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا بدن تو کھلا تھا اور آپ تو کپڑا پہنے ہوئے ہیں آپ نے فوراً کرتہ اٹھا دیا وہ صحابی آپ کے پہلوئے مبارک سے چمٹ گئے اور بوسے دینے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا تو یہ مقصود تھا لوگوں نے جو وفات نامہ میں حضرت عکاشہؓ کی حکایت

گڑھ لی ہے وہ صحیح نہیں صحیح حکایت یہ ہے۔

صحابہ کرام کی تواضع

اسی طرح حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کبھی اپنے کو اتنا بڑا نہیں سمجھا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اتفاقاً اگر کسی پر سختی ہوگئی تو بدلہ نہ دیا ہو۔

حکایت حضرت ابو عبیدہؓ ملک شام میں ایک لشکر کے سپہ سالار تھے وہاں کسی عیسائی بادشاہ کی تصویر کھڑی تھی بعض مسلمانوں نے جوش میں اُس تصویر کی ایک آنکھ پھوڑ دی حضرت ابو عبیدہؓ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے کہلا بھیجا کہ میں راضی ہوں کہ وہ لوگ اُس تصویر کے بدلے میں میری ایک آنکھ پھوڑ ڈالیں۔

حکایت حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا گیا کہ آپ اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ ھٰذا اوردنی الموارد۔

حکایت۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو دیکھا گیا کہ مشکیزے میں پانی لیکر محلے میں بھرتے پھرتے ہیں پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایک شخص نے اگر تعریف کی تھی میں نے غور کرکے دیکھا کہ نفس اُس سے خوش ہوا اس لئے اسکا علاج کر رہا ہوں غور کیجئے ان دونوں صاحبوں نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم تو دریا ہیں ہمیں سب معاف ہے۔

حکایت۔ حضرت علیؓ نے کرتہ پہنا اور اسکی آستینیں تراش دیں پوچھا گیا تو فرمایا کہ جب میں نے اسکو پہنا تو مجھے یہ اچھا معلوم ہوا اور طبیعت اسمیں مشغول ہوئی اسلئے میں نے اس کی آستینیں پھاڑ دیں تاکہ یہ بدنما ہو جائے۔ اب یہ حالت ہے کہ اگر کہیں بخیے میں بھی کمی رہ جائے۔ تو درزی کے سر پر مارتے ہیں وہ حضرات اچھے کپڑے کو بھی خراب کر لیتے تھے غرض یہ کسی کا یہ خیال کہ ہم دریا ہوگئے ہیں اور ہمیں گناہ سے ضرر نہ ہوگا بالکل غلط خیال ہے اس قسم کے لوگ اب بھی موجود ہیں اور پہلے بھی ہوئے ہیں چنانچہ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ اپنی نسبت یہ کہتے ہیں کہ نحن وصلنا فلا حاجۃ لنا فی الصلوٰۃ والصوم یعنی اب ہم پہونچ گئے ہیں اس لئے ہمکو نماز روزے وغیرہ

کی ضرورت نہیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ صدقاً فی الوصول ولکن الی سقرؔ اور فرمایا کہ اگر ہزار برس کی میری عمر ہو تو اخیر عمر میں بھی ایک وظیفہ بھی نہ چھوڑوں غرض یہ خیال بالکل غلط ہے اور اس آیت میں۔ فمن یعمل مثقال ذرۃٍ شرًا یرہ۔ خدا تعالےٰ اس کا ابطال فرماتے ہیں۔

گنہگار کو بھی حسنات پر ثواب ملتا ہے

اگر گنہگار بھی نیک کام کرے تو اُس پر اجر ملیگا اور معصیت کا وبال معصیت پر اگر وہ معاف نہو تو الگ ہو گا جیسے کوئی حاکم اپنے عہدے کے کام کو بھی انجام دے اور رشوت بھی لے تو اگر حکام بالا کو اطلاع ہو جائے تو رشوت ستانی پر سزا ملے گی لیکن جس وقت تک عدالت کا کام کیا ہے اُسوقت تک کی تنخواہ بھی ضرور ملے گی۔

بغیر ترک گناہ کے حسنات میں نور نہ ہونا

۵۳

اگر نیک کام کیا جائے اور گناہوں سے بچتا نہ رہے تو اُسوقت طاعت کی بدولت جو نور ہو گا وہ گناہوں کے ساتھ ہرگز نہو گا اور وہ رونق اور شگفتگی اور مسرت جو کہ طاعت کرنے سے ہوتی ہے وہ نہوگی بلکہ ایسا ہو گا جیسا کہ بہت لذیذ کھانا پکایا اور اُسمیں تھوڑی راکھ بھی جھونکدی تو راکھ جھونکنے کے بعد بھی وہ کھانا تو رہا لیکن کرکرا ہو گیا اسی طرح گنہگار آدمی نماز تو پڑھتا ہے لیکن طبیعت پھیکی پھیکی رہتی ہے وہ نشاط اور انبساط جو نماز سے ہوتا ہے وہ اُسکو نہیں ہوتا اگرچہ دلیل سے پھر چپ کر یہ سمجھے کہ ثواب ملیگا لیکن قلب بالکل کورا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ اس قدر بے برکتی ہوتی ہے کہ جو ثواب ملتا ہے وہ نظر ہی نہیں آتا بلکہ گناہوں کے حجاب میں چھپ جاتا ہے اس کی ایسی مثال سمجھئے کہ جیسے کسی آئینہ میں چراغ کو رکھکر اوپر سے سیاہ کپڑا لپیٹ دو اس صورت میں چراغ کی روشنی تو باقی رہے گی لیکن اس قدر دھیمی ہو جائیگی کہ بعض اوقات رستہ بھی نظر نہ آئیگا البتہ بہت ہی کوئی دقیق النظر ہو تو وہ دیکھ لیگا یا کوئی دیکھکر بتلا دے تو مان لیں گے باقی خود

کچھ نظر نہ آئیگا تو چونکہ حضور نے فرمایا ہے کہ ثواب ملیگا اس لئے ہم مانیں گے کہ اندر روشنی ہے مگر اوپر سے اسقدر مٹی پڑی ہے کہ وہ بالکل نظر نہیں آتی۔

گناہ کے حابط طاعت ہونے کی تحقیق اور تفصیل

گناہ کو طاعات سے دو قسم کا علاقہ ہے بعض تو وہ گناہ ہیں کہ نصوص سے ثابت ہے کہ وہ طاعات کو حبط کر دیتے ہیں آسان لفظوں میں اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ قبولیت طاعات کے لئے ان کا نہ ہونا شرط ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو کوئی دخل نہیں ہے اور جنکو دخل ہے ان کی دو قسمیں ہیں بعض کا نہ ہونا صحت کی شرط ہے اور بعض کا نہ ہونا بقائی شرط ہے اول جیسے کفر کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی عمل نیک صحیح نہیں ہے اور نہ باقی رہتا ہے یعنی اگر کوئی کافر نماز پڑھے تو صحیح نہیں اور اگر کوئی نماز پڑھکر کافر ہو جائے تو وہ نماز باقی نہ رہے گی یہاں سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو کہ کلمات کفر کی پرواہ ہی نہیں کرتے چنانچہ دیکھا ہوگا کہ بعض لوگوں کو جب روزہ رکھنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانیکو نہ ہو اگر کسی کے منہ سے یہ کلمہ نکل گیا تو وہ کافر ہو گیا اور اسکو نکاح پھر کرنا چاہیے حج پھر کرنا چاہیے پہلے سب عمل اس کے حبط ہو گئے جب تک اس سے توبہ نہ کرے تب تک اگر یہ کوئی نیک عمل آئندہ کو کریگا تو وہ بھی مقبول نہ ہوگا دوسرے علاوہ اسکے ایک اور عمل بھی ہے کہ نص قطعی سے ثابت ہو گیا ہے کہ اس کا اثر بھی مثل کفر کے ہے یعنی اس سے بھی حبط عمل ہو جاتا ہے اور وہ عمل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہونچائی جائے اور حضورؐ کی شان میں بے ادبی کیجائے اگرچہ بلا قصد ہو مگر قلت مبالات سے ہو اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ معلوم ہوگا کہ آپ کتنے جلیل القدر ہیں وہ نص قطعی یہ ہے۔ یاایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ اس آیت میں صاف تصریح ہے کہ بے ادبی سے حبط عمل ہوگا۔

۵۴

بزرگوں کے ساتھ ادب کی تعلیم اور تکلف سے ممانعت

اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کے سامنے ذرا جھجک کر بولنا چاہئے البتہ بات جو کہو نہایت صاف کہو کہ اس میں کسی قسم کی پیچیدگی اور گنجلک نہ رہ جائے اب ہم میں یہ منحوس حالت ہے کہ ہم دونوں میں فرق نہیں کرتے اب یا تو تکلف ہوتا ہے کہ اپنی حالت بھی صاف بیان نہیں کرتے جیسا کہ آج کل مدعیان محبّت کی یہ حالت ہے کہ اگر ادب کرینگے تو یہ کہ چار دن تک رہیں گے لیکن یہ نہ بتلائیں گے کہ کس ضرورت کیلئے آئے تھے اور جب عین چلنے کا وقت ہوگا تو کہیں گے کہ میرے بارے میں کیا ارشاد ہے اور اگر کہو کہ بھائی تمنے اپنی حالت تو کہی ہوتی پھر رائے لی ہوتی تو اُس کا یہ جواب کہ حضور کو تو سب روشن ہے حضور کو اپنی تو خبر ہی نہیں ان کی حالت حضور پر روشن ہوگئی میں کشف کا انکار نہیں کرتا لیکن کشف اختیاری نہیں ہوتا وہ بالکل خارج از اختیار ہے۔

حکایت ۔ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کو مدت تک حضرت یوسف ؑ کی خبر نہ ہوئی اگر کشف امر اختیاری تھا تو کیوں حضرت یعقوب علیہ السلام مطلع نہیں کئے گئے اور جب خبر ہوئی تو اس طرح کہ مبشر کرتہ لیکر چلا تو آپ نے فرمایا کہ ۔ انی لاجد ریح یوسف ۔ لیکن یہ کہکر ڈرے کہ لوگ کہیں گے کہ اب تک تو آپکو پتہ چلا نہیں اب یوسف ؑ کی خوشبو آنے لگی اس لئے میرے کلام کو ہذیان پر محمول کریں گے اس لئے فرمایا ۔ لولا ان تفندون ٥ قالو اتاللہ انک لفی ضلٰلک القدیم ٥ ۔ وہ حالت یہ ہے ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم	گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

تو یہ کیا ضرورت ہے کہ ہر وقت کشف ہوا ہی کرے اور وہ تمھارا حال خود بخود جان جایا کرے اس کی تعلیم فرماتے ہیں عارف شیرازی ؎

چندانکہ گفتم درد از طبیبان ما درد دل را با یار گفتیم	درمان نکردند مسکین غریباں نتواں نہفتن درد از حبیباں

مصرعہ ثالثہ میں بتلا دیا کہ اپنا حال دل پوشیدہ نہ کرے۔

.۵۵

مرشد سے اپنے عیوب کبھی نہ چھپاوے

یہانتک تعلیم ہے کہ اگر عیب بھی ہو تو مرشد سے صاف کہدے کہ میرے اندر یہ مرض ہے بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ لڑکوں کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اپنے اس مرض کو بلی کے گوہ کی طرح چھپاتے ہیں اس سے کچھ نتیجہ نہیں ہوتا اور چھپانے کا حکم اس موقع پر ہے کہ جہاں اظہار میں کوئی مصلحت نہ ہو اور طبیب کو دکھلانے کی ممانعت نہیں ہے اظہار کی ممانعت ایسے موقع پر ہے جیسے کہ ایک شخص کی نسبت سُنا ہے کہ جب حج کو گیا تو رمی جمار کے کیوقت ایک لنبا جوتا لیکر اُن تین پتھروں میں سے ایک پتھر کو خوب پیٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کمبخت فلاں دن تو نے مجھسے یہ گناہ کرایا تھا اور فلاں رات کو تو نے مجھے زنا میں مبتلا کیا تھا تو ایسے موقع پر بلا کسی ضرورت اور مصلحت کے اظہار کرنا یہ تو حماقت ہے مگر طبیب سے ہرگز نہ چھپاؤ اور اگر یہ خیال ہے کہ ہم ان کی نظروں میں ذلیل ہو جائیں گے تو ایسے شخص کو پیر نہ بناؤ۔

۵۶

اولیاء اللہ کبر سے کسی کو ذلیل و حقیر نہیں سمجھتے

جو سچے لوگ ہوتے ہیں وہ کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے کیونکہ جانتے ہیں کہ ع۔ تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد ✻ وہ تو کتے تو بھی ذلیل نہیں سمجھتے وہ کسی کی نسبت یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ مقبول نہ ہوگا اُن کا مذہب یہ ہے کہ ؎

غافل مرو کہ مرکب مردان زہد را	در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش	ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

تو جن کا یہ مذہب ہو تو وہ کسی کو حقیر سمجھیں گے ہرگز نہیں اور اگر کسی کے کہ وہ کسی سے کہدیں گے ورنہ وہ ہمکو ذلیل سمجھے گا تو یاد رکھو کہ وہ کسی سے نہ کہیں گے وہ خدا کا راز تو کہتے ہی نہیں جس کے ظاہر کرنے سے خدا تعالیٰ کا کوئی ضرر نہیں تمہارا راز کیا کسی سے کہیں گے جس کا اظہار تمہارے لئے مضر ہے۔

(باقی آئندہ)

سوال۔ جبکہ گانا شرعاً حرام ہے اور مزامیر ڈھولک وغیرہ بھی ممنوع اور واقعی دراصل بلحاظ قطع نظر حکم شریعت غرا بھی گانا بجانا بلکہ اس سے محظوظ ہونا ایک حرکت خفیف ہی جو دنیاوی وقار کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے پس کمال تعجب ہے کہ یہ امور کیونکر قلب پر وارد وکیفیات و انوار الٰہیہ کے ذریعے بن سکتے ہیں۔

جواب۔ کیفیات کا سبب بننا مسلم مگر کیفیات کا انوار ہونا غیر مسلم۔

سوال۔ مرشدین جب کسی مرید سے خوش ہوتے ہیں تو ان کو دولت علمی سے نوازتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے مرید جسقدر طاعۃ بجالائے گا اُسقدر مقبول الٰہی ہوگا پس ہر ادائے طاعۃ پر اُسکی مقبولیت متزاید ہوتی رہتی ہے پھر پیر کے نوازنیکے کیا معنی جیسے شاہ بھیک اور شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہما کا قصہ میں نے خود حضرت کے وعظ میں سُنا ہے کہ خوش ہوئے اور بلا کر لقمہ کھلا دیا اُس لقمہ کے کھاتے ہی اُن پر فیض باری ہوا یا بعض دیگر بزرگوں کے قصے ہیں کہ ٹوپی پہنادی یا خرقہ پہنادیا تو اُن کا قلب روشن ہوگیا یا کوئی پیالہ پلادیا تو معمور ہوگئے

جواب۔ یہ بعد مجاہدات وطاعات کے ہوتا ہے جیسا بعد مطالعہ کے سبق سمجھنے کی خوب استعداد ہوتی ہے۔ پھر سمجھنے کا فیض اُستاد کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

حال۔ میں حضور کی عنایت وتوجہ سے حضور کے تلقین کردہ ذکر وشغل نہایت شوق ولذت سے ادا کرتا رہتا ہوں اور انشاء اللہ آیندہ بھی امید قوی ہے کہ باقی زندگی بھی اللہ کی یاد میں صرف ہوجاوے حضور کی دعا سے میں اپنے کام میں خوب مزدوری کرلیتا ہوں مگر ان دنیوی امور کے ہجوم سے اور کاروبار معاش کے جھگڑوں سے فدوی کے ورد وظائف میں کچھ خلل اور تغیر اور بے ذوقی پیدا نہیں ہوتی اگرچہ بعض اوقات کام میں تھک بھی جاتا ہوں مگر یہ تھکن کچھ ایسی نہیں کہ مجھکو پریشان یا بے شوق کردے بلکہ کام دھندا کرتے ہوئے بھی اکثر اوقات اللہ اللہ کی حرکت قلب میں محسوس ہوتی رہتی ہے اور رات کے وقت اسی حرکت قلبی سے اللہ اللہ کی آواز آتی ہے اور اس آواز کے سوا اور کئی قسم کی عمدہ عمدہ آوازیں آتی ہیں جن سے نہایت لذت اور ذوق ہوتا ہے اور یہ آوازیں بھی اکثر رات کے وقت میں زیادہ آتی ہیں بعض مرتبہ تو ایسی سریلی اور بے نظیر آوازیں آتی ہیں کہ ہمہ تن اپنی طرف متوجہ

۴۷

کرلیتی ہیں غرضکہ ان دونوں میں مجھکو خوب مزہ اور لذت آتی ہے ایک وہی اسم مبارک اللہ اللہ کی آواز جو دل سے نکلتی ہے اور ایک یہی مختلف قسم کی آوازیں جو خودبخود آنے لگتی ہیں اپنے مزہ میں مجھکو مست کردیتی ہیں نیز گذارش ہے کہ میرا دل اب ذکر جہر سے کسی قدر گھبراتا ہے اور اسی آواز اسم ذات کو کہ جو قلب سے نکلتی معلوم ہوتی ہے سننے کو جی چاہتا ہے کہ تنہائی میں بیٹھا ہوا خصوصاً بعد تہجد سنا کروں۔ اب حضور جیسے ارشاد فرمادیں اور جو میرے حق میں مفید ہوا انشاء اللہ اسپر بدل وجان عمل کرونگا اور یہ آواز کیسی ہے جو نہایت سرعت سے اور اپنی طرف کھینچتی ہے یہ کچھ مجھکو مضر تو نہیں۔

تحقیق۔ نہایت محمود حالت ہے مبارک ہو اس آواز کی حقیقت کبھی ملاقات کے وقت موافق تمہارے فہم کے بتلاؤنگا بدون ملاقات کے فہم کا اندازہ نہیں ہو سکتا اسوقت اتنا سمجھ لیں کہ اسکو نعمت سمجھکر شکر کریں اور کمال سمجھکر اترائیں نہیں اور جہر چاہے موقوف کردیں مگر ایسا نہ کریں کہ ذکر موقوف کرکے اس آواز کے سننے میں لگ جاویں بلکہ اس طرف قصداً توجہ بھی نہ کریں گو وہ خود بخود کان میں آتی رہے اسکی طرف توجہ کرنا مضر ہوگا اور خود آواز کا پیدا ہونا اور محسوس ہونا مضر نہیں اور پھر بھی بلکہ ہمیشہ حالات سے اطلاع دیتے رہیں۔

حال۔ جب سے بندہ آنجناب سے دیوبند جاتے وقت ملا تھا اس وقت سے ذکر بالجہر بعد نماز مغرب تین ہزار بار کرتا ہے حال یہ ہے کہ چند ہی یوم کے بعد سے اپنے ناقص خیال کے بموجب بالخصوص ذکر اور نماز کی حالت میں وساوس بہ نسبت پہلے کے کم آتے ہیں اور اس کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے رونا بہت آتا ہے اور گاہ گاہ نماز کے اندر (صرف اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک مجرم ہو کر کھڑا ہوں اور اس کے حکم کی صرف اس وقت تعمیل کررہا ہوں) رونا آجاتا ہے گو یہ حالت پہلے اختیاری تھی لیکن اب اضطراری ہوگئی ہے۔ اور نماز کے اندر توجہ رہتی ہے اور جتنی دیر بھی نماز کے اندر زیادہ صرف ہو اتنا ہی زیادہ جی لگتا ہے۔ الا گاہ گاہ جسکو میں توجہ سمجھا کرتا ہوں وہی وسوسہ کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ چند یوم تہجد کے لئے اٹھنا نصیب ہوا مگر شامت اعمال سے پھر نیند آنے لگی اور غلبہ نیند سے (اگر اس وقت اٹھنا نصیب ہو جاوے) تو پھر سستی سی رہتی ہے دعا فرماویں

نیز بندہ کا ارادہ ہے کہ تعطیل سے پہلے دو تین یوم کے لئے جناب والا کی خدمت میں حاضر ہو جاوے اگر آنجناب کی اجازت ہو تو بندہ حاضر خدمت ہو جاوے ورنہ جیسی رائے جناب کی ہو بندہ کو بعض بعض اوقات کسی ایک گناہ کے یاد کرنے سے جو رونا زیادہ آتا ہے تو اسی حالت میں بندہ ظاہر بدن پر کچھ ضرب ہاتھ یا لکڑی کی لگاتا ہے یہ صرف بوجہ گناہ کرنے کی سزا کے طور سے ہاتھ سے آناً فاناً صادر ہو جاتا ہے اب بجائے اس کے چند یوم سے بطور جرمانہ کے خوراک وغیرہ میں کمی کی جاتی ہے اور اگر کوئی جدید گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو بہت ہی شدید ندامت کے بعد زبان سے بیجا الفاظ نفس کے بارہ میں نکل جاتے ہیں واللہ اعلم یہ حالت مضر ہے یا مفید مگر ہوتی ضرور ہے چھوٹا گناہ ایک امر عظیم معلوم ہوتا ہے مناسب ہدایات سے اطلاع بخشیں۔

تحقیق۔ سب حالات نہایت محمود ہیں اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے اور ترقی بخشے معمولات میں ترمیم کی ضرورت نہیں البتہ اگر اخیر شب میں ہمت کم ہو تو بعد عشاء سب معمولات پورے کر لیا کریں پھر جب رات بڑھے گی دیکھا جائے گا اور خوراک کی کمی آپ کے مناسب حال نہیں جرمانہ میں نوافل اتنی تعداد سے کہ نفس پر شاق ہو مقرر کر لیجئے اور سب حالت قابل ابقا ہے۔

حال۔ اہلیہ مرحومہ کی حیات میں اور بعد ممات دو ماہ تک قلب میں رقت عبادت میں خشوع و خضوع۔ دعا میں تضرع تھا۔ بعد ازاں قریب تین ماہ کے طویل علالت میں معمولات وقت سے ادا ہوتے رہے کچھ دن ایسی شامت ہوئی کہ تہجد کے وقت اٹھنا نصیب نہیں ہوا ان دنوں بفضلہ تعالیٰ قریب دو ماہ سے تہجد و معمولات سب ادا ہو رہے ہیں بلکہ ذکر اسم ذات جو علالت و ضعف کے باعث چھوٹ گیا تھا وہ بھی دن و رات میں بہ تعداد بارہ ہزار کسی قدر ضرب و جہر سے ادا ہو رہا ہے مگر وہ کیفیات جن کا ذکر اوپر ہوا پیدا نہیں ہوتے سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ بعض اوقات دعا میں جی نہیں لگتا ہے۔ خیریت اتنی ہے کہ نماز میں حضور قلب کسیقدر رہتا ہے معمولات بعد تہجد ذکر بارہ تسبیح و بعد نماز صبح درود شریف پانچ تسبیح و بعد ظہر استغفار پانچ تسبیح اور بعد ہر نماز فرض و نفل کے ذکر

اسم ذات قبل یہ حالت تھی کہ خفیہ طریقہ سے اسم ذات کا ذکر زیادہ تر جاری رہتا تھا اور اب اکثر قصد کرنے پر بھی غفلت رہتی ہے۔ ع بحیرتم کہ سر انجام ما چہ خواہد بود۔ اور ایک خرابی اور یہ ہوگئی ہے کہ پہلے اگر کوئی معصیت ہو جاتی تھی تو سخت ندامت اور عاجزی کے ساتھ استغفار کی توفیق ہوتی تھی اور اب ندامت بھی کچھ ہوتی ہے مگر استغفار کی وہ بات نہیں ہوتی امید کہ دعا سے سرفراز فرماویں۔

تحقیق- کام کئے جایئے انشاء اللہ بتدریج پہلے سے زیادہ اچھی کیفیات نصیب ہونگی مایوسی اور پریشانی نہ چاہئے اگر معمولات میں کچھ کوتاہی ہو جاوے استغفار کرنا چاہئے۔

حال- خاکسار کی حالت ان دنوں بہت خراب ہے پہلے پہلے تو یہ حالت رہی کہ ٹھیک وقت پر بوقت تہجد آنکھ کھلنے لگی مگر صبح کی نماز سے پہلے پہلے دوازدہ تسبیح ادا کر لیتا مگر بعد ازاں دن بدن صبح کے وقت آنکھ دیر سے کھلنے لگی اور دوازدہ تسبیح کی نصف تسبیح صبح کی نماز تک بمشکل پڑھ سکتا تھا بعد اُسکے حالت ایسی خراب ہوئی کہ کثرت سے ناغہ ہونے لگی اور نہایت فضول اور بیہودہ خیال دل میں یہ سما گیا کہ کوئی اچھی حالت ہوگی تب حضور کو اطلاع دونگا ایسی بری حالت کو کیا لکھوں اسی خیال میں کچھ عرصہ گذر گیا ایکدن تربیۃ السالک کے مطالعہ میں مشغول تھا اُس سے معلوم ہوا کہ جیسی حالت ہو اچھی یا بری شیخ کو ضرور اطلاع کرے اور بعد ازاں خود ہی دل میں یہ خیال آیا کہ اگر بری حالت نہ لکھی تو اصلاح کاہے کی ہوگی لہذا نہایت ندامت سے مرض حضور کی خدمت میں عرض کرتا ہوں علاج اور دعا خیر سے مشرف فرماویں آج کل بھی برابر دوازدہ تسبیح قضا ہو رہی ہے مگر پہلے جب قضا ہوتی تھی تو پھر کسی وقت ادا نہیں ہو سکتی تھی لیکن آج طبیعت پر نہایت جبر کر کے بعد نماز صبح ادا کی تب تسلی ہوئی اپنی طرف سے تو میں حتی الوسع اس امر کی کوشش میں ہوں کہ معمولات قضا نہوں اگر کبھی ہو جاویں تو جلدی ادا کروں اور مجھے اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ اگر حضور توجہ فرماویں تو وہ مالک کریم ضرور مجھے کامیابی عطا فرماویں اول وقت بھی سویرے آنکھ لگ جاتی ہے اب میں نہایت حیران و پریشان ہوں اور اپنی حالت پر سخت نادم ہوں اور بجائے ترقی کے الٹا تنزل ہونے کا حال لکھتے ہوئے اور بھی حیا آتی ہے۔

(باقی آئندہ)

(۶۷) کرامت نامہ بجواب وسوسہ احقر صادر ہوا افسوس ہے کہ اس سے میری معلومات میں کچھ اضافہ نہوا بادشاہ سے بغاوت کرنیوالے کو منکر رسالت سے تشبیہ دینا اس لئے صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اُسے تو یہ علم ہوتا ہے کہ میں بادشاہ وقت کے حکم کی سرتابی کر رہا ہوں لیکن اس غریب کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ خدا کی نافرمانی کر رہا ہے بلکہ وہ تو برابر یہی سمجھتا ہے کہ میں دل وجان سے خدا سے محبت رکھتا ہوں منکر رسالت کو اُس شخص سے تشبیہ دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جسکو بادشاہ کا حکم کسی مستند ذریعہ سے نہیں پہنچا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو جس طرح وہ اور احکامات کی تعمیل میں گرمی دکھلاتے ہیں اسی طرح اس حکم کو بھی جو اور حکموں سے کہیں زیادہ سہل ہو بجا لاتے ایسے شخص کو جو حکم مستند ذریعہ سے نہ پہونچنے کی وجہ سے تعمیل حکم سے قاصر رہا ہو اول تو سزا بالکل نہیں ہوتی اور ہوتی بھی ہے تو بہت کم بس وہ وسوسہ دور نہوا۔

جواب۔ اگر کوئی حکم گورنمنٹ کا ایسے ذریعہ سے پہونچے جو واقع میں معتبر ہو مگر کوئی فرد رعایا میں سے اُسکو معتبر نہ جانتا ہو اور پھر وہ اُس حکم کے خلاف کرے اور جب اُس پر مقدمہ قائم ہو وہ یہی عذر کر دے تو کیا اُس کا عذر عدالت میں مسموع ہوگا یا نہیں اور اگر مسموع نہوا اور واقع میں ہے بھی یہی کہ مسموع نہ ہوگا تو عدالت کی طرف سے جو اس شخص کو جواب دیا جاویگا وہی اس وسوسہ کا جواب ہے۔

(۶۸) فرمایا کہ امراء سے بزرگوں کا میل جول خاص طور پر نیک نیتی سے بھی نامناسب ہے

(۶۹) فرمایا کہ بزرگوں کی یہ تحقیق ہے کہ صوفی ملامتی ہونا چاہے تو اتباع شریعت اختیار کرے پچھلے زمانہ میں چونکہ شریعت پر عمل غالب تھا اس وجہ سے خلاف شرع شخص کو لوگ ملامت کرتے تھے اور آج کل چونکہ جہالت غالب اور عمل بالشریعت معدوم ہے اس لئے شریعت کے پابند پر ملامت کیجاتی ہے۔

(۷۰) فرمایا حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کی مقبولیت عام تھی سب لوگ آپکو محبوب رکھتے تھے کیا متقی اور کیا فاسق اور کیا مقلد اور کیا غیر مقلد وغیرہم۔

(۷۱) فرمایا کہ آج کل اگر کسی بے عمل کو اس طور پر نصیحت کی جاوے کہ تم ایسے حرکات کرتے ہو

۲۷

اور اپنے متقی پیر کا اتباع نہیں کرتے تو اس پر زیادہ اثر ہوتا ہے اور اگر کہا جاوے کہ اللہ و رسول کا اتباع کرو تو اسکو اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا ف لہذا عنوان تاثیر اختیار کرنا چاہئے ولا باس فیہ قال الجامع عفی عنہ

(۷۲) ایک خط آیا تھا جو مع جواب از آنحضرت والا درج ہے۔ عبد الوہاب خاں کو ورد و وظائف کا شوق ہے اس کی خواہش ہے کہ حزب الاعظم پڑھا کرے بعد نماز فجر اس لئے ضرورت ہوئی کہ آں قبلہ سے اجازت حاصل کر کے تب حزب الاعظم کو شروع کرے چونکہ ہم خدام کا تعلق حضرت قبلہ مولانا رشید احمد صاحب مرحوم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اسلئے جو کچھ چاہا جاویگا وہ مخصوص آپ حضرات سے امید کہ مجھے اور عزیز عبد الوہاب خاں برادر حقیقی کو اجازت حزب الاعظم کی مرحمت فرمائی جاوے۔ جواب یہ لکھا تھا کہ حزب الاعظم یا اسی طرح کی اور اوراد جن میں کوئی خطرہ نہیں محتاج اجازت نہیں بالخصوص احادیث کی دعائیں جیسے حزب الاعظم میں ہیں کہ ان کے لئے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اجازت بلکہ ترغیب ہے سو اس اعتبار سے تو اجازت کی ضرورت نہیں اب ایک دوسری حیثیت سے البتہ اجازت میں مصلحت ہے وہ یہ کہ ایسے وظائف نفل ہیں اور نوافل پر فرائض مقدم ہیں اسطرح کے اور بھی مختلف تو عد ضروریہ ہیں اس لئے محققین کا ارشاد ہے کہ جس موقع میں طالب کو تردد ہو کسی محقق سے مشورہ کرے کہ حالت موجودہ میں کوئی محذور شرعی تو لازم نہیں آتا اس مشورہ کو بھی اجازت سے تعبیر کرتے ہیں سو اگر اس حیثیت سے طالب ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس کی مشغولی سے کوئی ضروری امر میں حرج نہو اور ان کی قوت متحمل ہو تو پڑھا کریں اللہ تعالیٰ برکت فرماویں۔

(۷۳) فرمایا کہ سہارنپور میں ایک شخص نے بہشتی زیور کے ایک مسئلہ کی دلیل دریافت کی اور اس مسئلہ میں پہلے سے وہاں شور ہو رہا تھا اور وہاں کے علماء اپنے حسن اخلاق سے جواب دیتے تھے مگر وہ جواب جہال کی سمجھ میں نہ آتا تھا اور مجھ سے جن صاحب نے سوال کیا وہ اہل علم نہ تھے اور اہل علم تو کاہے کو ایسا سوال کرتے میں نے جواب دیا کہ جسقدر بقیہ مسائل اس مسئلہ کے علاوہ بہشتی زیور میں ہیں کیا ان سب کی دلیلیں آپ کو معلوم ہیں کہا نہیں میں نے

۲۸

کہا اسکو بھی انہی مسائل میں سمجھ لیجئے کہ جہاں اُن کی ادلہ نہیں معلوم اس کی دلیل بھی یہی اس کی دلیل کے علم کی ترجیح کی کیا وجہ یا دعویٰ کیجئے کہ بقیہ مسائل کی ادلہ معلوم ہیں تاکہ میں اُن میں سے کچھ دریافت کروں وہ صاحب خاموش ہوگئے پھر وہیں پر ایک دوسرے صاحب جو نئی روشنی کے تھے بعنوان حسن اسی امر کے متقاضی ہوئے اور فرمایا کہ عوام کو ہر چند سمجھایا جاتا ہے مگر نہیں مانتے وہ لوگ علماء کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ہمارا دل دُکھتا ہے بہتر ہے کہ آپ اس مسئلہ کو تفصیلاً ایک مجلس وعظ میں جو ہم منعقد کرینگے بیان کردیں میں نے کہا ان لوگوں کو اس سے کچھ نفع نہوگا کیونکہ وہ اہل علم نہیں انھوں نے کہا کہ اس میں حرج کیا ہے میں نے کہا کہ آپ حکم کرتے ہیں یا مشورہ دیتے ہیں فرمانے لگے کہ مشورہ دیتا ہوں میں نے کہا میں مشورہ نہیں ملتا اور آپ کا دل اگر علماء کی بے ادبی سے دُکھتا ہے تو پہلے اُن لوگوں کی گستاخی کا انسداد کیجئے جو خدا تعالیٰ و رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سخت بے ادبی کرتے ہیں علماء کی بے ادبی گو مذموم اور گناہ ہے مگر اس درجہ کی نہیں ہے جیسی کہ اللہ و رسول کی بے ادبی ہے یعنی وہ کفر ہے وہ صاحب بھی خاموش ہوگئے اس کے بعد فرمایا کہ علماء کی خوش مزاجی نے عوام کو دلیر کردیا ہے اس درجہ کی خوش مزاجی خلاف مصلحت ہے۔

(۷۴) فرمایا کہ ایک نیم غیر مقلد نے جو اہل علم نہ تھے فاتحہ خلف الامام جائز نہ ہونے کی دلیل سے سوال کیا میں نے کہا آپ دلیل دریافت کرتے ہیں یا حکم فرمانے لگے کہ دلیل میں نے کہا میں دلیل نہیں بتلاتا میرے ذمہ اس کا بتلانا واجب نہیں فرمانے لگے کہ حکم ہی بتلا دیجئے میں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں پڑھنا جائز نہیں۔

(۷۵) فرمایا کہ گورکھپور میں ایک نئی روشنی کے صاحب نے اجازت سوال چاہی میں نے کہا کہ اجازت دیتا ہوں مگر دو شرطوں سے اول یہ کہ جدبانہ گفتگو ہو دوسرے کوئی شبہ دوسرے کی طرف منسوب نکیا جائے جو شبہ ہو اُس کو اپنی طرف منسوب کیجئے اب دریافت کیجئے کہنے لگے اب تو کچھ بھی نہیں دریافت کرتا۔

(۷۶) ایک صاحب مصلے کے سامنے بانتظار اقامت جماعت کھڑے تھے اور حضرت والا

سنن پڑھ رہے تھے ظہر کا وقت تھا آپ نے اُن کو بعد فراغت سنن قبل الظہر تنبیہ فرمائی کہ مجھکو تکلیف ہوئی آپ فضول کیوں ایسے بے موقع کھڑے ہوئے جس سے مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ متقاضی ہیں کہ جلد سنتوں سے فارغ ہو کر نماز پڑھاؤ جس امر میں کسی کی تکلیف کا شبہ بھی ہو اُس کو ترک کرنا چاہئے اور فضول کام نہ کرنا چاہئے وہ صاحب معترف خطا کے ہوئے۔

(۷۷) ایک اہل علم نے جو آپ سے بے تکلفانہ گفتگو کرتے تھے سوال کیا کہ اگر فرضاً حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوئی سختی آکر پڑے اور دونوں کی نصرت پر قدرت نہو تو دونوں میں سے کسکو ترجیح دے کہ ان کی اعانت کرے فرمایا کہ یہ واقعہ چونکہ فرضی اور محال عادی ہے اس لئے اس کا سوال ہی بیکار ہے اور سوال تو واقعیات سے امور شرعیہ میں کرنا چاہئے وہ صاحب خاموش ہو رہے اور سمجھ گئے کہ آپنے حسن طریق سے ٹالدیا حالانکہ آپ دوسرے اہل علم کو علمی امور میں جو امر کہ اکثر واقع ہوتا ہے اس کا بھی اور جو شاذ و نادر ہے اس کا بھی جواب دیدیا کرتے ہیں مگر یہ سوال ہی بے موقع تھا اسلئے کہ اسکا جواب بجز قیاس کے اور کسی دلیل سے ہو نہیں سکتا اور قیاس میں غلطی کا احتمال ہے ممکن ہے کہ دونوں حضرات میں سے کسی کی بے ادبی ہو جاوے اور پھر یہ بھی بے ضرورت اسلئے پھر سائل نے کچھ بھی نہ کہا **ف** فہیم اور حکیم اسلام اور عالم محقق وسیع النظر فی الحدیث و فی آداب النبی اس نایاب تعلیم کی قدر کر سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کام بے موقع اور فضول اور اندازہ نہ ہوتا تھا گو کوئی بشر اس درجہ کے اخلاق تو نہیں اختیار کر سکتا کہ غیر ممکن ہے مگر جہانتک ہو سکے سعی کرے کہ قریب قریب تو اتباع میسر ہو جاوے جو داخل طاقت ہے آپ میں سنت کا سچا نمونہ نظر آتا ہے اور اتفاقاً کسی امر میں تجاوز ہو جانا کسی معلم و متعلم سے بعید نہیں کہ بشر خطا سے پاک نہیں گو انواع خطا میں تفاوت ہے لکن النادر کالحکم بہ لوگوں کو چاہئے کہ اس نایاب تعلیم کی قدر کریں اور اسپر عمل کر کے تمغہ اتباع سنت کا حاصل کریں اور آپکے وجود باجود کو خاص رحمت الٰہی سمجھیں کہ ایسا وجود باجود اب تو نادر و قلیل ہی معلوم ہوتا ہے ؎ ہیہات لم یأت الزمان بمثلہ * ان الزمان بمثلہ لبخیل۔

باقی آئندہ

ضمیمہ متضمنہ بعض فتاوی مرقومہ مولانا محمد اسحاق صاحب بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

چونکہ مولانا موصوف کو صاحب الفتاوی سے تعلق استفادہ بھی ہے اور نیز صاحب الفتاوی نے ان جوابوں کو پسند بھی کیا ہے ان دونوں حیثیتوں سے ان جوابوں کا انتساب صاحب الفتاوی کی طرف بھی حکماً صحیح ہے اسلئے انکو امداد الفتاوی کا جزو بنا کر یہاں درج کیا جاتا ہے۔ (نائب مدیر)

ما قولکم رحمکم اللہ تعالےٰ

اس مسئلہ میں کہ کسی امام جمعہ نے ایک خطبہ جمعہ جدیدہ مولفہ پڑھا جسمیں بعد ذکر خلفاء راشدین وغیرہ کے حضرت قطب الاقطاب الغوث الصمدانی شیخ المشائخ سیدنا الشیخ عبد القادر الجیلانی رح اور حضرت شاہ مرشد علی صاحب قدس سرہ کا نام مبارک مع فضائل بسط کے ساتھ مذکور ہے اسپر ایک حاجی صاحب نے ان کو ایسے خطبہ کے پڑھنے سے منع فرمایا اور کہا کہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً اور دیگر بلاد اسلامیہ میں ایسا خطبہ کہیں مروج نہیں آپ مت پڑھئے مگر نہ مانا اور بشدت مصر رہے بہ تشدد رد کیا گیا انھوں نے جمعہ پڑھنا ہی چھوڑ دیا بلکہ پنجگانہ نماز کی جماعت سے بھی کنارہ کش رہے اب سوال یہ ہے ایسا خطبہ پڑھنا کیسا ہے اور قابل ترک ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ بیشک یہ قابل ترک ہے۔ فی الشامیۃ ج ۱ صـــــ۵۶۸ ویبدأ ای قبل الخطبۃ الاولی بالتعوذ سرا ثم بحمد اللہ والثناء علیہ والشہادتین والصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والعظۃ والتذکیر والقراءۃ قال فی التجنیس والثانیۃ کالاولی الا انہ یدعو للمسلمین مکان الوعظ الخ ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین الخ۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ خطبہ ثانیہ میں اولی سے صرف اسقدر فرق ہے کہ بجائے وعظ کے مسلمانوں کیلئے دعا کرے مگر بطور تعمیم بعد تخصیص خلفاء راشدین و دیگر چند حضرات اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر مندوب و مستحب ہے چنانچہ ابتک سلف سے خلف تک اسی پر

تعامل اور توارث ہے. باوجودیکہ قدما مشائخ اور علماء سلف بکثرت موجود تھے اور معتقدین کی ارادت اپنے مشائخ کے ساتھ اس درجہ کامل کہ محتاج بیان نہیں اور مرید بھی کیسے کیسے کہ ہر ایک بجائے خود مکمل افراد انسانی سے تھے مگر کسی نے خطبہ میں کسی قطب یا غوث کے نام مبارک کو (سوائے چند اشخاص صحابہ اور اہلبیت کے) نہ پڑھایا اور نہ پڑھا اور خلف کا جو اصل شرف ہے کہ اتباع سلف ہو اُسی کو پیش نظر رکھا و کفی بہم قدوۃ اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و تعظیما کہ جہاں اب تک کبار ملت اور اکابر امت کا مجمع ہے کمل لوگوں کی وہاں بفضلہ کمی نہیں وہاں بھی خطبہ میں اس اضافہ کا دستور نہیں پس ہمکو سلف صالحین کا اتباع کرنا چاہیے اور ایسی جدید باتوں کی طرف متوجہ ہو کر اصل مقصود فوت نہ کرنا چاہیے جو زیادتیاں دین میں ہو رہی ہیں اور جو کچھ رخنہ دین متین میں ان باتوں سے پڑ رہے ہیں کیا کچھ کم ہیں کہ ابھی اور زیادتیوں کی طرف رغبت ہے اگر یہی طریقہ رواج پاوے اور ہر فرقہ اور ہر خاندان کے لوگ اپنے اپنے مرشدوں کے نام پر مدح سرائی خطبہ میں کیا کریں تو خطبہ کیا رہا خاصہ شجرہ ہو جاویگا اور اگر کوئی غایت عرق ریزی سے جایز قرار دے تو نہایۃ ما فی الباب مندوب اور مستحب ہے تو زائد ہو گا اور خلفاء راشدین کے ذکر سے زائد وقیع نہیں ہو گا مگر مستحب اور مندوب کے متعلق فقہاء حنفیہ تصریح فرماتے ہیں کہ جب اُس سے عوام کے عقیدہ میں فساد پڑنے کا احتمال ہو اور انکے ساتھ لوگ سنت یا واجب کا سا برتاؤ کرنے لگیں تو وہ مکروہ تحریمی اور قابل ترک ہے فی الدر المختار صـ۴۲۷ وسجدة الشكر مستحبة به يفتى لكنها تكره بعد الصلوٰة لان الجهلة يعتقدونها سنة او واجبة وكل مباح يؤدى اليه مكروه فى الشامية الظاهر انها تحريمية لانه يدخل فى الدين ما ليس منه سجدہ شکر کہ مسنون اور مستحب ہے نماز کے بعد ادا کرنے سے عوام کے اعتقاد میں فرق آویگا اسلئے مکروہ تحریمہ ہوا و نیز فرض نماز کے بعد داہنے طرف گھومکے بیٹھنا حضرت صلعم سے ثابت ہے مگر عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اعتقاد کرے کہ داہنی طرف مڑنا ضروری ہے تو شیطان کا حصہ ہو جاویگا. عن الاسود قال عبد الله لا يجعل احدكم للشيطان شيئا من صلاته يرى ان حقا عليه ان لا ينصرف عن يمينه لقد رايت النبى صلى الله عليه وسلم كثيرا ينصرف عن يساره رواه البخارى قال على القارى

وفیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب فیہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ ومنکر اھ جو چیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسکو حد سے بڑھانے پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں کہ شیطان کا حصہ ہے تو جو چیز کہ اس کے نفس ثبوت میں گفتگو ہے اور اسپر اسقدر اصرار کہ جمعہ وجماعت تک ترک کر دیا بھلا کس طرح جائز اور مستحب ہو سکتا ہے پس یہ ضرور قابل ترک ہے قال علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس فیہ فہو رد رواہ البخاری نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا واللہ اعلم۔

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سماۃ ہندہ ثیبہ بالغہ دیندار پڑھی لکھی عورت نے (جسکا شوہر متوفی مولوی تھا) اپنا نکاح ثانی ایک متقی متدین خواندہ آدمی کے ساتھ برضائے خود اس غرض سے کیا کہ ثواب احیاء سنت کے علاوہ ایسے شوہر کی صحبت سے بقائے دین اور تحفظ قرآن ومسائل دینیہ مترتب ہے اور بموجودگی اعیان وہ وصلحا راہ الحدیث علی سبیل الاعلان باذن صریح سماۃ وبمشارکت واہتمام حقیقی چچازاد بھائی عاقل وبالغ اس سماۃ کے یہ نکاح منعقد ہوا۔ اب سماۃ ہندہ کا والد جو بوقت نکاح چار کوس کے فاصلہ پر تھا اس نکاح کو اسکے بلا اجازت ہونے پر مبنی کرکے باطل ٹھہرانا چاہتا ہے اور بلا رضامندی سماۃ ایک جاہل کے ساتھ بطمع اسکے مال وزر کے جبراً نکاح کرنا چاہتا ہے اگر ایسا ہوا تو سماۃ بوجہ عدم کفاءت فی الدین اگر کسی محظور شرعی اور خطرے میں پڑے تو عجب نہیں اب سوال یہ ہے کہ از روئے حدیث شریف نکاح سماۃ کا صحیح ہوا یا نہیں اور سماۃ کے والد کو یہ پہونچتا ہے کہ بادعائے ولایت بمقتضائے لا نکاح الا بولی اس نکاح کو توڑے اور جس سے چاہے نکاح کر دے عورت راضی ہو یا نہو۔ بینوا توجروا

الجواب بموجب حدیث اس نکاح کے جواز میں کسی طرح کلام نہونا چاہئے حدیثوں پر اگر بنظر انصاف دیکھئے تو صاف معلوم ہوگا کہ بالغہ کو بالخصوص جب وہ ثیبہ بھی ہو اس کو نفس خود نکاح کا اختیار ہے خواہ ولی اجازت دے یا نہ دے عن نافع بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الایم احق بنفسہا من ولیہا وفی اخری الثیب احق بنفسہا من ولیہا رواہ مسلم ۴۵۵ فاروقی۔ عن نافع بن جبیر عن ابن عباس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال لیس للولی مع الثیب امر والیتیمة تستامر فصمتها اقرارها رواہ النسائی صـ۲۱۱ نظامی - عن ابن بریدۃ عن ابیه قال جاءت فتاۃ الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقالت ان ابی زوجنی ابن اخیه لیرفع خسیسة قال فجعل الامر الیها فقالت قد اجزت ما صنع ابی ولکن اردت ان تعلم النساء ان لیس الی الآباء من الامر شیئ ابن ماجه صـ۱۳۶ دہلی - وعن عبد الرحمن بن یزید ومجمع بن یزید الانصاریین الخ ابن ماجه صـ۱۳۶

اگر صرف مسلم شریف کی روایت لیجئے اور (احق بنفسها) اسم تفضیل کے معنی متعارف پر لحاظ کرکے ولی کا بھی کچھ حق ثابت کیا جاوے تو وہ حق مباشرت نکاح ہے و بس اگر ولی کو حق مباشرت نکاح ہے تو وہ بہ نسبت عورت کے مرجوح ہے اور عورت اس حق میں راجح ہے حق مرجوح ولی کو تلبہ دیگر حق راجح کو بالکل کان لم یکن کردینا صریح ترجیح مرجوح ہے فی المسلم ج ۲ صـ۴۵۱ مصری ولیس للولی فی نفسها حق سوی التزویج فھی احق به منه اھ اور اگر روایت نسائی کو (جو تابعی اور صحابی میں مسلم کی روایت سے متحد ہے اور بقیہ رجال صحیحین کے رجال ہیں) روایت مسلم سے ملائی جاوے اور ابن ماجه کی روایتوں کو جنمیں باپ کا حق بالکلیہ حق میں کالعدم کان لم یکن ہونا ظاہر کر رہے ہیں اور ایک روایت نسائی صـ۲۱۱ کو جو ابن ماجه کا ہم معنی ہے جمع کیا جائے تو مثل روز روشن ظاہر ہوگا کہ باپ کو ثیبات پر کوئی حق ہی نہیں اور روایت مسلم کے لئے ان روایتوں کو مفسر (بکسر السین) قرار دیا جاویگا جس سے لفظ احق کا مثل اس احق کے ہونا ظاہر ہوگا جو آیہ وبعولتھن احق بردھن میں ہے جسکا ماحصل یہ ہوگا کہ عورت ہی کو صرف حق ہے ولی کا کوئی حق ہی نہیں اور یہ تفضیل بلحاظ اس کے نفس کے ہے نہ بلحاظ غیر کے خلاصہ یہ ہے کہ عورت کا ہر طرح اپنے حقوق پر حاوی ہونا اور حقدار ہونا ظاہر ہوگا اور ولی کا غیر مستحق ہونا - ونیز اس مسئلہ خاص میں مسماۃ نے کفاءت فی الدین کا لحاظ رکھا اور اس کے باپ نے دنیا کے حطام کو مطمح نظر رکھا اور اہل حدیث کے نزدیک کفاءت فی الدین ہی معتبر ہے بخاری شریف صـ۷۶۲ الاکفاء فی الدین ملاحظہ ہو قلت (فاطمة بنت قیس خطبنی خطاب منھم معاویة وابو الجھم فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم ان معاویة ترب خفیف الحال وابو الجھم منه شدۃ علی النساء او یضرب النساء ولکن علیك باسامة وفی روایة اخری فشرفنی بابی زید وکرمنی الیه بابی زید رواہ مسلم صـ۴۸۵ ج ۲ -

(باقی آئندہ)

سوال استدل القادیانی علی موت عیسی علیہ السلام بقولہ تعالی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ بان خلت بمعنی ماتت والرسل جمع معرف بلام الاستغراق فلذا فرع علیہ افائن مات الخ اذ لو لم یکن الخلو بمعنی الموت او لم تکن الرسل جمعا مستغرقا لما صح التفریع اذ صحتہ موقوفۃ علی اندراج نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی لفظ الرسل المذکور قطعًا۔ وذلک بالاستغراق وکذا صحتہ موقوفۃ علی کون الخلو بمعنی الموت اذ علی تقدیر التغائر وعموم الخلو من الموت یلزم تفریع الاخص علی الاعم مع ان التفریع یقتضی استلزام ما یتفرع علیہ للمتفرع ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص فالتفریع الواقع فی قولہ تعالی یستدعی تحقق کلا الامرین من کون الخلو بمعنی الموت ومن کون الجمع مستغرقا وبعد کلا المقدمتین یقال ان المسیح رسول وکل رسول مات فینتج ھذا القیاس المولف من مقدمتین القطعیتین ان المسیح مات

سوال قادیانی نے عیسی علیہ السلام کی موت پر اللہ تعالی کے قول وما محمد الا رسول الخ سے اس طور پر استدلال کیا ہے کہ خلت۔ ماتت کے معنی میں ہے اور رسل۔ جمع معرف بلام الاستغراق ہے۔ اسی لئے افائن مات الخ کو اس پر متفرع کیا ہے کیونکہ اگر خلو موت کے معنی میں نہ ہوتا یا رسل جمع مستغرق نہ ہوتی تو تفریع صحیح نہ ہوتی۔ اس لئے کہ اسکی صحت قطعًا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ رسل مذکور میں داخل ہونے پر موقوف ہے اور یہ (بات) استغراق سے ہے اور اسی طرح (اسکی صحت) خلو کے بمعنی موت ہونے پر موقوف ہے۔ اس لئے کہ تغایر کی اور خلو کے (معنی) موت سے عام ہونے کی تقدیر پر تفریع اخص کی اعم پر لازم آتی ہے باوجود اس بات کے کہ تفریع متفرع کے لئے لزوم ما یتفرع علیہ کو چاہتی ہے اور اعم کا اخص کیلئے عدم استلزام معلوم ہے سو وہ تفریع جو اللہ تعالی کے قول میں ہے۔ دو امروں کی تحقق کو مستدعی ہے۔ (اول) خلو کا موت کے معنی میں ہونا اور (دوسرا) جمع کا مستغرق ہونا اور ان دونوں مقدموں کے بعد کہا جاویگا کہ مسیح رسول ہیں اور ہر رسول نے وفات پائی لہذا یہ قیاس جو کہ دو مقدموں قطعی سے مرکب ہے منتج ہوگا کہ مسیح نے وفات

۱۴۳

وهو المطلوب والدلیل علی الصغریٰ قوله تعالیٰ ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل وقوله تعالیٰ ما المسیح بن مریم الا رسول وامثالها من الآیات وتسلیم جمیع الفرق الاسلامیة برسالته علیه السلام والدلیل علی الکبریٰ المقدمتان الممهدتان المذکورتان لانه متیٰ کان الخلو بمعنی الموت وقد اسند الی الرسل وثبت کونه جمعاً فیندرج فیه المسیح علیه السلام قطعاً فیلزم ثبوت الموت له فی ضمن الکبریٰ فثبت ما نحن بصدده۔

باقی۔ اور یہی مطلوب ہے۔ اور صغریٰ پر دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل اور ما المسیح بن مریم الا رسول اور مثل ان کے دیگر آیات ہیں۔ اور تمام فرق اسلامیہ کے مسلمات سے ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول ہیں اور کبریٰ پر دلیل دونوں مقدمے مذکور ممہد ہیں اس لئے کہ جب خلو موت کے معنی میں ہوگا۔ اور وہ اسناد کیا گیا ہے رسل کی طرف اور اس کا جمع ہونا بھی ثابت ہوگیا لہذا اس میں مسیح علیہ السلام بھی قطعاً داخل ہوگئے سو ان کے لئے موت کا ثبوت کبریٰ کے ضمن میں لازم آگیا لہذا ہمارا مقصود ثابت ہوگیا۔

الجواب۔ الخلو عام لکل مضی من الدنیا اما بالموت او بغیر الموت فصح التفریع وان لم یمت عیسی علیه السلام کما هو ظاهر۔

الجواب۔ خلو عام ہے ہر مضی من الدنیا کو خواہ وہ موت سے ہو یا بغیر موت کے لہذا تفریع صحیح ہوگئی اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی جیسا کہ ظاہر ہے۔

۱۴

سوال۔ کپاس کی ایک مشین ہے اس میں کچھ حصہ ہے اس کا منافع ہر سال ملتا ہے جو منافع ملتا ہے اسکی تو زکوٰۃ برابر دیدی جاتی ہے۔ اور جو روپیہ مشین میں لگا ہے اُس روپیہ کی زکوٰۃ دینے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ کیونکہ یہ مشین لوہے کی ہے۔ اس میں ہر سال مرمت کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور اس مشین میں کئی آدمیوں کا حصہ ہے چندہ سے منگائی گئی ہے۔ اور شرکا میں مسلمان اور ہندو دونوں ہیں۔

الجواب۔ وہ مشین آلہ صنعت ہے۔ مال تجارت نہیں لہذا اس میں زکوٰۃ نہیں ہے فقط

۲ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ

(باقی آئندہ)

دیکھئے صحیح مسلم میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکھف عصم من الدجال یعنی فرمایا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص دس آیتیں سورہ کہف کے اول کی یاد کرے وہ دجال سے محفوظ رہے گا اور ابوامامہ سے صحیح مسلم میں روایت ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اقرؤا سورۃ البقرۃ الحدیث یعنی ابوامامہ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ کو پڑھو الخ اب ان احادیث سے یہ کون عاقل نتیجہ نکال سکتا ہے کہ سورہ کہف اور سورہ بقرہ اس نام سے راوی اخیر یعنی مسلم بن حجاج یا اُسکے شیخ کے زمانہ میں ان ناموں سے مشہور تھیں۔ اسکے علاوہ ایک اور قابل تعجب اور حیرت انگیز امر ہے وہ یہ کہ یہی حضرت معترض ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں "کہ قرآن مجید پر غور کرنے سے علانیہ پایا جاتا ہے کہ جس سورۃ کو خدا تعالیٰ نے قسمیہ طور پر یا اس طور کے کلام پر شروع کیا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے یا یہ خدا کی کتاب ہے اس مقام پر خدا نے اُس سورۃ کو کسی اسم سے موسوم کیا ہے" قول اول اور اس تقریر کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سورہ ن و صافات اور الذاریات اور قیامہ اور مرسلات اور النازعات اور البروج اور الطارق اور الفجر اور البلد اور الشمس اور اللیل اور الضحیٰ اور العادیات اور العصر کا اللہ تعالیٰ نے نام رکھا ہے اور نہیں بھی رکھا ہے وھل ھو الا تناقض صریح اور سورہ نور نیز معلوم اور نہیں اسلئے کہ یہ سب سورتیں قسم سے شروع ہوئی ہیں اور قول اول سے معلوم ہوا کہ ان کا نام نہیں رکھا اور نیز یہ معلوم ہوا کہ سورہ نور اور سورہ قدر اور سورہ فرقان اور سورہ کہف وغیرہ منجملہ اُن سورتوں کے ہیں جنکا نام رکھا ہے اس لئے کہ ان کے ابتدا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے حالانکہ قول اول سے معلوم ہوا تھا کہ سوائے اُن سورتوں کے جنکے شروع میں حروف مقطعہ ہیں کسی سورۃ کا نام خدا تعالیٰ نے نہیں رکھا وھل ھو الا تناقض صریح۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ امر ثابت ہوگیا کہ سورتوں کے نام شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک سے ہیں اور احادیث سے یہ امر بھی واضح ہے کہ اُس زمانہ میں مسلمانوں اور یہود میں

اشد درجہ مخالفت تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توراۃ اور انجیل پڑھنے کو بسبب انکے محرف ہونے کے منع فرما دیا تھا پس اب یہ کہنے کی گنجایش نہیں ہے کہ (نعوذ باللہ) سور کے نام رکھنے میں توراۃ کا اتباع کیا گیا ہے۔

بحث اختلاف قراءۃ

اختلاف قراءۃ کا سبب بعض عقلاء کہتے ہیں کہ جب قرآن نازل ہوتا تھا تو متفرق کر کے نہیں لکھا جاتا تھا اور لوگ جو سنتے تھے برزبان یاد کر لیا کرتے تھے مگر جیسا عام قاعدہ فطرۃ انسانی کا ہے پیش آتا تھا یعنی جو قوی الحافظہ تھا انکو صحت وضبط کے ساتھ یاد رہتا تھا اور جس کا حافظہ قوی نہ تھا انکو ایسے ضبط سے یاد نہ رہتا تھا اور اس وجہ سے اختلاف قرارت پیدا ہو گئے ہم کہتے ہیں کہ قرارات کی دو قسمیں ہیں ایک متواترہ دوسرے شاذہ قرارات متواترہ وہ ہیں جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہمارے زمانہ تک ہر قرن میں اُسکے ناقل اس کثرت سے ہیں کہ اُنمیں کسی درجہ کے اندر بھی توہم کذب (یا غلط) کا نہیں ہے ان قرارات کا اختلاف مبنی سہو ونسیان پر نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ سب قرارتیں صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور عین قرآن ہیں اُن کی بنا سہو ونسیان پر کرنا سراسر علوم دینیہ سے نادانی وجہالت ہے دوسرے قسم یعنی قرارات شاذہ وہ ہیں کہ جنکی نقل ہم تک بطور تواتر کے نہ ہوئی ہو اُن قراتوں کا حکم بالاتفاق قرآن کا نہیں ہے اور مصاحف میں قرارات شاذہ نہیں ہیں سب متواتر ہی ہیں۔ اور سہو ونسیان خطاء فطرۃ انسانی نہیں ہیں بلکہ اہلیت فطری پر یہ آفات عارض ہوتی ہیں اگر نسیان امور فطرتی سے ہوتا تو یہ ضروری تھا کہ جس طرح قوت حافظہ فطرۃ میں رکھی گئی ہے قوۃ منسیہ یعنی بھلانے والی قوۃ بھی رکھی جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہے پس سہو ونسیان کو امور فطریہ سے قرار دینا بے علمی اور ناواقفی ہے اس کی بحث مفصلاً کتب اصول میں موجود ہے۔

قرآن مجید کو یکجا جمع ہونے کی وجہ بعض عقلاء زمان کا خیال ہے کہ یہ اختلاف جبکہ نسیان کی وجہ سے ہوا تو جیسا عام قاعدہ ہے یہ اختلاف روز بروز بڑھتا جاتا تھا اسلئے

۲۰

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں صحابہ نے اسپر اتفاق کیا کہ ان متفرق پرچوں کو
جمع کر کے قرآن مجید کو ایک جگہ لکھ لینا چاہیئے ہم کہتے ہیں کہ جمع قرآن کی یہ وجہ بیان کرنا
واقعات تاریخی سے بے خبری پر مبنی ہے بلکہ وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب جنگ یمامہ میں بہت سے
قرا صحابہ شہید ہو گئے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ اگر اور لڑائیاں
پیش آئیں اور اُن میں قرا صحابہ شہید ہو گئے تو اکثر آیات قرآن محفوظ نہیں گی اسلئے
انھوں نے بمشورہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اتفاق صحابہ رضی اللہ عنہم کے
بعد مطابقت مصاحف مکتوبہ اور تصحیح حفاظ صحابہ کے تمام قرآن کو بہت اہتمام کے
ساتھ لکھوایا اُس وقت تک اُن ہی قرارات متواترہ پر سب کا اتفاق تھا پس یہ کہنا کہ
جیسا عام قاعدہ ہے اختلاف روز بروز بڑھتا جاتا تھا محض غلط ہے اس لئے کہ اولاً
تو یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ مرور زمان سے اختلاف بڑھے دیکھو امرء القیس کے قصائد
اور فصحاء جاہلیت کے بڑے بڑے طویل خطبے اکثر لوگوں کو بلا کمی بیشی کے اُس وقت زبانی
یاد تھے اور اُسوقت تو عرب کا حافظہ انتہا درجہ تک پہونچا ہوا تھا اس زمانہ میں ہندوستان
میں اکثر لوگ موجود ہیں کہ انکا حافظہ ایسا قوی ہے کہ طویل طویل قصے اور مضامین انکو
بلا تغیر بالکل یاد ہیں۔ ثانیاً قرآن کے حفظ کا حضور کے عہد سے نہایت درجہ اہتمام تھا
خود حضور نے حد سے زیادہ اُس کے حفظ کی تاکید فرمائی تھی اور اُسکے بھول جانے والے
پر وعید شدید فرمائی ہے جیسا کہ احادیث میں صاف صاف موجود ہے علاوہ اسکے مدار
دین کا اسی پر تھا پس اس کی حفاظت کو معمولی باتوں کے حفظ پر قیاس کرنا اور دونوں کو
یکساں سمجھنا فاش غلطی اور قیاس مع الفارق ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن کے جمع کرنیکی
وجہ اختلاف کا پیدا ہونا نہ تھا اسلئے کہ اُسوقت تک قرارات متواترہ پر ہی اتفاق تھا
پھر بعد عہد شیخین رضی اللہ عنہما کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب حذیفہ بن
یمان رضی اللہ عنہ آذربیجان اور آرمینیہ اور عراق عجم میں پہونچے تو انھوں نے بلاد شام
یا عراق میں دیکھا کہ کچھ لوگ قرآن کو خلاف قرارات متواترہ کے پڑھتے ہیں اور اُن کا ایسا
پڑھنا اُن کی عجمیت اور جدید العہد ہونے کے سبب کچھ مستبعد بھی نہ تھا لیکن حذیفہ رض کو

۲۱

یہ امر بھی ناگوار ہوا اور انھوں نے واپس آکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس امت کی خبر لیجئے ایسا نہ ہو کہ اس امت میں بھی یہود و نصاریٰ کا سا اختلاف ہو جاوے یہ سنکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ازسرنو ایسا ہی اہتمام کیا جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا تھا اور اوراق متفرقہ اور مصاحف مرتبہ سابقہ اور حفاظ صحابہ سے مطابقت کر کے کئی نسخے باہتمام زید بن ثابت اور عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہم کے لکھوا کر اطراف بلاد میں بھیجدیئے اور یہ حکم دیا کہ جو کچھ ماسوا قرآن کے لوگوں نے مصاحف میں لکھ لیا ہو وہ تلف کر دیا جائے چنانچہ اب تک کتابت قرآن میں اسی رسم خط کی پابندی چلی آتی ہے اور وہی قراءات متواترہ جو بتواتر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں پڑھی جاتی ہیں بعض مصاحف صرف ایک قراءت پر لکھے جاتے ہیں اور بعض میں دوسری قراءتیں بھی لکھدی جاتی ہیں اور بعض میں سب قراءتیں متواترہ لکھی جاتی ہیں۔

۲۲ تتمیم فائدہ کے طور پر ایک امر ضروری اور بھی قابل تحریر ہے وہ یہ ہے کہ اختلاف قراءۃ دو امر سے متعلق ہے ایک جوہر کلمہ سے جیسے مالک اور ملک کا اختلاف دوسرے ہیئۃ کلمہ سے یعنی حرکات اور ادغام و اشمام و روم و تفخیم و امالہ وغیرہا یہ دونوں قسمیں قراءات متواترہ میں بتواتر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اگرچہ شیخ ابن حاجب نے قسم ثانی کی نسبت لکھا ہے کہ تواتر اس کا واجب نہیں لیکن جلال الدین سیوطی اور ابن جزری اور دیگر بڑے بڑے علماء اصول نے اس قول کو تسلیم نہیں کیا اس لئے کہ جوہر کلمات کا تواتر مسلم ہے اور ہیئت اس کے لوازم سے ہے پس جب جوہر کلمات متواتر ہوئے تو واجب ہے کہ لوازم بھی اس کے متواتر ہوں۔

اسکے بعد ہمارے معترض فرماتے ہیں کہ خلافت صدیقیہ میں جب قرآن مجید یکجا جمع ہو گیا تو جو غلطیاں اسقاط و اضافہ کلمات کی زبانی یاد رکھنے والوں کو پڑتی تھیں بالکل جاتی رہیں مگر پھر بھی کسی قدر اختلاف باقی رہا تھا۔ اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب کے نزدیک اختلاف قراءت کا مدار سہو اور نسیان پر ہے جیسا پہلے صراحۃ لکھا ہے

(باقی آئندہ)

صاحبو۔ ان حضرات کو حق تعالیٰ نے شراب معرفت پلائی ہے اور اُن کو اپنی آغوش لطف میں سلالیا ہے اور اپنے ساتھ انسیت نصیب فرماکر مانوس بنالیا ہے لہذا اسکا یہ نتیجہ پیدا ہونا لازمی ہے کہ حق تعالیٰ کے حضور میں ہر وقت باادب بنا ہوا قائم رہنا ان کیلئے لذیذ بنجائے اور مخلوقات میں ہر شے سے غائب و بے خبر بنجانا خوشگوار ہو جائے۔ اگر مجنوں کو دنیا میں یہ نعمت نصیب ہوتی کہ وہ لیلیٰ کا مصاحب خاص بنجاتا کہ ہر وقت اسکی ہیبت و صحبت میں رہنا اس کی خدمت تجویز کیجاتی تو پھر اس کے دل سے پوچھنا چاہئے تھا کہ اس خدمت کے سرانجام دینے میں جو اہتمام و فکر و پریشانی تجکو اٹھانی پڑتی ہے یہ بار خاطر گذرتی ہے یا تمہیں مزہ آتا ہے؟ علیٰ ہذا شاہی آستانہ کے حاضر باش غلام جنکو حضوری و دربار داری پر تعینات کرکے بادشاہ نے خاص اپنی خدمت پر مامور کر رکھا ہو ان سے دریافت کرو کہ رات اور دن کی اس محنت و مشقت اور خدمات مختلفہ کی دوڑ دھوپ میں اس گرمی و سردی اور نشست و برخاست کی ایذاؤں سے گھبراتے ہو یا لذت لیتے ہو کہ کبھی دربار عام میں دن بھر دست بستہ کھڑا رہنا پڑتا ہے اور کبھی خلوتخانہ میں شاہی چھپر کھٹ کے پاس پہرہ دار بنکر رات گذارنی پڑتی ہے؟ تو وہ بیشک جواب دینگے کہ ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت	سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

الغرض اہل اللہ کیلئے آستانہ خداوندی کی حاضر باشی ایسا مضمون ہے جو ان کو مستو الا بنائی رکھتی ہے کہ نہ گرمی کا ہوش رہتا ہے نہ سردی کا نہ بیماری کی تکلیف محسوس ہوتی ہے نہ افلاس و ناداری کی۔ کپڑے بدلنے کا ہوش انکو نہیں ہوتا۔ کھانیکی فکر و اہتمام سے ان کو رغبت نہیں رہتی۔ زینت و تجمل سے انس ان کو نہیں ہوتا اور بناؤ سنگھار کی طرف توجہ ان کو نہیں ہوتی۔ وہ اپنے شاہنشاہ حق تعالیٰ عز اسمہ کے سامنے ہر وقت مردہ بنے رہتے ہیں کہ جس پہلو چاہے لٹائے۔ نہ ان کے زبان ہے کہ شکوہ کریں اور نہ حس و شعور ہے کہ تکلیف پائیں اور آہ کریں شاہی ہیبت انپر مسلط رہتی ہے کہ دیکھئے تم کیا حکم صادر ہو؟ وہ جانتے ہیں کہ احکم الحاکمین کی سرکار ہے جسکی شان یہ ہے کہ "لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون" (اس سے سوال نہیں ہوسکتا کہ کیا کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے؟ ہاں مخلوق سے سوال ہوا کرتا ہے) یہ شاہی آستانہ ہے

حاضرباش غلام گویا مردہ کی طرح گونگے اور بہرے بنے رہتے ہیں کہ اپنے قصد وارادہ سے نہ حرکت کرسکتے ہیں نہ ہاتھ یا زبان ہلا سکتے ہیں اسکے بعد جب وہ چاہتا ہے تو ان کو طرح اٹھا کھڑا کرتا ہے جیسے قیامت کے دن قبروں سے مردوں کو زندہ کرکے اٹھا کھڑا کریگا اور جب چاہتا ہے ان کو حیات وحس وشعور عطا فرما کر بیدار کردیتا ہے کہ تبلیغ واصلاح خلق میں مشغول ہوکر نرمی وگرمی اور شفقت وغضب کے رنگ دکھا دکھا کر مخلوق کو اللہ والا بنائیں ان حضرات کو نہ بیداری کی پروا ہوتی ہے نہ خواب کی۔ نہ ان کو گمنامی کی رغبت ہوتی ہے نہ شہرت کی۔ نہ خواہش طبعی سے خلوت کے طالب ہوتے ہیں نہ جلوت کے۔ نہ اپنی نفسانی رغبت سے جنگل وبیابان کا رخ کرکے سیاح ارض وزاہد مجرد بنتے ہیں اور نہ آبادی میں آکر وعظ گوئی کیلئے ممبر پر چڑھتے ہیں۔ ہر حال اور ہر آن اپنے خدائے برتر وبزرگ کے محکوم ہوتے ہیں کہ جس حال میں چاہے رکھے اور جس خدمت پر چاہے مامور فرمائے۔ وہ حق تعالیٰ کے حضور میں ایسے ہوتے ہیں جیسے اصحاب کہف اپنے غار میں کہ ان کے حق میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ونقلبهم ذات اليمين وذات الشمال" ہم ان کو داہنی اور بائیں طرف کی کروٹ دیتے رہتے ہیں" کہ کبھی اس پہلو لٹا دیا اور کبھی دوسری کروٹ بدلوادی۔ وہ خود بےحس ہیں کہ نہ اس کروٹ کی انکو خبر ہے نہ دوسری کروٹ کا شعور واحساس۔ اب تم ہی بتاؤ کہ جس شخص نے اپنے آپ کو دردست حق تعالیٰ کے حوالہ کردیا ہو اس سے زیادہ لذیذ زندگی کسکی ہوسکتی ہے اور جو حیرت دہشت میں ہیبت ولطف کی دو نظروں کا متوالا بنا ہوا جی رہا ہو اسکو کسی تکلیف دہ حالت کا کیا احساس ہوسکتا ہے؟ کاش ہمکو بھی ایسی بےحسی نصیب ہوجائے یہی لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں کہ اپنی بےبسی وبیچارگی ضعف وکمزوری کی تہ کو پہونچکر اپنے آپ کو قدرت والے بادشاہ کے حوالہ کردیا اور دنیا جیسے دارالمحن اور مصیبتوں کے گھر میں وہ پُرلطف زندگی گذری جسپر سلاطین دنیا کو رشک وغبطہ کرنے کا موقع ملا چنانچہ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے بلخ کے تاج وتخت کو خیرباد کہکر جس زندگی کو اپنے لئے ترجیح دی اسکو سب نے دیکھا اور سنا ہے آفرین ہے اُن کی عالی ہمتی پر کہ ایسی مضبوط رسی تھامی جس سے زیادہ مضبوط کوئی بھی نہیں اور ایسا اونچا کڑا پکڑا جس سے اونچا کوئی کڑا

۶۲

نہیں۔ کہ جسکے اشارۂ کُن سے دنیا بھر کو نجات نصیب ہوتی ہے اسکے ہو رہے اور ہر حال میں اپنی مغفرت و نجات کی اپنے پروردگار جل و علی شانہ سے لو لگائے اسکے آستانہ پر بیٹھے رہتے ہیں۔

اے مخاطب افسوس ہے کہ تو کام تو دوزخیوں کے کرتا ہے اور آرزو رکھتا ہے جنت کی سو تیری طمع بے محل ہے۔ یاد رکھ کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جیسا بوئیگا ویسا کاٹیگا۔ تو نے کاہلی و کسل کا نام تصوف رکھلیا اور حق تعالیٰ کی شان غفاری کا حیلہ تراشکر آزادی و بیباکی کو بڑھالیا کہ خلاف شرع امور کا مرتکب ہوتا ہے اور جب کوئی سمجھاتا یا ڈانٹتا ہے تو جواب دیتا ہے کہ خدا کو میرے اعمال کی پروا نہیں ہے اور اسکے دریائے فضل و مغفرت کے سامنے میرے گناہوں کا خس و خاشاک حقیقت ہی کیا رکھتا ہے؟ تیری ان باتوں سے جاہل مخلوق یوں سمجھتی ہے کہ انکو شان غفاری پر بڑی نظر ہے حالانکہ یہ تیری بے غیرتی اور نفس کی مکاری ہے۔ اگر حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ تجکو تعلق ہوتا تو جس طرح شان غفاری پر نظر گئی اسی طرح اس کی شان قہاری پر بھی نگاہ جاتی کہ اسکی پکڑ بڑی سخت اور نہایت دردناک ہے۔ کوئی غلام جسنے شاہی دربار کا نظارہ کیا ہو شاہی داد و دہش پر نازاں ہو کر اس کی جلالی شان سے غافل نہیں بنا کرتا۔ جہاں وہ یہ دیکھتا ہے کہ ہزاروں نادار بھک منگوں کو بادشاہ نے ایک آن میں جاگیر دار و خطاب یافتہ بنا کر نہال کر دیا وہیں یہ بھی دیکھتا ہے کہ اسی دربار سے بیسیوں جاہ و حشمت والے امرا پابزنجیر بنا کر جیلخانہ بھیجدئے گئے اور سیکڑوں امن و آزادی کی زندگیاں گذارنیوالوں کو دار پر چڑھا کر ہزار ذلت و خواری دنیا سے رخصت کر دیا گیا کہ ان کی نعش سولی پر لٹکی ہوئی عبرت گاہ خلائق بنی ہوئی ہے اور نہ کوئی صاحب سیف زبان ہلا سکتا ہے نہ کوئی صاحب قلم۔ پس بڑے مخاطب قانون خداوندی یعنی شریعت نبویہ کے خلاف چلنا اور حق تعالیٰ شانہ کی مغفرت کا حیلہ پکڑنا تو ہی بتا کہ بے محل ہوا یا نہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ تو اس حیات مستعار پر دھوکہ کھائے بیٹھا ہے۔ اپنی موت سے تجکو غفلت ہے۔ مرنا قبر میں جانا۔ دوبارہ زندہ ہونا اور حق تعالیٰ شانہ کے حضور بڑی کچہری میں کھڑے ہو کر باز پرس اور جرح کا پیش آنا تیرے نزدیک گویا افسانہ بے معنی ہے

۲۳

تو سمجھے ہوئے ہے کہ گویا ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ سدا یہی بی بی بچوں کی معاشرت رہے گی
اور یہی عزت و تونگری و عیش کی راگ رلیاں پس اس غرہ نے تجکو غافل و مدہوش بناکر
دنیا کی فانی لذتوں کا شیدا بنادیا۔ اور آنیوالی زندگی کے خطرات سے جو ان کی پاداش میں
تجکو بھگتنے پڑیں گے بیخبر و مغفل کردیا۔ اے شخص ہوش میں آ اور عاریت پر غرہ نکر۔ دنیا کی
زندگی ایک مستعار شے ہے جو تجکو صرف چندروز کیلئے دی گئی ہے مگر تو اسکو اپنا مملوکا اور
ذاتی حق سمجھتا ہے کہ اسکو واپس لینے والا کوئی رہا ہی نہیں۔ خوب سمجھلے عنقریب وہ وقت
آیا چاہتا ہے کہ یہ تجھسے واپس لیجائیگی۔ جس طرح کوئی بادشاہ اپنی رعایا میں کسی کاریگر
مثلاً لوہار یا نجار کو کسی خدمت کے انجام دینے کیلئے مہلت دیا کرتا ہے کہ جاؤ فلاں شے
محنت و توجہ کے ساتھ جلد بنالاؤ یا مستعار کتابیں دیکر بچوں کو وقت کے اندر گنجایش ملتی ہے
کہ نصاب تعلیم کو محنت و شوق کے ساتھ ختم کرکے امتحان گاہ میں بیٹھنے کے قابل جلد بنکر
آؤ اسی طرح حق تعالیٰ نے زندگی تجکو عارۃً اس لئے عطا فرمائی ہے تاکہ تو اس میں اللہ کی
اطاعت کرے اور خورد و نوش وغیرہ جملہ ضروریات کے سامان مہیا فرما کر مستعار تیرے حوالہ
کئے تاکہ اطاعت و عبادت میں رکاوٹ پیدا کرنے والی کوئی بات بھی باقی نہ رہے مگر افسوس
کہ تو نے اس عاریت کو عاریت نہ سمجھا بلکہ اپنی مملوکہ چیز سمجھ بیٹھا کہ اس کی واپسی کے خیال کو
بھی بھلادیا۔ نہ اس مہلت کی غرض و غایت کو یاد رکھا اور نہ دنیا کے سازو سامان کی پیدایش
کا مقصود سمجھا۔ تو نے تو یوں سمجھ لیا کہ میں منجملہ بہائم و مواشی زمین کے ایک چوپایہ ہوں کہ
گوناگوں مزہ والی پیداوار اور رنگ برنگ کے ذائقہ دار چیزوں سے لذت اٹھانیکے لئے
آیا ہوں پس شتر بے مہار کی طرح آزاد اور حیوان لایعقل کی طرح بدمست ہوکر جو چاہا کھانے
لگا اور جو چاہا کرنے لگا۔ اے شخص زندگی تو زندگی اس زندگی کے اجزا و واقعات بھی مستعار
اور چند روزہ ہیں چنانچہ تندرستی و عافیت بھی جسپر تو مغرور ہے تیرے پاس عاریت ہے کہ
چندہی روز بعد چھنجائیگی عنقریب وہ وقت آنیوالا ہی کہ بستر مرض پر پڑا ہوا لوگونکو تکا کریگا۔ پانی پلانے
اور کروٹ بدلوانے تک میں دوسروں کا محتاج ہوگا۔ صحت کی توقع میں ناگوار سے ناگوار تلخ دواؤنکے گھونٹ
گھونٹ پئے گا۔

(باقی آئندہ)

الفتح الربانی
جس میں حضرت
محبوب سبحانی کے
۶۲ وعظ اور بیقدر
ملفوظات ہیں۔
سلیس ترجمہ ہوکر
بنام فیوض یزدانی
۲۴
طبع ہوگئی ہے قیمت
ہے اور خیر المطابع
میرٹھ سے ملسکتی ہے
اسی کے وعظ کی
شرح نئے پیرایہ میں
الامداد کا جزو بنی ہوئی
ہے جو ناظرین کے
پیش نظر ہے ۱۲ مہتمم

گڑیاں کھیلنا۔ یہ ایک ایسا فعل ہے کہ مسلمانوں کے ہر ہر گھر میں رائج ہے حتی کہ بہت سے
یندارعن کے یہاں بھی اور اسپر فتوی بھی جواز کا نقل کیا جاتا ہے اور اس فتوے کے کچھ اصل
ی ہے لیکن مسلمانوں میں جہاں ہر کام میں افراط تفریط ہے وہاں اسمیں بھی ہے۔ گڑیاں
کھیلنے کا جواز صرف اس حد تک ہی کہ بچوں کیلیے ایک دلبستگی کا سامان ہو اور اس کے ذریعہ
سے لڑکیوں کو سینا پرونا آجاوے چنانچہ تجربہ سے ثابت ہی کہ اس سے بہت جلد سینے پرونے
کی مشق ہوجاتی ہی مگر اسمیں افراط اس درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ بڑی بڑی قیمت اور لاگت
سے گڑیاں منگائی جاتی ہیں اور اُن کے سامان میں سیکڑوں روپیہ خرچ کئے جاتے ہیں
اور جس غرض سے وہ جائز تھیں اُسکی تکمیل کے بعد بھی گڑیاں موقوف نہیں ہوتیں۔
ایک صاحب نے جب لڑکی کا بیاہ کیا تو گڑیاں بھی اور اُن کا سامان اتنا دیا کہ دو سو روپیہ کی تیاری
کا تھا بندہ کے نزدیک اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ بچوں کو صغر سنی میں اجازت دیجاتی ہے
اور شرعا بھی رخصت ہی کہ ابدست دوسرا آدمی کردیا کرے اب کوئی اس اجازت کو لڑکپن اور
شادی ہونے کے وقت تک بھی جائز رکھے تو کیا کہا جاسکتا ہے سوای اسکے کہ آفریں باد برین
ہمت و برغیرت تو۔ (راقم نے بتحقیق لکھنو کے ایسے واقعات سنے بھی ہیں) ایک جگہ گڑیوں کے
بیاہ میں دو صاحبوں نے ویسی ہی بارات بنائی جیسے شادی بیاہ میں ہوتی ہے۔ ایک جگہ
دو لڑکیوں میں گڑیوں کا بیاہ ہوا تو عام رسوم کا نقشہ ویسا ہی بنایا گیا جیسے اندنوں میں مروج
ہے گویا ابھی سے ان کی سرشت میں بدعات کی تعلیم پیوست کیجاتی ہے حتی کہ جب دلہن
رخصت کرکے گڈے کے گھر گئی تو وہ فرضا رات کا وقت مانا گیا جب صبح کا فرضی وقت آیا
تو بہوڑے والوں کی آمد کا تہیہ ہوا اور کہا گیا کہ اب دولہن کو نہلا دھولا دینا چاہیے تو انکی
سسرال والوں نے کہا ابھی سویرا ہے آج دولہا دولہن کو سویرے جگانا نہیں چاہیے بڑی
شرم کی بات ہے دوسری نے کہا نماز کا وقت ہے اُس نے کہا کچھ بھی ہو قضا پڑھ لینگے
دولہا دولہن کو جگا دینگے تو دنیا کیا کہیگی ناظرین اندازہ کریں کہ ہنسی کی گل پھنسی ہے یا نہیں
اسوقت کھیل نظر آتا ہے مگر یہ سب باتیں لڑکیوں کے ذہن میں نقش ہوکر کیا پھل لاوینگی
یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہیے دولہا دولہن کے اول دن شام کھٹنے سے تمام گھر پر قہر الہی نازل ہوتا ہے

۰۱۳

اور سنو جب لعنت ہوتے ہیں رسموں میں تو حیا ایسی بالائے طاق ہو جاتی ہے کہ بستر کی
چادر بعض جگہ مجمع میں پیش ہوتی ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ کتنی سرخی آئی ہے اور حیا آتی
کہاں ہے جہاں شریعت کا نام آجاوے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جو نماز لاپروائی سے
قضا کر دیجاتی ہے وہ قضا پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اسپر وہی گرفت
کریں جو تارک صلوٰۃ پر ہوگی۔

گڑیاں کھیلنا اسی قدر جائز ہے کہ کسی سیدھی دھجیاں جوڑ کر گڑیا بنا دی اور کپڑا لتہ
سینا سکھا دیا اور جب لڑکی ذرا ہوشیار ہوئی سب کو الگ کر دیاویں۔

شیخی جتانا۔ یہ مرض عورتوں میں اسقدر ہے کہ کوئی کام بھی کریں جب تک کہ اسے ظاہر
نہ کرلیں اور اپنی بڑائی نہ جتالیں جب تک چین ہی نہیں آتا خواہ وہ کام دنیا کا ہو یا دین کا
اختیاری ہو یا غیر اختیاری کسی کو گھر کی صفائی اور ظاہری ستھرائی کا شوق ہوا اور اپنے
مکان و لباس کو صاف رکھتی ہیں تو جب تک کہ اپنی ہم عمروں اور ہمجولیوں کو دکھلا نہ لیں
صبر نہ آوے۔ کسی کو مکان اچھا مل گیا ہے تو جب تک کہ دو چار کو دکھا کر تعریف نہ کرالیں
قرار نہ ہو چاہے مکان اپنے گھر کا ہو بھی نہیں کرایہ ہی کا ہو جسپر ان کا کچھ بھی قبضہ نہیں جب
مالک مکان کہدے چھوڑنا پڑے۔ کوئی بی بی نماز کی پابند ہیں تو مونہہ پر ضرور لادیں گی کہ
میں تو آٹھ وقت کی نماز پڑھتی ہوں مجھے تو میاں کی بھی خبر نہیں رہتی نماز ہی میں رہتی
ہوں۔ کوئی پوچھے کسپر احسان ہے جو کچھ کرتی ہو اپنے لئے۔ اور کرتی ہی کیا ہیں خدای تعالیٰ
نے تو پانچ وقت کی نماز فرض کی آٹھ وقت کو کس نے کہا یہ فعل بامر حق تعالیٰ تو نہیں خود رائی
سے ہے اور خود رائی عبادت نہیں ہوتی تو یہ تعلی محض خیالی بات پر ہوئی۔ کسی کا کوئی
رشتہ دار یا بزرگ صاحب کمال اور شہرت یافتہ ہے تو ان کی طرف اپنے آپ کی نسبت
کرکے اپنی بڑائی جتاتی ہیں حالانکہ خدائے تعالیٰ کے یہاں نسب کی پوچھ نہیں ذاتی کسب
و عمل کی پوچھ ہے حضرت نوح علیہ السلام کی بی بی اور بیٹا باوجود پیمبر کی ساتھ ایسی نسبت
رکھنے کے ناری و دوزخی ہے پیمبر علیہ السلام ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے اسکی تصریح قرآن
شریف میں موجود ہے۔ شیخی جتانے کا مرض مردوں میں بھی ہے لیکن عورتوں میں تو

۱۴

اسقدر ہے کہ گویا داخل جبلت ہوگیا۔ یہ مرض کئی وجہ سے نہایت شدید اور خطرناک اور قابل بیان ہے ایک تو اسوجہ سے کہ بعض گناہ معلوم و مشہور ہوتے ہیں اور بعضے نامعلوم اور نظروں سے اوترے ہوئے ہوتے ہیں یہ اخیر قسم زیادہ خطرناک ہوتی ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی رسی کے دھوکے میں سانپ کو پکڑ لے کہ اگر سانپ کو سانپ سمجھکر پکڑتا تو اتنا اندیشہ نہ تھا کیونکہ اس کے منہ سے بچاؤ کرتا اور جب رسی سمجھکر پکڑا ہے تو بیخوف و خطر ہوگا اور سانپ کا جہاں بھی جی چاہے کاٹ لیگا۔ شیخی جتانا ایسا ہی گناہ ہے کہ اس کے گناہ ہونے کا بھی خیال شاذ و نادر کسی کو ہے۔ دوسرے اسوجہ سے کہ کثیر الوقوع ہے اور جس کام کا رواج ہوتا ہے اسکی برائی دلوں سے جاتی رہتی ہے۔ تیسرے اسوجہ سے کہ عام و خاص سب اسمیں مبتلا ہیں جس گناہ میں خواص بھی مبتلا ہوں وہ زیادہ شدید اور ضرور تنبیہ کرنیکے قابل ہو جاتا ہے۔ چوتھے بعض گناہ صورۃً و حقیقۃً ہر طرح گناہ ہوتے ہیں یعنی عند اللہ تو برے ہوتے ہیں عرف میں اور دنیا کے نزدیک بھی برے ہوتے ہیں جیسے چوری قتل ڈاکہ وغیرہ اور بعضے گناہ صورت میں مباح کیطرح ہوتے ہیں جیسے اکثر زمین چنانچہ دیندار عورتیں بھی کہدیتی ہیں ان میں کیا حرج ہے یہ تو بناؤ سنگار کی قسم سے ہیں حالانکہ وہ صورۃً بناؤ سنگار ہیں اور حقیقۃً تقلید کفار ہیں۔ اور بعضے گناہ عبادت اور نیک کام کے ہمشکل ہوتے ہیں جیسے وہ بدعات جنکو لوگ عبادت اور حسنات سمجھکر کرتے ہیں حالانکہ اصلیت اُن کی دین میں تحریف اور زیادتی علی الشرع ہے یہ مرض یعنی شیخی جتانا اسی تیسری قسم میں سے ہی کیونکہ مشابہ ہے شکر اور اظہار نعمت خداوندی کے جو شریعت میں پسند کیا گیا ہے قال تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ اور بہت سے بزرگوں اور اہل اللہ سے منقول ہے قال تعالیٰ نقلاً عن سلیمان علیہ السلام یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء وقال ایضاً نقلاً عن یوسف علیہ السلام انی اوفی الکیل وانا خیر المنزلین۔ وانی حفیظ علیم۔ اور اب بھی علماء اور صلحا میں موجود ہے پھر اسمیں تمیز کیونکر ہو خاصکر عورتوں کو کیونکہ نہ اُن کو علم میسر ہے نہ علماء کے پاس آنا جانا تو کسقدر خطرناک ہوا چنانچہ جب سمجھدار اور تعلیم یافتہ عورتیں یہ گناہ کرتی ہیں تو اس طرح کرتی ہیں کہ توبہ توبہ

۱۵

کر کے کہتی ہوں میں تو کوئی چیز نہیں مگر ایسا بھی کیا ہوتا ہے کہ تہجد کو بھی آدمی نہ اٹھے میں تو آٹھ وقت کی نماز اتنے دنوں سے برابر پڑھتی ہوں۔ یہ تو یہ تو صرف نقل ہے اور دل خوش کرنیکی ترکیب ہے اصل مقصود جتانا اور تزکیہ نفس ہے اس گناہ کے اسقدر شدید ہونیکی وجہ سے حق تعالیٰ نے بالقصد اور بڑے اہتمام کے ساتھ اس آیت میں منع فرمایا ہے فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی۔ لا تزکوا صیغہ نہی ہے حق تعالیٰ کی نہی اسوجہ سے کہ حق تعالیٰ احکم الحاکمین ہیں تمام دنیا کے حاکموں کی نہی سے زیادہ ہے یہی منع کرنیکے لئے کافی تھی مگر اور زیادہ تاکید اور اہتمام بالشان کیلئے ھو اعلم بمن اتقی سے اس کی وجہ بھی بیان فرما دی حالانکہ کسی ادنیٰ سے حاکم کو بھی بحیثیت حاکم ہونے کے حکم کی وجہ اور مصلحت بیان کرنے کی ضرورت نہیں چہ جائے کہ خدائے احکم الحاکمین لیکن صرف اہتمام بالشان اور زیادتی تاکید کے واسطے نیز اسواسطے کہ جنکے قلوب میں عظمت حق تعالیٰ کی کم ہے وہ بھی اس مصلحت کو دیکھکر اس حکم کی تعمیل کریں اور جنکے قلب میں عظمت ہو وہ اور زیادہ رغبت کے ساتھ تعمیل کریں وجہ بیان فرما دی۔ تو کسقدر تاکید در تاکید اس مرض کے علاج کی ہوگئی۔ پھر کیا کسی مسلمان کو گنجائش ہے کہ اب بھی اسکی طرف توجہ نہ کرے۔ اور دیکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے آیت میں وجہ اس طرح بیان فرمائی کہ شیخی اور تزکیہ نفس نہ کرو اسواسطے کہ اس کا علم صرف ہمکو ہے کہ متقی کون ہے۔ جب متقی ہونے کا علم ہونا وجہ ہوئی شیخی سے منع کرنے کی تو متقی ہونے کا علم مدار ٹھیرا شیخی جتلانے کے جواز کا اسمیں سب سے پہلی تعلیم یہ ہوگئی کہ ماسوائے تقویٰ کے کسی بات پر اترانا اور تعلی کرنا تو ایسا بدیہی اور کھلا ہوا عیب ہے کہ اُسکے تو ذکر کی بھی ضرورت نہیں کوئی مال پر یا جمال پر یا قوت پر یا تندرستی پر یا خدم وحشم پر اترا دے تو یہ تو ایسی حماقت ہے کہ دنیا کے عقلمند نے بھی پسند نہیں کیا۔ عقلا کا قول ہے۔

منہ بر جہاں دل کہ بیگانہ است ۔۔۔ چو مطرب کہ ہر روز در خانہ است
مکن تکیہ بر ملک و جاہ و حشم ۔۔۔ کہ پیش از تو بود است و بعد از تو ہم
دوران بقا چو باد صحرا بگذشت ۔۔۔ تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
حال دنیا را بپرسیدم من از فرزانۂ ۔۔۔ گفت یا خواب است یا بادے است یا افسانۂ

(باقی آئندہ)

۱۶

الاحکام الواقعیہ

بابت محرم الحرام ۱۳۴۴ھ ہجری

(۱) محرم کے اعمال میں صرف حدیثوں میں دو امر وارد ہیں ایک عاشورا کا روزہ اور دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس روز اپنے گھر والوں پر کھانے پینے کی فراخی رکھے سال بھر تک اسکی روزی میں برکت رہتی ہے۔ اور جب اس روز کھانے میں فراغت ہوگی تو اگر اس میں سے کچھ محتاجوں غریبوں کو بھی دیدیا جاوے تو کچھ حرج نہیں لیکن اب جو لوگوں نے رسوم اپنی طرف سے گھڑ لئے ہیں وہ سب فضول اور واہیات اور گناہ کی باتیں ہیں۔

(۲) بہت لوگ ان دنوں میں تعزیہ بناتے ہیں اور بعضے اسکو اسقدر ضروری خیال کرتے ہیں کہ اگرچہ گھر میں کھانے کو نہ رہے یا بالکل ہی گھر میں نہو بلکہ قرض ہی لینا پڑے خواہ کچھ بھی ہو مگر تعزیہ ضرور بنے تعزیہ کا بنانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور بعض کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اسمیں حضرات کربلا تشریف لاتے ہیں اور اسی لئے تعزیوں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں ان پر عرضیاں لٹکاتے ہیں یہ سب شرک ہے۔

(۳) بعضے تعزیہ تو نہیں بناتے لیکن مرثیہ یا شہادت نامہ ضرور پڑھتے ہیں اور پھر اسکو پڑھ کر روتے چلاتے ہیں سو شریعت میں مصیبت کیوقت قصد کرکے رونا درست نہیں نیز مرثیوں اور شہادت نامہ کی اکثر روایات بالکل موضوع اور غلط ہوتی ہیں اسکے علاوہ خود التزام اس کا ناجائز ہے۔

(۴) تعزیہ کے ساتھ باجے بجاتے ہیں اسکے دفن کرنیکی جگہ کو زیارت گاہ سمجھتے ہیں مرد و عورت آپس میں بے پردہ ہو جاتے ہیں نمازیں غارت کرتے ہیں ان سب امور کی برائی ہر مسلمان جانتا ہے۔

(۵) بعض لوگ ان ایام میں شربت پلاتے ہیں اور اسمیں ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اس سے شہیدوں کی پیاس بجھے گی کیونکہ وہ پیاسے شہید ہوئے تھے تو سمجھنا چاہئے

کہ ان کے پاس شربت نہیں پہونچتا۔ بلکہ اگر خلوص سے شرع کے موافق ہوتا تو ثواب پہونچتا اور ثواب گرم اور ٹھنڈی چیز کا یکساں ہے یہ نہیں کہ گرم شے کا ثواب گرم ہو اور ٹھنڈی شے کا ثواب ٹھنڈا ہو اور پھر طرہ یہ کہ خواہ سردی ہو خواہ برسات خواہ گرمی چاہے کوئی بیمار ہی ہو جاوے مگر شربت ضرور ہو۔

(۶) بعض شہروں میں اس تاریخ میں روٹیاں تقسیم کیجاتی ہیں اور ان کے تقسیم کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ چھتوں کے اوپر کھڑے ہو کر روٹیاں پھینکتے ہیں جس سے کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں آتی ہیں اور اکثر زمین میں گر کر پیروں میں روندی جاتی ہیں جس سے رزق کی بے ادبی اور گناہ ہونا ظاہر ہے حدیث میں اکرام رزق کا حکم اور اسکی بے احترامی پر وبال سلب رزق آیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور رزق برباد مت کرو۔

(۷) اور بعض حضرات کھچڑے کی پابندی کرتے ہیں اصل اسکی صرف وہ تھی جو کہ نمبر ۱ میں لکھی گئی ہے شاید کسی نے یہ سمجھ کر کہ کھچڑے میں سب اناج آجاویں گے کھچڑا پکالیا ہوگا مگر اب اسکو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ نماز قضا ہو جاوے مگر یہ قضا نہ ہو سو ایسا اصرار بدعت ہے۔ نیز اکثر ان امور میں خلوص بھی نہیں ہوتا یہی نیت ہوتی ہے کہ لوگ کہیں گے کہ ایک سال پکا کر رہ گئے اسلیئے اگر یہ بدعت بھی نہ ہوتا تب بھی ثواب کچھ نہ ملتا۔

(۸) بعض جہلا ان ایام میں اپنی اولاد کو حضرت امام کے نام کا فقیر بناتے ہیں۔

(۹) بعضے ان ایام میں گنگ دھنیہ مصالح تقسیم کرتے ہیں۔

(۱۰) بعض ان ایام میں شادی کرنے کو برا سمجھتے ہیں۔ بجز دو امر مذکور نمبر ۱ سب واجب الترک ہیں۔

(۱۱) بعض اس بچے کو جو محرم میں پیدا ہو منحوس سمجھتے ہیں یہ بھی غلط عقیدہ ہے۔

حررہ
اشرف علی عفی عنہ

سلخ ذی الحجہ ۳۳ ہجری

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ ان شاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے ڈھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے کچھ بڑھ جاویگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ للعہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرت خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جاویگا اور ایک آنہ خرچ وی پی اضافہ کر کے للعہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی جاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں۔ اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۷

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السأمۃ علینا

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث کہ دال ست بر مندوبیت تعہدے از فصل و ارشاد جریدۂ ملقبہ

الامداد

مشتملہ شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ۔

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات حسن فی العلوم الخاصۃ العقلیۃ والنقلیۃ کہ کل آن از فی ذات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم است بلکہ بعض آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ لقب جریدۂ مشیر ست بہ تبرک بنام نامیش نیز و فی مسمیٰ الاشتات را از تحقیقات دیگر اہل فضل است

جلد ۱	بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ ہجری	عدد ۸

——۔۔۔ باہتمام ادارۃ الاحقر رفیق احمد ۔۔۔——

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

معین الرحمن پریس میرٹھی

این صحیفہ کا مدشش امداد نام — یافت نے امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ صفر ۱۳۳۴ھ

جو

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے۔

الاشتات

اطلاع

اس ماہ کے احکام الوقتیہ میں ایک عربی عبارت بہت طویل ہے مگر اس کا ترجمہ اس لئے نہیں کیا گیا کہ آگے اسکا ماحصل اردو میں بیان کردیا گیا ہے۔ فقط نائب مدیر

ہمارے ناظرین
اگر ہر پرچہ
شروع کرنے کے
وقت اس سے
پہلے پرچہ کا ایک
صفحہ یا اللہ ...
... دیکھ لیا کریں
تو انشاء اللہ
موجب مزید
لطف کا ہو۔
(نائب مدیر)

حکایت۔ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی خود اسرار اللہ کے باب میں فرماتے ہیں کہ منصور بچہ بود از یک قطرہ بفریاد آمد اینجا مرداںند کہ دریاہا فرو برند و آروغ نزنند۔ غرض جب یہ بھی اندیشہ نہیں تو ویسی ہی عزت سب کی نظر میں رہیگی جیسے کہ اب ہے اور ویسی ہی اُن کی نظر میں بھی رہیگی اور اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے کچھ مانگو تو صلحاء یعنی بزرگوں سے مانگو کیونکہ بھیک بوجہ اپنی ذلت اور دوسرے کی گرانی کے حرام ہے اور بزرگوں میں یہ دونوں باتیں نہ پائی جائیں گی ذلت تو اس لئے کہ وہ کسی کو ہرگز ذلیل نہیں سمجھتے اور گرانی اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ بوجہ آزادی کے پابند نہیں کہ ضرور ہی دیں اگر نہ ہوگا بے تکلف عذر کر دینگے اور اگر کبھی غفلت سے ایسا ہو بھی کہ وہ ذلیل سمجھیں تو اُن کو فوراً تنبیہ کی جاتی ہے کہ اس لئے پھر آیندہ اس کا احتمال نہیں رہتا۔

حکایت۔ حضرت جنید نے مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ خُوب قوی اور تندرست موٹا تازہ ہے اور بھیک مانگتا ہے اُنہوں نے اپنے دل میں اُس پر طعن اور اعتراض کیا رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی مردے کا گوشت کھانے کو کہتا ہے اور ان کے انکار پر کہتا ہے کہ تم نے آخر اُس فقیر کی غیبت کر کے مردے کا گوشت کھایا نہیں تھا انہوں نے کہا کہ میں نے تو اُس کو کچھ نہیں کہا جواب ملا کہ کیا غیبت دل میں نہیں ہوتی بلکہ اوّل تو دل ہی میں پیدا ہوتی ہے۔ سہ

ان الکلام لفی الفؤاد وانما جعل اللسان علی الفؤاد دلیلا

آپ بیدار ہو کر چلے معاف کرانے کے لئے اُس شخص نے آپ کو آتے دیکھکر دور ہی سے یہ آیت پڑھی۔ ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ۔ اور پھر فرمایا کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا تو یہ شخص بہت بڑا کامل تھا غرض بزرگوں کی اس طرح اصلاح ہوتی رہتی ہے اِس لئے وہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے۔ بلکہ دنیا بھر سے اپنے ہی کو اذل وارذل سمجھتے ہیں حتیٰ کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے کو کافر فرنگ سے بھی بدتر نہ سمجھے تو چونکہ وہ لوگ اپنے کو بہت ہی حقیر سمجھتے ہیں اس لئے اُن کے

سامنے اپنے عیب کا ظاہر کر دینا کچھ مضائقہ نہیں۔

بزرگوں کے کشف کے اعتماد پر اپنا حال نہ کہنا غلطی ہے

اور اگر کہو کہ کسی بزرگ کا کلام ہے کہ ؎

چہ حاجت است بہ پیش تو حال دل گفتن   کہ حال خستہ دلاں را تو خوب میدانی

تو سمجھو کہ یہ خطاب خدا تعالیٰ کو ہے نہ کہ کسی ولی یا بزرگ کو۔ لیکن کہو خدا تعالیٰ سے بھی ضرور تاکہ تمہاری عاجزی اور احتیاج ظاہر ہو اور پیر سے اس لئے ضرور کہو کہ اُس کو کشف ہونا ضروری نہیں ہے دوسرے اگر کبھی ہوا بھی ہو تو تمکو کیا خبر کیا تمکو بھی اُس کے کشف کا کشف ہوا ہے۔

تکلف کی طرح بے ادبی سے بھی تکلیف ہوتی ہے جبکہ مؤدب سے ہو

تو یہ تو تکلف ہے کہ بزرگوں کے پاس جا کر کچھ نہ کہے اور یہ بے ادبی ہے کہ وہاں جا کر پتھر توڑنے لگے اسی کو فرماتے ہیں۔ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول۔ اور ایذا ہوتی ہے ایسے شخص کی بے ادبی سے جو مؤدب سمجھا جاتا ہو اور اور یہ فطری قاعدہ ہے چنانچہ حکام کو دیکھو کہ دیہاتیوں سے بہت سی باتیں گوارا کر لیتے ہیں جو کہ شہریوں سے ہرگز گوارا نہیں ہو سکتیں۔

حکایت۔ ایک دیہاتی کی حکایت ہے کہ اُس نے ایک درخواست پیش کی تو کاغذ پر ٹکٹ نہیں لگایا اور جب حاکم نے اس سے کہا کہ اس پر ٹکٹ لگاؤ تو روپیہ جیب سے نکال کر کہتا ہے لے روپیہ بس تیری صاحبی معلوم ہو گئی اس میں سے ٹکٹ لگا لیجو جو بچے رکھ لیجو حاکم ہنس کر خاموش ہو گیا اور درخواست مُفت لیلی بھلا کوئی شہری تو ایسا کر کے دیکھے کہ اُس کی کیا گت بنتی ہے اسی کو کہتے ہیں۔ ؎

ملت عاشق ز ملتہا جدا است   عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

گر خطا گوید ورا خاطی مگو   در شود پر خوں شہیداں را مشو

موسیا آداب دانان دیگرند سوختہ جان و روانان دیگرند

تو دیکھئے خود فرماتے ہیں کہ ؎ موسیا آداب دانان دیگرند + اسلئے مولانا فرماتے ہیں کہ ؎

باادب ترنیست زوکس در جہاں بے ادب ترنیست زوکس در جہاں

اس کی کئی توجیہیں ہوسکتی ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ بھی ہو کہ بعض عشاق باادب ہوتے ہیں اور بعض مغلوب الحال ہوتے ہیں۔ پہلوں کو فوراً تنبیہ ہوتی ہے۔

حکایت۔ چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اُنھوں نے ایکمرتبہ بارش پر یہ فرمادیا کہ آج کیسے موقع سے بارش ہوئی ہے فوراً تنبیہ کی گئی کہ او بے ادب اور بیموقع کس روز ہوئی تھی۔ سُنکر ہوش اُڑ گئے اور مواخذہ بالکل سچا ہے کیونکہ بے موقع کبھی بھی نہیں ہوتی تو باادب جب بے تمیزی کرتا ہی تو بہت ناگواری ہوتی ہے۔

آخرت کا اہتمام کس قدر ضروری ہو

مسلمان اگر غور کرے تو اس کو معلوم بھی ہوجائے کہ آخرت کی فکر کتنی ضروری ہے نیز اپنی حالت موجودہ میں غور کرنا اس ضرورت کو اور بھی مؤکد کردیتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنی روزمرہ کو دیکھ لے اور سوچ لے کہ اُس کے تمام وقت میں سے آخرت کی فکر میں کتنا وقت خرچ ہوتا ہے حالانکہ ہر شخص کے نزدیک موت کا آنا یقینی ہے بلکہ ایسا یقینی کہ دوسرے تمام خطرات اتنے یقینی نہیں فرض کرو کہ ایک شخص کسی سخت مقدمہ میں ماخوذ اور مسل پوری اس کے خلاف ہو تو اگرچہ اُس کو غالب گمان اپنے سزا پانیکا ہوتا ہی لیکن اس کے ساتھ ہی رہائی کا احتمال بھی باقی رہتا ہے اسی طرح اگر ایک شخص کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوجائے تو جس طرح اس کو ہلاک ہونے کا گمان ہوتا ہے اسی طرح صحت کا بھی گمان ہوتا ہے غرض ہر امر میں دونوں پہلو ہوتے ہیں لیکن باوجود اس کے بھی کس تندہی اور توجہ سے اس کی فکر میں مشغول ہوتے ہیں اور ہمہ تن اُسی میں کھپ جاتے ہیں لیکن موت میں کسی شخص کو بھی یہ احتمال نہیں کہ میں اس سے محفوظ رہونگا نہ کافر اس سے بچے گا نہ مسلمان حتےٰ کہ شیطان جو سب سے بڑا

کافر اور شریر ہے اُس کو بھی ایک دن موت آئیگی کیونکہ اُس کو جو مہلت دیگئی ہے کہ انظرنی الی یوم یبعثون سے ظاہر ہی غرض موت میں کسی کو شبہ نہیں بلکہ توحید جیسی یقینی چیز سے لوگوں نے انکار کیا مگر موت سے انکار نہیں کرسکے معاد کے متعلق مختلف رائیں ہوئیں کوئی حق پر ہر کوئی باطل پر ہر لیکن موت میں سب متفق رہے مگر باوجود اس قدر یقینی اور متفق علیہ مسئلہ ہونے کے اس کو ہم نے ایسا بھلا دیا ہے کہ یاد دلانے سے بھی ہمکو یاد نہیں آتی نہ تذکیر قولی سے نہ تذکیر فعلی سے مثلاً اگر ہمارے سامنے کوئی شخص مرتا ہے تو ہم اُس کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں قبرستان تک جاتے ہیں لیکن ہنستے کھیلتے چلے آتے ہیں ہمارے قلب پر تفکر یا تدبر کے آثار ذرا بھی نہیں ہوتے غرض کوئی مصیبت ایسی نہیں کہ ہمکو اُس سے موت کی طرف توجہ ہو جائے تو صاحبو کیا یہ حالت مہمل چھوڑنے کے قابل نہیں کیا یہ ضروری العلاج نہیں اگر ہے تو فرمایئے آجتک اس کا کیا علاج کیا اگر نہیں کیا تو اب کرنا چاہیئے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ علاج میں جس قدر دیر اور غفلت کی جاتی ہے مرض بڑھتا جاتا ہے۔ چنانچہ مشاہدہ ہے ہر شخص غور کرے کہ جس قدر خوف بچپن میں تھا جوانی میں نہیں ہے اور جس قدر جوانی میں ہے بڑھاپے میں نہیں ہے حتے کہ بعض افراد ایسے بھی ہیں کہ سالہا سال تک ان کو ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور بعض کو اگرچہ موت یاد ہے لیکن خوف اور دہل نہیں ہے دیکھو اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ میرے گرفتار کرنے کے لئے گارد پھرتی ہے تو اُس کے قلب کی کیا حالت ہوگی کہ عیش تلخ ہو جاتا ہے چین و آرام برباد ہو جاتا ہے ہر وقت یہ دُھن ہوتی ہے کہ کسی طرح میں اس مصیبت سے نجات پاؤں غرض موت سے ہر وقت ڈرنا چاہیئے خصوص جبکہ گناہوں کا انبار بھی سر پر لدا ہوا ہو جس سے سزا کا بھی سخت اندیشہ ہے آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی۔

مصیبت کیوقت بجائے استغفار کے خرافات بکنے کی مذمت

مگر ہم لوگ اس سے ایسے بے خبر ہیں کہ کسی مصیبت میں گناہوں کو کبھی یاد ہی

نہیں کرتے بلکہ مصیبت میں اکثر یہ مقولہ زبان پر لے آتے ہیں کہ کر تو ڈر نہ کر تو ڈر مطلب یہ کہ ہمنے تو کوئی جرم نہیں کیا مگر اڑنگے میں آگئے سو خوب سمجھ لو کہ یہ ایک جاہلانہ مقولہ ہے کیونکہ نہ کرکے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ورنہ اگر کچھ نہ کرکے بھی ڈرنا ضروری ہے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ گویا ظالم ہیں خوب یاد رکھو کہ ایسا کہنا سخت توہین کرنا ہے خدا تعالیٰ کی صاحبو خدا تعالیٰ تو کئے پر بھی کم گرفت کرتے ہیں اور بے کئے تو پکڑتے ہی نہیں چنانچہ قرآن شریف میں منصوص ہے ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر یعنی ہمارے کرتوتوں میں بہت سے معاف ہو جاتے ہیں اور اُن پر گرفت نہیں ہوتی۔

حکایت - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چور کو گرفتار کیا اور قطع ید کا حکم دیا اُس چور نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ میرا پہلا قصور ہے مجھے معاف کر دیجئے پھر کبھی نہ کروں گا حضرت عمرؓ نے فرمایا تو غلط کہتا ہے خدا تعالیٰ پہلے جرم میں کبھی کسی کو رسوا نہیں کرتے چنانچہ تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے قبل بھی دو تین مرتبہ چوری کر چکا ہے۔

حلم حق با تو مواساہا کند چونکہ از حد بگذری رسوا کند

خدا تعالیٰ کا حلم بہت کچھ مواساۃ کرتا ہے لیکن جب ہم حد سے بالکل ہی نکل جائیں تو آخر غیرت خداوندی ہم کو رسوا کر دیتی ہے غرض خدا تعالیٰ گناہوں پر بھی ہم کو بہت کم پکڑتا ہے۔

لیکن چونکہ ہم لوگ اپنے بہت معتقد ہیں اسلئے اپنے معاصی کی خبر ہمکو نہیں ہے۔

گناہوں سے غفلت سخت مرض ہے

اور بعض اوقات تجاہل بھی ہوتا ہے کہ غفلت کی وجہ سے ہمکو پتہ نہیں چلتا چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ خدا جانے ہمنے کیا گناہ کیا تھا کہ یہ مصیبت ہم پر نازل ہوئی اللہ اکبر گویا ہم کو کسی وقت اپنے گناہ سے خالی ہونے کا بھی گمان ہوتا ہے صاحبو اپنے گناہوں سے غفلت کرنا بہت بڑا مرض ہے جس میں ہم سب مبتلا ہیں۔

۹۱

بعض لوگ عوام کے اعتقاد سے مغرور ہو کر گناہوں سے اور بھی بے فکر ہو جاتے ہیں

اور بعض ایسے بھی ہیں کہ دوسرے لوگ بھی اُن کے معتقد ہیں ایسے لوگ اور بھی زیادہ تباہ ہوتے ہیں کیونکہ اُن کے پاس اپنے تقدس کی گویا دلیل بھی موجود ہوتی ہے کہ جب اتنے لوگ ہم کو اچھا کہتے ہیں تو یقیناً ہم اچھے ہونگے ہماری بالکل وہ حالت ہے۔

حکایت۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ ایک مکتب کے لڑکوں نے اتفاق کیا کہ آج اُستاد صاحب سے چھٹی لینی چاہیے اور تو کوئی سبیل نہ نکل سکی آخر اس پر رائے ٹھہری کہ جب اُستاد صاحب آئیں تو سب ملکر اُن کی مزاج پرسی کرو اور اُن کو بیمار بتلاؤ۔ چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا دو چار لڑکوں کو تو اُستاد صاحب نے جھڑک دیا لیکن جب متواتر سب نے یہی کہا تو اُستاد صاحب کو بھی خیال ہوا آخر سب کو لیکر گھر چلے گئے اور حکم کیا کہ تم دھلیز میں بیٹھکر پڑھو میں آرام کرتا ہوں لڑکوں نے دیکھا کہ مقصود اب بھی حاصل نہ ہوا آخر نہایت زور سے چلا کر پڑھنا شروع کیا اُستاد صاحب کو مصنوعی درد وغیرہ تو پیدا ہو ہی گیا تھا چلا کر پڑھنے سے اُس میں واقعی ترقی ہونے لگی مجبور ہو کر سب کو چھوڑ دیا جیسا وہ معلم لڑکوں کے کہنے سے مبتلائے وہم مرض جسمانی ہوگیا تھا ہم سب معتقدین کے کہنے سے مبتلائے وہم مرض نفسانی یعنی گمان تقدس ہوگئے ہیں۔

لیکن بطور لطیفہ یہ بھی کہا جائیگا کہ ایسے لوگوں میں جہاں اپنے کو مقدس سمجھنے کا مرض ہے اس کے ساتھ ہی یہ خوبی بھی ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی مقدس سمجھتے ہیں کہ اُن کے خیال کو باوقعت جانتے ہیں تو خیر ان میں جہل کے ساتھ تواضع بھی ہو مگر یہ اعتقاد دوسروں کو اس باب میں سچا سمجھنے کا ایسا ہے کہ جیسے۔

حکایت۔ کسی نائن نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ نتھ اوتار کر موہنہ دھو رہی ہے۔ نتھ اوتری دیکھکر فوراً اپنے شوہر کے پاس دوڑی گئی اور کہا کہ ہماری بیوی

صاحب تو بیوہ ہوگئیں جلدی جاکر اُس کے شوہر کو خبر کر نائی صاحب فوراً اُس بیوی
کے شوہر پاس پہونچے اور کہا کہ حضور آپ کیا بیفکر بیٹھے ہیں آپ کی بیوی صاحبہ بیوہ
ہوگئیں بچہان صاحب نے رونا شروع کردیا گریہ وبکا کی آواز سُنکر دوست احباب
جمع ہوگئے سبب پوچھا تو یہ لغو حرکت معلوم ہوئی دوستوں نے کہا کہ بھائی جب تم زندہ
ہو تو تمھاری بیوی رانڈ کیونکر ہوگئیں آپ فرماتے ہیں کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن
یہ نائی نہایت معتبر شخص ہے یہ جھوٹ نہ بولیگا یہی ہماری حالت ہی کہ اپنے گناہوں
کا ہمکو علم ہے اپنی حالت خوب جانتے ہیں لیکن محض اس وجہ سے کہ دوسرے لوگ ہم کو
اچھا کہتے ہیں ہم بھی اپنے معتقد ہوگئے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ اُن کا کوئی معتقد
نہیں لیکن وہ پھر بھی اپنے معتقد ہیں تو چونکہ تقدس کا یقین اپنے اوپر ہے اس لئے اگر
کوئی مصیبت آتی ہی تو تعجب ہوتا ہے کہ کیوں ہم پکڑے گئے صاحبو ہم کو تو نہ پکڑے
جانے پر تعجب ہونا چاہئے جو شخص روزانہ ڈکیتی ڈالتا ہو اگر چھ ماہ تک بچا رہے تو تعجب
ہے اور گرفتار ہوجائے تو کچھ بھی تعجب نہیں ہم لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ جن گناہوں پر مواخذہ
نہیں ہوا اُن سے خدا تعالیٰ ناراض نہیں ہوئے چنانچہ جب مصیبت کے وقت التفات
کرتے ہیں تو نئے گناہوں کو دیکھتے ہیں۔

گناہ پر فوری مواخذہ نہ ہونے سے بے فکر نہو

یہ کچھ ضروری نہیں کہ اگر گناہ آج کیا ہو تو آج ہی مواخذہ بھی ہو دیکھئے اگر کوئی شخص
کبھی مٹھائی کھالے تو عادتاً پھوڑے پھنسیاں نکلتی ہیں لیکن یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس
روز کھایا ہے اُسی روز نکلنے لگیں فرعون نے چار سو برس تک خدائی کا دعوے کیا لیکن
کبھی سر میں درد بھی نہیں ہوا اور پکڑا گیا تو اس طرح کہ ہلاک ہی کردیا گیا خدا تعالیٰ کے
یہاں ہر کام حکمت سے ہوتا ہی کبھی ہاتھ در ہاتھ سزا مل جاتی ہو اور کبھی مدت کے بعد
گرفتاری ہوتی ہی علیٰ ہذا نیکیوں میں بھی کبھی ہاتھ در ہاتھ جزا دیدی جاتی ہی کبھی توقف ہوتا
ہی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے بددعا فرمائی اور قبول بھی ہوگئی۔

چنانچہ ارشاد ہوا قد اجیبت دعوتکما لیکن باوجود دعا کے قبول ہو جانے کے اسی وقت اس پر اثر مرتب نہیں ہوا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ فاستقیما ولا تتبعٰن سبیل الذین لا یعلمون کہ تم دونوں ترتب اثر میں جلدی نہ کرنا کہ یہ نادانوں کا طریقہ ہے بلکہ استقامت اور استقلال سے کام لینا حتیٰ کہ چالیس برس تک حضرت موسیٰؑ نے انتظار کیا اور اس کے بعد فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہوئی ان دونوں واقعوں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ نہ کسی جرم پر فوراً اثر مرتب ہونا ضروری ہے نہ نیکی پر چنانچہ فرعون کو چار سو برس کی مہلت دی گئی اور حضرت موسیٰؑ کو چالیس سال تک منتظر رکھا گیا اور جب یہ ہے تو اگر کبھی جرم کی فوراً سزا نہ ملی تو اس کی نسبت یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس جرم سے خدا تعالیٰ ناخوش نہیں ہوئے یا یہ جرم قابل سزا و گرفت نہ تھا یا ہم کو معاف کر دیا گیا۔

مصیبت کے وقت پہلے گناہوں کو بھول جانا اور نئے گناہ کی سوچ میں پڑ جانا اور یاد نہ آنے پر مصیبت سے تعجب کرنا

۶۴

لوگ اس غلطی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو ہمیشہ نئے گناہ کو دیکھا کرتے ہیں اور جب کوئی نیا گناہ نظر میں نہیں آتا تو اپنی مصیبت پر تعجب کرتے ہیں اور گویا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کر کے یہ کہتے ہیں کہ کر تو ڈر نہ کر تو ڈر۔ صاحبو کسی مسلمان کے مونہہ سے اس جملہ کا نکلنا سخت حیرت ہے کیا کسی کے نزدیک خدا تعالیٰ کی سلطنت اودھ کے نوابوں کی سلطنت ہے جس میں کوئی ضابطہ ہی نہیں جب جس طرح جی چاہا کر لیا خیر یہ جملہ معترضہ تھا مقصود یہ ہے کہ دنیا کے خطرات کو تو یہاں تک مہتم بالشان بنایا کہ کچھ نہ کر کے بھی ڈرتے ہیں اور آخرت کے بارہ میں اس قدر غفلت ایسی بے پروائی کہ آئے دن سینکڑوں خرافات میں مبتلا ہیں ہزاروں گناہوں کے بار میں دبے جاتے ہیں لیکن ذرا بھی پرواہ نہیں کیا یہ مرض نہیں ہے اور اگر ہے تو کیا اس کی تدبیر ضروری نہیں ہے۔ صاحبو یہ یاد رہے کہ جس قدر اس کی جانب سے غفلت ہو گی تدبیر دشوار ہوتی جائیگی اور صاحبو ہماری وہ حالت ہے کہ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

تحقیق - ایسے عوارض بڑوں بڑوں کو ان کے مرتبہ کے لائق پیش آتے ہیں۔ پریشان اور مایوس نہ ہوں - اگر اخیر شب میں دشواری ہو اول وقت میں بعد عشا تہجد اور سب معمولات کر لئے جاویں اگر اس میں بھی دشواری ہو تو تہجد بعد عشا اور دیگر معمولات بعد مغرب کر لئے جاویں ایسے تغیرات کو تنزل نہیں کہتے غیر اختیاری امر سے کبھی ضرر نہیں ہوتا۔

سوال - خادم حضور کو اکثر خواب میں دیکھا کرتا ہے اور جسقدر واقعات اُس وقت پیش آتے ہیں یا تو وہ سچ ہوا کرتے ہیں یا بعد میں سچ ہو جایا کرتے ہیں اس کے متعلق میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ اللہ رب العالمین کا فضل ہے کہ طالب کو اس کے مرشد کی صورت میں ہدایت فرما دیتے ہیں حالانکہ مرشد اس سے بالکل بے خبر ہے و نیز یہ عقیدہ ہے کہ یہ مرشد کا کمال باطنی ہے اور مقبول عنداللہ ہونے کی دلیل ہے حضور میرے ان عقیدوں کی صحت یا عدم صحت سے مطمئن فرماویں۔

جواب - میرے نزدیک دونوں جزو صحیح ہیں اول یقیناً دوسرا ظناً۔ واللہ اعلم۔

اطلاع

بقیہ حصہ ثالثہ تربیۃ السالک کا انشاء اللہ تعالیٰ مستقلاً شائع ہوگا۔ اب سنہ بدلنے سے حصہ رابعہ بابت مضامین ۱۳۳۴ ہجری شروع ہوتا ہے۔

تربیۃ السالک

حصہ چہارم از ۱۳۳۴ھ

حال - غلام کو درود شریف کے ورد میں اور مناجات مقبول کی تلاوت میں جس طرح ذوق و شوق ہوتا ہے اس طرح تلاوت قرآن مجید اور نماز میں نہیں ہر چند کہ ذوق و شوق کچھ مقصود نہیں پھر بھی حضور اقدس میں عرض کر دینا واجب سمجھتا ہوں۔

تحقیق - وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر ہو جاویگا طبائع کی استعداد مختلف ہے اس لئے ترتیب ثمرات میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

۴۰۱

سوال - پرسوں احقر خواب سے بیدار ہوا تو یہ اسم پاک زبان پر جاری تھا۔ اللّٰہ جمیل وھو الجمال۔ سو اس کی تفصیل اور تعبیر کا محتاج ہوں (پھر ذکر شغل کے متعلق کچھ حالات ارقام ہیں پھر اخیر میں لکھا ہے۔) چونکہ نشست زیادہ دکان پر رہتی ہے اکثر مستورات ہر قسم کی نظر کے سامنے سے گذرتی ہیں بار اول نظر پڑنے سے تسکین نہیں ہوتی جی یہ چاہتا ہے کہ اس کو پھر دیکھوں پھر بالقصد نظر نیچے کر لیتا ہوں اس کا علاج چاہتا ہوں اور اپنی حالت کا استفسار۔

جواب - یہ علاج ہے اس مرض کا جو آپ نے آخر میں لکھا ہے۔ یعنی یہ بات بتلائی گئی ہے کہ جب کسی جمیل کی طرف میلان ہو تو اس وقت اس حدیث کے مضمون کا تصور اور مراقبہ کرنا چاہئے کہ حقیقی جمیل وہ ہے دوسرے کی طرف نظر نہ کرنا چاہئے اور حدیث میں دوسرا جملہ یحب الجمال ہے وھو الجمال کا جاری ہونا غلطی ہے متخیلہ کی۔ اس سے اشارہ ہے اس طرف کہ وہ جمال معنوی کو محبوب رکھتا ہے اور وہ جمال معنوی معصیت سے زائل ہو جاتا ہے تو اس سے اجتناب چاہئے پس اس مراقبہ سے نفس کا وہ تقاضا جاتا رہیگا۔

۳۲

حال - جب سے شب بڑھ گئی ہے نماز تہجد اور بارہ تسبیح گھر میں آواز خفی سے پڑھ لیتا ہوں۔ بعد نماز صبح لڑکے کے دو پارہ کلام اللہ شریف سنکر سورہ یٰس شریف اور مناجات مقبول پڑھ لیتا ہوں جداگانہ پارہ کلام اللہ کی تلاوت نہیں ہوتی جیسے کہ قبل از سننے لڑکے کے ہوتی تھی اور تین تسبیح درود شریف روزانہ بعد نماز صبح پڑھا کرتا تھا اب وہ بھی نہیں ہوتی چند روز سے قبل از نماز صبح قضا نمازیں پانچ وقت کی ادا کرتا ہوں بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا حال عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے اور بعد نماز عشاء اسم ذات تین ہزار بار پڑھنے کا مدت سے قصد رکھتا ہوں مگر نہیں پڑھا جاتا باقی تمام اوقات مشاغل خانہ داری اور دوکانداری میں صرف ہوتے ہیں۔

تحقیق - جتنا ہو جاوے خدا تعالیٰ کا انعام ہے خواہ قلیل ہو مگر حتی الامکان علی الدوام اسم ذات بعد عشاء ضرور پڑھئے خواہ ایک ہی ہزار ہو اور سننا بھی بجائے پڑھنے کے ہے۔

سوال۔ احقر شب کو سورہا تھا خواب میں یہ آیت شریف بینہما برزخ لا یبغیان زبان پر جاری ہوگئی اس کی تفصیل اور تعبیر کا محتاج ہوں۔

الجواب۔ اشارہ ہے اس طرف کہ حق تعالیٰ دولت جمع بین الظاہر والباطن عطا فرمادینگے۔

حال۔ رازیکہ بر خلق نہفتیم و نگفتیم + بادوست بگوئیم کہ او محرم راز است +

عرصہ ہوا میں نے اپنے حالات کی اطلاع نہیں کی تھی اس وجہ سے کہ میں اپنی غفلت اور نااہلی سے شرمندہ تھا مزید براں دوسرا یہ واقعہ پیش آگیا تھا کہ مجھ پر ایک حالت ایسی طاری ہوگئی تھی کہ جس کی وجہ سے آپ سے اس حالت کی نسبت زبانی عرضداشت کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی بارہا یہ چاہا کہ زبانی نہیں تو لکھکر ہی عرض کروں لیکن آپ کی موجودگی میں اس کی ہمت بھی نہ پڑی ہمت تو اب بھی نہیں پڑتی اور شرماتا ہوں خیال آتا ہے کہ آپ فرمائینگے کہ اس کو جنون ہے یا وہمی ہے خیالی باتوں پر یہ اتنا بکواس کیوں کرتا ہے مرض کو چھپانا کسی حال میں بہتر نہ دیکھکر طوعاً وکرہاً اس حالت کو ظاہر کرتا ہوں اور عنوان کا شعر دوبارہ یاد دلاتا ہوں۔ ؎

رازیکہ برِ خلق نہفتیم و نگفتیم	بادوست بگوئیم کہ او محرم راز است

عرض یہ ہے کہ کچھ عرصے میں حالاً اور وجداناً اپنے اندر کفر کی حالت پاتا ہوں اگرچہ بحمد اللہ عقیدے میں کچھ فرق نہیں لیکن ذوقاً اپنے اعمال و افعال۔ افعال کفر معلوم ہوتے ہیں اور ایک حسرت پیدا ہوتی ہے بالخصوص پرہیزگاروں کو دیکھکر تو اور بھی زیادہ حسرت و ندامت ہوتی ہے اور اُن کے مقابلے میں اپنی حالت کفر معلوم کرنے لگتا ہوں ایسے وقت اس حالت میں اشعار مندرجہ ذیل یاد آنے لگتے ہیں اور رقت اور سوزش ہوتی ہے۔

اشعار یہ ہیں۔ ؎

چہ تدبیر اے مسلماناں کہ من خود را نمیدانم	نہ ترسا و یہودیم نہ گبرم نے مسلمانم۔
عجائب حالتے دارم کہ من خود را نمیدانم	نہ دانم من کہ استم نہ با اینم نہ با آنم۔
سودہ شد از سجدۂ پیش بتاں پیشانیم	چند بر خود تہمت دینِ مسلمانی نہم۔

ع ہر رگِ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

ہزار بار دل کو سمجھاتا ہوں کہ مسلمان ہوکر اپنے کو کافر سمجھنا جنوں ہے مگر جواب یہ آتا ہے کہ

مرادلیست بکفرآشنا کہ چندیں بار ۔۔۔ بکعبہ بردم وبازش برہمن آوردم

استغفراللہ میں کیا بکواس کر رہا ہوں مجھے مخاطب کا بھی لحاظ نہیں رہا۔

مخاطب اندکے نازک مزاج ست ۔۔۔ سخن کم گو کہ کم گفتن رواج است
ہمیں بس تند وعہدِ پارسائی ست ۔۔۔ فزودن در تکلف نارسائی است

اللہ اللہ میری کیا حالت ہوگئی اس سے پہلے میں اپنے دل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پاتا تھا اب راہ سنت سے کوسوں دور ہوں سنت تو سنت اب تو محض فرائض اور اسلام ہی اگر محفوظ رہے تو بہت غنیمت ہے اس حالت مرقومہ صدر کی نسبت ارشاد عالی کا منتظر ہوں۔

تحقیق۔ مبارک ہو یہ حالت ہیبت کہلاتی ہے جو حالت رفیعہ ہے اکابر صحابہ پر یہ حالت گذری ہے صحیح بخاری میں ستر صحابہ کی نسبت ہے کلھم یخاف النفاق علی نفسہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ حالت مبدل بہ اُنس ہوجاویگی مخاطب پر بھی یہ حالت گذری ہے جس میں ہزاروں منافع حاصل ہوئے زوال عُجب ومشاہدہ قدرت ومعاینہ عجز خود وغیرہ ذٰلک۔

حال۔ اس رستے کی منزلیں سخت کٹھن اور خطرناک ہیں اوّل اوّل علوم قلب پر فائض ہوئے اپنی کم استعدادی کے موافق مسئلہ تقدیر اور وحدت وجود اور اُن کا باہمی تعلق ذوقاً معلوم ہوا اُس کے بعد وقتاً فوقتاً اسرار احکام شرعیہ وحِکَم امور تکوینیہ معلوم ہوتے رہے اس میں اتنی ترقی ہوئی کہ گناہوں کی حکمتیں معلوم ہونے کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفر واسلام کی عین سرحد پر جارہا ہوں۔ ذرا پیر پھسلا اور گرا اُس کے بعد جب سے میں تھانہ بھون آیا ہوں علوم وغیرہ تو اکثر بند رہے۔ خیر اس کا تو کچھ غم نہ تھا اُس پر مزید طرہ یہ ہوا کہ آپ کی تقریر بھی زیادہ یاد نہیں رمضان میں بہت کچھ آپ نے بیان فرمایا اور عرفان حافظ کے درس میں بھی اور ویسے بھی اکثر اوقات گاہ گاہ ابتک بیان ہوتا رہا ہے۔ لیکن مجھے بھول جاتا ہے یونہیں نامکمل سا کچھ یاد رہ جاتا ہے اور طبیعت میں پہلی سی وہ قوت آخذہ نہیں رہی اب تو جو کچھ مسائل وغیرہ میں لکھتا ہوں وہ بھی کچھ محفوظ نہیں رہتے

باقی آئندہ

اللھم حببہ الینا حبا کاملا وانزل علینا من برکات انفاسہ رحمۃ تامۃ
اے اللہ محبوب بنادے اُسکو ہمارا کامل اور نازل کر ہم پر اُن کے انفاس کی برکت سے رحمت تامہ
دائمۃ وآتھم تقربا کاملا دائما عندک آمین - قال الجامع عفی عنہ -
دائمہ اور دے اُن کو قربت کامل دایم اپنے نزدیک آمین +

(۷۸) مضمون ذیل جو بوستان کے دوازدہ اشعار کا حل ہے عنایت فرمایا جو سند رجۂ ذیل ہے۔ پہلے اشعار لکھتا ہوں پھر وہ مضمون بعینہ نقل کروں گا۔ ؎

دگر سالکے محرم راز گشت　　بہ بندند بروے در باز گشت
کسے را دریں بزم ساغر دہند　　کہ داروئے بیہوشیش در دہند
یکے باز را دیدہ بر دوختہ است　　یکے دیدہا باز و پر سوختہ است
کسے رہ سوئے گنج قاروں نبرد　　وگر بردرہ باز بیروں نبرد
بمردم دریں موج دریائے خوں　　کزو کس نبردہ است کشتی بروں
اگر طالبی کایں زمیں طے کنی　　نخست اسپ باز آمدن پے کنی
تامل در آئینۂ دل کنی　　صفائی بتدریج حاصل کنی
مگر بوئے از عشق مستت کند　　طلبگار عہد الستت کند
بپائے طلب رہ بدینجا بری　　وزینجا ببال محبت پری
بدرد یقیں پردہائے خیال　　نماند سرا پردہ الا جلال
دگر مرکب عقل را پویہ نیست　　عنانش بگیرد تحیر کہ ایست
دریں بحر جز مرد داعی نرفت　　گم آں شد کہ دنبال راعی نرفت

قال السعدیؒ دگر سالکے محرم راز گشت الی قولہ دریں بحر جز مرد داعی نرفت۔ ان ابیات میں ظاہراً ایک اشکال ہے وہ یہ کہ اس سے اوپر ادراک ذات وصفات بالکنہ کا امتناع بیان کیا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ یہاں ؎ دگر سالکے الخ میں اُسی کا تحقق فرض کیا گیا ہے اور یہ صریح تعارض بھی ہے دوسرے واقع کے بھی خلاف ہے کیونکہ ادراک بالکنہ فی الواقع ممتنع ہے تو اُس کا فرض محال ہے اُس پر احکام واقعیہ مرتب نہیں ہوتے جیسا یہاں

۳۱

وگرسالکے الخ میں مرتب کئے گئے ہیں پھر اخیر میں سہ درین بحر الخ میں ظاہر اً مشار الیہ بھی ادراک بالکنہ ہوگا تو اس میں ایک تعارض مذکور کا اشکال ہوگا کہ اول مطلقاً امتناع کا حکم کیا تھا یہاں اس سے استثناء کیا دوسرے واقع کے بھی خلاف ہوگا کیونکہ ادراک بالکنہ کا امتناع واقع میں عام ہو تیسرے سہ وگرسالکے الخ کے مدلول سے معارض ہوگا کیونکہ اس میں بعض سالکین کے لئے اس کا وقوع فرض کرلیا گیا ہے پھر اس حصر دریں بحر جز مرد داعی الخ کے کیا معنی اور اگر شعر سہ وگرسالکے الخ کی توجیہ کے لئے ادراک بالکنہ نہ لیا جاوے بلکہ معرفت مخصوص باہل الفنا لی جاوے تو اشکال تعارض کا تو جاتا رہیگا لیکن سہ بہ بندد بروے الخ میں اشکال ہوگا کیونکہ اس میں بقار بعد الفنا کی نفی ہوتی ہے حالانکہ یہ حکم صحیح نہیں دوسرے سہ درین بحر جز مرد داعی نرفت۔ میں اگر بحر سے مراد فنا ہے تو اوپر کے حکم سہ وگرسالکے سے معارض ہے اور اگر مراد بقار ہے تو (علاوہ اسکے کہ اس تعبیر میں بُعد ہے کیونکہ بحر کا خاصہ استغراق ہے اور بقار میں استغراق نہیں) خود یہ حصر بھی واقع کے خلاف ہو اولا اکثر سالک حصول بقار سے ممتاز ہوتے ہیں اور اگر کوئی درجہ عالیہ لیا جاوے تو دوسرے انبیار علیہم السلام اس میں شریک ہیں یہ ہے تقریر اشکال کی۔ توجیہ اس کی جو دو روز کے غور کے بعد خیال میں آئی یہ ہو کہ ایک ادراک عقلی ہے ایک کشفی ہے اور ایک عینی ہے یعنی رویت پس اشعار بالا میں تو ادراک عقلی کے متعلق بالکنہ ہونے کی نفی ہے چنانچہ لفظ قیاس ولفظ فکرت اس کا قرینہ ہے اور اس حکم کی صحت ظاہر ہے اور ادراک کشفی کا ان ابیات میں ذکر ہے سہ وگر سالکے الخ مگر ادراک کشفی بھی متعلق بالکنہ نہیں جیسا دوسرے دلائل مستقلہ سے ثابت ہے بلکہ بہ نسبت ادراک عقلی کے اس میں قدرے زائد انکشاف ہے جو کہ ذوقی و وجدانی ہے۔ پس معنی مقام کے یہ ہیں کہ ادراک عقلی تو درجۂ انکشاف ممکن تک بھی نہیں چلتا البتہ ادراک کشفی انکشاف ممکن کے درجہ تک ہوسکتا ہو مگر اس میں قدرت علی التعبیر نہیں ہوتی جو دوسرے کو محرم راز کرسکے سہ بہ بندد بروے الخ میں رجوع سے مراد تعبیر وخطاب اہل عقل کو ہو آگے اسی کشف کا طریقہ بتلایا ہو سہ اگر طالبی الخ میں اور چونکہ کشف کا درجہ ادراک عقلی سے بڑھا ہوا ہے اسی لئے سہ بدر دیقیں پردہ ہائے خیال ؎ کا حکم فرمایا اب آگے رہ گئی رویت اسکی

۳۴

نفی اہل کشف کے لئے بھی کرتے ہیں سے نماند سراپردہ الاجلال اور ایسی مرتبہ رویت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور حصر ثابت کرتے ہیں اس قول میں دریں بحر الخ فافہم حق الفہم۔ پھر زبانی فرمایا کہ ان اشعار کے حل کے بعد معلوم ہوا کہ فن دانی میں (یعنی فن تصوف میں) حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ زیادہ محقق ہیں حضرت شیخ سعدیؒ سے **ف** حضرت والا کو بھی اس فن میں خاص ملکہ اور اعلیٰ درجہ کی تحقیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ قال الجامع عفی عنہ۔

(۷۹) فرمایا کہ نکاح اعلان کے ساتھ ہونا چاہئے گو اس حالت میں کوئی فساد بھی ہو خفیہ نکاح ہونے میں میرا یہ تجربہ ہے کہ فساد بہت مدید ہو جاتا ہے اور اعلان کی حالت میں جو فساد بھی ہوتا ہے وہ بھی جلد فرو ہو جاتا ہے۔

(۸۰) فرمایا کہ اکثر یہ دیکھا ہے کہ جس مدرسہ کے لئے جائداد خریدی جاتی ہے اس مدرسہ کے موضوع میں برکت نہیں ہوتی اور مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے وصایا میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ مدرسہ دیوبند کے لئے جائداد نہ خریدی جاوے وجہ یہ ہے کہ ایک نوع کے توکل میں کمی ہو جاتی ہے نیز ملازمین اور کام کرنے والے بھی بے پرواہ ہو جاتے ہیں اور فقط چندہ کی اعانت پر خوب کام کرتے ہیں کہ اگر کارگزاری اچھی نہ ہوئی تو کون چندہ دیگا مولانا رحمت اللہ صاحبؒ مرحوم نے اس اخیر وجہ سے سلطانی وظیفہ اپنے مدرسہ کے لئے نہیں مقرر ہونے دیا۔

(۸۱) ایک شخص نے یہ سوال کیا تھا کہ خطبہ سے مقصود نصیحت کرنا ہے تو جو لوگ عربی داں نہ ہوں تو انکو خطبہ اس زبان میں سنانا جسے وہ سمجھتے ہیں کیوں ممنوع ہے جواب یہ تحریر فرمایا کہ خود یہی مسلم نہیں بلکہ تذکیر تابع ہے اور مقصود اصلی ذکر ہے چنانچہ قرآن مجید میں خطبہ کو ذکر فرمایا ہے تذکیر نہیں فرمایا پھر یہ دلیل تو قراۃ صلاۃ میں بھی جاری ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ اس کا نزول وعظ وہدایت کے لئے ہوا ہے تو قرآن کا بھی نماز میں ترجمہ کیا جانا چاہئے۔

(۸۲) ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ گاؤں میں جمعہ موقوف کرنے سے شوکت اسلامی

۳۳

ستی ہے اس لئے اسے جاری رکھنا مناسب ہونا چاہیئے جواب مرحمت فرمایا کہ یہ تو شارع پر اعتراض ہے کہ جس چیز میں شوکت اسلامی تھی اُس کے لئے مصر کو شرط قرار دیا پھر اگر کسی وقت میں لوگ شوکت اسلام کے لئے ہندوستان میں حج کی نقل کرنے لگیں تو اُس میں بھی یہی تقریر جاری ہوگی۔

(۸۳) ایک روز جناب والا نے احقر کے سوال کے جواب میں اور کچھ خود حدیث۔

كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك۔

گویا کہ تو اُس کو (اللہ تعالیٰ کو) دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے ۱۲ منہ

کے معنی بیان فرمائے جن کا حاصل یہ ہے:۔

لم يقل فی اوّل مرة ان تعبد الله فانه يراك لان روية الحاكم للمحكوم لا يعظم اثره عند المحكوم كعكسه طبعاً فلا يحصل المقصود باتم وجه والمقصود هو الاهتمام الاكمل للعبادة واحسان الاركان فيها وقال ان الفاء فی قوله فان لم تكن تراه للتعليل ولا دخل لهذا الشرطية فی التعليل بل اصل الدخل لقوله فانه يراك وانما هذه الشرطية لرفع المانع فالعبارة الاصلية اهتم بالعبادة كاهتمام لو كنت تراه فانك ان لم تكن تراه فلا يمنعك عن الاهتمام باداء العبادة والاحسان بها فانه يراك والفاء فی قوله فانه يراك للتعليل ايضاً۔

اولاً ہی یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو وہ تجھکو دیکھتا ہے اسلئے کہ حاکم کا محکوم کو دیکھنا طبعاً اُسکا اثر زیادہ نہیں ہوتا مثل اُسکے عکس کے لہذا مقصود باتم وجہ حاصل نہ ہوگا اور مقصود عبادت کا کامل اہتمام کرنا اور اس میں ارکان کا اچھی طرح ادا کرنا ہے۔ اور کہا کہ فاء اُس کے قول فان لم تکن تراہ میں تعلیل کے لئے ہو اور اس تعلیل میں کچھ دخل نہیں بلکہ اصل دخل اُس کے قول فانہ یراک کو ہے اور یہ شرطیہ تو مانع کے رفع کے لئے ہے۔ سو عبارۃ اصلیہ یہ ہے کہ اہتمام کر عبادۃ کا مثل اُس اہتمام کے کہ اگر تو اُس کو دیکھتا کیونکہ اگر تو نہیں دیکھتا (تو یہ بات) تجھ کو عبادۃ کے ادا کرنے کے اہتمام سے اور اس میں احسان سے مانع نہیں ہے کیونکہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور فاء اُس کے قول فانہ یراک میں بھی تعلیل کے واسطے ہے۔

باقی آئندہ

و قال علیہ السلام فاظفر بذات الدین تربت یداک رواہ البخاری اس حکم میں عورتیں بھی داخل ہیں النساء شقائق الرجال۔ باقی حدیث لانکاح الا بولی جسکو ترمذی نے نقل کیا ہے اُس میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے فی التقریب حجاج بن ارطاۃ کثیر الخطأ و التدلیس فلا یعارض حدیث النسائی لان رجالہ کلھم من رجال الصحیح و اما حدیث ابیموسیٰ رض باختلاف روایۃ لانکاح الا بولی المروی فی الترمذی فلا یخفی اضطرابہ و اما اعتناء الترمذی فی دفعہ فلا یعبأ بہ و اما حدیث ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزوج المرأۃ المرأۃ ولا تزوج المرأۃ نفسھا فان الزانیۃ ھی التی تزوج نفسھا رواہ ابن ماجہ ففیہ جمیل بن الحسن العتکی صدوق یخطی و محمد بن مروان العقیلی صدوق لہ اوھام کذا فی التقریب اور بعد تسلیم رفع ترمذی غایۃ ما فی الباب یہ حدیث درجہ حسن سے متجاوز نہیں پس مسلم اور نسائی کی صحیح روایتوں سے کیونکر مقابل ہوگی اور اگر تاویل کرتا ہے تو ان روایتوں میں تاویل کیجیئے نہ روایت مسلم و نسائی میں اذا تعارضت النصوص فتجب سلوک الجمع او الترجیح اور اگر بمقتضائے لانکاح الا بولی بھی اس نکاح کو صحیح کیا جائے تو بعید نہیں اس حدیث سے کسی ولی کا نکاح میں حاضر ہونا ثابت ہے اور اس نکاح میں چچازاد بھائی موجود ہے کما ہو مصرح فی السوال اور باپ چار کوس کے فاصلہ پر ہے جو اہلحدیث کے نزدیک مسافت سفر ہے اور بموجب حدیث ثلث لا تعرض الیٰ قولہ الا یم اذا وجدت لھا کفوا تاخیر ممنوع پس یہ نکاح اس طور پر بھی صحیح ہے۔ بہر حال یہ نکاح از روے حدیث شریف ہر پہلو سے صحیح ہے اور کوئی منصف محدث اسکو ناجائز قرار نہیں دے سکتا ہے۔ پس والد سماۃ یا تو راضی ہو کر خدا و رسول کے یہاں سُرخروئی حاصل کرے اور بصورت عدم رضا نکاح تو بہر حال ثابت رہیگا مُفت میں بے زرد رو ہوا انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا۔ واللہ اعلم و علمہ احکم و اتم۔

محمد اسحٰق عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

۲۳

اطلاع

"ضمیمہ مرقومہ مولانا محمد اسحٰق صاحب بردوانی تمام ہوا۔ اور اس کے بعد تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی کا باقی مضمون مستقلاً کسی موقع پر شائع ہوگا اب سنہ بدلنے سے ہم امداد الفتاوی کا تتمہ رابعہ جس میں ۱۳۳۴ھ کی آغاز سے مسائل لکھنا شروع ہوئے ہیں۔ شروع کرتے ہیں:-"

تتمہ رابعہ امداد الفتاوی

از سنہ ۱۳۳۴ ہجری

سوال۔ اگر کسے۔ اما من ثقلت موازینہ فامہ ھاویۃ۔ خواندہ فی الفور صحیحش نمودہ نماز ادا کرد نمازش صحیح باشد یا نہ۔

جواب۔ فی العالمگیریۃ ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوٰۃ بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحا قال عندی صلوتہ جائزۃ وکذلک الاعراب اھ ج ۱ ص ۵۱ قلت وکذلک سمعت شیخی مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ پس بناءً علیہ نماز ایں کس صحیح باشد۔

یکم محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

سوال۔ ہمچنانکہ تعیین سورت در فرائض مکروہ است آیا در نوافل ہم مکروہ است یا نہ۔

الجواب۔ فی العالمگیریۃ ویکرہ ان یوقت شیئاً من القرآن بشیئ من الصلوٰۃ الخ ج ۱ ص ۴۹ ازیں روایت معلوم شد کہ فرائض و نوافل دریں حکم برابر است۔

یکم محرم ۱۳۳۴ھ

سوال۔ باجہ کا زیور عورتوں کو پہننا درست ہے یا نہیں مثل پازیب و چوڑیاں وغیرہ کے اور نابالغ لڑکیوں کو باجہ کا زیور پہنانا کیسا ہے آیا درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ عن بنانۃ مولاۃ عبد الرحمن بن حیان الانصاری کانت عند عائشۃ اذ دخلت علیہا بجاریۃ وعلیہا جلاجل یصوتن فقالت لا تدخلنہا علی الا ان تقطعن جلاجلہا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تدخل الملئکۃ بیتاً فیہ جرس رواہ ابو داؤد وکذا فی المشکوۃ ج ۲ ص ۳۷۱

۲۴ صلوٰۃ حظر واباحت

وقال تعالیٰ۔ ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن۔ حدیث صراحۃً اس پر دال ہے کہ جن زیوروں میں خود باجہ ہے اُس کا پہننا بڑی عورت اور لڑکیوں کو سب کو ناجائز ہے اور آیت بعد تامل اس پر دال ہے کہ جن زیوروں میں خود باجہ نہو مگر دوسرے زیور سے لگ کر بجتے ہوں اُن کا پہننا درست ہے مگر اُن کو پہنکر ایسی طرح چلنا کہ لگ کر آواز دیں یہ درست نہیں۔ یکم محرم ۱۳۳۲ھ

سوال۔ فَرَق کی مقدار میں اختلاف ہے کافی میں ۳۶ رطل ہے محیط میں ۶۰ رطل صحاح میں ۱۶ رطل اور تکملہ میں ہے فَرْق بالسکون ۱۶ رطل اور بقول بعض ۴۰ رطل اور فَرَق بالفتح ۸۰ رطل قاموس میں ہے مکیال بالمدینۃ یسع ثلثۃ آصع ویحرک وھو افصح او یسع ستۃ عشر رطلا او اربعۃ ارباع۔

الجواب۔ شیخین نے جو کعب بن عجرہ سے حدیث روایت کی ہے اُس میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فاحلق رأسک واطعم فرقا بین ستۃ مساکین اور اُس کے بعد یہ عبارت ہے والفرق ثلثۃ آصع ہر چند کہ غالبًا یہ عبارت کسی راوی سے مدرج ہے مگر اس پر بعد والوں سے کہ فقہاء محدثین ماہرین لغت وجملہ ثقات ہیں نکیر نہ ہونا مرجح ہے اس کا کہ احکام شرعیہ میں جو مقدار اسکی معتبر ہے وہ تین صاع ہے صاحب مرقاۃ نے طیبی سے بھی اس قول کے نقل کے بعد دوسرے اقوال کو قیل سے نقل کیا ہی باقی دوسرے اقوال کو اس پر محمول کیا جاویگا کہ حسب اختلاف امکنہ یہ سب اطلاقات بھی صحیح ہیں اس کی نظیر ہمارے محاورہ میں لفظ سیر یا دھڑی یا من ہے کہ ہر جگہ جدا مقدار پہ اطلاق ہوتا ہی مگر احکام میں جس کا اعتبار ہے وہ وہی ہے جو اول مذکور ہوا۔ یکم محرم ۱۳۳۲ھ

سوال۔ بندہ نے تجارت چرم شروع کی ہی مگر بندہ کو اُس کا علم نہیں اس وجہ سے ایک دوسرا شخص جو اُس کام سے خوب واقف ہے بغیر اصل مال کے محنت کا شریک کر لیا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بعض وقت نماز جماعت ادا نہیں ہو سکتی اس واسطے اگر بندہ نماز کے واسطے مسجد میں گیا اور بعد میں اُس نے کچھ مال فروخت کر دیا اور قیمت کے دام اپنے پاس رکھ لئے اور بندہ کو نہ کہا اس عذر سے جماعت ترک کرنا اور

اس قسم کی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں چونکہ بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ اگر عذر سے جماعت میں شامل نہ ہو تو جائز ہے اور یہ بظاہر ہمارے خیال میں ایک طرح کا عذر ہے لہذا حضور سے دریافت کیا جاتا ہے کہ جس کام سے کسی وقت کی جماعت اکثر فوت ہو تو وہ کام کرنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ فی الدر المختار فی اعذار ترك الجماعة او خوف علی ماله فی رد المحتار ای من لص ونحوه اذا لم یمكنه غلق الدكان او البیت مثلاً ج ۱ ص ۵۸۱ وفی العالمگیریة او یخاف ضیاع ماله ج ۱ ص ۵۲ ان روایات سے اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہو مگر اس کی عادت نہ کرلے جب کوئی انتظام نہ کرسکے جس وقت معذور ہو سکتا ہے ورنہ اگر ممکن ہو دکان بند کرکے جماعت میں حاضر ہو۔ یکم محرم ۳۲ھ

تراویح

۲۶

سوال۔ رمضان شریف میں اگر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور تراویح کو بالکل تمام آدمیوں نے ترک کر دیا تو اس صورت میں وتر با جماعت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار بقی لو ترکها (ای جماعة التراویح) الكل هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع فی رد المحتار تحت قوله بقی الذی یظهر ان جماعة الوتر تبع لجماعة التراویح وان كان الوتر نفسه اصلا فی ذاته لان سنة الجماعة انما عرفت بالاثر تابعة للتراویح علی انهم اختلفوا فی افضلیة صلوتها بالجماعة بعد التراویح كما یاتی اھ ج ۱ ص ۶۶۳ اس سے معلوم ہوا کہ قواعد سے اسی کو ترجیح ہے کہ اس صورت میں یہ جماعت وتر بھی فرادی پڑھیں۔ یکم محرم ۳۲ھ

تراویح

سوال۔ تراویح کی جماعت قائم ہوئی چار یا چھ رکعت گذارنے کے بعد ایک شخص آیا اور فرض پڑھکر امام کے ساتھ جماعت تراویح میں داخل ہو گیا جب امام کی نماز تمام ہو جائیگی تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں شامل ہوگا۔ یا اپنی مافات کو ادا کریگا۔

الجواب۔ فی العالمگیریة واذا فاتته ترویحة او ترویحتان فلو اشتغل بها یفوته الوتر بالجماعة یشتغل بالوتر ثم یصلی ما فاته من التراویح وبه كان یفتی شیخ الاسلام الاستاذ ظهیر الدین كذا فی الخلاصة ج ۱ ص ۶۶ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ شخص وتر میں شریک ہو جاوے پھر بقیہ تراویح پڑھ لے۔ یکم محرم ۳۲ھ

اطلاع

بقیہ حوادث الفتاوی حصہ ثالثہ انشاء اللہ تعالیٰ مستقلاً شائع ہوگا۔ اب ہم سنہ بدلنے سے حوادث الفتاوی کا تتمہ رابعہ جس میں ۱۳۳۴ھ کے آغاز سے مسائل لکھنا شروع ہوئے ہیں۔ شروع کرتے ہیں۔

تتمہ رابعہ حوادث الفتاویٰ

از ۱۳۳۴ ہجری

سوال۔ بندوق سے شکار کھیلنا کیسا ہے۔

جواب۔ جائز ہے لیکن بدون ذبح کے شکار حلال نہ ہوگا۔ لانہ یقتل بالثقل لا بالحد۔

یکم محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

سوال۔ جالندھر شہر میں ایک انجمن بنام خادمان اسلام عرصہ سات سال سے منعقد ہے اس کے زیر آوردہ ایک اسلامیہ ہائی اسکول ہے جس میں انگریزی عربی فارسی حساب وغیرہ کے علاوہ ابتدائی جماعتوں یعنی پرائمری حصہ میں قرآن شریف اور مڈل ہائی جماعتوں میں فقہ وحدیث شریف بھی پڑھائی جاتی ہے لیکن دیگر مضامین بہ نسبت دینیات غالب ہیں اس کا اجراء قوم کی مختلف قسم کی امداد عطیات بیاہ شادی وزکوۃ وصدقات گاہ بگاہ زمیندارہ بنکوں کے منافع یعنی سودی پیسہ روپیہ سے بھی ہے لیکن تقسیم تنخواہ واخراجات میں کوئی تمیز نہیں تمام قسم کا روپیہ پیسہ یکجا جمع ہو کر اُس سے تنخواہیں وغیرہ سامان تعلیم وغیرہ خریدا جاتا ہے ایسے مدرسہ میں تعلیم کام وغیرہ کے لئے ملازمت کرنا اور اجراء مدرسہ کے لئے مذکورہ صورتوں کی آمدنی کا مہیا کرنا گناہ تو نہیں مہربانی فرما کر جواب باصواب سے مطلع فرمائیں تاکہ میرے دل کی تسلی کا موجب ہو کیونکہ خاکسار انجمن ہذا کے دفتر میں محرر کا کام اور روپیہ پیسہ کی وصولی کا کام کر رہا ہے۔ فقط۔

اس سوال کے جواب میں صاحب فتاویٰ نے مضمون ذیل بھیجا:۔

”زمیندارہ بنک کی کیا صورت ہے اس کا جواب اس تحقیق پر موقوف ہے اھ۔

اس کے جواب میں پھر ذیل کا سوال آیا۔

(۱) **محرر کا کام**۔ یعنی بیرونجات میں وصولی چندہ کے لئے خط و کتابت کرنا۔

(۲) **وصولی چندہ**۔ ماہواری چندہ دہندگان سے روپیہ پیسہ وصول کرکے باقاعدہ حساب لکھنا

(۳) **زمیندارہ بنک کی صورت**۔ پنجاب میں زمیندار قوم یا دیگر مسلمان کہلانے والے لوگ آپس میں مل کر روپیہ جمع کرکے ایک بنک بنا لیتے ہیں اُس جمع شدہ روپیہ میں سے جس شخص کو ضرورت ہو وہ ایک پیسہ فی روپیہ ماہوار سود دیکر روپیہ لیجاتا ہے ادائیگی قرضہ کیوقت سود بشرح صدر شمار کرکے اصل زر سے سود ادا کر جاتا ہے سال بھر بعد روپیہ کا حساب ہوتا ہے جتنی رقم سود کی بڑھ جائے وہ آپس میں ممبران بنک میں تقسیم ہوجاتی ہے اُس بڑھوتری یعنی سود میں سے کچھ رقم مدرسہ ہذا کے اجراء کے لئے بھی پہنچ جاتی ہے غرضیکہ مدرسہ ہذا کا اجرا مختلف قسم کی آمدنی پر موقوف ہے۔

الجواب۔ اس بنک کی آمدنی تو حرام ہے باقی جس مدرسہ میں اس سے مدد کیجاتی ہے اگر دوسری حلال آمدنی غالب اور یہ حرام آمدنی مغلوب اور کم ہے تب تو اُس مدرسہ کی نوکری اور مجموعہ سے تنخواہ لینا حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ ۳ محرم ۱۳۳۶ھ

سوال۔ میں نے ممالک غیر کے نقرئی اور مسی سکے جمع کئے ہیں جن کا وزن اور قیمت مختلف ہے دوسرے مال کے ساتھ ان سکہ جات کی بھی زکوٰۃ دینا چاہئے یا نہیں اور اگر دیجاوے تو کس طریقہ سے کیونکہ اُن میں کثرا یسے بھی سکے شامل ہیں جن کی قیمت نہیں معلوم ہے اور معلوم کرنا بھی مشکل ہے بینوا توجروا۔

الجواب۔ مسی سکوں میں زکوٰۃ نہیں البتہ اگر نیت بیع سے خریدا ہو کہ اگر کوئی خریدار نفع دیگا تو فروخت کردونگا اُس وقت اُس پر زکوٰۃ واجب ہوگی باقی نقرئی سکوں پر ہر حال میں زکوٰۃ فرض ہے اور زکوٰۃ میں اگر روپیہ دیا جاوے تو اُسوقت اُن سکوں کی قیمت معتبر نہ ہوگی بلکہ وزن معتبر ہوگا۔ یعنی اگر یہ سکے وزن میں چالیس روپیہ بھر ہوں تو اُن کی زکوٰۃ ایک روپیہ ہوگی۔

۸ محرم ۱۳۳۶ھ (باقی آئندہ)

۱۶

زکوٰۃ در سکہ ہائے مختلفہ

اور یہاں ضمناً معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ صدیق رضی اللہ عنہ میں کتابت مصاحف نے اُس اختلاف کے اکثر حصہ کو اُٹھا دیا لیکن کسی قدر پھر بھی باقی رہا لیکن ہماری تحریر سابق سے بہت اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ بناء کمی بیشی کے اُٹھنے کی اور قراۃ شاذہ کی یہ کتابت نہ تھی بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ وہ قراءات جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قراءات کے خلاف تھیں اور ثبوت اُن کا تواتر سے نہ تھا اسلئے حکماً اُن کو رد کر دیا گیا اور قراءت متواترہ کے مصاحف لکھوا کر اقطار عالم میں جا بجا بھیجدیئے گئے تاکہ جب کوئی شبہ واقع ہو تو اُن سے مطابقت کر لی جائے۔ اس کے بعد کوئی اختلاف نہ رہا صرف وہی قراءات باقی رہیں جو بتواتر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی تھیں۔ چنانچہ ابتک اُسی طور پر قرآن مجید لکھا جاتا ہے اور اُن ہی قراءات متواترہ پر پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ ابن حزم ظاہری رہ نے کتاب الفصل فی الملل والنحل میں اس مضمون کو خوب مفصل لکھا ہے اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو ہم وہ عبارتیں بعینہ یہاں نقل کر دیتے۔

۲۳

اُس کے بعد معترض صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سب قرآن جو لکھے گئے تھے قدیم کوفی خط میں تھے جس میں نہ نقطے ہوتے تھے نہ اعراب اور اگرچہ عرب اس سبب سے کہ اُن کی زبان تھی بخوبی پڑھتے تھے مگر پھر بھی بعض ایسے لفظ تھے کہ بلحاظ قواعد صرف و نحو یا یوں کہو کہ مطابق بول چال اہل عرب کے اگر اُس کو یؔ سے پڑھو تو بھی معنی ٹھیک ہوتے ہیں اور تؔ سے پڑھو تو بھی معنی ٹھیک ہوتے ہیں اگر سکون سے پڑھو تو بھی صحیح اور تشدید سے پڑھو تو بھی صحیح اس قسم کے اختلافات قراءت رہ گئے تھوڑے دنوں بعد اس اختلاف کے رفع کی بھی کوشش کی گئی اور قرآن مجید میں اعراب و نقاط لگا دیئے گئے اور کتابوں میں تو بلاشبہ اُن اختلافوں کا ذکر ہوتا ہے مگر فی الواقع اختلاف قراءۃ جاتا رہا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب تاریخ اسلامی اور علوم شرعیہ سے بے انتہا نادان ہیں۔ واضح ہو کہ اختلاف قراءت بعد میں حادث نہیں ہوا بلکہ جن قراءتوں پر نزول آیات کا ہوا ہے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے ہے حضور کی حیات ہی میں تمام قراءات درجہ تواتر کو پہونچ چکی تھیں اور بعد وفات

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جسقدر اسلام اقطار و اکناف عالم میں پھیلتا گیا اُسی قدر تواتر قرآن مجید کا بڑھتا گیا اور لکھے ہوئے مصحف پر مدار کسی وقت نہیں ہوا اور نہ اسوقت ہے اگر قرآن مجید کا کوئی نسخہ لکھا ہوا عالم میں نہ رہے تو قرآن مجید کے تواتر او حفظ میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔

پس بجز اختلاف قرأت متواترہ کے کہ جو حضور کے وقت سے چلا آرہا ہے اور تواتر سے ثابت ہے اور منزل من اللہ ہے کوئی اختلاف کسی وقت نہیں ہوا البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت میں بعض لوگوں نے قراۃ شاذہ غیر متواترہ پر قرآن پڑھنا شروع کیا تھا جس کا اُنھوں نے بہت جلد اس طرح انسداد فرمادیا کہ قراءات متواترہ کے مصاحف لکھواکر تمام بلاد میں بھیجدیئے اور باقی مصاحف کو رد فرمادیا۔ اور نقطے اور اعراب جو لگائے گئے وہ رفع اختلاف کے لئے نہیں لگائے گئے اس کا سبب یہ ہوا کہ جب بلاد عجم مفتوح ہوئے اور قرآن مجید وہاں پہونچا تو بوجہ عجمیت کے وہاں کے لوگ بدون اعراب و نقاط قرآن مجید صحیح نہ پڑھ سکتے تھے تو اُن کی سہولت کے لئے اعراب و نقاط لگادیئے گئے رفع اختلاف کے لئے نہیں لگائے۔ اس لئے کہ قراءات متواترہ کا اختلاف تو منزل من اللہ ہے اُس کو کون اُٹھانے والا ہے اُس کو اٹھانا تو قرآن مجید کو اُٹھانا ہے پس یہ کہنا کہ صرف کتابوں میں اُس اختلاف کا ذکر ہے اور واقع میں اختلاف قراۃ جاتا رہا بالکل غلط ہے البتہ قراءت شاذہ جو مصداق قرآن نہیں ہیں اُن کا ذکر کتابوں میں ہوتا ہی مگر چونکہ وہ جزو قرآن نہیں ہیں۔ اس لئے مصاحف میں نہیں لکھے جاتے۔
غرض یہ تحقیق معترض کی سرتاسر غلط اور باطل محض اور مضحکہ ادنیٰ طالب علم ہے۔

(کتب سماویہ کی تحریف کے متعلق بحث) بعض عقلاء کہتے ہیں کہ ہم اس کے قائل نہیں ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں تحریف لفظی کی ہے اور نہ علماء متقدمین اس بات کے قائل تھے مگر علماء متاخرین اس بات کے قائل ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں تحریف و تبدیل کی ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ عیسائی خود تحریف لفظی کے قائل ہیں چنانچہ تبیین الکلام میں

۳۴

سرسید نے عیسائیوں کا اقرار بہ نسبت تحریف انجیل مارقس اور لوقا اور متی کے نقل کیا ہے اور منشی چراغ علی صاحب نے پرچہ تہذیب الاخلاق یکم ذی قعدہ ۱۲۹۲ھ میں انکا اقرار لکھا ہے کہ ہمارے اگلی کتب مقدسہ کی یہ کیفیت تھی کہ جوں جوں ان کے نسخے زیادہ منتشر اور مشہور ہوتے تھے اختلاف عبارت بھی اسی قدر زیادہ ہوتی تھی اور مشائخ مسیحی ہمیشہ اسکے شاکی رہے توریت کے باب میں عبرانی سامری یونانی نسخوں کا اختلاف فیلو اور یوسیفس علماء زمانہ کی عبارتیں پھر کتب یہود مسل ریلوٹ ربی الیعاذر اور قصری کی دوسری طرز کی عبارتیں اور ربی سعدیاس اور جی کی قرائتیں اور ان کے زمانہ کے بعد ابن عزرا۔ یرجی۔ ربی یہودبن موشی (ربمام) اور قمچی یہ سب لوگ اختلافوں کے شاکی رہے اور آخر میں میڑ حلیوی (بابت ۱۲۲۰ء) عبرانی نسخوں کے اختلافوں پر بہت نوحہ زن رہا (دیکھو انسائیکلوپیڈیا ابراہام ریس ج ۴ ۱۸۱۹ء)

اس زمانہ کے بعد ربانیین یہود نے متن کی اصلاح پر کمر باندھی ربی یوشزا نو نے اسی غرض سے سیاحت اختیار کی اور شلوم منورزی نے کتاب منحات شامی میں خطی نسخوں سے دو ہزار اختلاف عبارات جمع کئے۔ پھر ۱۷ اور ۱۸ صدی میں مسیحیوں کو بھی اصلاح اختلاف عبارات پر توجہ ہوئی اور یہود سے زیادہ کوشش کی اور ڈاکٹر کینکاٹ اور ڈی روسی اپنا نام کر گئے۔ عہد جدید کے نسخوں کے اختلافات بھی جانچے گئے اور بہت سے جرمنی محققوں نے اسمیں محنت کی ڈاکٹر میل نے عہد جدید کے نسخے جمع کرکے تیس ہزار اختلاف عبارات نشان دئے۔ (دیکھو انسائیکلوپیڈیا برطینکا ح، الفظ اسکپر بچرس دفعہ ۱۳۲) پھر جان جیمس وطٹین نے دس لاکھ سے زائد اختلاف کی تحقیق کی اور ڈاکٹر گریساخ نے ڈیڑھ لاکھ اختلاف عبارات شمار کئے انتہی۔ شیخ ابن حزم اندلسی رح نے بہت سے اختلافات عبارات کتب عہد جدید اور عہد عتیق میں بیان کئے ہیں اور وہ اختلافات باہم متضاد ہیں۔ الغرض اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ خود اہل کتاب ایسے ایسے اختلاف عبارات کے مقر ہیں کہ انمیں تطبیق ممکن نہیں ہے اور جو کہتے ہیں کہ علماء متقدمین اسکے قائل نہ تھے یہ بھی غلط ہے ابن حزم رح نے

کتاب الفصل میں بہت اچھی طرح اسپر بحث کی ہے اور کتب اصول میں جہاں شرائع سابقہ کا ذکر ہے وہاں صاف موجود ہے کہ اہل کتاب نے کتب مقدسہ میں غایت درجہ تحریف کی ہے غایت التحقیق شرح حسامی میں شیخ ابوالمنصور اور قاضی امام ابوزید اور شمس الائمہ اور فخر الاسلام کا قول اس طرح نقل کیا ہے۔ ماعلم بنقل اهل الکتاب او بفهم المسلمین من کتبهم فانه لایجب اتباعه لقیام دلیل موجب للعلم علی انهم حرفوا الکتب فلا یعتبر نقلهم فی ذلک ولا فهم المسلمین ذلک من کتبهم لتوهم ان المنقول والمفهوم من جملة ما حرفوا وکذا لا یعتبر قول من اسلم منهم لانه انما عرف ذلک بظاهر الکتاب او بنقل جماعتهم ولا حجة فی ذلک لما قلنا۔ یعنی جو بات اہل کتاب کے نقل کرنے سے یا انکی کتب سے مسلمانوں کے سمجھنے سے معلوم ہوئی ہو اسکا اتباع واجب نہیں ہے اسلئے کہ ایسی دلیل قائم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی کتابوں میں تحریف وتبدیل کی ہے اسلئے اس باب میں ان کی نقل معتبر نہیں ہو اور اسی طرح جو مسلمانوں نے ان کی کتب سے سمجھا ہے نہ وہ معتبر ہے اس احتمال سے کہ یہ نقل کیا ہوا یا سمجھا ہوا مضمون بھی من جملہ ان ہی مضامین کے ہو کہ جسکو انھوں نے محرف ومبدل کیا ہے اور اسی طرح جو ان میں سے مسلمان ہو گیا ہے اسکا قول بھی معتبر نہیں اس لئے کہ اسنے بھی ظاہر کتاب یا ان کی جماعت کے نقل کرنے سے یہ بات معلوم کی ہو اور یہ حجۃ نہیں ہے بسبب اس دلیل کے جو ہمنے بیان کی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خود اہل کتاب کے اقرار سے اور ہمارے علماء متقدمین ومتاخرین کی تحقیق سے یہ امر بخوبی ثابت ہو کہ اہل کتاب نے اپنی کتب مقدسہ میں لفظی تحریف وتبدیل بھی کی ہے پس اس کا انکار صریح مکابرہ ہے۔

عیسائیوں کے دعویٰ تحریف قرآن کا بے دلیل اور باطل ہونا

بعض عیسائیوں نے اس امر محال کی کوشش کی ہو کہ قرآن مجید جسکا زمان نبوی سے آج تک ایک ایک نقطہ محفوظ ہے اسمیں تحریف ثابت کریں اور ماہ روشن پر بزعم خود خاک ڈالیں

باقی آئندہ

باایں ہمہ جگر یا معدہ یا دماغ کی جس اندرونی تکلیف اور کرب میں مبتلا ہوگا اسکو کوئی عزیز سے عزیز رشتہ دار اور محبوب سے محبوب دوست بھی نہ بٹا سکیگا۔ اسوقت تجکو قدر ہوگی کہ تندرستی کیا نعمت تھی اور معلوم ہوگا کہ وہ مستعار تھی جو واپس لیلی گئی یا اپنی ملک بھی کہ ہر وقت قبضہ و اختیار میں ہے؟ اسی طرح تونگری بھی تیرے پاس عاریت ہے اور امن و امان کی حالت بھی عاریت ہے اور عزت وجاہ بھی عاریت ہے غرض جو کچھ بھی نعمتیں تجکو حاصل ہیں وہ سب چند روز کیلئے خدائی طرف سے تجکو مستعار ملی ہیں اور اسلئے ملی ہیں تاکہ تو ان کو اپنے مالک و آقا کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنیکے لئے وسیلہ بنا سکے لہذا خواب غفلت سے بیدار ہو اور ان عاریتوں کے متعلق کوتاہی مت کر۔ وقت و مہلت کو غنیمت سمجھ۔ آلات و اوزار کو غنیمت سمجھ۔ نعمتوں کا قدردان بنکر ان کے ذریعہ سے منعم تک پہونچنے کی تدبیر کر۔ مجنوں و بوالہوس بنکر ان وسائل خدمت کو ضائع مت کر قیامت کیدن تجھسے ان نعمتوں کا مطالبہ ہوگا اور ان میں سے ہر ہر چیز کے متعلق جدا جدا تجھسے بازپرس ہوگی کہ ہمنے صحت عطا کی تھی اسکو کہاں استعمال کیا؟ ہمنے بہت کچھ روپیہ پیسہ دیا تھا اسکو کہاں خرچ کیا؟ ہمنے عزت وجاہ بخشی تھی کہ لوگ تیری بات کو وقعت کے ساتھ سنتے اور اسکی تعمیل کو عزت و فخر سمجھا کرتے تھے۔ بتا کہ اسکو کس موقع اور کیسے محل پر استعمال میں لایا۔ زندگی دیکر کار خدمت انجام دینے کیلئے سالہا سال کی مہلت عطا فرمائی تھی کہ اگر چاہتا تو نیک اعمال کا بہت کچھ ذخیرہ جمع کرلیتا سو بتا کہ اسمیں کیا کیا اور کس کس مشغلہ میں اسکو ختم کیا؟۔

۲۵

صاحبو۔ حق تعالیٰ شانہ کے تیرہ آن و ہر لحظہ اتنے انعامات ہیں کہ اگر انکو گننا اور شمار کرنا بھی چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ آنکھیں کھولو اور انپر نظر کرو کہ وہ کیا کچھ بے شمار ہیں اور یہ سب نعمتیں جو تجکو حاصل ہیں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں چنانچہ خود فرمایا ہے "وما بکم من نعمۃ فمن اللہ" کہ جو نعمت بھی تمھارے پاس ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے لہذا ان نعمتوں کو وسیلہ عبادت بناؤ اور ان سے اطاعت الٰہی پر اعانت حاصل کرو صحت کا زمانہ غنیمت سمجھکر جتنا مجاہدہ و ریاضت ہو سکے اسمیں غفلت نکرو اور تونگری کو

نعمت سمجھکر کارہائے خیر میں جتنا کچھ خرچ کرسکو اسکو غنیمت سمجھو اور جاہ کے ذریعہ سے مخلوق خدا کی جتنی خدمت کرسکو اسکو پوری طرح انجام دو غرض جس نعمت کی لذت اٹھاؤ اسکو وسیلۂ رضاء حق بناؤ۔ باقتضائے ہوا نعمتوں کا استعمال کرنا اور نفس کو لذت پہونچانے کیلئے دنیا کی مرغوب ولذیذ غذاؤں کے چٹخارے لینا شان غلامی کے شایاں نہیں ہے

تمام وہ چیزیں جنکی تم رغبت کرتے ہو اللہ والوں کے نزدیک خدا سے غافل و مشغول بنانیوالے مشغلے ہیں کہ ان میں پڑکر خدا کی یاد سے ذہول و غفلت ہوتی ہے اس لئے

یہ حضرات دنیا و آخرت دونوں جگہ حق تعالیٰ کے ساتھ سلامتی کے سوا اور کسی شے کے بھی خواہاں نہیں ہوتے۔ نہ انکو تونگری درکار ہے نہ عزت کی خواہش ہے نہ ملک و سلطنت کی طلب ہے نہ بی بی بچوں کی رغبت ہے نہ نفیس کھانوں کی درخواست ہے نہ لذیذ شربتوں کا سوال ہے بس اگر سوال ہے تو یہ ہے کہ بارالہا اپنے ساتھ ہمارے تعلق کو تکدر سے صاف اور عیب سے سالم اور نقص سے محفوظ رکھئے کہ نہ اسمیں نفاق کا شائبہ ہو نہ ریا کی آمیزش ہم آپکے ہوں اور آپ ہمارے جس حال میں آپ ہمکو رکھیں اسمیں بشاش ہوں اور جو کچھ بھی آپکی حکمت یعنی تقدیر کی رو سے ہم پر نازل ہو اسکے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے راضی اور شاداں رہیں

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اے مخاطب مخلوق کے بارہ میں حق تعالیٰ کی موافقت کر اور حق تعالیٰ کے بارہ میں مخلوق کی موافقت مت کر۔ ٹوٹ جائے جسے بھی ٹوٹنا ہو اور جڑا رہے جسے بھی جڑا رہنا ہو" کہنے کیلئے تو یہ دو لفظ ہیں مگر غور سے دیکھو تو سارے تصوف کا خلاصہ یہی ہے۔ یہ ایسی جامع نصیحت ہے کہ دین اور دنیا دونوں کی زندگی اس سے اصلاح پذیر ہوتی ہے کہ خدائے تعالیٰ کے سوا جو شے بھی ہے خواہ وہ دنیا ہو یا آخرت اور نفس ہو یا خواہش اور طبیب ہو یا بادشاہ اور باپ ہو یا بی بی سب مخلوق میں داخل ہے پس نصیحت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک امر کے متعلق خدا کا حکم ہو کہ "کرو" اور اسی کے متعلق نفس یا طبیب یا بادشاہ وقت یا باپ یا معشوق یا اہل و عیال کا اقتضاء و خواہش یہ ہو کہ "مت کرو" پس تمپر لازم ہے کہ خدا کے مقابلہ پر مخلوق کا لحاظ نکرو اور باہمت بنکر اسکو کر ڈالو۔ اسکے بعد اگر بادشاہ ناراض ہو تو اسکی ناراضی کی پروا نکرو۔ اور باپ خفا ہو جاوے تو اسکی خفگی کا اندیشہ نکرو۔ اور بی بی بچے رخ پھیرلیں تو انکی

۳۶

بے رخی کا خیال نکرو۔ اور مخلوق برگشتہ ہو کر گالیاں دینے لگے اور تمہارے ہاتھوں کا
چومنا اور آستانہ پر حضور حضور کہتے ہوئے حاضر ہونا ترک کر دے تو اسکی پرواہ مت کرو غرض
چونکہ تم خدا کے بندے ہو اسلئے اسی کے بندے بنے رہو اور اسکی بندگی کا یہی ثبوت ہے کہ
اسکے حکم کی وقعت و تعمیل دنیا بھر کے تعلقات سے قوی تر اور مضبوط و وقیع ہو۔ اب رہی
یہ بات کہ حق تعالیٰ کی موافقت کرنا کیونکر نصیب ہو۔ سو اسکے لئے ضرورت ہے دو باتوں کی۔
ایک[۱] علم کہ احکامات خداوندی معلوم ہوں تاکہ ان کی تعمیل کیجا سکے سو اسکا نام شریعت ہے
اور ایک[۲] عمل کہ جانی ہوئی باتوں پر عمل اور عمل پر ثبات اتنا حاصل ہو کہ مخلوق میں سے کسی کے
ٹوٹنے یا جڑنے کی پرواہ نہ رہے۔ سو اسکا نام طریقت ہے کہ مجاہدہ وریاضت کی بدولت خواہشات
دنیویہ کمزور ہو جائیں۔ تعلق خداوندی مضبوط ہو۔ عظمت حق سبحانہ قلب میں پیدا ہو۔
اہل دنیا سے امید و بیم باقی نہ رہے اور اللہ جل شانہ کی شان غفاری و شان قہاری
کا اعتقاد علم الیقین و عین الیقین بنکر ہر وقت نظر کے سامنے مستحضر رہے۔ پس خلاصہ یہ ہوا
کہ حق تعالیٰ کی موافقت کرنا حق تعالیٰ کے ان نیک بندوں سے سیکھو جو عالم بھی ہیں اور
عامل بھی اور صاحب شریعت بھی ہیں اور صاحب طریقت بھی کہ اسکی موافقت کرنے کے
عادی و خوگر ہو چکے اور اس پر خطر راستہ کی خطرناک حالتوں کو دیکھ بھال چکے ہیں۔ اور تمہارے
دلوں میں اگر طلب صادق ہوگی تو ذرا سی توجہ و تلاش سے ایسے بندے تمکو نظر آنے
لگیں گے کیونکہ کوئی زمانہ اہل اللہ سے خالی نہیں ہوتا اور ہر وقت ہر ملک میں ایسے حضرات
موجود رہتے ہیں جو مخلوق پر خدا کی حجت پوری کر سکیں۔ واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین
وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۞

نویں مجلس

وقت صبح۔ یوم جمعۃ المبارکہ۔ مدرسہ معمورہ۔ ۲۶ شوال ۱۳۴۵ھ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپنے فرمایا کہ ان اللہ لا یعذب حبیبہ
ولکن قد یبتلیہ اسکا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے پیارے بندوں کو عذاب نہیں دیا کرتا

۲۷

لیکن ہاں کبھی آزمایا کرتا ہے کہ دیکھیں ہمارے ساتھ کتنی محبت ہے اور ہماری ڈالی ہوئی تکلیفوں پر کتنا صبر کرتا اور کسقدر رضا ظاہر کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ کے پیارے بندوں کو اگر کسی قسم کی بیماری یا تنگدستی یا اولاد و اقارب کی موت اور وفات کی پریشانی میں ابتلا ہوا کرتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کیلئے عذاب نہیں ہے کیونکہ عذاب ہوا کرتا ہے دشمنوں کو اور وہ خدا کے محبوب ہیں جنکا محل عذاب بننا کسی طرح صحیح نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے قلوب ان تکالیف اور مصائب سے مصدوم و ماؤف نہیں ہوتے بلکہ صابر و شاکر اور راضی و مطمئن رہتے ہیں۔ محبوبین و محبین کا تو پوچھنا ہی کیا جو شخص مومن ہوتا ہے اسکے نزدیک بھی چونکہ اتنا مضمون محقق ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ جو اسکو کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا فرماتے ہیں تو ضرور کسی مصلحت کیلئے مبتلا فرماتا ہے جسکا ظہور اس تکلیف کے بعد ہوگا اور اسوقت مبتلائے تکلیف کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ میرے مبتلائے تکلیف ہونے میں یہ مصلحت تھی پس چونکہ بندہ مومن کو اس تکلیف کی مصلحت ظاہر ہونے سے پہلے اسکا یقین ہوتا ہے کہ میرے مبتلائے تکلیف ہونے میں ضرور بالضرور کوئی مصلحت ہے خواہ دنیا کے متعلق مصلحت ہو یا آخرت کے لہذا وہ اس تکلیف پر راضی اور مصیبت پر صابر بنا رہتا ہے کہ نہ ہائے واویلا کرتا ہے نہ شکوہ و شکایت زبان پر لاتا ہے نہ دل تنگ ہوتا ہے اور نہ اپنے پروردگار پر ظلم و تعدی کا الزام رکھتا ہے بلکہ اسکا پروردگار اسکو اپنی مشغولیت میں لگا کر اس مصیبت کی تکلیف سے بیخبر بنا دیتا ہے کہ خدا کے ساتھ محویت کی وجہ سے اسکو تکلیف کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ اے دنیا میں مشغول رہنے والو چونکہ تم خدا کے ساتھ مشغولیت کے مضمون سے بیخبر ہو اسلئے تم کیا جانو کہ خدا کی ڈالی ہوئی تکلیف کا محبان خدا کو حس کیوں نہیں ہوتا لہذا واعظ و ناصح بنکر ان عالی مضامین میں گفتگو کرنا چھوڑ دو جنکو حال کے ساتھ تعلق ہے قال کے ساتھ نہیں ہے۔ اے دنیا پرست مولویو ان مقامات میں بحث کرنا ترک کرو کہ یہ تمہارا منصب نہیں کیونکہ تم محض اپنی زبانوں سے گفتگو کرتے ہو نہ کہ قلب سے۔ تم فقط الفاظ کے معنی جانتے ہو انکی حقیقت و کیفیت سے واقف نہیں ہو اسلئے تمہارے وعظ کا اثر ہی نہ ہوگا کیونکہ دل کے اندر وہی بات بیٹھا کرتی ہے جو دل سے نکلا کرتی ہے۔

(باقی آئندہ)

۲۸

مال کی اصلیت یہ ہی کہ ایکدن میں چور لیجاویں تو ٹکڑے تک کو محتاج ہوجاویں جمال ایک دن کے بخار میں ندارد ہوجاتا ہے پھر ایسی چیزوں پر کیا تعلی یہ تو کسی شمار ہی میں نہیں اگر تعلی ہو سکتی ہی تو ایسی چیزوں پر ہو سکتی ہے جنکو بقا ہو جیسے آخرت کی نعمتیں اور وہ دنیا میں موجود نہیں ہاں اُن کے ذرائع واسباب موجود ہیں جنکو اعمال صالحہ کہتے ہیں جنکا خلاصہ تقوی یا دینداری ہے اگر کوئی تعلی کرے تو اسپر کر تی چاہیے لیکن حق تعالیٰ نے اس آیت میں جتلا دیا ہے کہ تقوی کو تم معلوم نہیں کر سکتے اسکا علم ہم ہی کو ہے کہ کون تقوی والا ہے تو جس چیز کی خبر نہیں اُسپر فخر کیسا اسکی مثال یہ ہے کہ کسیکو یہ تو معلوم نہیں کہ میرے پاس مال کتنا ہے یا کچھ ہے بھی یا نہیں اور فخر کرے کہ میں فلانے سے زیادہ مالدار ہوں تو یہ سوائے حماقت کے اور کیا ہے۔ یہاں کوئی کہہ سکتا ہی کہ تقوی اور دینداری نام ہے شریعت کے موافق کام کرنے کا اور یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں جو کوئی کام کرتا ہے جانتا ہے کہ میں کام کرتا ہوں۔ جواب اسکا ایک تو یہ ہے کہ اپنے کام کا علم تو ہوتا ہے لیکن کام میں کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں اور انسان کی طبعی بات ہے کہ اپنے ہنر پر نظر پڑتی ہے اور عیب پر نہیں پڑتی تو جو کام بھی کرتا ہے سمجھتا ہے کہ کیا حقہ اور شریعت کے موافق کرلیا حالانکہ اُسمیں اتنے رخنے ہوتے ہیں کہ حق تعالیٰ نظر دیں تو آدمی شرم کے مارے گڑ جاوے کہ جس عمل کو میں نے حق تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے لئے تیار کیا تھا وہ تو گستاخی ہی گستاخی ہے اگر سزا سے بچ جاؤں تو غنیمت اجر و ثواب تو کیسا۔ کوئی بات تو ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں ولن یشاد الدین احد الا غلبہ یعنی کوئی دین پر پورا حاوی ہونا چاہیگا مگر کہ دین ہی غالب رہیگا۔ دین نام صرف نماز روزہ ہی کا نہیں ہے بلکہ عبادات عادات اخلاق معاملات سب کے درست اور مطابق شریعت کر لینے کا نام ہے جب سب کی تکمیل قابل اطمینان کرلے تب اپنے آپ کو دیندار کہہ سکتا ہے اور اسمیں بھی غلطی سے اپنے ہنر ہی ہنر نہ دیکھے عیب کو بھی دیکھے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں آچکا ہے التقوی ھٰھنا اشار فی القلب یعنی تقوی کی جڑ دل میں ہے جو چھپی ہوئی چیز ہے

۱۷

اعمال ظاہری حکم میں شاخوں کے ہیں اگر جڑ خدانخواستہ خراب حالت میں ہوئی تو شاخوں کی سبزی کس شمار میں ہوگی صرف برائے چندے ہوگی نہ اسوقت انکا ظہور اور نہ اسوقت کی حالت کا اعتبار تو انسان ایک عجیب ڈانواڈول حالت میں ہے کامل سے کامل بھی خارے سے پہلے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں شیطان سے بھی بچا ہوں جب حق تعالیٰ کی مدد سے ایمان سلامت لیجاوے تب کچھ کہنے کا موقعہ ہے پھر آدمی دینداری پر بھی فخر کرے تو کس طرح اسواسطے اسلم اور بےخطر طریقہ وہی ہے جسکو حضرات انبیا علیہم السلام اور اولیا و صالحین نے اختیار کیا خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ما ادری مایفعل لی ولابکم یعنی مجھکو نہیں معلوم ہے کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا۔ خوف خدا اور عظمت الٰہی وہ چیز ہے کہ جسکو مغفرت کی خبر بھی ملچکی ہو وہ بھی خوف اور عظمت کے ظہور کے وقت کانپ اوٹھتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم اور افضل خلق ہیں لیکن عظمت الٰہی کے سامنے یہی فرمایا ما ادری۔

اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں جاتے تو اسقدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی حالانکہ حدیث میں آچکا ہے کہ آپ جنتی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں تو قبر کو دیکھکر اسقدر ڈرنے اور رونے کی نہ یہ وجہ تھی کہ آپ کو کچھ حدیث کی تصدیق میں معاذ اللہ شک و شبہ تھا بلکہ احادیث و شریعت پر ایمان و تصدیق اسدرجہ پکی اور غالب تھی کہ قبر کے اہوال و آفات کو دیکھکر اپنے جنتی ہونے اور فتنہ قبر سے محفوظ ہونے سے ذہول ہو جاتا تھا جیساکہ احقر کو اتفاق ہوا کہ ایک شیر کی کھال مع سر اور دانت وغیرہ کے ایسی عمدہ بنی ہوئی دیکھی کہ زندہ اور مردہ میں اصلا فرق نہ تھا حالانکہ معلوم تھا کہ مردہ ہے اور صرف صورت بیجان ہے لیکن باوجود کئی دفعہ ہمت کرنے کے اسکے موہنہ میں ہاتھ دینا ممکن نہوا۔

غرض اس طریقہ میں کوئی خطرہ نہیں کہ آدمی اپنے آپ کو کمتر سمجھے اور ہمیشہ استغفار کرتا رہے اور اپنے اعمال کو ہیچ سمجھے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو دیکھا کہ کعبہ کی چوکھٹ پر موہنہ رکھے ہوئے کہتے تھے اور زار زار روتے تھے۔ شعر

من نگویم کہ طاعتم بپذیر	قلم عفو بر گناہم کش

یہ انکا حال ہے جو غوث اعظم کہلاتے ہیں اور عالم اور محقق اور سرتاج اولیا تھے

پھر آجکل کے لوگوں کی کیا حالت ہونا چاہئے کسکا مونہہ ہے کہ اپنے آپ کو دیندار کہے بالخصوص عورتیں کہ خلقۃً ناقص العقل۔ اور عادۃً علم سے محروم، تربیت میسر نہیں یہ فرقہ ایسے نازک اور پیچیدہ عمل میں جو حقیقۃ میں معصیت ہے اور صورت میں مشابہ ہے ایک عمل نیک کے کیسے صحیح راستہ پر چلسکتا ہے جبکہ اُنمیں بہت سے علم داں اور تربیۃ یافتہ مرد بھی غلطی کرتے ہیں وہ عمل شیخی جتانا اور اپنے کاموں پر فخر کرنا اور دوسروں پر ظاہر کرنا ہے کہ مشابہ ہے تحدث بالنعمۃ اور شکر کے کہ خدلئے تعالیٰ کی نعمت پر خوش ہونا اور اُسکو نہ چھپانا بھی شرعاً اچھا مانا گیا ہے عورتیں علی العموم شکر کی آڑ پکڑ کر فخر اور شیخی کرتی ہیں جو صاحب علم اور تربیت یافتہ ہے اُس سے تو انکا عیب چھپ نہیں سکتا وہ بات کے لہجہ سے پہچان لیگا کہ یہ شکر نہیں ہے فخر اور شیخی ہے کیونکہ شکر کرنے والے کے لہجہ میں نرمی ہوتی ہے اور مدعی کے لہجہ میں سختی کیونکہ مدعی اُسکو اپنی صفت اور اپنا کمال سمجھتا ہے اور شاکر حق تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہے جو بلا استحقاق عطا ہوئی ہے۔ مدعی دوسروں کی تحقیر کرتا ہے اور شاکر اپنی تحقیر کرتا ہے۔ شیخی باز کی بات سنکر دوسروں کو نفرت اور دل میں حقارت پیدا ہوتی ہے اور شاکر کی بات سے دوسروں کو اس کی محبت اور حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے لیکن مستورات کو اتنی تمیز کہاں کہ ایسے باریک فرقوں کو سمجھ سکیں اور جب یہ اتنا تمیز نہیں رکھتیں تو اس قاعدہ کو خوب یاد کرلیں کہ بطور شکر ظاہر کرنا کسی نعمت کا صرف مستحب ہے اگر کوئی باوجود تمیز رکھنے کے بھی نکرے تو گنہگار نہوگا اور بطور فخر زبان پر لانا گناہ اور حرام ہے اور صرف زبان کا گناہ نہیں دل کا گناہ بھی ہے اور دل کے گناہ اعضاء کے گناہ سے بہت شدید ہوتے ہیں گویا گناہوں کی جڑ ہوتی ہیں تو کون عقلمند جائز رکھ سکتا ہے کہ مستحب کے پیچھے ایسے حرام فعل کا گناہ و وبال لیا جاوے جیسے کسیکو سفید رنگ پسی ہوئی دوا ملے اور یہ تمیز نہو سکے کہ یہ سنکھیا ہے یا طباشیر تو عقل ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ اس امید پر کھالے کہ شاید طباشیر ہو۔ چاہیے کہ اپنی زبان کو بند کریں اور کوئی اپنا عمل زبان پر نہ لاویں نہ اپنا نمازن ہونا اور روزہ دارن ہونا جتائیں نہ اپنی قابلیت زبان پر لاویں کہ میں نے ساٹھین نامہ اور نور نامہ پڑھا ہے یا مشکوٰۃ شریف پڑھی ہے بس نیکی کرا اور دریا میں ڈال پر عمل رکھیں اور اگر کسیطرح دل قابو میں نہ آوے تو علماء و اہل اللہ سے اور مسائل کی طرح اسکو بھی

پوچھتی رہیں اور جب غلطی سے مونہہ پر کوئی بات آجاوے تو توبہ استغفار کریں اور علماء سے پوچھکر اسکا کفارہ کریں حتی کہ جیسے اپنے وصف کو ذکر کرنا جائز نہیں ایسے ہی اپنے رشتہ داروں اپنے ہمقوموں اپنے شہر کی تعریف کرنا بلکہ اپنے شہر کے جانوروں کی تعریف کرنا غرض کسی ایسی بات کو جس سے اپنی کوئی خوبی ثابت ہو ذکر کرنا حرام اور گناہ سمجھیں

اکل حلال کے متعلق عورتوں کی ایک غلطی - ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ رزق حلال کی تلاش کسقدر ضروری ہے لیکن اسکے متعلق آج کل خبط اور خلط ملط بھی اسقدر ہوگیا ہے کہ ممکن بیان نہیں بعضوں نے تو رزق حلال کے ملنے کو محال سمجھکر آزادی اختیار کرلی ہے کہ جو چیز کسی طرح میسر ہی نہیں آسکتی اسکے پیچھے پڑکر کیا کریں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ خیال غلط ہے یہ تقویٰ کا ہیضہ ہے چاہئے کہ جو ذریعہ معاش اختیار کریں علماء سے فتویٰ لیلیں پھر دیکھیں شریعت میں کتنی وسعت ہے اور رزق حلال محال نہیں ہے۔ اور بعضے رزق حلال کا ذریعہ رکھتے ہیں مگر ان کے اخراجات اسقدر ہیں کہ وہ خرچ ان کو کافی نہیں ہوتا سو اسلئے ناجائز ذرائع سے بھی ان کو مال کمانا پڑتا ہے غور سے دیکھا جاوے تو عورتوں کے بدتمیزی سے اور اعانت نکرنے سے اکثر یہ خرابی پیدا ہوتی ہے سلسلہ قوت العیال میں بیان کرنا اسی کا مقصود ہے۔ یہ مسئلہ سنا ہوگا کہ کار خیر کا سبب بننا بھی خیر ہے اور معصیت کا سبب بننا بھی معصیت ہے۔ مردوں کو مال کمانیکی ضرورت زیادہ تر اہل و عیال کی وجہ سے ہوتی ہے اپنے اوپر ایک وقت جبر کرکے بھی بیٹھ سکتے ہیں مگر بیوی بچوں کے مانگ کا جواب نفی میں نہیں دیا جاسکتا جسطرح ہو ان کا پیٹ بھرنا اور ضروریات کو پورا کرنا لابد ہوتا ہے اس صورت میں عورتیں جتنا اپنے اخراجات کو کم کریں مرد کیلئے آرام و آسائش کا باعث ہے اور تھوڑی کمائی میں کام چلسکتا ہے اور جسقدر عورتیں اخراجات کو بڑھادیں مرد پر بار زیادہ ہوگا اور درصورت کمی معاش حلال کے معاش حرام کی طرف اسکو مجبور ہونا پڑیگا ایسے قوی النفس مرد دنیا میں کم ہیں کہ عورتوں کے کہنے سننے کی پروا نکریں اور حرام کمائی سے اجتناب رکھیں بلکہ زیادہ تر آج کل یہ ہے کہ مرد خود بھی حرام و حلال سے پروا کم کرتے ہیں اور درصورت عورتوں کے مطالبات کے تو ادنگتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ملجاتا ہے

(باقی آئندہ)

۲۰

الاحکام التقیۃ

بابت صفر المظفر سنہ ۱۳۳۴ ہجری

۱- (باعتبار موسم) چونکہ ان اطراف میں اس وقت ثمار یعنی بیر درختوں پر ظاہر ہونے لگے ہیں اور اسی حالت میں بعضے عوام انکی خرید و فروخت بھی کرنے لگے ہیں اسلئے اس کا حکم مفصل کلی لکھدینا نافع معلوم ہوا۔

قاعدۃ عامۃ وفائدۃ تامۃ فی بیع الازھار والثمار

فی الدر المختار (ومن باع ثمرۃ بارزۃ) اما قبل الظہور فلا یصح اتفاقا ظہر صلاحہا او لا صح) فی الاصح (ولو برز بعضہا دون بعض لا) یصح (فی ظاہر المذہب) وصححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی (ویقطعہا المشتری فی الحال) جبرا علیہ (وان شرط ترکہا علی الاشجار فسد) البیع کشرط القطع علی البائع حاوی (وقیل) قائلہ محمد (لا) یفسد (اذا تناہت) الثمرۃ للتعارف فکان شرطا یقتضیہ العقد۔ (وبہ یفتی) بحر عن الاسرار لکن فی القہستانی عن المضمرات انہ علی قولہما الفتوی فتنبہ قید باشتراط الترک لانہ لو شراہا مطلقا وترکہا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ وان بغیر اذنہ تصدق بما زاد فی ذاتہا وان بعد ما تناہت لم یتصدق بشئ وان استاجر الشجر الی وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء الاذن ولو استاجر الارض لترک الزرع فسدت بجہالۃ المدۃ ولم تطب الزیادۃ ملتقی لا بحر لفساد الاذن بفساد الاجارۃ بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحہ مطلب۔ فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن۔ والحیلۃ ان یاخذ الشجرۃ معاملۃ علی ان لہ جزء من الف جزء وان یشتری اصول الرطبی کالباذنجان واشجار البطیخ والخیار لیکون الحادث للمشتری وفی الزرع والحشیش یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیہا الادراک بباقی الثمن وفی الاشجار الموجود ویحل لہ البائع ما یوجد فان خاف ان یرجع یقول علی انی متی رجعت فی الاذن تکون ماذونا فی الترک بمثلی ملخصا۔ وفی رد المحتار تحت قولہ ظہر صلاحہا او لا ما نصہ وعندنا ان کان بحال لا ینتفع بہ فی الاکل ولا فی علف الدواب فیہ خلاف بین المشائخ قیل لا یجوز ونسبہ قاضیخان لعامۃ مشائخنا والصحیح انہ یجوز لانہ مال منتفع بہ فی ثانی الحال ان لم یکن منتفعا بہ

في الحال والحيلة في جوازه باتفاق المشائخ ان يبيع الكمثرى اول ما تخرج مع اوراق الشجر
فيجوز فيها تبعاً للاوراق كانه ورق كله وان كان بحيث ينتفع به ولو علفاً للدواب
فالبيع جائز باتفاق اهل المذهب اذا باع بشرط القطع او مطلقاً اھ وفيه قوله وافتى
الحلواني بالجواز وزعم انه مروي عن اصحابنا وكذا حكي عن الامام الفضلي وقال استحسن
فيه لتعامل الناس وفي نزع الناس عن عادتهم حرج قال في الفتح وقد رأيت رواية
في نحو هذا عن محمد في بيع الورد على الاشجار فان الورد متلاحق وجوز البيع في الكل
وهو قول مالك اھ وفيه بعد اسطر قلت لكن لا يخفى تحقق الضرورة في زماننا ولا
سيما في مثل دمشق الشام كثيرة الاشجار والثمار فانه لغلبة الجهل على الناس لا يمكن
الزامهم بالتخلص باحد الطرق المذكورة وان امكن ذلك بالنسبة الى بعض
افراد الناس لا يمكن بالنسبة الى عامتهم وفي نزعهم عن عادتهم حرج كما علمت
ويلزم تحريم اكل الثمار في هذه البلدان اذ لا تباع الا كذلك والنبي صلى الله
عليه وسلم انما رخص في السلم للضرورة مع انه بيع المعدوم فحيث تحققت الضرورة في
هذا ايضاً امكن الحاقه بالسلم بطريق الدلالة فلم يكن مصادماً للنص فلذا جعلوه
من الاستحسان لان القياس عدم الجواز وظاهر كلام الفتح الميل الى الجواز ولذا
اورد له الرواية عن محمد بل تقدم ان الحلواني رواه عن اصحابنا وما ضاق الامر
الا اتسع ولا يخفى ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية كما يعلم من رسالتنا
المسماة نشر العرف في بناء بعض الاحكام على العرف فراجعها - قوله ولو اخرج
الكل ذكر في البحر عن الفتح ان ما نقله شمس الائمة عن الامام الفضلي لم يقيده
عنه بكون الموجود وقت العقد الاكثر بل قال عنه اجعل الموجود اصلاً وما يحدث
بعد ذلك تبعاً - قوله جبراً عليه - مفاده انه لا خيار للمشتري في ابطال البيع اذا
امتنع البائع عن ابقاء الثمار على الاشجار وفيه بحث لصاحب البحر والنهر سيذكره
الشارح آخر الباب ونصه في آخر الباب هذا قال في النهر ولا فرق يظهر بين
المشتري والبائع في رد المحتار اصله لصاحب البحر وحاصل البحث انه ينبغي على
قياس هذا انه لو باع ثمرة بدون الشجر ولم يرض البائع باعارة الشجر ان يخير
المشتري ايضاً ان شاء ابطل البيع او قطعها لان في القطع اتلاف المال وفيه
ضرر عليه الخ) قوله فتنبه اشار به الى اختلاف التصحيح وتخيير المفتي في الافتاء
بايهما شاء لكن حيث كان قول محمد هو الاستحسان يترجح على قولهما تأمل وفيه
تحت قوله كما حررناه في شرحه ما نصه وحاصل الفرق كما في الفتح وغيره ان
الفاسد له وجود لانه فائت الوصف دون الاصل فكان الاذن ثابتاً
في ضمنه فيفسد بخلاف الباطل فانه لا وجود له اصلاً فلم يوجد الا الاذن
قوله وان يشتري الخ - هذا حيلة ثانية وبيانها ان المشتري اما ان يكون

مما یوجد شیئاً فشیئاً وقد وجد بعضہ او لم یوجد منہ شیئ کالباذنجان والبطیخ والخیار او یوجد کلہ لکنہ لم یدرک کالزرع والحشیش ویکون وجد بعضہ دون بعض کثمر الاشجار المختلفۃ الانواع ففی الاول یشتری الاصول ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ بباقی الثمن لئلا یامرہ البائع بالقلع قبل خروج الباقی او قبل الادراک وفی الثانی یشتری الموجود من الحشیش والزرع ویستاجر الارض کما قلنا وفی الثالث یشتری الموجود من الثمر بکل الثمن ویحل لہ البائع ما سیوجد لان استیجار الارض لا یتاتی ہنا لان الاشجار باقیۃ علی ملک البائع وقیامہا علی الارض مانع من صحۃ استیجار الارض ج ۴ ص۴۰ تا ص۴۱ +

روایات بالا سے امور ذیل مستفاد ہوئے

(۱) پھل جبتک نکل نہ آوے اُسکی بیع مطلقاً ناجائز ہے اور حیلہ سلم کا اسلئے نہیں ہوسکتا کہ اُس میں مسلم فیہ کا وقت عقد کے اُس جگہ پایا جانا شرط ہے۔

(۲) پھل نکل آنے کے بعد بیع جائز ہی اگر قابل انتفاع ہو تو اتفاقاً ورنہ اختلافاً۔

(۳) اگر کچھ ظاہر ہوا اور کچھ ظاہر نہیں ہوا اس کو امام فضلی نے جائز کہا ہے۔

(۴) بعد صحت بیع کے بائع نے مشتری کو پھل کے درخت پر رہنے دینے کی اجازت دیدی صراحۃً یا دلالۃً تو پھل حلال رہیگا۔

(۵) اگر بائع اس اذن پر راضی نہ ہو تو بعض کے نزدیک مشتری بیع کو فسخ کرسکتا ہے۔

(۶) جو پھل تھوڑا تھوڑا آتا ہو جیسے امرود تو بعض کے ظاہر ہونے کے بعد بیع درست ہے۔

(۷) اسی طرح گلاب وغیرہ کے پھولوں کا یہی حکم ہے کہ بعض کا ظاہر ہوجانا کافی ہی اور اگرچہ احکام مذکورہ میں سے بعض میں اختلاف بھی ہے۔

مگر ابتلاء عام میں گنجایش ہے۔

(۲) (باعتبار خصوص ماہ) بعض صفر کو تیرہ تیزی کہتے ہیں اور اسکو نامبارک جانتے ہیں۔

(۳) اور بعض جگہ تیرہویں تاریخ کو کچھ گھونگنیاں وغیرہ پکاکر تقسیم کرتے ہیں کہ اسکی نحوست سے حفاظت رہے۔ یہ اعتقاد شرع کے خلاف اور گناہ ہیں۔

(۴) (ایضاً) بعض مقامات پر صفر کے آخری چہارشنبہ کو تہوار مناتے ہیں اور ایک عیدی بھی دیتے ہیں جسکا یہ مضمون ہے

آخری چہارشنبہ آیا ہے
غسل صحت نبی نے پایا ہے

اور مکتبوں میں چھٹی بھی ہوتی ہے سو یہ سب ایجاد فی الدین ہے لطیفہ ایک نواب زادہ نے اپنے معلم سے جو کہ محقق تھے اس تاریخ میں عیدی مانگی اُنہوں نے عیدی کے پیرایہ میں اس رسم کی خوب نفی کی

آخری چارشنبہ ماہ صفر ٭ ہست چون چارشنبہ ہای دگر +
نہ حدیثے شدہ دراں وارد + نہ در وعید کردہ پیغمبر +

رقمہ اشرف علی عفی عنہ ۲۰ محرم ۱۳۳۳ھ

ضمیمہ مضمون بالا

ان ثمار کے متعلق ہمارے اضلاع میں ایک رسم ہے کہ بائع ثمار مشتری سے ثمن کے علاوہ
ایک مقدار خاص سے کچھ ثمر لینا بھی ٹھہرالیتا ہے مثلاً پختگی پر ہم اتنے وزن سے ثمر کنار یا
اتنی تعداد سے ثمر انبہ بھی تم سے لینگے اور وہ اسکو منظور کرلیتا ہے اور وقت پر دیدیتا ہی
کبھی یکبارگی اور کبھی متفرق کرکے اور اس میں نزاع واختلاف بھی اکثر نہیں ہوتا اور کبھی
پھل کی پیداوار میں کمی ہوتی ہے تو بعض بائعین اس مقدار میں بھی کمی کردیتے ہیں اور
اسکو اصطلاح میں جنس کہتے ہیں پس یہ مسئلہ بھی قابل بحث ہے سو ایک توجیہ تو اسکے جواز
کی اسکو استثناء میں داخل کرنے سے محتمل ہو مگر یہ اسلئے صحیح نہیں کہ اس تقدیر پر مشتری
فی الفور بائع سے مطالبہ کرسکتا ہی کہ اپنا پھل غیر مبیع میرے مبیع پھل سے تقسیم کرکے متمیز کردو
اور وہ انکار نہیں کرسکتا۔ اور بائع اس کو ایک وقت خاص تک اس کی حفاظت کرنے پر
مجبور نہیں کرسکتا حالانکہ یہ عرف اور شرط اور مقصود کے خلاف ہے اور ایک توجیہ یہ
محتمل ہے کہ ثمن دو چیزوں کو کہا جاوے ایک تو روپیہ کی رقم دوسرا اتنا پھل لیکن یہ اس لئے
صحیح نہیں کہ ایک تو خود مبیع کے ایک جزو کو ثمن ٹھہرانا جائز نہیں دوسرا اس صورت میں ثمن وقت
بیع کے مقدور التسلیم نہیں پس یہ دونوں توجیہیں قواعد پر منطبق نہیں ہوتی مگر اس میں ابتلا
عام ہے اسلئے ضرورت معلوم ہوتی ہی اسکو کسی کلیہ پر منطبق کرنے کی سو احقر کے خیال میں یہ توجیہ
آتی ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ بعد تکمیل بیع کے بھی تراضی متعاقدین سے ثمن میں بھی اور مبیع میں
بھی زیادت بھی جائز ہے اور حط یعنی کمی بھی جائز ہی جیسا زیادہ کے خریدار کو کمیشن واپس کرنا
جسکی حقیقت حط ثمن ہی عام طور سے رائج ہے اسی طرح اسکو حط مبیع میں داخل کہا جاوے یعنی بیع
تو ہوگئی کل کی مگر بیع میں یہ شرط ٹھہر گئی کہ مشتری اسقدر مبیع پھر بائع کو فلاں وقت واپس کردیگا
اور ہر چند کہ وقت کی شرط قواعد سے اسپر لازم نہیں مگر فقہ میں اسکی بھی تصریح ہی کہ جو وعدہ ضمن عقد
میں ہو وہ لازم ہوجاتا ہی اسلئے اسکو لازم بھی کہا جاویگا اب صرف اسمیں دو شبہے رہ گئے ایک یہ کہ
شاید او شاپیدا نہ ہو دوسرے اگر پیدا بھی ہو تو اسکے احاد متفاوت ہوتے ہیں تعین کیسے ہوگی جواب
اسکا یہ ہی کہ ہم اسکا التزام کرلیں گے کہ یہ مقدار جنس کی اتنی ہونا چاہیے کہ اس میں یہ خطرہ نہ رہے

تعاونوا علی البر والتقوی

شکریہ

جن مخلص معاونین نے اس قلیل عرصہ میں الامداد کی توسیع اشاعت میں سرگرم کوشش فرما کر خود بھی خریداری منظور فرمائی اور جدید خریدار بھی بہم پہونچائے ہم اُن سب حضرات کے نہایت شکور ہیں، اور جن حضرات معاونین نے دیگر جدید خریدار بھی بہم پہونچائے اُن کے اسمائے گرامی بھی درج ذیل کئے جاتے ہیں امید ہے کہ جو ان حقیقی موتیوں کے قدردان ہیں وہ اسکے حلقہ اثر کو وسیع کرنے میں ساعی ہوں اور اس نیک کوشش میں حصہ لیکر ہمیں زبردست شکریہ کا موقعہ دیں اور ہمت افزائی کریں تاکہ یہ صحیفہ گرامی پندرہ روزہ آپکی خدمت میں پہونچا کرے لیکن سعی بلا کسی دباؤ کے محض شوق و رغبت دلاکر ہو۔ السعی منا والاتمام من اللہ۔ اسمائے گرامی معاونین مع تعداد جدید خریداران۔

مولوی محمد مصطفیٰ صاحب ڈپٹی کلکٹر (۱) حافظ سید عنایت اللہ صاحب سوداگر (۱) مولوی ظہور محمد صاحب تجلی (۲) منشی احسان الحق صاحب (۱)
حکیم جمیل احمد صاحب (۵) شیخ معشوق علی صاحب (۱) خواجہ عزیز الحسن صاحب ڈپٹی کلکٹر (۲) مولوی محمد ابراہیم صاحب (۲) منشی محمد فدا حسین احمد
مددگار مال (۲) شیخ فخر الدین صاحب برگلشن شن کلکتہ (۲) مولوی محمد عمر صاحب گھوری (۲) منشی ارشاد حسین صاحب (۲)
مولوی حکیم حافظ محمد مصطفیٰ صاحب میرٹھ (۲) مولوی مفتی ابو الفضل سید عباس شاہ صاحب (۲) شیخ ممتاز احمد صاحب (۲)
محمد آزاد خاں صاحب بلہ (۲) مولوی حنیف اللہ صاحب جونپوری (۲) حافظ شیر محمد صاحب [illegible] (۲) سید نور الحسن صاحب
رئیس (۲) منشی اکرام الحق صاحب صدر منصرم (۲) حافظ نور محمد صاحب (۲) منشی محمد صاحب [illegible] (۲) شیخ محمد صاحب [illegible] (۲)
مولوی کرامت علی صاحب دھلی (۲) مولوی محمد الیاس صاحب برنڈ علی گڑھ (۲) مولوی ابو الحسن صاحب (۲) محمد عمر صاحب [illegible] (۲)
حاجی برکت اللہ صاحب (۱) حافظ محمود صاحب علی گڑھ (۲) شیخ محمد ابراہیم صاحب [illegible] (۲) مولوی عبد الواحد صاحب تاجر کمال (۲)
چودھری عالم علی صاحب بی۔اے (۱) منشی محمد نذیر صاحب (۱) منشی عبد الولی صاحب [illegible] (۱) محمد داود علی خاں ہیڈ کلرک (۱)
عبد القادر صاحب [illegible] (۱) محمد عارف صاحب [illegible] (۱) مولوی غلام مصطفیٰ صاحب ابو العلائی (۱) مولوی محمد اسحاق صاحب [illegible] (۱)
شیخ وحید الدین صاحب سوداگر (۱) حافظ مسعود احمد صاحب طالب علم دار العلوم دیوبند (۱) منشی محمد سعید صاحب [illegible] (۱)
مولوی معین محمد صاحب فیروز شاہی (۱) مولوی محی الدین صاحب [illegible] (۱) مولوی خلیل الرحمٰن صاحب [illegible] (۱) مولوی کریم بخش صاحب (۱)
مولوی ریاض علی صاحب سوداگر (۱) مولوی عبد الوحید صاحب (۱) حافظ عبد الصمد صاحب [illegible] (۱) محمد انس صاحب منصرم [illegible] (۱)
محمد حسن صاحب علوی کاکوری (۱) مولوی وحید احمد صاحب (۱) [illegible] صاحب [illegible] (۱) حکیم نعمت اللہ صاحب (۱)
منشی محمد ملا صاحب فارسٹ رینجر (۱) مولوی فیاض علی صاحب طبیب (۱) ممتاز علی خاں صاحب (۱) مولوی نبی بخش صاحب [illegible]

اصول و مقاصد رسالہ ہذا و ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ بعض وجوہ سے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ [illegible] ہے

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت داخل کر چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کر کے قیمت کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ کے بعد خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے انشاء اللہ تعالیٰ جب تک موجود رہیں گے بھیجے جاتے رہیں گے اور بعد سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لی جاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں۔ اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقیہ قیمت واپس کر دی جائیگی۔

() رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہ العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۰) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۱) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالۂ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

این صحیفہ کامدہ شش امداد نام		یافت امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

ببرکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین! اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔

(نائب مدیر)

دیندار بھی گناہوں کے اصلی معالجہ میں بے پروائی کرتے ہیں

دوسرا مرض جو دینداروں میں زیادہ ہے یہ ہے کہ جب کبھی ان کی حالت زار انکو یاد دلائی جاتی ہے تو تنبیہ تو ہوتا ہے لیکن صرف اسقدر کہ تھوڑی دیر روئے بڑی ہمت کی ایک دو وقت کھانا ترک کردیا صورت غمگین بنا کر بیٹھ گئے لیکن تدبیر کی جانب ذرا توجہ نہیں بلکہ اس غمگینی میں بھی اگر کوئی دنیا کا قصہ یاد آگیا تو فوراً اس میں مصروف ہوگئے خوب کہا ہے ؎

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند	حق را بسجودے و نبی را بدرودے

بعض لوگ ان سے بھی چند قدم آگے ہیں کہ تاسف سے پریشان بھی ہوتے ہیں لیکن باوجود اس کے بھی کبھی تدبیر کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور تدارک کا خیال نہیں ہوتا حالانکہ نری پریشانی سے کیا ہوسکتا ہے اگر کسی شخص کو اول درجہ دق کا شروع ہوجائے اور اسکو اطلاع بھی ہوجائے اور پریشانی بھی ہونے لگے لیکن وہ صرف یہی کرے کہ جب کوئی اس سے ملنے کو آئے تو اُسکے سامنے رونا شروع کردے اور دن رات کڑھا کرے مگر علاج کی طرف توجہ نہ کرے تو نتیجہ اس کا کیا ہوگا صرف یہی کہ دس پانچ روز میں دوسرا تیسرا درجہ بھی شروع ہوجائیگا اور آخرکار ایک روز خاتمہ ہوجائیگا تو غلطی اسکی یہ ہے کہ پریشانی کو علاج سمجھتا ہے حالانکہ تدبیر اسکی یہ تھی کہ روپیہ خرچ کرتا طبیب سے رجوع کرتا تلخ دواؤں پر صبر کرتا اور پرہیز پر مستعد ہوجاتا اگرچہ کسی ایک کے آگے بھی پریشانی کا اظہار نہ کرتا اسی طرح امراض باطنی اور معاصی میں بھی اصل تدبیر یہی ہے کہ کسی کامل کی طرف رجوع کرے گناہوں سے پرہیز پر مستعد ہوجاوے تلخ تجاویز پر صبر کرے اس تدبیر سے انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں امراض دور ہوجاوینگے اور اخلاق حسنہ پیدا ہوں گے خوب کہا ہے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد	اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

یہ شیطان کی رہزنی ہے کہ دین کے رنگ میں دین سے ہٹا رہا ہے یعنی یہ خیال دل میں جما دیا ہے کہ صرف گریہ و بکا ہی کافی ہوجائیگا عرفی کہتا ہے ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال	صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

۶۵

حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص نے ایک بدوی کو دیکھا کہ وہ بیٹھا رو رہا ہے اور سامنے ایک کتا پڑا سسک رہا ہے بدوی سے رونے کا سبب پوچھا تو کہا کہ یہ کتا میرا رفیق تھا چونکہ مر رہا ہے اس کے غم میں رو رہا ہوں اس شخص نے کتے کے مرنے کا سبب پوچھا بدوی نے کہا کہ صرف بھوک سے مر رہا ہے یہ سنکر اس شخص کو بہت صدمہ ہوا نظر اوٹھاکر ادہر ادہر دیکھا تو ایک بوری نظر پڑی بدوی سے پوچھا کہ اس بوری میں کیا چیز ہے بدوی نے جواب دیا کہ اسمیں روٹی ہے اس شخص نے کہا کہ ظالم تیرے پاس روٹی موجود ہے اور کتا بھوکوں مر رہا ہے اور اس کے مرنے کا تجھے غم ہے تو اس میں سے روٹی نکالکر کیوں نہیں کھلا دیتا تو آپ کہتے ہیں کہ صاحب اتنی محبت نہیں کہ اسکو روٹی بھی دیدوں کیونکہ اسکو دام لگتے ہیں ہاں اتنی محبت ہے کہ اسکے غم میں رو رہا ہوں کیونکہ آنسوؤں میں تو دام نہیں خرچ ہوتے ؎

گر جاں طلبی مضائقہ نیست		ور زر طلبی سخن درین ست

ہماری وہی حالت ہے کہ گھر بار سب تمہارا لیکن کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا کہ گناہوں میں مبتلا ہونے سے رنج بھی ہے اور ان کے مٹ جانیکی تمنا بھی ہے لیکن تدبیر نام کو نہیں ہاں ہے تو صرف اسقدر کہ دو آنسو بہا لئے۔

محض بزرگونکی توجہ کو علاج گناہ کیلئے کافی سمجھ لینے کی غلطی

اور بعض لوگوں کو توجہ بھی ہوتی ہے تدبیر بھی کرتے ہیں لیکن کسی بزرگ کے پاس گئے اور اپنی حالت بیان کرکے فرمائش کی کہ آپ کچھ توجہ کیجئے اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص طبیب کے پاس جائے اور اپنے امراض کو بیان کرے اور جب طبیب نسخہ تجویز کرے تو اس سے کہے کہ حکیم صاحب میری طرف سے یہ نسخہ آپ ہی پی لیں ظاہر ہے کہ اس شخص کو ساری دنیا احمق کہیگی اور سب قہقہہ لگائیں گے بس یہی حالت طالبین توجہ کی بھی ہے کہ مریض تو یہ مگر توجہ کریں بزرگ اور یہ توجہ نکریں۔

حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ جب بمبئی تشریف لیگئے تو ایک سوداگر نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے حج نصیب کرے آپنے فرمایا کہ ایک

شرماتے دعا کرو نگا وہ یہ کہ جسدن جہاز چلے اس دن مجھے پورا اختیار اپنے نفس پر دیدو کہ میں تمھارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں تمکو بٹھلا دوں اور وہ جہاز تمکو لیکر روانہ ہو جائے اور جب تک یہ نہو صرف میری دعا سے کیا کام چل سکتا ہی کیونکہ جب تم قصد نہ کروگے دنیا کے کاروبار کو نہ چھوڑو گے نہ وہ خود کم ہونگے تو صرف میری دعا تمکو حج کیونکر کرادیگی کیونکہ خود کعبہ تو تم تک آنے سے رہا اسکو کیا غرض پڑی ہے اور جن کو یہ شرف نصیب ہو بھی گیا ہے تو اُن کو بھی اس صورت سے حج نصیب نہیں ہوا حج کرنے کے لئے اُن کو بھی خود کعبے ہی پر آنا پڑا اور جب ایسوں کو بھی خود کعبے کی طرف جانے کی احتیاج تھی تو اس سوداگر کو تو کیوں ضرورت نہو گی اور یہ تجارت چھوڑ کر جائیں نہیں تو محض حاجی صاحب کی دعا سے اُن کو کیا نفع ہو سکتا ہے تو جو لوگ کچھ تدبیر کرتے بھی ہیں صرف اسقدر کرتے ہیں کہ بزرگوں سے دعا کرا لیتے ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے۔ صاحبو خیال کیجئے ابو طالب جو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں اور بہت بڑے محب کہ جس موقع پر تمام قریش نے مخالفت کی اور آپ کے دشمن ہو گئے اس موقعہ پر بھی ابو طالب نے ساتھ دیا اور اس کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اُن سے بہت محبت تھی اور آپ نے بیحد کوشش اُن کے مسلمان ہونے کی فرمائی لیکن محض اس وجہ سے کہ انھوں نے ارادہ نہیں کیا حضورؐ کی کوشش اور محبت کچھ بھی اُن کے کام نہ آئی اور آخر کار اپنی قدیم ملت پر انکا خاتمہ ہو گیا اسپر حضورؐ کو بہت رنج ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

۹۷

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔	جسکو آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہے ہدایت کرے۔

آج کل کام کی تمنا کرتے ہیں مگر ارادہ نہیں کرتے

اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو ہے مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ تمنا دوسری چیز ہے ارادہ دوسری چیز ہے ایک مرتبہ دو شخص حج کو جانے کی بابت تذکرہ کر رہے تھے اُن میں سے ایک نے کہا کہ بھائی ارادہ تو ہر مسلمان کا ہے میں نے کہا کہ صاحب یہ بالکل غلط ہے

اگر ارادہ ہر مسلمان کا ہوتا تو ضرور سب کے سب حج کر آتے ہاں یوں کہئے کہ تمنا ہر مسلمان کی ہے سو نری تمنا سے کام نہیں چلتا ارادہ کہتے ہیں سامان کے مہیا کرنے کو مثلاً ایک شخص زراعت تو کرنا چاہتا ہے لیکن اس کا کوئی سامان مہیا نہیں کرتا اور ایک شخص اس کا سامان بھی جمع کر رہا ہے تو پہلے شخص کو متمنی اور دوسرے کو مرید کہیں گے اسی طرح اگر دو شخص جامع مسجد پہنچنا چاہیں مگر ایک تو اپنی جگہ بیٹھا ہوا تمنا ظاہر کئے جائے اور ایک شخص چلنا شروع کر دے تو دوسرے کو مرید کہیں گے اور پہلے کو متمنی تو جب ارادہ ہوتا ہے کام بھی ضرور پورا ہو جاتا ہے اگر کسی وجہ سے خود قدرت نہیں ہوتی تو کوئی رہبر مل جاتا ہے جو معین ہو کر کام پورا کر دیتا ہے اسی کو کہتے ہیں۔

السعی منی والاتمام من اللہ۔ | میری طرف سے کوشش کرنا ہے اور پورا کرنا اللہ کی طرف سے

پس کام شروع کر دینا چاہیے خدا تعالیٰ خود مدد کریں گے اور کام پورا ہو جائیگا میں ایک عالی ہمتی کی حکایت آپکو سناتا ہوں۔

حکایت۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے بلایا ہے تو جس مکان میں ان کو لیکر گئی ہے تو یکے بعد دیگرے سات حصے اس مکان کے تھے اور ہر حصہ مقفل تھا اور قفل بھی ہر حصے کے نہایت مضبوط تھے غرض پورا سامان کیا گیا تھا کہ حضرت یوسفؑ باہر نکل کر نہ جا سکیں آخر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی خواہش کا اظہار کیا دھمکی بھی دی لجاجت بھی کی لیکن عصمت نبوت کے سامنے ایک بھی نہ چلی واقعی حضرت یوسف علیہ السلام ہی کا کام تھا کہ اس مصیبت میں بھی ان کو اتنا قوی توکل رہا جو آگے معلوم ہو گا آپنے دیکھا کہ مکان سب مقفل ہیں نکلنے کی کوئی صورت بظاہر نہیں مگر ساتھ ہی قوت توکل نے ہمت دلائی کہ مجکو اپنا کام تو کرنا چاہئے خدا تعالیٰ ضرور مدد کریں گے چنانچہ آپ نے وہاں سے بھاگنا شروع کیا اور زلیخا آپ کے پیچھے ہوئی لکھا ہے کہ جس دروازے پر آپ پہونچتے تھے قفل ٹوٹ کر گر جاتا تھا اور دروازہ خود بخود کھل جاتا تھا اسی طرح ساتوں دروازے کھل گئے اور آپ صحیح و سالم عفت کے ساتھ باہر نکل آئے اسی کی طرف اشارہ کر کے مولانا رح فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید	خیرہ یوسف وار می باید دوید

کہ اگرچہ قصر عالم میں کوئی دروازہ نظر نہیں آتا کہ اس سے نکل کر تم نفس و شیطان کے پھندے سے
بچ سکو لیکن مایوس پھر بھی نہ ہونا چاہیے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح دوڑنا تو چاہیے پھر
دیکھئے دروازہ پیدا ہوتا ہے کہ نہیں۔

توجہ الی اللہ کے لئے فراغت کا انتظار نفس کا حیلہ ہے

بہت لوگ اس انتظار میں ہیں کہ فلاں کام سے فراغت کریں تو پھر توبہ کر کے اپنی اصلاح
کی تدابیر میں لگیں کسی کو لڑکے کے نکاح کی فکر ہے کسی کو مکان بنانے کی فکر ہے کسی کو جائداد
کا شغل ہے صاحبو ذرا غور کرو کتنے برس یہ کہتے ہوئے گذر گئے کہ اب کے برس کچھ ضرور کریں گے
مگر آج تک ضروریات اور حاجات کا سلسلہ ختم ہونے نہیں آتا ع کا ینتھی ادب الا
الی ادب۔ دنیا کی ہر ضرورت کا خاتمہ ایک نئی ضرورت پر ہوتا ہے اور اس کا خاتمہ ایک
دوسری ضرورت پر۔ وھکذا الی غیر النھایۃ۔ آخر یہ عمر دنیا یوں ہی تمام ہو جاتی ہے
پس امروز فردا پر ٹالنے سے کیا فائدہ ہمت کر کے کام شروع کر دینا چاہیئے خدا تعالیٰ خود مدد
کریں گے کامل نہ ہو گے تو خالی بھی نہ رہو گے اگر تم کو صدیقیت کا درجہ نہ بھی نصیب ہوا تو کچھ نہ کچھ
تو ضرور ہی ہو رہو گے کم از کم خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک محبت اور لگاؤ دنیا سے بے تعلقی اور جنت
کا اُچاٹ تو ضرور ہی ہو جائیگا مگر افسوس ہے ہماری یہ حالت ہے ؎

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم	بازچوں فردا شود امروز را فردا کنم

کہ روز یہی وعدہ رہا کہ کل ضرور کریں گے مگر ساری عمر اسی کل کل میں گذر گئی اور کل نصیب
نہ ہوئی حتیٰ کہ موت کا وقت سر پر آ جاتا ہے اور اس وقت بجز حسرت کے اور کچھ نہیں بن پڑتا
اور یہ تمنا کرتا ہے کہ۔ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ
مگر یہ تمنا رد کر دیجاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا۔ کہ اب ایک
ساعت کی بھی مہلت نہیں مل سکتی اور صاحبو ہم تو کیا چیز ہیں کہ ہمکو کچھ مہلت مل سکے۔
حکایت حضرت سلیمان علیہ السلام جو کہ نبی معصوم و مقبول ہیں انھوں نے بیت المقدس
کی تعمیر شروع فرمائی اور اختتام تعمیر سے قبل آپکی وفات کا وقت آگیا تو آپ نے یہ تمنا کی کہ

بیت المقدس کی تعمیر تیار ہو جانے تک مہلت دی جائے لیکن قبول نہ ہوئی غور کیجئے نبی کی درخواست اور بیت المقدس کی تعمیر کیلئے مگر نامنظور آخر آپ نے یہ درخواست کی کہ مجھے اسطرح موت دیجائے کہ جنات کو میری موت کی اطلاع اسوقت تک نہو جب تک کہ یہ تعمیر پوری نہوجائے چنانچہ یہ درخواست منظور ہوئی اور آپ حسب عادت اپنے عصا پر سہارا لیکر کھڑے ہو گئے اور اسی حالت میں روح قبض ہو گئی اور سال بھر تک آپکی لاش اسی طرح کھڑی رہی جنات نے آپ کو زندہ سمجھکر کام جاری رکھا حتی کہ جب تعمیر پوری ہو گئی اس وقت آپکی لاش زمین پر گر گئی اور جنات کو اسوقت آثار سے معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو اس قدر زمانہ گذر گیا ہے اسی کو خداتعالیٰ فرماتے ہیں ما دلھم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منسأتہ فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین ۵ اور اس طریقہ پر موت دینے سے لوگوں کو یہ بھی ہدایت ہو گئی کہ جنوں کو علم غیب نہیں ہے تو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو بیت المقدس تیار کرنے کیلئے مہلت نہیں دی گئی تو ہمکو بیت المقدس تیار کرنے کے لئے کب مہلت مل سکتی ہے غرض اس جملہ تقریر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم لوگ ارادہ تو کرتے ہیں لیکن ارادۃ الفعل نہیں کرتے کیونکہ ارادۃ الفعل وہ ہے جو کہ مقارن ہو فعل کے ساتھ کہ اسکے بعد فعل متخلف ہی نہو ورجس کو ہم ارادہ کہتے ہیں وہ نری ہوس ہے دیکھئے کہ اگر ایک شخص کھانا کھانے کا ارادہ کرے لیکن نہ ہاتھ ہلائے نہ منہ چلائے نہ مشہ کھولے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے کھانے کا ارادہ کیا ہاں یہ کہیں گے کہ اس نے کھانے کی ہوس اور تمنا کی۔

۷۰

بزرگوں کی توجہ کے موثر ہونے کے شرائط

اور جو لوگ بزرگوں کی توجہ کے امیدوار بیٹھے ہیں ان سے کوئی یہ تو پوچھے کہ کیا ان بزرگ کو بھی نری توجہ سے سب کچھ حاصل ہو گیا تھا یا ان کو کچھ کرنا پڑا تھا اگر ان کو کچھ خود بھی کرنا پڑا ہے تو کیا وجہ کہ تمکو نری توجہ سے حاصل ہو جائے اور بزرگوں کی توجہ سے انکار نہیں بیشک بزرگوں کی توجہ سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے لیکن اس توجہ کے اثر کیلئے محل قابل کی بھی ضرورت

ہے دیکھو اگر کھیتی کرنا چاہو تو زمین میں تخم ریزی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن وہ تخم ریزی اُسوقت کارآمد ہوتی ہے جبکہ زمین بنجر نہو ورنہ تخم بھی ضایع ہوتا ہے اور محنت اوجانکاہی بھی رایگاں جاتی ہے پس اول قابلیت پیدا کرو اور اُس کا طریقہ یہ ہے کہ اول ارادہ کرو۔

صرف ارادہ بھی بغیر توجہ بزرگوں کے اکثر کافی نہیں

ہاں نرا ارادہ بھی کافی نہیں جب تک کہ توجہ بزرگاں نہ ہو کیونکہ ؎

بے عنایات حق و خاصان حق	گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اصل میں ارادے کے پورا ہونے کیلئے اس کی ضرورت ہے کہ عنایت خداوندی متوجہ ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ بزرگ خود متوجہ ہوں اکیلے کوئی کسی کا کام نہیں ہوا ؎

یار باید راہ را تنہا مرو	بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

کہ اس جنگل میں تنہا نہ چلو کسی رہبر کو ضرور ساتھ لیلو کہ وہ تمکو رستے کے خطرات سے محفوظ رکھے آگے کہتے ہیں ؎

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید	ہم بعون ہمت مردان رسید

کہ اگر تم نے کسی کی حکایت سن لی ہو کہ وہ بغیر کسی رہبر کے اس رستے کو طے کر گئے تو اول تو یہ نادر ہے دوسرے واقع میں وہ بھی کسی کی ہمت کی بدولت منزل تک پہنچے ہیں اگرچہ ظاہر نظر میں معلوم نہ ہوا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی بہت سی مخلوق بلا کسی تعلق کے ہمارے لئے دعا کرتی ہے گو ہمکو خبر بھی نہو تو کوئی شخص اپنے کو مستغنی نہ سمجھے اسی لئے فریدالدین عطار کہتے ہیں ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق گر ہوائے ایں سفر داری دلا در ارادت باش صادق اے فرید	عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق دامن رہبر بگیر و پس بیا تا بیابی گنج عرفان را کلید

غرض نہ بغیر چلے کام چلتا ہے نہ بے رفیق سیدھا رستہ ملتا ہے دیکھو اگر ایک نابینا شخص کسی جگہ پہنچنا چاہے تو اول اسکو چلنے کی ضرورت ہے اگر چلے ہی نہیں تو ہزار رفیق ملنے پر

۷۱

بھی رستہ قطع نہیں ہوگا اور چلنے کے بعد رفیق و رہبر کی ضرورت ہے کیونکہ اگر رہبر نہ ہو تو نا آشنا رستہ میں ضرور کسی جگہ ٹھوکر کھائیگا بے خطر منزل پر پہونچنے کی صورت یہی ہے کہ اپنے پیروں چلے اور رہبر کا ہاتھ پکڑ لے بالکل ایسی ہی حالت اس رستہ کی بھی ہے کہ ارادہ کرنا اور کام شروع کر دینا اپنے پیروں چلنا ہے اور کسی بزرگ کا دامن پکڑ لینا رہبر کا ہاتھ پکڑنا ہے۔

صرف مرید ہونا بغیر اپنی سعی کے کافی نہیں

اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ لوگ جو آج کل رسمی پیری مریدی کو اصل کام سمجھتے ہیں یہ غلطی ہے رسمی پیری مریدی میں کچھ نہیں رکھا اصل کام خود چلنا ہے اور کسی رہبر کا ہاتھ پکڑ لینا اگرچہ مرید ہی بھی ہو یہ مطلب نہیں کہ سلسلہ میں داخل ہونیکے برکات کچھ بھی نہیں ہیں اسکے برکات ضرور ہیں لیکن اسی کو اصل الاصول سمجھنا بڑی غلطی ہے آج اس پیری مریدی کے متعلق وہ جہل پھیلا ہے کہ الامان والحفیظ۔

۷۲

حکایت میرے ایک دوست بیان کرتے تھے کہ ایک مکار پیر صاحب کسی گانوں میں پہونچے اتفاق سے بہت ہی نحیف ہو رہے تھے مریدوں نے پوچھا کہ پیر جی تم اسقدر ضعیف کیوں ہو پیر صاحب نے جواب دیا کہ ظالمو تمہیں میرے ضعف کی خبر نہیں دیکھو میں اپنا بھی کام کرتا ہوں اور تمہارا بھی تم نماز نہیں پڑھتے میں تمہاری طرف سے نماز پڑھتا ہوں تم روزہ نہیں رکھتے میں تمہاری طرف سے روزے رکھتا ہوں اور سب سے بڑی مشقت یہ ہے کہ سب کی طرف سے پل صراط پر چلتا ہوں گا جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے بس ان فکروں نے لاغر کر دیا مرید یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور ایک گوجر نے خوش ہوکر کہا کہ پیر میں نے تجھے اپنا مونجی کا کھیت بخشدیا پیر کو خیال ہوا کہ دیہاتی لوگوں کا کچھ اعتبار نہیں ہے اسی وقت چلکر قبضہ کر لینا چاہئے کہا بھائی ابھی چل کر دیدو چنانچہ وہ گوجر ساتھ ہو لیا رستے میں اتفاق سے کسی ڈول سے پیر صاحب کا پیر پھسلگیا اور گر گئے گرنے کے ساتھ ہی اس گوجر نے ایک لات رسید کی اور کہا کہ تو جب اتنی چوڑی مینڈ پر نہیں چل سکا تو پل صراط پر کس طرح چلے گا تو جھوٹا ہے جا ہم تجھے اپنا کھیت نہیں دیتے تو صاحبو سچ بات یہی ہے کہ کام اپنے ہی کئے سے ہوتا ہے کسی دوسرے کے کئے کوئی کام نہیں ہوتا۔

(باقی آئندہ)

اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل میں کچھ بھی نہیں خالی پڑا ہے کچھ ایسی غفلت سی رہتی ہے کہ کچھ محفوظ نہیں رہتا ہے دلکو سب علوم سے خالی پاتا ہوں ؎

ہم سبق گشتیم با مجنوں بصحرائے جنوں	سبحۂ صلی بر طرف درس وفتاوی بر طرف

تحقیق۔ یہ آثار مرتب ہیں مجموعہ فنا و ضعف پر اول محمود ہے ثانی مذموم نہیں کیونکہ کوئی مقصود فوت نہیں ہوا اسمیں بھی بہت سی حکمتیں ہیں مثل تجرد و توجہ الی اللہ وغیرہ جیسا کہ جلد انکشاف ہوگا۔

حال۔ افسوس دل کسی کام کا نہیں رہا قویٰ مضمحل ہو چکے سیاہ سفید ہونے کو آئے مگر دل اُسی طرح تیرہ و تاریک اعمال میں غفلت ہے اور طبعی فطری آزادی سونے پر سہاگہ کا کام دیرہی ہے طبیعت ابتدا سے شورش پسند واقع ہوئی ہے نیک حالت ہو یا بد سب میں شورش کا امتزاج ہے زمانہ پیری کا اگرچہ قریب آلگا ہے مگر حضرت جنون کی وحشت انگیز شورش رو بہ ترقی ہے ؎

بجوش آورد پیری بیشتر در عشق خون ما	قدِ خم کارِ ناخن کرد با دلِ جنونِ ما

کبھی کبھی ویسے ہی یا وعظ میں رقت ہوتی ہے آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں مگر اسی وقت یہ خیال آتا ہے کہ رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوتا ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال	صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

پھر آنسو پی جاتا ہوں اور ضبط کرتا ہوں ؎

گراں افتادہ لنگر کوہ درد سینہ فرسا را	خدا صبرے دہد دلہائے از جا رفتۂ ما را
عمر رفت و سفر عشق باخر نرسید	گریہ آغاز بنا کامئ انجام کنیم
جنون را کار ہا باقی ست باشت غبار ما	کہ بازیگاہ طفلاں می شود خاک مزار ما
سر آمد زندگی در زنار سایہ ہائے خود دستے	بزلف او نزد بخت پریشاں روزگار ما
نہ جاں را وصل دلخواہے نہ دل را توشۂ	من حسرت نصیبانِ زندگی تہمتے دارم
نہ در کنعاں نہ در بازار مصرش میتواں دیدن	بیاباں گرد حیرت کر دشوقش کارواں ہا را

ولنعم ما قال العارف الجامی قدس سرہٗ ؎

عاشقاں از ہیبت تیغ تو سر پیچیدہ اند　　جامی بیچارہ را چوں دیگراں پنداشتی
ما حال دل را با یار گفتیم　　نتواں نہفتن درد از حبیباں

تحقیق- ہر شخص کی تربیت اسکی استعداد کے موافق ہوتی ہے اس کیفیت سے آپکی تربیت ہو رہی ہے خدا کا شکر کیجئے اور منتظر وہب رہئے۔

حال- ان سب مرقومہ بالا احوال میں البتہ ابتک یہ بات باقی رہ گئی ہو کہ آپ سے دل بستگی ہے اور آپکی صورت دیکھنے سے نشاط سکون اور اطمینان ہوتا ہے۔

تحقیق- ھذا مفتاح السعادۃ و مصباح الہدایۃ انشاء اللہ تعالےٰ۔

محرم ۱۳۳۳ھ

حال- میرا مزاج سریع الغضب بہت ہو اسکی اصلاح چاہتا ہوں طرز گفتگو و طریق تفہیم میں جو نرمی و خوش خلقی ایک بار حاضری آستانہ سے چند دنوں کیلئے پیدا ہوئی تھی اب نہیں پاتا ہوں۔

۳۳۶

تحقیق- عشر غضب امر طبعی ہو اختیار سے خارج ہے نہ اسپر ملامت ہو البتہ اس کے مقتضا پر عمل جبکہ حدود سے تجاوز ہو جاوے مذموم ہے اور اسکا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں اس ہمت میں مغضوب علیہ سے فوراً دور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اور اپنی خطاؤں اور حق تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بہت معین ہو اور نرمی وغیرہ مدت تک تکلف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہئے مدت کے بعد ملکہ ہوگا ہمت نہ ہاریئے۔

حال- عاصی پر معاصی از چند سال عادت کردہ بود کہ در شب زائد از دو ساعت بخواب نمی رفت بلکہ برائے تلاوت و نماز شب بیداری میکرد اکنوں ضعف دماغ و قلب بحد یست کہ گاہ گاہ از دہان خون جاری می شود و در عبادت کسالت روئے نمودہ مع ہذا زائد از چہار ساعت استراحت نمی کند اما خوف بر من چناں استیلا یافتہ کہ ہر وقت وہر آں ہراساں می مانم کہ ع شاید ہمیں نفس نفس آخریں بود + بعد از مردنم چہ معاملہ خواہد شد و بضاعت مزجاۃ عبادت کارگر خواہد شد یا نہ در بعض اوقات غلبۂ خوف چناں می شود کہ قریب بہ یاس میرسم لہذا بصد نیاز معروض اینکہ برائے احقر دعائے فرمایند و علاج روح و جسم احقر الخدمت

چیست ارشاد فرمایند تا بندہ را ازاں اطمینانے حاصل آید و بران عمل نماید بفضلہ تعالیٰ محبت دنیا و دل دنیا در دل بندہ نیست و نہ باآں سروکارے می دارم در مسجد می مانم و تعلیم اطفال میدہم و خدمت مسجد میکنم و باہیچکس سروکارے ندارم و ما بجہت غلبہ خوف در اکثر اوقات پریشان می مانم ضعف و ناتوانی روز بروز زائد می شود زیادہ چہ عرض نماید بہر خدا بندہ را اصلاح ظاہری و باطنی فرمودہ ازیں پریشانیہا دارہانند۔

تحقیق سخت غلطی نمودند کہ در استراحت و خواب چنداں تقلیل کردند و اکنوں ہم بران اصرار است چنیں مشقت را کلفت و مرض لازم ست باز مرض را ایں چنیں آثار وساوس و اوہام لازم۔ باید کہ غیر از فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ ہمہ معمولات ترک یا مختصر کنند و اکثر اوقات استراحت و نوم را لازم گیرند و در تنہائی کم مانند و از طبیبے ہم مشورہ گیرند و رسالہ شوق وطن کہ از مؤلفات احقر ست زیر مطالعہ دارند و بعد دو ہفتہ باز از حالات خود اطلاع دہند و ایں خط را نیز ہمراہش فرستند۔

محرم ۱۳۳۶ھ۔

۳۷

سوال۔ احقر نے یکم محرم یعنی شروع سال سے تہیہ پابندی اوراد و اذکار اور قضا نمازوں کے ادا کرنے کا کیا ہے دعا و توجہ سے اعانت کا خواستگار ہوں ابھی تک بحمد اللہ قابل اطمینان حالت ہے دعا فرمائیں استقامت نصیب ہو گھر پر حرج اوقات ہو جاتا تھا اسلئے یہ اہتمام کیا ہے کہ بعد فجر و بعد مغرب جب تک کل وظائف و اذکار سے فارغ نہیں ہو جاتا مسجد سے گھر نہیں آتا مسجد میں دلجمعی بھی زیادہ ہوتی ہے گو لوگ آتے جاتے بھی رہتے ہیں جس سے شہرت کا خیال ہے اگر میری رائے و تجویز میں غلطی ہو مطلع فرمایا جاؤں صبح ہوا خوری کے ساتھ تلاوت کرتا تھا لیکن اب سب کچھ مسجد ہی میں ہوتا ہے ہوا خوری میں بوجہ کمزوری شانہ وغیرہ وضو میں شک پڑ جاتا تھا جس سے حرج ہو جاتا تھا جب تک سب چیزوں سے فارغ نہیں ہو لیتا مسجد سے نہیں نکلتا گو بعض اوقات ہوا خوری کے لئے صبح کے وقت جی چاہتا ہے صبح آٹھ یا سوا آٹھ بجے تک فارغ ہو جاتا ہوں ارادہ ہے اسوقت چل پھر آیا کرونگا ورنہ تعطیل کے دن بفراغت دور تک ہو آیا کرونگا۔

جواب۔ مسجد ہی میں مناسب ہے کیونکہ مقصود جمعیت ہے وہ جہاں حاصل ہو۔

سوال۔ بموجب ارشاد آنجناب تمام شب بیدار رہنا جب سے ترک کیا ہے تمام کاموں میں

گڑبڑ ہوگئی یہانتک کہ تہجد بھی نہیں ہوتی تھی لیکن اب ۴ یوم سے خدا کا شکر ہے کہ بعد نماز تہجد بارہ تسبیح پڑھ لیتا ہوں اب اجازت چاہتا ہوں کہ اسم ذات جسقدر حضرت ارشاد فرمائیں پڑھا کروں۔

جواب - چھ ہزار بار اور اگر قوت و فرصت ہو تو بارہ ہزار۔

حال - استغفار میں صرف پانچزار بار یومیہ پڑھ لیتا ہوں لیکن خدا جانے کیا سبب ہے کہ میں جب کبھی کام پابندی اوقات سے کرنا چاہتا ہوں تین چار یوم تو کامیابی ہوتی ہے اور پھر اسقدر وحشت ہوتی ہے کہ پریشان ہو کر سب کچھ چھوڑ دیتا ہوں اور کچھ عرصہ تک یہ وحشت باقی رہتی ہے پھر کچھ دن کے بعد خیال آنے پر پھر نفس کو غیرت وغیرہ دلاکر پابندی اوقات شروع کرتا ہوں لیکن تین چار یوم تک نہایت عمدہ حالت رہتی ہے اپنا مقررہ کام خوب کر لیتا ہوں اور پھر بعد کو وحشت جو ہوئی سب چھوٹ گیا چنانچہ اس حالت سے میں سخت پریشان ہوں۔

تحقیق بعض طبائع کا یہ جبلی خاصہ ہے پریشانی کی کوئی بات نہیں ایسے شخص کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہوا کبھی نہ ہوا اسی طرح کرتے رہنے سے دوام حقیقی میسر ہو جاتا ہے حاصل یہ کہ وہ گو دوام نہیں مگر بحکم دوام ہے اثر اور برکت میں۔

حال - آج سے سات یوم پیشتر ایکدن تقریبا دس بجے دن کے اسقدر طبیعت گھبرائی اور دل بہت گھبرایا کہ قطعی قصد کیا کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کم از کم آٹھ یوم حاضر رہوں لیکن جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب ڈپٹی کلکٹر کانپور جو میرے پیر بھائی ہیں میرے حال پر نہایت مہربانی فرماتے ہیں اُن سے جاکر مشورہ کیا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ میں آج کل قرضدار زیادہ ہو گیا ہوں گنجائش خرچ کی ہے لیکن قرض ہونیکی وجہ سے شاید حضرت ناراض ہوں کہ ایسی حالت میں کیوں آیا تو خواجہ صاحب موصوف نے یہ مشورہ دیا کہ حضرت سے اجازت طلب کرو اگر اجازت ہو تو مضائقہ نہیں لہذا عرض پرداز ہوں کہ میں گو تقریبا کم و بیش ڈیڑھ ہزار روپیہ کا قرضدار ہو گیا ہوں اور قریب قریب ہر وقت اُسکی ادائیگی کی فکر رہتی ہے اور ادا کرنا شروع کر دیا ہے لیکن بہت کم کم چونکہ میرے متعلقین بھی میرے ہمراہ ہی ہیں جسقدر میری آمدنی سے پس انداز ہوتا جاتا ہے اُسکو قرض میں دیتا جاتا ہوں میری آمدنی کا ذریعہ جو ہے الحمد للہ کہ وہ غیر محدود ہے

(باقی آئندہ)

وهو تعليل لجملة لا يمنعك والمجموع من قوله فان لم تكن الى يراك مع العبارة المقدرة تعليل لجملة كانك تراه ومثل هذا الشرط الذى فى جملة فان لم تكن تراه يستعمل فى لساننا ايضا لهذا المعنى تامل فانه عزيز ولله در المفسر لهذا التفسير جزاهم الله تعالى احسن الجزاء۔

اور وہ جملہ لا یمنعک کی علت ہے اور یہ مجموعہ انکے قول فان لم تکن سے فانہ یراک تک مع عبارۃ مقدرہ کے کانک تراہ کی علت ہے اور مثل اس شرط کے جو کہ جملہ فان لم تکن تراہ میں ہے ہماری زبان میں بھی اس معنی کے لئے مستعمل ہے تامل کرو یہ ایک نادر بات ہے۔

(۸۴) فرمایا کہ حدۃ ع ۵ مذموم نہیں شدت مذموم ہے کیونکہ صاحب حدۃ فقط تیز ہو جاتا ہے اور غل مچاتا ہے اور پھر تھوڑی دیر میں کچھ بھی نہیں اس کا دل جلد صاف ہو جاتا ہے اور زیادہ ضرر اس سے نہیں پہونچتا ہے اور متشدد آدمی سے سخت ضرر ہو جاتا ہے اور وہ ایذا پہونچاتا ہے اور اپنے تشدد سے قرار کے ساتھ خوب کام لیتا ہے **ف** احقر کہتا ہے کہ حدت کا مفہوم محض برائے نام تیزی ہے جو داخل تحت شدۃ وقساوۃ نہیں اور جو بعض عوارض سے پیدا ہو جاتی ہے اور بعضوں کو طبعاً وخلقۃ ہوتی ہے اور بعض اہل ریاضت کو بوجہ لطافت قلبی ونازک مزاجی یہ عارض ہو جاتی ہے مگر جہانتک ممکن ہو حدود شرعیہ کے اندر رہنے کی کوشش کرے اور جن اولیاء میں یہ حالت دیکھے بدظن نہ ہو کہ یہ کوئی مذموم قابل گرفت امر نہیں ہے حدیث مرفوع میں ہے جسکو اسد الغابہ وغیرہ میں نقل کیا ہے ان الحدۃ تعتری علی خیار امتی اھ

ع ۵ دلو بدالفرق بینہما ما ترجم صاحب الصراح للحدۃ بالقصد سبکی مردم از غضب ۔ والشدۃ ۔ سختی ۔ وقال الله تعالیٰ اشداء علی الکفار ۔ والمقام یقتضی القوۃ لتعلقہ بالکفار ۲۵ وقال صلی الله علیہ وسلم ان الحدۃ الخ والمقام یقتضی الخفۃ لقولہ تعتری ۔ تامل ۔ ۱۲

(۸۵) فرمایا کہ جب تک اعلیٰ درجہ کی عقیدت نہو بیعت کی درخواست کسی بزرگ سے کرنا نہیں چاہئے ہاں حق تعالیٰ کا نام دریافت کر لینا اور اسکو پڑھنا اور اپنے اخلاق وعادات کی اصلاح کرانا مضائقہ نہیں اور نہ اس کے لئے بیعت شرط ہے ہاں خصوصیت بغیر بیعت کے شیخ کو مرید کے ساتھ نہیں ہوتی سو وہ ضرور نہیں اور نہ وہ بغیر عقیدت کاملہ میسر ہو سکتی ہے

(۸۶) فرمایا کہ تعویذات کے باب میں لوگوں نے سخت غلو کر رکھا ہے حتی کہ بزرگی کا مدار اسی پر سمجھتے ہیں جو سخت بدعت ہے بزرگوں کو حق تعالیٰ کا سررشتہ دار سمجھتے ہیں کہ جو انھوں نے تجویز کر دیا ضرور اس پر دستخط الله تعالیٰ کے ہو ہی جاویں گے توبہ توبہ کسقدر خراب عقیدہ ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعائیں کریں اور بعض مطلوب حاصل ہوں اور بعض نہ ہوں کیا کوئی بزرگ آپ سے بھی بڑھکر ہو سکتا ہے جسکی خاطر داری سے حق تعالیٰ ضرور ہی مطلوب عطا فرما دیں گے اور پھر طرہ یہ کہ یہ لوگ اپنے کو محب رسول سمجھتے ہیں حالانکہ حضور کے غلاموں کو حضور سے بڑھکر سمجھتے ہیں ایک شخص آئے تھے اور کہا کہ آپنے فلاں تعویذ کیا تھا اُسکا اثر نہیں ہوا فرمایا کہ میں تعویذوں سے سخت نفرت رکھتا ہوں خوش خلقی سے آپکو دیدیا تھا کیا میں نے معاہدہ لیا تھا یا ذمہ لے لیا تھا کہ اثر ضرور ہی ہوگا مجھے ایسے امور سے سخت تکلیف ہوتی ہے اب آیندہ کبھی میرے سامنے اسکا تذکرہ نہ کیجئے مجھ میں رسمی فقیری نہیں اور میں اُس سے پناہ مانگتا ہوں میں تو نہ پیر ہوں نہ بزرگ ہوں فقط طالب علم ہوں علمی کام۔ اصلاح اخلاق میں سے کچھ لینا ہو تو مجھ سے لیجیے سنت کا راستہ مجھکو آتا ہے **ف** احقر کہتا ہے کہ یہ لوگ فقیری کی حقیقت سے آگاہ نہیں اتباع شریعت اور اصلاح اخلاق اور توکل اور عدم غفلت اکمل فقر ہے ولہٰذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تعویذات بطریق معروف تو دائرہ توکل سے باہر ہی ہیں ولا یخفی علی من تامل فی حدیث من لاحساب علیہم اخرجہ الشیخان ہاں دعا کرنی چاہیے اور بزرگوں سے بھی کرانی چاہیے احادیث میں بہت دعائیں آئی ہیں اور ہمارے حضرت کو بوجہ غلبہ اتباع سنت کے ادعیہ سے بڑی رغبت ہے اور آپکو حقیقی تصوف یعنی محبت و معرفت اعلیٰ درجہ کا حاصل ہے جس کے لیے جن وانس مخلوق ہوئے ہیں قال اللہ تعالیٰ وما خلقت الجن الخ وقال صلی اللہ علیہ وسلم حاکیا عن ربہ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق ضعفہ اہل الحدیث وصححہ اہل الکشف صرح بہ العلامۃ بحر العلوم فی شرح المثنوی وبالجملۃ لا یضر الضعف فی ھذا الموضع ولا یرد ان افعال الباری تعالیٰ لیست معللۃ بالاغراض التی تلزمہا الاحتیاج ای ان اللہ تعالیٰ لا یحتاج الی شئ من تلک الاغراض لانہ مستغن عن کل شئ محتاج الیہ ولا یرید بہ العاقل ان تلک الافعال لیس فیہا مصلحۃ وحکمۃ للہ تعالیٰ علی الاطلاق کیف وھو حکیم فلا یخلو فعلہ عن الحکمۃ بل معناہ عن نفعہ لا یرجع الیہ بحیث یکمل نقصانہ او یغنی فقرہ الی غیر ذلک تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا

۳۴۰

واللہ تعالیٰ اعلم وھذا التحقیق لم ارہ فی شئی من الکتب وان کان یمکن ان یکون فیہا واللہ تعالیٰ اعلم فان کان خطاء فھو منی وان کان صوابا فمن اللہ العظیم وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

(۸۷) فرمایا کہ تحفہ دیتے وقت اس پوری مجلس میں کبھی مہدی الیہ سے کوئی فرمائش دینی یا دنیوی نکرنا چاہیئے کہ اسکو کام طالب کے موافق نکرنے سے شرم آتی ہے اور اسپر دباؤ پڑتا ہے

(۸۸) فرمایا کہ حضرت مولانا محدث احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر آپکو برا بھلا کہنا شروع کیا طلبہ نے اس کے زد و کوب کا قصد کیا فرمایا کہ بعض برائیاں تو جو یہ میرے اندر بیان کرتا ہے مجھ میں ہیں بھی اس اعتبار سے یہ صادق ہے لہٰذا اس صدق کی جانب توجہ کرو بھلائی دیکھو برائی نہ دیکھو **ف** چونکہ اسوقت انتقام لینا صرف آپکا حق تھا اس لئے خوش اخلاقی سے آپنے اس طرح درگذر کیا ورنہ ہر جگہ خیر کا دیکھنا اور شر سے تجاوز کرنا جائز نہیں خوب سمجھ لو۔

(۸۹) فرمایا کہ حضرت شیخ الآفاق مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں ایک شخص آیا کہ میری سفارش نوکری کے لئے فلاں شخص سے کر دیجئے وہ شخص جس سے سفارش چاہی گئی تھی آپ کا مخالف تھا مگر باوجود اس امر کے آپنے اپنی خوش خلقی سے رقعہ لکھدیا اس شخص نے حال سے اس رقعہ کی بتی بنا کر کہا کہ شاہ صاحب سے کہدینا کہ اسکو اپنے اس مقام میں رکھلو (استغفر اللہ) اس بھلے آدمی نے ویسے ہی آکر روایت نقل کر دی فرمانے لگے کہ اگر تیرا مقصود اس طریق سے حاصل ہو جاتا یا اب بھی ہو جاوے تو خدا کی قسم مجھے اس سے بھی عذر نہیں اس سائل نے اس مخالف سے یہ حکایت جا کر نقل کی وہ متاثر اور متضرع ہوا اور آکر عقیدت ظاہر کی خطا معاف کرائی اور بیعت ہوا۔

(۹۰) فرمایا کہ شاہ صاحب موصوف کے دولت خانہ پر کوئی شخص مہمان ہوا اور اسے حاجت پاخانہ کی ہوئی شاہ صاحب نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ پھر شاہ صاحب ایک ٹھیکرا اندر سے لائے اور کہا کہ پاخانہ میں اسکو رکھکر پاخانہ سے فراغت کرنا اس لئے کہ یہاں باہر کے پاخانہ میں جو بھنگی بول و براز صاف کرتا ہے اس سے فقط ایک آدمی کا پاخانہ صاف کرنا ٹھہرا ہے

اسکی اجرت جدا لے لیجاوے گی کیونکہ یہ کام شرط سے بڑھا پس مزدوری بھی بڑھنی لازم ہے ان صاحب نے کہا کہ میں کہیں اور فراغت کر آؤنگا آپنے فرمایا کہ نہیں نہیں فراغت کیجئے پھر فرمایا کہ اسی تقویٰ کے سبب آں حضرت کا فیض کثرت سے جاری ہو رہا ہے **ف** آج کل ان اخلاق کی طرف تو بہت ہی کم توجہ ہے لوگوں کو ایذا رسانی ہی سے محفوظ نہیں رکھا جاتا اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں سخت تکلیف پہونچائی جاتی ہے شریعت منظمہ کی کچھ قدر نہیں نہ حق العباد ہونیکی پروانہ خدا کا خوف سچ ہے مسلماناں در گور مسلمانی در کتاب اور جو اس سنت کو احیار کرے اُسکو ظالم وہمی کہتے ہیں فانتظروا فانا منتظرون فسیاتیہم ابناء ما کانوا بہ یستہزءون[عـ] بلکہ ذرا غور کرو تو ایسے معلم کی اعلیٰ درجہ کی قدر کرو اور اسکو سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق سمجھو کما ورد فی الحدیث لمحی السنۃ عند فساد الزمان ونشو البدعۃ قالہ الجامع عفی عنہ۔

(۹۱) فرمایا کہ مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی قدس سرہ حضرت شاہ صاحب موصوف کے شاگرد ہیں ان کی یہ حالت تھی کہ مشتبہ مال دھوکے سے بھی کھا لیتے تھے تو قے ہو جاتی تھی یہ حضرت اول اول جب شاہ صاحب کے مہمان ہوئے گھر میں سے کھانا آیا تو سالن نہ کھایا روکھی روٹی کھالی حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی زوجہ صاحبہ نے شکایت کی کہ یہ بڑے نخرہ باز ہیں آپنے فرمایا بدگمانی نہ کرو میں ان سے دریافت کرونگا کیا باعث ہے شاید کوئی معقول وجہ ہو چنانچہ دریافت کیا تو مولانا نے اول تو جواب سے استعذار کیا کہ جناب کو اسکا جواب دینے میں گستاخی ہے مگر آپنے عذر قبول نہ فرمایا اور توجیہ کا استفسار فرمایا پس مولانا صاحب نے فرمایا کہ دہلی میں کثرت سے رواج ہے کہ سالن میں کھٹائی اکثر ہوتی ہے اور اسکی بیع منہی طریق سے رائج ہے پس احتمال ہوا کہ اس کھانے میں بھی شاید کھٹائی ہو اس خیال سے میں نے سالن نہیں کھایا شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور گھر میں فرمایا کہ ہمکو تو اس وقت تک بھی تنبہ نہ ہوا تھا یہ ہمارے لئے رہنما اور ہادی گویا کہ حضرت خضرؑ آگئے ان کی قدر کرو۔ **ف** سبحان اللہ عارفین کی کیا شان ہے ؎ قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری۔

[عـ] لا یرد کونہ فی الکفار فان العبرۃ بعموم الالفاظ نعم یفرق بین الکفار والفساق بالشدۃ والخفۃ ۱۲ جامع۔

(باقی آئندہ)

سوال۔ کسی شخص کی دو۲۰۰ سو تین۳۰۰ سو روپیہ کی جائداد ہے اُسکی پیداوار سے دو تین ماہ کی معاش وگذران کرسکتا ہے اور باقی مہینے مشقت ومزدوری سے اپنی اوقات بسر کرتا ہے سوائے اسکے دوسرا کوئی طریقہ نہیں آیا اسپر صدقہ فطر واجب ہے یا نہیں اور اگر اسپر واجب نہو تو جسکی جائداد اتنی ہے کہ اُسکی پیداوار سے پورے سال کی معاش ہوسکتی ہو لیکن اسمیں سے کچھ بچتا نہیں اسپر بھی واجب نہونا چاہئے کیونکہ ان کے لئے یہ جائداد حوائج ضروریہ میں سے ہے حالانکہ اکثر علما ان لوگوں کیلئے صدقہ فطر واجب فرماتے ہیں اور حوائج اصلیہ میں سے کون کون چیز ہے۔

الجواب۔ فی رد المحتار وذکر فی الفتاوی فیمن لہ حوانیت ودور للغلۃ لکن غلتہا لا تکفیہ ولعیالہ انہ فقیر ویحل لہ اخذ الصدقۃ عند محمد وعند ابی یوسف لا یحل وکذا لو لہ کرم لا تکفیہ غلتہ ولو عندہ طعام للقوت یساوی مائتی درہم فان کان کفایۃ شہر یحل او کفایۃ سنۃ قیل لا یحل وقیل یحل لانہ مستحق الصرف الی الکفایۃ فیلحق بالعدم وقد ادخر علیہ السلام لنسائہ قوت سنۃ الی قولہ وفیما سئل محمد عمن لہ ارض یزرعہا او حانوت یشغلہا او دار غلتہا ثلثۃ آلاف ولا تکفی لنفقتہ ونفقۃ عیالہ سنۃ یحل لہ اخذ الزکوۃ وان کانت قیمتہا تبلغ الوفاء وعلیہ الفتوی وعندہما لا یحل اھ ج ۲ ص۱۰۳ و ص۱۰۴

اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ایک سال کے خرچ کیلئے جائداد کی آمدنی کافی نہ ہو اُسکے لئے حل زکوۃ میں اختلاف ہے اور امام محمد کے قول جواز پر فتوی ہے پس حل زکوۃ دلیل ہے اُسکے فقیر ہونے کی اسلئے اُسپر صدقہ فطر بھی واجب نہوگا اور جسکے لئے سال بھر کے خرچ کو کافی ہوجاوے اُسمیں جزئیہ نہیں دیکھا مگر قوت دلیل سے اُس کا بھی حکم مثل مذکور معلوم ہوتا ہے وھو قولہ لانہ مستحق الصرف الخ۔

یکم محرم ۱۳۳۲ھ

سوال۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ نماز جنازہ بعد زوال قبل فرض ظہر جائز نہیں اور بعد فرض ظہر بھی قبل جنازہ کے نماز کی سنت ظہر جائز نہیں برائے شریف جناب عالی کی کیا ہے اگر جائز ہے مع الکراہۃ یا بلا کراہۃ۔

الجواب۔ عدم جواز کا دعوی تو بلا دلیل ہے البتہ ترتیب میں اقوال مختلف ہیں میرے نزدیک

ترجیح اس قول کو ہے وروی الحسن انہ یخیر کذا فی رد المحتار ج اصفحہ ۹۶ یکم محرم ۳۲ھ

سوال۔ ویجب دفع صدقۃ فطر کل شخص الی مسکین واحد حتی لو فرقہ علی مسکینین او اکثر لم یجز ویجوز دفع ما یجب علی جماعۃ الی مسکین واحد کذا فی التبیین ھکذا فی العالمکیری صفحہ ۲۵۵ جلد اول مصری۔ ویجوز ان یعطی الواجب عن واحد جماعۃ او علی العکس ھکذا فی قاضی خاں صفحہ ۱۔ مابین عبارتین جو اختلاف معلوم ہوتا ہے ترجیح کسکو ہے اور وجہ ترجیح کیا ہے امید کامل کہ جلدان شبہات مذکورکے جواب سے رفع تردد فرماویں گے۔

الجواب۔ فی الدر المختار وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط وتبعھم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فی البرھان فکان ھو المذھب کتفریق الزکوٰۃ والامر فی حدیث اغنوھم للندب فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ لایکرہ التاخیر ای تحریماً کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف یعتد بہ فی رد المحتار قد صرح فی مواھب الرحمٰن بالخلاف فی المسألتین بقولہ ویجوز اخذ واحد من جمع ودفع واحد لجمع علی الصحیح فیہما اھ ج ۲ صفحہ ۱۲۵ وصفحہ ۱۲۶۔ ان عبارات سے دونوں امر کے جواز کی ترجیح معلوم ہوگئی۔ یکم محرم ۱۳۳۲ھ

سوال۔ ہندو اپنے تہواروں میں اگر مسلمانوں کو ہدیۃً کچھ دیں (مثلاً دیوالی کہ اسمیں اکثر ہنود مسلمانوں کے یہاں مٹھائی وکھیلیں وغیرہ لایا کرتے ہیں) قبول کرنا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) اور اگر کوئی شخص قبول کرکے کسی دوسرے کو کھلانا چاہے تو اس شخص کو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں (۳) اگر کفار خاص اپنے تہوار کے لئے کوئی خاص مٹھائی بنائیں مثل کھلونے وغیرہ کے تو اُس کا دوکان سے خریدنا جائز ہے یا نہیں (۴) مہاداۃ مطلقہ بین المسلم والکافر جائز ہے یا نہیں (۵) یہ جو مشہور ہے کہ خاص اُس رات کو کھانا جائز نہیں آیا یہ درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فی العالمگیریۃ ولا بأس بضیافۃ الذمی وان لم یکن بینہما الا معرفۃ

حکم دفع صدقۂ فطر جواز تصدق واحد بر متعدد و بالعکس

۲۸

حکم قبول ہدایائے ہنود تفصیل ہدیہ کفار بخصوص در دیوالی وغیرہ

کذا فی الملتقط و فی التفاریق لا بأس بان یضیف کافراً لقرابة او لحاجة کذا فی التمرتاشی ولا بأس بالذهاب الی ضیافة اهل الذمة هٰکذا ذکر محمدؒ ثم فیها ولا بأس بان یصل الرجل المسلم المشرک قریبا کان او بعیداً محاربا کان اوذمیا واراد بالمحارب المستأمن واما اذا کان غیر المستأمن فلا ینبغی للمسلم ان یصل بشیئ کذا فی المحیط وذکر القاضی الامام رکن الاسلام علی السغدی اذا کان حربیا فی دار الحرب وکان الحال حال صلح ومسالمة فلا بأس بان یصله کذا فی التاتارخانیه هذا هو الکلام فی صلة المسلم المشرک وجئنا الی صلة المشرک المسلم فقد روی محمدؒ فی السیر الکبیر اخبارا متعارضة فی بعضها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل هدایا المشرکین وفی بعضها انه صلی الله علیه وسلم لم یقبل فلا بد من التوفیق واختلفت عبارة المشائخ رحمهم الله فی وجه التوفیق فعبارة الفقیه ابی جعفر الهندوانی انه ما روی انه لم یقبلها محمول علی انه انما لم یقبلها من شخص غلب علی ظن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه وقع عند ذلک الشخص ان رسول الله صلی الله علیه وسلم انما یقاتلهم طمعاً فی المال لا لاعلاء کلمة الله ولا یجوز قبول الهدیة من مثل هٰذا الشخص فی زماننا وما روی انه قبلها محمول علی انه قبل من شخص غلب علی ظن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه وقع عند ذلک الشخص ان رسول الله صلی الله علیه وسلم انما یقاتلهم لاعزاز الدین ولاعلاء کلمات الله العلیا لا یطلب المال وقبول الهدیة من مثل هذا الشخص جاز فی زماننا ایضاً ومن المشائخ من وفق من وجه اٰخر فقال لم یقبل من شخص علم انه لو قبل منه یقل صلابته وعزته فی حقه ولا یلین بسبب قبول الهدیة کذا فی المحیط ج ۶ صـ۲۳۲ ان روایات سے ہما داۃ مسئول عنہا کے احکام کی تفصیل معلوم ہوگئی کہ اگر کوئی ضرر دینی نہ ہو تو کفار مصالحین سے ہدایا کا لین دین جائز ہے اور اس سے اکثر سوالوں کا جواب حاصل ہوگیا صرف دو جزو خاص تعرض کے قابل باقی رہ گئے ایک یہ کہ یہ ہدیہ دیوالی کا شاید اس تہوار کی تعظیم کے لئے ہو

۲۹

جسکو فقہار نے سخت ممنوع لکھا ہے دوسرا یہ کہ اس میں تصاویر بھی ہوتی ہیں ان کا اقتنار و احترام مستلزم للتقوم و استعمال لازم آتا ہے اور بعض فروع میں تصاویر کے تقوم کی نفی کیگئی ہے تو اُس میں اس حکم شرعی کا بھی معارضہ ہے جواب اول کا یہ ہے کہ یہ عادت سے معلوم ہے کہ اس ہدیہ کا سبب مہدی لہ کی تعظیم ہے نہ کہ تہوار کی تعظیم اور جواب ثانی کا یہ ہے کہ مقصود اہدار میں صورت نہیں بلکہ مادہ ہے البتہ یہ واجب ہے کہ مہدی لہ فوراً تصاویر کو توڑ ڈالے۔

یکم محرم ۱۳۳۶ھ

نذر درود شریف

سوال درود شریف کی نذر منعقد ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب - فی الدر المختار و لو نذر ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل یوم کذا لزمہ و قیل لا فی رد المحتار قولہ لزمہ لان من جنسہ فرضا الی قولہ قال ح ومنہ یعلم انہ لا یشترط کون الفرض قطعیا قولہ و قیل لا لعل وجہہ اشتراطہ کون الفرض قطعیا ح (قلت والاحوط الاول) ج ۲ صفحہ ۱۔ یکم محرم ۱۳۳۶ھ۔

ترجمہ - در مختار میں ہے کہ اگر نذر کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گا ہر دن میں اتنی - تو اسکو لازم ہو جاوے گی اور کہا گیا ہے کہ نہ لازم ہوگی - رد المحتار میں ہے کہ قول اسکا لازم ہو جاوے گی اسلئے کہ اسکی جنس میں سے ایک امر فرض بھی ہے اسکے قول تک کہ حلبی نے کہا کہ اور اسی سے معلوم ہوا کہ فرض میں قطعی ہونا شرط نہیں ہے اور قول اسکا کہ کہا گیا ہے کہ نہ لازم ہوگی تو شاید اسکی وجہ فرض کے قطعی ہونے کی شرط لگانا ہے حلبی - (میں کہتا ہوں کہ اول احوط ہے) یعنی نذر کا لازم ہو جانا احوط ہے۔

سلم در مقدار غیر معلوم

سوال - کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دیار بنگالہ کے آدمی وہاں پر بیع سلم کرتے ہیں ساتھ مدت معین مع شرائط مذکورہ شرع کے لیکن ان ملکوں میں ایسا کوئی بازار نہیں ہے کہ ہر روز و ہر وقت میں بیع و فروخت کی جاوے البتہ اندرون ہفتہ کے جائے واحد میں دو دن بازار قائم ہوتا ہے اور اطراف و جوانب کے بازاروں کے حساب سے ہر روز بازار پایا بھی جاتا ہے اور اکثر مقررہ بازاروں میں وقت معین پر شالی و غلہ کثرت سے بیع و فروخت ہوتا ہے اور بعض بازاروں میں نہیں اور کوئی بازار اور کوئی دوکان اور گودام ایسا نہیں ہے کہ جہاں ہر روز و ہر وقت خرید و فروخت کی جاوے البتہ وقت خاص اور معین پر موجود ہوتا ہے ولیکن ہر محلہ اور ہر بستی

(باقی آیندہ)

سوال - اول قصبہ ہذا کی مسجد میں خاکروب کو واسطے گرم کرنے پانی کے کہا تو اس نے جواب دیا کہ چھ دھڑی نانج ملتا ہے میں سات دھڑی لونگا کیونکہ کوڑا بہت مشکل سے ملتا ہے کوڑی پر سے کاشتکار و زمیندار اٹھانے نہیں دیتے چوری چھپے سے لاؤنگا نمازیوں نے سات دھڑی اناج قبول کرلیا اور خاکروب کوڑا ڈالنے لگا ایسے کوڑے سے پانی گرم کرنے سے وضو و غسل درست ہے یا کیا۔ دوئم پزاوہ گر کباڑ کا ٹھیکہ زمیندار سے لیتے ہیں کہ دس بیس روپیہ دیتے ہیں کچھ ماہ یا برس روز تک کباڑ جلا رہا اور وہ کباڑ زمیندار کی رعیت کے مکانوں کا جو رعیت کاشتکار نہیں ہے پزاوہ گروں کے ہاں ایسے کباڑ سے پزاوہ پکا کر اینٹیں فروخت کرنا درست ہے یا کیا۔ جواب سے سرفراز فرماویں اور ایسے پزاوہ گر کی کمائی درست ہے یا کیا۔

الجواب - یہ سب صورتیں ناجائز ہیں لیکن اس سے پانی اور اینٹ میں کوئی حرمت نہیں آتی۔
۸ محرم ۱۳۳۴ھ

سوال - مصلی اگر اپنے آگے کپڑا یا چھتری کھول کر رکھدے تو بجائے سترہ کے کافی ہوگا یا نہ اور غلظ انگشت کی قید سے نفی کپڑے کے سترہ کی ہوسکتی ہے یا نہ۔

الجواب - کپڑا چونکہ مرتفع نہیں ہوتا اس لئے وہ سترہ نہ ہوگا اور چھتری کھلنے کے بعد اگر ایک ہاتھ اونچی ہوجاوے تو وہ سترہ ہوجاویگی اسی طرح اگر کپڑا پردہ کے طور پر سامنے لٹکا دیا جاوے وہ بھی سترہ ہوجاویگا اور اشتراط غلظ اصبع خود مقصود نہیں بلکہ امتیاز و استبانہ کیلئے مقصود ہے اور پردہ میں استبانۃ ظاہر ہے فقط
۸ محرم ۱۳۳۴ھ

سوال - آج کل روشن خیال اور آزاد لوگوں میں یہ امر طے شدہ مان لیا گیا ہے کہ پردہ نشین مستورات کا نام مردوں کی طرح خط پر یا اخبارات وغیرہ میں ظاہر ضرور کر دینا چاہیے چنانچہ ہندوستان سے بہت سے زنانہ اخبارات بھی شائع ہوتے ہیں اور یہ اخبارات ہمارے گھروں میں بھی مستورات کے واسطے آتے ہیں ان کے پتہ وغیرہ پر عورتوں کے نام لکھے جاتے ہیں غرض جس طرح عام مرد اپنا نام اخبارات وغیرہ میں ظاہر کرتے ہیں عورتیں بھی ظاہر کرتی ہیں تو عرض ہے کہ اس میں شرعی قباحت تو کوئی نہیں ہے پہلے اکثر لوگ اسکو ذرا ناپسند کرتے تھے مگر عرصہ ہوا مولوی ابو الکلام آزاد اڈیٹر الہلال کلکتہ نے اس مضمون پر ایک پرزور

بحث لکھی تھی اور شرعی طور پر بتلایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسا ہونا ضرور چاہیئے مسلمات کو اپنا نام ظاہر کرنے سے شارع نے کہیں نہیں روکا ہے اس مضمون کے بعد بہت سے لوگ اسکو پسند کرنے لگے حضور تحریر فرماویں کہ یہ طریقہ کیسا ہے نیز زمانہ اخبارات میں عورتوں کا اپنا مضمون اپنے نام سے شائع کرانا کیسا ہے۔

الجواب۔ قطع نظر عوارض سے تو یہی حکم جواز کا صحیح ہے لیکن عوارض سے بعض امور جائز کا ناجائز ہوجانا فقہ میں مشہور و معلوم ہے اور یہاں ایسے عوارض کا وجود یقینی ہے اس لئے ضرور اسکو ناجائز کہا جاویگا۔

۱۵ محرم ۳۲ھ

سوال۔ ہمارے اطراف میں بیسار اس طرح دیا جاتا ہے کہ ایک نرخ معین کر کے فی روپیہ کے حساب سے چیت کے ادھار غلہ دیا جاتا ہے اور چیت میں روپیہ لیا جاتا ہے امسال بھی ایسا ہی ہوا مگر آسامیوں نے یہ دھوکا دیا کہ ہماری بڑی پٹی کا یہ حوالہ دیا کہ ان کے ہاں فی روپیہ چھ سیر گندم دیا گیا ہے اس لئے میں نے بھی اسی نرخ پر دیدیا مگر اسی روز سہ پہر کو معلوم ہوا کہ مجھے دھوکہ دیا گیا ہے اور جانچنے پر معلوم ہوا کہ بڑی پٹی میں ساڑھے پانچ سیر گندم فی روپیہ دیا گیا ہے اب میں چھ سیر کی بجائے ساڑھے پانچ سیر نرخ فی روپیہ رکھ سکتا ہوں یا نہیں غلہ میرے قبضہ سے نکل گیا ہے مگر ابھی آسامیوں نے کھیت میں نہیں ڈالا ہے بلکہ گھر پر موجود ہے میں نے یہ کہلوا دیا ہے کہ بڑی پٹی میں ساڑھے پانچ سیر گیہوں دیا گیا ہے اب میں نے بھی ساڑھے پانچ سیر بھاؤ کر دیا ہے جسکو یہ بھاؤ منظور ہو رکھے ورنہ میرا گندم واپس کر جاوے لیکن کسی نے واپس نہیں کیا۔

الجواب۔ فی الہدایہ فیما یکرہ من البیوع وعن تلقی الجلب وھذا اذا کان یضر باھل البلد فان کان لا یضر فلا باس بہ الا اذا لبس السعر علی الواردین فحینئذ یکرہ لما فیہ من الغرر والضرر الی قولہ وکل ذلک یکرہ ولا یفسد بہ البیع لان الفساد فی معنی خارج زاید لا فی صلب العقد ولا فی شرائط الصحۃ ج ۲ ص ۵۳ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آسامیوں کو اس دھوکہ دینے سے گناہ ہوا لیکن بیع صحیح ہوگئی آپکو نہ غلہ کا واپس کرنا جائز ہے اور نہ دام زیادہ لینا آپ ان کی روایت کی تحقیق خود کر سکتے تھے ان پر کیوں اعتماد کیا۔

۱۰ محرم ۳۶ھ

(باقی آئندہ)

چنانچہ انھوں نے اسکا دعوی کیا اور اختلاف قرارت کو اپنا متمسک قرار دیا اسلئے ہم اسکے متعلق عرض کرتے ہیں کہ اول تحریف کی حقیقت معلوم کرنا چاہئے **تحریف** یہ ہے کہ جو کتاب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر نازل فرمائی ہو اُسکے کلمات وعبارات کو بدل سدل دیا جاوے یا اسمیں سے وہ عبارتیں نکال دیجاویں کہ وہ عبارات اُس پیغمبر کی آخر عمر تک اُس کتاب میں داخل تھیں یا اپنی طرف سے کچھ عبارات بڑھادی جاویں خواہ یہ تغیرات سہواً ہوئی ہوں یا عمداً یا خطأً۔ پس جبکہ تحریف کے یہ معنے ہوئے تو اختلاف قرارات کو کسی حالت میں تحریف نہیں کہہ سکتے اسلئے کہ قرارات متواترہ منزل من اللہ ہیں اور روز نزول سے اُن کا تواتر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور آج تک بتواتر منقول ہیں پھر اُن پر کس طرح اطلاق تحریف کا ہوسکتا ہے۔

بخلاف عہد جدید وعتیق کی اختلافات کے اُن اختلافات کو آج تک کسی یہودی یا عیسائی نے منزل من اللہ نہیں کہا اگر ایسا ہوتا تو اُن اختلافات کے اُٹھانے کی کوشش نہ کیجاتی بلکہ بجائے دعوی نزول من اللہ اُن اختلافات کا منشا اہل کتاب چار امر کو قرار دیتے ہیں چنانچہ مسٹر ہارن لکھتے ہیں کہ ان اختلاف عبارات کے چار سبب ہیں اول لکھنے والوں کی غفلت یا غلطی دوم جن نسخوں سے نقل کیگئی ہو اُنکا غلط یا ناقص ہونا سوم نقل کرنے والونکا بلا اعتبار اور کافی سند کے اصل عبارت میں اصلاح دینا چہارم دیدہ و دانستہ کسی خاص فریق کی تائید کے لئے عبارت کا بگاڑ دینا۔ بخلاف قرارات متواترہ کے کہ انمیں ان امور میں سے کوئی امر نہیں ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کا مدار کتابت پر کسی وقت نہیں رہا عہد نزول سے ابتک تواتر اور نقل سینہ بسینہ اور حفظ پر ہے پس اگر کتابت میں کسی قسم سے کچھ غلطی بھی ہو جائے تو اُسکی حفاظت میں ذرہ برابر نقصان نہیں آسکتا وہ غلطی بلا دقت فوراً دریافت ہوسکتی ہے اور فوراً اُسکی تصحیح ممکن ہے اس قسم کی غلطیاں صرف اُن ہی کتابوں میں متصور ہوسکتی ہیں کہ جنکے حفظ اور نقل کی طرف توجہ تام نہ ہو اور نری کتابت پر مدار ہو خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ کتاب کسی خاص قوم کے پاس رہے اور بجز اس خاص قوم کے اور لوگ اُسکی تولیت واہتمام ومزاولت وحفاظت سے محروم وممنوع رہیں شیخ ابن حزم نے لکھا ہے کہ جو کتاب وشریعت اُن اہل شریعت کے بعض خاص گروہ کے ساتھ مخصوص ہو گی

۲۷

تو اُسمیں تبدیل و تحریف ضرور ہوگی اسکے بعد اُنھوں نے توریت و انجیل اور مجوس کی کتاب کو اسی قسم سے شمار کیا ہے۔

عیسائیوں کے دعویٰ تحریف قرآن کا ہمارے بعض عقلاء کا لچر اور بیہودہ جواب

عیسائیوں نے جو اختلاف قراءت کی بناپر دعویٰ تحریف قرآن کا کیا ہو اُسکا جواب ہمارے بعض عقلاء نے جو درحقیقت اسلام کے دوست نما دشمن ہیں اس طور سے دیا ہو" پس اگر کوئی عیسائی اسکے مقابلہ میں قرآن کی تحریف کا دعویٰ کرنا چاہے تو اُسکو اختلاف قراءت یا روایات غیر مسلم مذہب کا پیش کرنا کافی نہیں بلکہ وہ اُن کے مقابل جب ہوسکتا ہے جب وہ یہ دعویٰ کرے کہ جو قرآن زید بن ثابت رضہ نے ابتداء میں لکھا تھا اُسکی تحریر کے بعد یہ آیۃ یا سورۃ اسمیں سے نکال ڈالی گئی اور یہ آیۃ یا یہ کلمات بڑھادئے گئے یا یہ صیغے یا یہ اعراب تبدیل کردئے گئے اور اگر وہ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا تو بالفرض زید بن ثابت رضہ نے جو کچھ کیا ہو کیا ہو مگر قرآن پر تحریف کا دعویٰ نہیں ہوسکتا کیونکہ جیسا وہ جب لکھا گیا تھا ویسا ہی ابتک موجود ہے۔ انتہیٰ۔

اپنے نزدیک تو مجیب صاحب نے جواب دیدیا لیکن درحقیقت تحریف قرآن کا اقرار کرلیا اسلئے کہ مدعی تو یہ کہتا ہو کہ جو کتاب تمہارے پیغمبر پر تمہارے اعتقاد کے مطابق نازل ہوئی تھی بعد اُنکی وفات کے اُسمیں تغیر و تبدل ہوا ہے خواہ وہ تغیر زید بن ثابت نے کیا ہو یا کسی اور نے اس اعتراض کا یہ جواب کیسے ہوسکتا ہو کہ زید بن ثابت نے جیسا قرآن لکھا تھا وہ ہی ابتک محفوظ ہے اعتراض ابتک باقی ہو اور مجیب کے جواب سے صرف اسقدر ثابت ہوا کہ زید بن ثابت کے لکھے ہوئے قرآن میں تحریف نہیں ہوئی اب زید بن ثابت تک تو تواتر کے قائل ہیں اور اوپر کی خبر نہیں سو یہ تقریر تو دافع اعتراض نہیں ہو لیکن ہماری تقریر سابق سے جواب اسکا معلوم ہوچکا ہے کہ اختلاف قراءات کا نقطہ نقطہ اور کلمہ کلمہ عہد نبوی ہی میں متواتر ہوچکا تھا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یا کسی کے لکھنے پر اُسکا تواتر موقوف نہیں تھا اور نہ کتابت و حفظ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص تھا بلکہ صحابہ کرام کے ایک جم غفیر کو قرآن زبانی محفوظ تھا اور

اکثر صحابہ کرام کے پاس لکھا ہوا بھی تھا چنانچہ قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابت قرآن کسی شخص واحد کے ساتھ مخصوص نہ تھی ارشاد ہے وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃ واصیلا (سورۃ فرقان) اس آیت سے صاف واضح ہے کہ قرآن مجید کی کتابت اسقدر شائع وذائع تھی کہ کفار بھی اس سے واقف تھے اور اس بنا پر کہتے تھے کہ یہ پرانے لوگوں کے نوشتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائے اور وہ صبح وشام ان پر پڑھے جاتے ہیں اور نیز احادیث صحیحہ جو معنے متواتر ہیں اسپر دلیل قطعی ہیں علاوہ اسکے یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پیغمبر نہ تھے نہ ان پر قرآن نازل ہوا تھا اور نہ وہ معصوم تھے پس صرف ان کے لکھے ہوئے کو اس دعویٰ کی دلیل ٹھہرانا کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی نہایت درجہ کی غلطی ہے اس جواب سے تو صرف اسقدر معلوم ہوا کہ مصاحف موجودہ مطابق مصحف زید بن ثابت رضہ کے ہیں اس سے الزام تحریف کا نہیں اٹھ سکتا اہل اسلام کے ذمہ اس امر کا ثابت کرنا ہے کہ قرآن جیسا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور آخر عمر تک حضور کے ثابت تھا ایسا ہی آج موجود ہے اسمیں ذرہ برابر کمی بیشی نہیں ہوئی چنانچہ ہم اسکو باحسن وجوہ ثابت کر چکے ہیں. علاوہ اسکے خود جو لوگ تحریف قرآن کے مدعی ہیں ان ہی کے علمار قرآن کے سلسلہ تواتر کو خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچاتے ہیں چنانچہ ولیم میور کتاب سیرۃ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات میں قرآن کی حفاظت صرف ان متفرق تحریروں میں ہی منحصر نہ تھی یہی وحی الٰہی تمام مسلمانوں مبنی تھا ہر ایک جماعت عام میں قرآن پڑھنا ضروری تھا اور خلوۃ میں قرآن کی تلاوۃ اور ذکر باعث ثواب عظیم تھا یہ مضمون تمام روایات قدیم میں متواتر المعنی ہے اور خود قرآن سے بھی پایا جاتا ہے اسی کے موافق ہر ایک مسلمان اسکو تھوڑا بہت حفظ کرتا تھا وہ لوگ نظم کے تو اجد مشتاق تھے اور فن کتابت کا سامان کافی ان کے پاس نہ تھا کہ خطبوں کو لکھ رکھتے اس لیے مدۃ سے وہ لوگ اسکے عادی ہو رہے تھے کہ اشعار وخطب کو اپنے دل کی زندہ تختیوں پر منقش کر رکھتے تھے قوۃ حافظہ ان کی انتہا درجہ پر تھی اور اسکو وہ لوگ قرآن کی نسبت بکمال سرگرمی کام میں لاتے تھے ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ حسب روایات قدیم

اکثر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر کی حیات ہی میں بڑے صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے انتہی۔

مسٹر اڈورڈ گبن ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ قرآن کی بہت ہی نقلوں سے وہی اعجاز کا سا خاصہ یگانگت اور عدم قابلیت تحریف کا متن ثابت ہوتا ہے (تاریخ روت الکبریٰ جلد ۵ باب ۵۰) سر ولیم میور جلد اول صفحہ ۲۷ سیرۃ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھتے ہیں کہ نہایت قوی گمان سے ہم قرار کرتے ہیں کہ ہر ایک فقرہ قرآن کا صحیح اور بلا تبدیل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا کہا ہوا ہے اور اسکے نتیجہ میں جیسا کہ وان ہیمر نے کہا ہے یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو ہم بالیقین ایسا ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اُسکو کلام الٰہی سمجھتے ہیں۔ انتہی۔ دیکھئے یہ علماء مسیحی تو سلسلہ تواتر کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تسلیم کرتے ہیں اور ہمارے مجیب صاحب اُن سے بھی ایک درجہ گھٹائے دیتے ہیں۔

٣٠

غرض مجیب صاحب کی تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ یہ سب منافقانہ تحریر ہے عوام کے دکھانے کو قرآن کی حمایت کرتے ہیں مگر فی الواقع اسکے درپے ہیں کہ جس طرح پر کتب مقدسہ سابقہ مشتبہ ہو گئی ہیں اسی طرح پر قرآن بھی ہو جاوے۔ اسلئے کہ منکرین کے اعتراض کا مدار اور مبنی اختلاف قرارت ہی جس کا جواب مجیب نے یہ دیا ہے کہ اعراب نقاط لگانے سے اختلاف قرارات جاتا رہا حالانکہ اختلاف قررات اب تک جواہر کلمات اور اعراب کلمات اور ہیئت ادا کلمات میں باقی ہے اور وہ سب منزل من اللہ ہے مثلاً اگر مالک یوم باثبات الف پڑھو یا ملک یوم الدین باسقاط الف پڑھو دونوں قرارتوں پر وہ آیۃ قرآن ہی ہے اور دونوں قرارتیں منزل من اللہ ہی ہیں یہ نہیں کہ ایک قرارت صحیح ہے اور دوسری قرارت محرف ہی چنانچہ بحث اسکی اوپر گذر چکی ہے پس اس جواب سے کہ اعراب و نقاط سے اختلاف جاتا رہا مقصود کیا ہے اس جواب کا مقتضے تو یہ ہے کہ تمام قراتیں متواترہ مشتبہ ہو جاویں اور تمیز اسکی نہ رہے کہ کونسی قراۃ صحیح ہے اور کونسی محرف ہے اور یہ قول کہ زید بن ثابت رضنے جیسا قرآن لکھا تھا ویسا ہی اب بھی ہے اس کا مقتضے یہ ہے کہ سلسلہ تواتر کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک منقطع ہے بہر حال جو نقصان اور جو تحریف کتب سابقہ میں تھا وہی مجیب صاحب نے قرآن میں بھی اپنے نزدیک ثابت کر دیا

اور دل سے نکلنا اسوقت ممکن ہے جبکہ صاحبدلوں کی جوتیاں اٹھا کر صاحب دل بنو اور آپ سے
چلے پہلے تو ان مضامین کا بیان کرنا نقالی ہی نقالی ہے کہ زبان سے بیان کردہ احوال وواردات
جو بندہ مومن کے قلب میں جاگزیں ہوتے ہیں اور حالت تمہاری یہ ہے کہ رخ پھیرے ہوئے ہو اللہ
تبارک وتعالیٰ سے اسکے کلام سے اسکے نبیوں سے اور نبیوں کے ان سچے تابعدار وصحیح جو انکے
جانشین اور خلفا ہیں۔ تم تقدیر اور خالق تقدیر سے منازعت رکھتے ہو کہ جب کوئی تقدیری حکم
تمہاری منشا کے خلاف صادر ہوتا ہے تو تنگدل ہو کر اسکے دفع کرنیکی تدبیروں میں طبیبوں
دولتمندوں ڈاکٹروں اور بادشاہوں کے دروازوں پر مارے مارے پھرتے ہو اور اتنا بھی غنیمت
ہوتا اگر پابند شرع بنکر محض سبب کے درجہ میں اسکو اختیار کرتے مگر غضب تو یہ ہے کہ تقدیر کی ڈالی ہوئی
تکلیف پر بے صبر بنکر شریعت کو بھی پس پشت ڈالدیتے ہو اور جوگیوں بت پرستوں پنڈتوں
بے شرع فقیروں بددین حکیموں ناجائز وحرام دواؤں بلکہ قبروں اور اہل قبور کی منتوں اور
نیازوں تک نوبت پہونچا دیتے ہو کہ کسی طرح کوئی مخلوق خدا تمہارے اوپر سے خدا کی
ڈالی ہوئی تکلیف کو دور یا افلاس وتنگدستی کو رفع کردے یا اولاد دیدے۔ ہائے افسوس
اس الحاد وکفر کا تو پوچھنا ہی کیا کہ خدا کا مقابلہ کرنے لگے ہیں تو یہ کہتا ہوں کہ تقدیری مصیبت کے
اگر پریشان وبے صبر بنکر تمنے مخلوق میں سے کسی کے دروازہ کو جھانکا تو یہی اسکی دلیل ہے
کہ تمنے تقدیر اور صاحب تقدیر سے نزاع کیا اور اتنا بھی نہ سمجھا کہ خالق برتر کا کوئی کام مصلحت سے
خالی نہیں ہوتا اور وہ اپنے محبوب کو مبتلائے تکلیف اسلیے نہیں کرتا کہ اسکو عذاب دے بلکہ آزمایا
کرتا ہے کہ دیکھیں ہمارے طمانچہ کی دوسروں سے شکایت کرتا ہے یا اسکو اپنی عزت افزائی
سمجھکر ہمارے آستانہ سے ٹلنا پسند نہیں کرتا۔ افسوس کہ تم حق تعالیٰ کے احسانات وعطایا
کو چھوڑ کر محتاج مخلوق کی داد ودہش پر اکتفا کر بیٹھے اور تمنے نہ سمجھا کہ ان کی داد ودہش بھی
اسی خدا کے حکم سے ہے جس نے تمکو تنگدست بنا کر آزمایا تھا اور اسی تقدیر کی لکھت کے موافق ہے
جسمیں بغرض امتحان چند روز کیلئے تمہاری تنگدستی اور بعد میں تونگری مقدر ہو چکی اور
روز ازل میں لکھی جا چکی تھی۔ ایکاش کہ صبر کرتے تاکہ تونگری بھی حاصل ہوتی جسکا حاصل ہونا
مقدر ہو چکا تھا اور امتحان میں کامیابی کی سند بھی ملتی کہ محبوبیت واستقامت وصبر

ورضا بر قضا کے شاہی پروانہ سے نوازے جاتے۔ یہ تمہارا وعظ اور یہ تمہاری گفتگو نہ اللہ تعالیٰ
کے نزدیک قابل سماعت ہے اور نہ اسکے نیکوکار و مقبول بندوں کے نزدیک یہانتک کہ
اس بدحالی سے توبہ کرو اور توبہ بھی اخلاص کے ساتھ کرو کہ جسکو توبۂ نصوح کہتے ہیں اور پھر اپنی
توبہ پر جے اور قضاء و قدر کے موافق بنے رہو کہ تمہارے مفید ہو یا مضر اور عزت دی یا ذلت اور تونگری
بخشے یا فقر و افلاس اور صحت و تندرستی کے متعلق نازل ہو یا مرض کے بہرحال ایسے امر کے متعلق
ہو جو تمکو پسند آئے اور پیارا معلوم دے یا ایسے امر کے متعلق ہو جو تمکو ناگوار گذرے اور ناپسند ہو
ہر صورت میں سر تسلیم جھکائے رہو اور یوں سمجھو کہ خالق جل و علی شانہ کی طرف سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے
وہ ہماری مصلحت و بہبودی کیلئے ہے خواہ عام ہے کہ وہ بہبودی دنیا ہی میں ہمکو حاصل ہو جائے
یا آخرت کیلئے ہمارا ذخیرہ بنا کر رکھ لیگئی ہو۔ صاحبو اتباع کرتے رہو یہانتک کہ متبوع بنجاؤ اور خدمت
کرو یہانتک کہ مخدوم ہو۔ اتباع کرو قضاء و قدر کا کہ تقدیر جس طرح پر چلاوے خوش دلی کے ساتھ
اسی طرز پر چلو اور قضاء و قدر کے خادم بنے رہو کہ نہ چون و چرا کرو نہ مصلحت و وجہ پوچھو نہ اعتراض
کرو نہ الزام رکھو آخرکار وہی قضاء و قدر جنکے تم خادم بنے ہوئے تھے تمہاری خادم بنجائیں گی اور
تمہارے پیچھے پیچھے چلیں گی کہ اب تمہاری مرضی و منشاء پر چلیں گی اور جو تم چاہو گے وہ ظاہر ہوگا۔
تم جسکو ان کے سامنے وہ جھک جائیں گی تمہارے سامنے تم خوش کرو انکو وہ خوش کریں گی تمکو۔
کیا تمنے یہ مسلم مقولہ نہیں سُنا کہ کما تدین تدان جیسا کروگے ویسا بھروگے اور جیسا تم دوسروں کے
ساتھ معاملہ کروگے ویسا ہی معاملہ دوسرے تمہارے ساتھ کریں گے پس خدا کی قسمت یعنی تقدیر
کے ساتھ جیسا تمہارا برتاؤ ہوگا ویسا ہی برتاؤ تقدیر کی طرف سے تمہارے ساتھ بحکم خداوندی کیا جائیگا
کہ جیسے بُرے یا بھلے تم ہوگے ویسی ہی بُری یا بھلے حکام تم پر تعینات کئے جائیں گے یعنی اگر نیکوکار
اور خدا کے مطیع و فرمانبردار ہوگے تو رحم دل اور نرم مزاج حکام تم پر تعینات ہوں گے اور جس طرح
تمنے اپنے خدا کو راضی کیا تمہاری حکام تمکو راضی و خوش رکھیں گے اور اگر تم بدکار و نافرمان ہوگے
تو تند مزاج و سخت دل حکام تم پر مسلط کئے جائیں گے کہ جس طرح تمنے اپنے خدا کے حقوق تلف کئے
اسی طرح وہ تمہارے حقوق ضائع کریں گے اور ظالم بنکر نہ تم پر ترس کھائیں گے اور نہ تمہاری
ہائے واویلا پر کان دھریں گے۔ یاد رکھو کہ تمہارے اعمال ہی تمہارے حاکم ہیں گویا یوں سمجھو

کہ اعمال ہی مجسم ہو کر حاکم بنکر آتے ہیں لہذا حکام کی طرف سے اگر زیادتی ظلم ہو تو سمجھ لو کہ تم ہی درحقیقت ظالم و بدکار ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ سب کے قلوب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور وہ اپنے بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں ہے پس اگر تم نیکوکار اور خدا کے مطیع و محب ہوتے تو ظالم حکام کو تم پر مسلط فرما کر وہ تمکو ہرگز عذاب نہ دیتا کہ فرمانبردار کو عذاب دینا ظلم ہے اور خداوند تعالیٰ شانہ کی ذات ظلم سے منزہ ہے۔ خداوند تعالیٰ کی تو یہ شان ہے کہ وہ قلیل کا صلہ کثیر عطا فرماتا اور جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرتا ہے اسکو دس گونہ بلکہ ستر گونہ ثواب بخشتا ہے۔ وہ صحیح کو فاسد ہرگز قرار نہیں دیتا اور نہ سچے کا نام جھوٹا رکھتا ہے۔ اسکے یہاں کسی کافر پر بھی جو برابر زیادتی نہیں ہوتی جو اعمال کھرے اور صحیح اور سچے ہوتے ہیں وہ اسکے یہاں کھرے اور صحیح اور سچے ہی لکھے جاتے ہیں البتہ جو فاسد اور کھوٹے اور جھوٹے ہوں تو ظاہر ہے کہ انکا بدلہ بھی سزا کی صورت میں برا ہی ملنا چاہئے کہ دنیا میں سخت دل حاکم مسلط ہوں جو ماریں اور رونے نہ دیں اور آخرت میں مالک داروغہ جہنم کے حوالہ ہوں جو عذاب پر عذاب دیں اور ترس نہ کھاویں۔ **صاحبزادہ** "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" جب تو خدمت کریگا تب مخدوم بنیگا اور جب خدمت موقوف کر دیگا تو مخدومیت کے منصب سے بھی موقوف کر دیا جائیگا۔ میرا کہنا مان اور حق تعالیٰ شانہ کی خدمت میں مشغول ہو کر نمازیں پڑھ تلاوت قرآن کو وظیفہ بنا مساکین کی اعانت کر اور کسی حال کسی نوع میں اسکی ضابوئی سے غافل ہو کر ان دنیا کے بادشاہوں کی خدمت میں مشغول مت ہو جو نہ تجکو فائدہ پہونچا سکتے ہیں نہ مضرت۔ میں تجھسے پوچھتا ہوں کہ اگر وہ تیری آستانہ بوسی سے راضی بھی ہوئے تو بتا کہ تجھے دیں گے کیا؟ کیا تجکو ایسی چیز بخشدیں گے جو تیرے مقسوم میں نہیں؟ یا کوئی شے جسکو خدا نے تیرے مقسوم میں نہیں لکھا وہ تیرے مقسوم میں لکھدیں گے؟ اے نادان آنکھیں کھول اور حقیقت پر نظر کر دنیا میں برا یا بھلا جو کچھ بھی ہو رہا ہے اسی یگانہ و قادر مطلق کیطرف سے ہو رہا ہے جسکے قبضہ قدرت میں سب کی ارواح ہیں۔ بادشاہ یا دولتمند جو کچھ بھی کسی کو دیتے ہوئے نظر آتے ہیں وہ حقیقت میں اس لکھت کا ظہور ہے جو کاتب تقدیر نے روز ازل میں لکھدیا تھا۔ یہ انکی داد و دہش انکی طرف سے مستقل اور کوئی امر مستانف نہیں ہے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھ کہ اگر کسی نجومی نے اطلاع دی کہ پرسوں کو بارش ہوگی اور اتفاق سے وہ صحیح ہوگئی تو اسکا یہ مطلب کوئی نہیں سمجھ سکتا

۳۲

کہ نجومی نے آسمان کے بادلوں کو حکم دیکر مینہ برسا دیا یا یہ کہ بارش کے قطرے اس نجومی کے ماتحت اور اختیار میں تھے۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یوں کہے گا کہ ہونے والی بارش کی نجومی کو دو دن پہلے اطلاع ہو گئی اور اگر وہ اطلاع نہ بھی دیتا تب بھی وہ بارش اسی وقت پر ہوتی اور ضرور ہوتی اسیطرح اگر تیری درباداری و خوشامد پر کسی رئیس نے تیرے لئے حکم دیا کہ اسکو خلعت پہناؤ اور یکہزار روپیہ دیدو تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ روپیہ دینا یا خلعت پہنانا اسکے اختیار میں تھا۔ اسکے اختیار میں تو یہ بھی نہیں کہ دل میں آئے ہوئے خیال کو آنے نہ دیتا یا نہ آنیوالے خیال کو دل میں لے آتا۔ ہاں انعام تقدیری لکھت کا ظہور ہے کہ چونکہ تیری تقدیر میں یہ خلعت و انعام اسوقت پر ملنا لکھا جا چکا تھا اسلئے اسکے دل میں اسکا خیال ڈالا گیا اور زبان سے حکم نکلوایا گیا سو اگر تو اس کی خوشامد و درباداری نہ بھی کرتا تب بھی وہ تیرا مقسوم تجکو ملتا اور ضرور ملتا البتہ اتنا فرق ہوتا کہ اب ذلیل و خوار اور بندہ خلق بنکر ملا ہے اور اسوقت آزاد و مستغنی اور بندہ خدا و راضی برضا بنکر ملتا۔ پس اگر تو اسکا قائل ہو کہ نہیں صاحب تقدیر کوئی چیز نہیں اور بادشاہ وقت کے ہاتھوں سے جو کچھ بھی تجکو ملا ہے وہ انکی عطار مستقل اور ابتداً انہیں کی طرف سے ہے جسکے دینے اور نہ دینے میں وہ مختار کل تھے تو یقیناً تو کافر ہو گیا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اسلئے اب تجھسے اول اسلام و کفر کی گفتگو کیجائیگی نہ کہ سلاطین کے دروازوں سے مستغنی بنانے اور تقدیر و رضا برقضا کا مضمون سمجھائینگی مگر چونکہ تو مسلمان ہے اور اسوقت میرا روئے سخن مسلمانوں ہی سے ہے اسلئے میں کہتا ہوں کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے سوا نہ کوئی عطا کرنیوالا ہے اور نہ دریغ کرنیوالا اور نہ کوئی نقصان پہونچانیوالا ہے اور نہ نفع دینے والا اور نہ کوئی آگے بڑھانیوالا ہے اور نہ پیچھے ہٹانیوالا۔ پس اگر میرے اس سوال کا تو یہ جواب دے کہ ہاں مجھے معلوم ہے تو میں کہونگا کہ اس معلوم ہونیکی دلیل کیا اور کوئی کس طرح سمجھ لے کہ تجکو خدائے برتر کی متصرف حقیقی اور مخلوق کے عاجز و ماندہ ہونے کا علم ہے جبکہ تو دوسروں کو خدا پر مقدم رکھتا ہے اور مفلس ہوتا ہے تو تونگر بنانیوالا دولتمندوں کو سمجھتا ہے اور بیمار ہوتا ہے تو شفا دینے والا حکیم اور ڈاکٹروں کو سمجھتا ہے۔ تیرے حال پر افسوس کہ ناپائدار کے پیچھے پڑکر پائدار کو کیسا پس پشت ڈال رہا اور دنیائے دنی کی کنکریاں جمع کرنے کے لئے اپنی آخرت کو بگاڑ رہا ہے۔

باقی آئندہ

اور کہتے ہیں کیا کریں کہیں سے بال بچوں کو بھی پالیں حلال کی کمائی کافی نہیں ہوتی مجبوری کو مال حرام لینا ہی پڑتا ہو ظاہر ہے کہ اس صورت میں عورتیں اپنے مطالبات میں کمی کر دیں تو کچھ نہ کچھ انسداد حرام کا ہو ہی سکتا ہے اور کمی نکرنے سے عورتیں اس گناہ کی سبب بنتی ہیں۔ یہ ایسا گناہ ہے کہ تمام اعمال کیلئے بعض محققین نے اسکو تخم کہا ہے یعنی اگر مال حلال ہو تو اعمال صالح اور مقبول ہونگے اور اگر مال حرام ہے تو اعمال بد اور غیر مقبول ہوں گے اور اسکا ماخذ وہ حدیث ہو جسمیں وارد ہے کہ اگر ایک شخص حج کرے اور ریاضت و محنت اسکی اس حد کو پہونچ گئی ہو کہ کپڑے میلے ہوں سر پر خاک پڑی ہو لیکن کھانا اسکا حرام ہے اور کپڑا حرام کا ہو تو اسکی دعا ہرگز قبول نہیں بعض اقسام مال حرام کیلئے قرآن میں وارد ہے کہ اگر تم نہیں چھوڑتے تو اللہ و رسول سے لڑنے کیلئے تیار رہو۔ پھر ایسے گناہ کا جیسے خود کرنا ایسے ہی اسکا سبب بننا ہے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ اگر ایک دانہ حرام کا حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھ سے بویا جاوے اور تمام اسکے کام کاشت اور کاٹنے اور کھانے اور پیسنے اور پکانے کے ایسے ہی متبرک ہاتھوں سے ہوں لیکن وہ اپنا اثر لائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ لقمہ حرام کھانے کا اتفاق ہو گیا تو فوراً دل میں ظلمت محسوس ہوئی اور ایک مہینہ تک یہ حالت رہی کہ بے اختیار بازاری عورتوں میں جانے کا جوش اٹھتا تھا جب بہت توبہ و زاری کی تو یہ حالت زائل ہوئی۔ ایسے گناہ کا سبب بننا گویا تمام گناہوں کا سبب بننا ہو دیندار عورتوں کو ضرور اس طرف توجہ چاہیے ورنہ اُن کی دینداری سب رائیگاں ہو خود بھی گنہگار ہونگی اور مرد بھی گنہگار ہوں گے نماز روزہ و تقویٰ طہارت اتنا اثر نہیں رکھتی جتنا یہ معصیت رکھتی ہے۔

حکایت۔ ایک بزرگ شیخ کامل پچاس روپیہ تنخواہ پاتے تھے انھوں نے اسکو بھی ترک کر کے محض توکل اختیار فرمایا تو اُن کی بی بی نے کہا غالباً آپ کو اپنا اتنا خیال نہو گا جتنا میرا ہو گا مگر میں وعدہ کرتی ہوں کہ آج سے نہ میں آپ سے کسی زیور کی فرمایش کروں گی، ور نہ کسی کپڑے کی نہ اور کسی چیز کی۔ تنگی ہو یا فراغت میں ہر طرح بسر کر لوں گی بلکہ آپ سے کہتی ہوں کہ آپ محض دین کے کام میں مشغول رہیں یہ بھی نہ دیکھیں کہ گھر میں کھانے کو ہے یا نہیں جس طرح ہو گا میں گھر کا کام چلاؤ نگی آپ صرف پکی پکائی روٹی کھالیا کریں۔ یہ کس درجہ کی بات ہو۔

نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد   خدا پنج انگشت یکساں نکرد

قدرت خدا کہ کبھی اُن کو تنگی پیش نہ آئی بلکہ اتنی وسعت ہوئی کہ دو چار مہمان روز رہتے اور سینکڑوں کو اُن کے ذریعہ سے روزی ملتی۔

حکایت۔ راقم نے خود یہ واقعہ دیکھا ہے کہ یک شخص صرف آٹھ روپیہ آمدنی رکھتے تھے اور آٹھ ہی روپیہ کے قریب ناجائز ذریعہ سے کرتے تھے اُن کی بی بی نے کہا یہ ناجائز کمائی چھوڑ دو ہم سب پر اسکا گناہ ہوتا ہے کہا آٹھ روپیہ میں پورا نہیں ہو سکتا بی بی نے کہا میں زردوزی کا کام سیکھے لیتی ہوں کچھ میں کما لیا کرونگی اور گذران ہو جاویگا چنانچہ اُس نیک بی بی نے ایک لڑکے سے زردوزی کا کام سیکھا اور بہت محنت اور دیدہ ریزی سے اتنی کمائی حاصل کرلی اور میاں کو مال حرام سے روکدیا آخر سے اُن کے خاوند نے خود یہ قصہ بیان کیا اور کہا کہ مجھکو نہایت شرم آئی کہ عورت ذات اسقدر پرہیزگار ہو اور میں نہوں لہذا سچے دل سے توبہ کرلی۔ سبحان اللہ یہ عمل حق تعالیٰ کے نزدیک کسقدر وقعت رکھتا ہے وہ بی بی ہزاروں مردوں سے اچھی ہے جس نے ایک مرد کو اور سارے گھر کو مال حرام جیسی بُری چیز سے بچا لیا۔

حکایت۔ ایک نیک بی بی کی غلطی۔ ایک صالحہ اور تعلیم یافتہ اور پرہیزگار اور عابدہ زاہدہ بی بی کا واقعہ ہے کہ اُن کے خاوند کی کچھ آمدنی حلال کی تھی اور کچھ حرام کی اُنھوں نے اپنا کل خرچ حلال کی رقم سے رکھا اور میاں کا بھی کھانا حلال ہی سے رکھا لیکن کپڑے اور دیگر اخراجات کیلئے وہ رقم کافی نہوتی تھی اسواسطے اُن میں خاوند کو اُن کی رائے پر چھوڑ دیا اور یہ کمال کیا کہ ایک مرچ تک بھی حرام کی استعمال میں نہ آنے دی۔ یہ بھی جسقدر مشکل ہے کرنے والا ہی جانتا ہے خود لاولد تھیں ایک عزیز کو اُنھوں نے متبنیٰ کرلیا اور اُسکو پڑھایا لکھایا کار روزگار سے لگا دیا اور اُسکا نکاح بھی کردیا اُسکی بھی آمدنی بدرجہ اوسط حلال کی اتنی ہوگئی کہ میاں بی بی کے گذر کیلئے کافی ہے لڑکا نہایت سعید تھا جب مہینہ ہوتا پوری تنخواہ لاکر اُن بی بی صاحبہ کے ہاتھ میں دیدیتا یہاں تک تمام معمولات کتنے اچھے ہیں ایسے بڑے اب زمانہ میں کم ہیں اور ایسے سعید چھوٹے تو اناد رکالمعدوم ہی کے حکم میں آگئے ہیں۔ چونکہ اُس لڑکے کا ہاتھ بھی اخراجات میں نکلا ہوا تھا نیز شادی ہونیکے بعد کچھ نہ کچھ خرچ گھر بار کا بھی بڑھ گیا کو کھانا بی بی صاحبہ نے زوجین کا اپنے ذمہ رکھا تھا لیکن خرچ

صرف کھانے ہی کا نہیں ہوتا خصوصاً آجکل کہ نوجوانوں کی طبیعتیں بہت کچھ جوشیلی ہیں قریب قریب کھانیکے خرچ کے دیگر اخراجات بھی ہوتے ہیں۔ ان ضرورتوں سے اس نے حرام کی کمائی بھی اختیار کی علاوہ کھانیکے زوجین کے کل اخراجات اس سے پورے ہوتے۔

اسمیں غور کے قابل یہ امور ہیں کہ جیسے خود معصیت کرنا ہے ایسے ہی دوسرے کرانا اور معصیت کا سبب بننا بھی ہے ان کے ذمہ لحاظ مربی ہونیکے یہ تھا کہ اگر وہ لڑکا کمائی میں احتیاط نہ کرتا تو اسکو فہمائش کرتیں نہ کہ اور اسکے واسطے شر کی طرف داعی بنیں قال اللہ تبارک وتعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب نہی کے ساتھ وعید بھی ارشاد فرمائی۔ عام طور سے کسی کیلئے باعث معصیت بننا گناہ ہے خصوصاً ایسے سعید لڑکے کیلئے قرآن شریف میں تو ہے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان نیکی کا بدلہ نیکی ہے یہاں نیکی اور سعادت کا بدلہ یہ دیا گیا کہ اسکی عاقبت برباد کیگئی اور اکل حرام جیسے گناہ میں اسکو ڈالا گیا جو تخم ہے تمام گناہوں کا گویا تمام گناہوں میں اسکو ڈالا گیا اس خصوصیت سے معصیت میں اور شدت ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ وہ بے گناہ لڑکی جو اُن کی بہو کہلاتی ہے وہ کس جرم میں ماری گئی اسکا نفقہ خدای تعالیٰ نے حلال کا اوتارا اور حرام سے بدلا گیا وہ خدای تعالیٰ کے سامنے مدعی بن سکتی ہے کہ مجھکو باوجود رزق حلال میسر ہونے کے گھر کے بزرگوں نے اس سے باز رکھا گو اس کہنے سے وہ خود چھوٹ نہیں سکتی لیکن ان کے پاس بھی کیا جواب ہے، اور معصیت جیسے اسکے ذمہ ہے ان کے ذمہ بھی ہے اور خود تمام عمر مال حرام سے بچیں سہی مگر باوجود بچنے کے اکل حرام کے گناہ میں ماخوذ رہیں دنیا کی لذات سے تو اسواسطے محروم رہیں کہ مال حلال اکثر لذات کیلئے کافی نہیں ہوا کرتا اور آخرت کی جوابدہی بدستور رہی۔ یہ حالت کسقدر قابل اصلاح ہے۔ انکو چاہیے تھا کہ اس نوجوان متبنّی کو اول دن سے حرام کی کمائی سے باز رکھتیں اور یہ انکے لئے بہت سہل تھا اسواسطے کہ اسکو ایسی ضرورتیں ہی نہ تھیں جو حرام کمائی کی طرف داعی ہوتیں مگر اس طرز عمل نے اسکو کسب حرام تک پونہچایا اور رفتہ رفتہ عادی بنا دیا کہ پھر اگر یہ انکے کل اخراجات بھی اپنے ذمہ لیلیں اور کوئی بھی ضرورت کسب حرام کی باقی نہ رہے تب بھی بوجہ عادت ہو جانے کے اس سے باز نہیں رہ سکتا لگا ہوا خون مونہہ سے کب چھوٹتا ہے اور تمام

۲۲۳

عمر اس گناہ میں مبتلا رہے گا اور باعث اسکا یہ مربی بی بی ہونگی کم از کم انکا جیب خرچ تنا جس سے
بقدر کفایت اپنے اور اپنی بی بی کے معمولی اخراجات پورے کر سکے مال حلال میں سے مقرر کر دیں
تو اس باعث معصیت بننے سے تو بچ جاتیں پھر حرام لینا نہ لینا اسکی ذات کی طرف منسوب ہوتا
غور سے دیکھا جاوے تو آج کل آداب معاشرت ایسے غارت ہوئے ہیں جنکے جزو دین ہونیکا
خیال بھی کم تا ہے جیسے نماز روزہ دین ہے ایسے ہی تعلیم و تربیت اور دوسرے کے ساتھ معاملات
اور نباہ کرنا بھی دین ہے اور انکے لئے کچھ قواعد مقرر ہیں قال تعالی ثم جعلناك علی شریعة
من الامر فاتبعها یعنی ہمنے ایک مرتب قانون دیدیا ہے اُسپر آنکھ میچ کر چلے جاؤ کہیں خطا نہ پاؤ گے
اور ایک وہ امر جس سے عورتیں مردوں کو داعی الی الکسب الحرام بنتی ہیں رسوم مروجہ ہیں مرد تو
فی زمانہ بہت سے ان کے نتائج دیکھ دیکھ کر ان سے نفور ہو گئے ہیں لیکن عورتیں دنیاوی انجام
پر بھی نظر نہیں کرتیں اور مردوں کو بیوقوف بنا ہی دیتی ہیں ہر گانوں اور قصبہ اور شہر میں ایسی
متعدد مثالیں مل سکتی ہیں کہ ایک شادی بھی جسنے عورتوں کے کہنے کے موافق کر دی ساری
عمر کیلئے قرض میں اور سود میں بندھ گیا علاوہ ان تمام مفاسد کے جو ہر ہر رسم میں بھرے پڑے
ہیں جسکی تفصیل اصلاح الرسوم میں موجود ہے یہ کتنی بڑی و کھلی ہوئی خرابی ہے کہ کسب حرام کرنا
پڑتا ہے اور ہزاروں گناہوں کا تخم قلب میں پڑتا ہے چونکہ اس بارہ میں بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم
وغیرہ متعدد کتابیں موجود ہیں اسواسطے یہاں طول نہیں دیا جاتا۔

اور دنیا کی نسبت یہ سب کو معلوم ہی ہے کہ جب اس کی طلب ہوتی ہے تو ہرگز پیٹ نہیں
بھرتا اور حدیث میں بھی ہے کہ اگر آدمی کے پاس دو نالے مال کے ہوں تو یوں چاہیگا کہ تیسرا
نالہ اور ہو اور دو ندیوں کے ہونے سے یا تو یہ مراد ہے کہ خود چاندی سونے کا نالہ بہنے لگے اور یا
یہ مراد ہے کہ جہاں وہ ندیاں ہوں اُس جگہ مال بھرا ہو کسی نے خوب کہا ہے ؎

گفت چشم تنگ دنیا دار را		یا قناعت پر کند یا خاک گور

حدیث میں ہے۔

لا یملأ جوف ابن آدم الا التراب۔ یعنی آدمی کا پیٹ سوائے مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھرتی

یہ حدیث میں بھی ہے اور بزرگوں کے کلام میں بھی ہے بس جب حرص و ہوس کا دروازہ اتنا وسیع ہے تو پھر قناعت
حلال مال ہی پر کرنا چاہیے اگر حرام مل بھی گیا تو کیا فائدہ ہوگا حرص و ہوس اسی طرح باقی ہوگی خوب سمجھ لو۔

(باقی آئندہ)

الاحکام الوقتیہ

بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۳۲ھ

اس ماہ مبارک کی یہ فضیلت ہے کہ یہ زمانہ ہے تولد شریف حضور پرنور سید بنی آدم فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جسقدر زیادہ فضیلت کسی زمانہ کی ہوتی ہے اُس زمانہ میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا عند اللہ والرسول اُسی قدر زیادہ ناپسندیدہ ہوتا ہے اور حدود سے تجاوز کرنیکا معیار صرف علم ہے ان حدود کا بواسطہ ادلہ اربعہ شرعیہ یعنی کتاب و سنت و اجماع و قیاس مجتہد مقبول الاجتہاد عند اکابر الامۃ کے اور ان ادلہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ اس ماہ مبارک میں جو بعض اعمال بعض عوام میں رائج و شائع ہوگئے ہیں مثل اہتمام انعقاد مجلس مولد شریف بتخصیصات معروفہ و قیود معلومہ خصوص بانضمام دیگر منکرات و مثل اعتیاد عید میلاد وغیرہ منجملہ افراد تجاوز عن الحدود الشرعیہ کے ہیں پس لامحالہ غیر مرضی عند اللہ والرسول ہوئے اور بوجہ فضیلت اس زمانہ کے غیر مرضی ہونے میں بھی اوکد ہوئے پس لابد واجب الاحتیاط ہوئی البتہ حدود کے اندر رہکر ذکر مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم منجملہ اعظم البرکات افضل القربات ہے کسی مومن کو خصوص ساعی فی اتباع السنۃ کو اس میں کلام نہیں ہوسکتا اگر ان مقدمات مذکورہ کے مفصل دلائل اور اس ذکر مبارک کے مشروع طریقہ کے اور خود معتد بہ حصہ سیر و سوانح نبویہ کے معلوم کرنے کا شوق ہو تو رسائل ذیل ضرور ملاحظہ فرمائے کہ حق بالکل واضح اور التباس بالکل زائل ہوجاوے (نام رسائل[1] طریقہ مولد شریف۔ النور۔ الظہور۔ السرور۔ نشر الطیب۔ اور بلا تحقیق کسی عمل پر یا کسی عمل کے متعلق بدلیل کسی حکم لگانے والے پر کوئی حکم لگانا مضر آخرت ہے۔

امر برقمہ اشرف علی ۲۵ صفر سنہ ۳۲ھ

[1] یہ سب رسائل ذیل کے پتے سے مل سکتے ہیں۔ [illegible] خریداران رسالہ الامداد کو قیمت میں ایک ثلث کی رعایت ہوگی۔

پتہ = رفیق احمد و شبیر علی مالکان مطبع امداد المطابع تھانہ بھون

اصول و مقاصد رسالہ ہٰذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود امتِ محمدیہ صلعم کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے سعہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے، دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جاویں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہٰذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

حہ
ولی اس حق
... بولی ...
مطبوعہ ۱۳۰۳ھ
حمدان صفحہ ۹
و ۱۹ پر مذکور ہے
۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ا ۲۲۶

قال الله تعالى

رب زدنی علما

قال ابن مسعود کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا

امتثالاً للآیة کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم واداءً للحدیث کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل وارشاد صحیفۂ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی فقہ والعقائد وحوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسلوک اجوبہ وتربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ وملفوظات خیر فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات مسلسلۂ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است باز حل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ لقب صحیفہ شہریت بہ تبرک بنام نامیش نیز وخاصہ ما الاشتات کہ از تحقیقات ادارہ ودیگر اہل فضل ست

عدد	بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری	جلد

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

معین الدین پرنٹر

این صحیفہ کامدش امداد نام	یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ھ

جو

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

اطلاع } چونکہ رسالہ ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ نہایت احتیاط سے ہر خریدار کے نام جاری ہوتا ہے بعض احباب ایک ایک ماہ بعد بعض اس سے بھی زیادہ دیر میں عدم رسید رسالہ کی اطلاع دیتے ہیں اسوقت افسوس ہوتا ہے اسلئے جن صاحب کے پاس رسالہ آخر تاریخ تک نہ پہونچے وہ فوراً براہ مہربانی بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع فرمادیں۔ تاکہ مکرر رسالہ بلا قیمت بھیجدیا جاوے اسکے بعد جو صاحب اطلاع دیں گے ان سے قیمت لیجاویگی + (نائب مدیر)

التجائے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرتے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو بہت موجب مزید لطف کا ہو + (نائب مدیر)

اور میں کہتا ہوں کہ اگر دوسرے کے کرنے سے کام ہوجاتا ہے اور اپنے کرنے کی ضرورت نہیں رہتی تو اسکی کیا وجہ کہ یہ قاعدہ دین ہی کے کاموں میں برتا جاتا ہے دنیا کے کاموں سے بھی کیوں ہاتھ نہیں اٹھالیا جاتا اور اُن کو بھی کیوں پیر صاحب کے بھروسے پر نہیں چھوڑ دیا جاتا بس نہ کھاؤ نہ پیو نہ کھیتی کرو سب کام تمہاری طرف سے پیر ہی کرلیا کرینگے اُن ہی کے کھانے سے تمہارا پیٹ بھر جائے گا اُن ہی کے پانی پینے سے تمہیں تسکین ہوجائیگی افسوس ان کاموں میں تو اس قاعدے پر عمل نہ کیا گیا بلکہ اپنے کرنے کو ضروری سمجھا گیا اور دین کے کام کو اس قدر سستا اور بے وقعت سمجھا گیا کہ اسمیں اس قسم کے قاعدے برتے گئے اسپر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔

اودھ میں ایک پیر تھے کہ وہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اُن کے مرید کہا کرتے تھے کہ مکہ میں جاکر نماز پڑھتے ہیں میرے ایک دوست نے سنکر کہا کہ صاحب اسکی کیا وجہ کہ نماز کے لئے تو مکہ کو اختیار کیا جائے اور کھانے ہگنے کیلئے ہندوستان کو اگر نماز وہاں پڑھی جاتی ہے تو کھانا ہگنا بھی وہیں ہونا چاہیے اور اگر یہ ہندوستان میں ہوتا ہے تو نماز بھی ہندوستان میں ہونی چاہیے کیونکہ ہندوستان بم پولیس نہیں ہے اور اپنے اس قاعدے میں کہ سب پیر ہی کرلیں گے غور کرکے دیکھو اسکا حاصل تو یہ ہے کہ گویا پیر تمہارے کمین ہیں کہ گناہ تم کرو اور پیر اسکو اُٹھائیں یاد رکھو کہ پیر صرف رستہ بتلانے کیلئے ہیں کام کرنے کیلئے نہیں کام تمکو خود کرنا چاہیے۔

مرشد کی توجہ سے جو قلب میں کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ نہ قابل اعتماد ہے اور نہ باقی

اس تقریر پر شاید اہل فن کو یہ شبہ ہو کہ بعض مرتبہ مرشد کی توجہ سے طالب کے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جو کہ خود محنت کرنے سے پیدا نہیں ہوتی سو اس کا جواب یہ ہے کہ صرف اس کیفیت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اگر خود کچھ نہ کیا جائے تو یہ کیفیت باقی بھی نہیں رہتی اس کیفیت کی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسے آگ کے سامنے بیٹھنے سے بدن کا گرم ہوجانا لیکن یہ گرمی باقی نہیں رہتی آگ کے سامنے سے ہٹکر ہوا لگی کہ بدن میں ٹھنڈک پیدا ہوئی اسی طرح

۳۷۰

اس کیفیت میں بھی پیر سے جدا ہوتے ہی کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔

حکایت۔ ایک بزرگ نے اپنے ایک ہم عصر بزرگ سے کہا کہ تم اپنے مریدوں سے محنت بیتے ہو اور ہم نہیں لیتے انھوں نے یہ سنکر اپنے ایک مرید سے کہا کہ تم ذرا ان کے مرید سے مصافحہ تو کرو مصافحہ کرنا تھا کہ وہ کم محنت مرید خالی رہ گئے پیر نے ان سے کہا کہ دیکھا نتیجہ محنت نہ کرنے کا اب تم ہمارے کسی مرید کو تو اس طرح کور اگر دو بات یہ ہے کہ اپنی کمائی کی قدر بھی خوب ہوتی ہے اور مفت کی چیز کی کچھ قدر نہیں ہوتی ۔

	گوہرے طفلے بقرص ناں دھد		ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دھد	

مشہور ہے کہ ایک شخص ادھوڑی کا جوتہ دوشالے سے جھاڑ رہا تھا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ دوشالہ تو میرے والد کی کمائی کا ہے اور جوتہ میری کمائی کا ہے۔

جو لوگ خود کام کرتے ہیں انکی حالت پائدار ہوتی ہے

اور جو لوگ اپنے بوتہ پر کرتے ہیں اُن کی حالت ساری عمر یکساں رہتی ہے البتہ اُن میں شور و غل اُچھل کود نہیں ہوتی اور نہ یہ مطلوب ہے دیکھو اگر کوئی بچے کی تربیت کرنا چاہے تو طریقہ اُس کا یہ ہے کہ اُس کو تھوڑا کھلائے کہ وہ جزو بدن ہو اور اُس سے نشو و نما پیدا ہو اسی طرح شیخ کامل بھی ایک ہی دن سب کچھ نہیں بھر دیتا کیونکہ اُس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ طالب کو حالات کا ہیضہ ہو اور ایک ہی دن میں خاتمہ ہو جائے بلکہ وہ بتدریج اُسکو آگے کو بڑھاتا ہے اور جو لوگ اناڑی ہیں اور طریق تربیت سے ناواقف و ناآشنا ہیں وہ ایک دم میں بھر دینا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کو عوام الناس بہت بزرگ سمجھتے ہیں حالانکہ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ دنیا بھر کے تعلقات اس سے چھوٹ جاتے ہیں نہ بیوی کے کام کا رہتا ہے نہ بچوں کے اور یہ کمال نہیں بلکہ نقص ہے ۔

	نے برائے فصل کردن آمدی		تو برائے وصل کردن آمدی	

خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں ایک عام عنوان سے فرماتے ہیں۔ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ [۱]۔ افسوس آج اسی کو کمال سمجھا جاتا ہے اکثر لوگ کہا کرتے ہیں

[۱] اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ نے ان کو وابستہ رکھنے کا ۱۲ منہ

کہ فلاں شخص بہت بزرگ ہیں دیکھئے اولاد کو منہ بھی نہیں لگاتے بیوی تک کو نہیں پوچھتے ہروقت قرب خداوندی میں غرق رہتے ہیں صاحبو کیا کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی قرب میں زیادہ ہوسکتا ہے کبھی نہیں پھر دیکھ لیجئے حضورؐ کی حالت کیا تھی آپ ازواج مطہرات کے حقوق بھی ادا فرماتے تھے اولاد کے حقوق بھی ادا فرماتے تھے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما میں سے ایک کو پیار کر رہے تھے اور ایک نجد کے رئیس پاس بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے دیکھکر عرض کیا یا رسول اللہ میرے دس بیٹے ہیں میں نے تو آج تک کسی ایک کو بھی کبھی پیار نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ نے تیرے دل ہی میں سے رحم نکال لیا تو اسکو میں کیا کروں اور آپ کا ارشاد ہے۔ مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا اس واقعہ سے پورا اندازہ حضورؐ کی حالت اور مرضی کا ہوگیا ہوگا پس نرا جوش اور مستی یا ترک تعلقات واجبۃ الابقاء بزرگی نہیں ہوسکتا اور اگر اسی کا نام بزرگی ہے تو نشہ شراب اور حالت جنون میں بھی بزرگی ہے کیونکہ ان دونوں میں یہ بات خوب حاصل ہوجاتی ہے۔

ے جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ۱۲ منہ

بزرگی کا حقیقی معیار

صاحبو۔ بزرگی کا معیار یہ ہے کہ جتنی درویشی میں ترقی ہوجائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت بڑھتی جائے کیونکہ ولایت مستفاد عن النبوت ہے افسوس ہے کہ یہ لوگ علماء کیطرف متوجہ نہیں ہوتے اس لئے بہت سی غلطیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں چنانچہ بزرگی کا ایک معیار یہ بھی تراش رکھا ہے کہ جو شخص آنکھیں چار ہوتے ہی مدہوش کردے اٹھا کر زمین پر پٹک دے وہ بڑا بزرگ ہے حالانکہ یہ بالکل ہی لغو ہے اگر یہ بزرگی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو ضرور اسکو برتنا چاہئے تھا پھر کیا وجہ کہ جب کفار نے آپ کو قتل کرنا چاہا تو آپ اس کے منتظر رہے کہ یہ لوگ غافل ہوجائیں تو میں نکلکر جاؤں کیوں آپ نے ایک ہی نگاہ میں سب کو مدہوش نہیں کردیا۔

حکایت۔ جب مدینہ طیبہ تشریف لے چلے تو حضرت صدیق اکبرؓ چاروں طرف دیکھتے چلتے تھے سراقہ جو کہ آپ کی تلاش کیلئے بھیجا گیا تھا جب سامنے آگیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا کہ یارسول اللہ سراقہ چلا آرہا ہے آپ نے اسوقت بھی خدا تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اللّٰھم اکفنا شرہ چنانچہ پیٹ تک اُس کا گھوڑا زمین میں دھس گیا سراقہ نے کہا کہ غالبًا آپنے میرے لئے بد دعا کی ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں قریش کو آپکا پتہ نہ دونگا چنانچہ آپنے دعا فرمائی اور اُس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا اور پھر کسی سے اطلاع نہیں کی۔

پہلے زمانہ میں صدق وایفاء عہد کی صفت عام تھی

اس واقعہ سے آج کل کے لوگوں کو سبق لینا چاہئے کہ اس زمانہ کے کفار میں بھی صدق و ایفائے عہد تھا آج کل کی طرح پولیٹکل چالیں نہ تھیں بلکہ آج سے چند روز پیشتر تک بھی یہ اوصاف اکثروں میں موجود تھے مگر صد حیف کہ آج بالکل مفقود ہیں اور بالخصوص مسلمانوں کی حالت تو اس وقت بہت ہی ناگفتہ بہ ہے دن میں سینکڑوں جھوٹے وعدے کرتے ہیں مکر کرتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ رنج کی بات یہ ہے کہ مقدسین بھی اس حالت سی پاک نہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

بقمار خانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدم		چو بصومعہ رسیدم ہمہ یافتم ریائی	

کہ میں جو قمار خانہ میں گیا تو دیکھا کہ سب پاکباز جمع ہیں مطلب یہ ہے کہ قمار خانہ کے جو مقرر کردہ اصول تھے سب کے سب اُن پر چل رہے تھے انمیں کسی قسم کا دغل نہ تھا اور بعنوان محاورہ کسی قسم کی بے ایمانی نہ تھی کیونکہ وفائے عہد کو لوگ ایمانداری کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ جن اصول پر قمار ٹھہرا تھا اُن میں خلاف عہد نہ ہوتا ہے اور جب صومعہ میں گیا تو دیکھا کہ جن اصول پر یہاں حق تعالیٰ سے عہد کیا تھا اُس میں وفا نہیں اور اُن کو پورا نہیں کیا جاتا مثلاً عہد کیا تھا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ حالانکہ اس عہد کو وفا نہیں کیا جاتا کیونکہ دل میں ہزاروں غیر اللہ من وجہ درجہ معبودیت اور ستعانت لئے ہوئے بھری ہیں۔ صاحبو پہلے لوگ اسقدر سیدھے سادے بھولے بھالے ہوتے تھے کہ انکو کسی قسم کی چالاکی آتی ہی نہ تھی۔

حکایت۔ ایک صاحب زمیندار تھے ایک مرتبہ کاشتکار اناج لایا اُن زمیندار نے پوچھا کہ یہ

کسقدر ہے کاشتکار نے نوے من بتلایا انھوں نے کہا کہ ہمسے تو اسی من ٹھہرا تھا کاشتکار نے کہا کہ نہیں جناب نوے من ٹھہرا تھا بہت دیر تک اسمیں جھگڑا رہا آخر ان کے صاحبزادے نے بہت سی کنکریاں جمع کرکے ایک ڈھیر نوے کنکریوں کا اور دوسرا اسی کنکریوں کا لگایا اور ان زمیندار سے گنوا کر پوچھا کہ یہ اسی زائد ہیں یا نوے انھوں نے نوے کو زائد بتلایا تو انھوں نے کہا کہ کاشتکار اس قدر من دینا چاہتا ہے جسقدر یہ نوے کنکریاں ہیں تب ان دونوں کا جھگڑا ختم ہوا سبحان اللہ کیسے اچھے وقت تھے کہ کفار میں بھی چالیں نہ تھیں یہی وجہ تھی کہ سراقہ نے جو عہد آپ سے کیا تھا اسکو پورا کیا اور جو شخص اُسکو رستے میں ملتا گیا اس سے کہتا گیا کہ میں بہت دور تک دیکھ آیا ہوں ادہر کہیں نہیں ملے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت امن وامان سے مدینہ پہنچ گئے۔ تو دیکھئے حضور نے سراقہ کے ساتھ یہ نہیں کیا کہ اسکو ایک نظر میں اڑا دیتے یا گرا دیتے بلکہ خدا تعالیٰ سے دعا فرمائی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشویش سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسکا یعنی نظر سے بیہوش کرنے کا کبھی احتمال ہی نہ تھا ورنہ صدیق اکبر رضہ پریشان نہوتے بلکہ مطمئن رہتے کہ حضور ایک نظر بھی کریں گے تو یہ فوراً ہی لوٹ پوٹ ہو جائیگا تو معلوم ہوا یہ کوئی کمال نہیں ہے۔

بزرگوں کی نظر و توجہ سے راہ پر لگ جاتا ہے آگے جو کچھ ہوتا ہے اپنے کرنے سے ہوتا ہے

ہاں نظر و توجہ سے صرف اس قدر ہوتا ہے کہ راہ پر لگا دیا جائے آگے جو کچھ ہوتا ہے اپنے کرنے سے ہوتا ہے۔

حکایت۔ چنانچہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت سنا ہے کہ بڑے امیر زادہ اور نظر کردہ ہیں ان کی حالت یہ تھی کہ متوحشانہ جنگلوں میں پھرا کرتے تھے ان کے والد ان کو سمجھایا کرتے تھے حضرت نجم الدین کبری رحمۃ اللہ علیہ کو مکشوف ہوا کہ فلاں مقام پر فلاں رئیس کا

ایک لڑکا ہے اُسکی تربیت کر حضرت نجم الدینؒ تشریف لائے حافظ شیرازیؒ کے والد نے نہایت تعظیم و تکریم سے مہمان کیا اور عرض کیا کہ کیسے تکلیف کی اُنھوں نے فرمایا کہ اپنے بیٹوں کو جمع کرو چنانچہ اُنھوں نے حافظ کے سوا سب بیٹوں کو بُلا کر پیش کیا آپ نے سب کو دیکھا اور فرمایا کہ کیا ان کے سوا کوئی اور لڑکا نہیں حافظ کے والد حافظ کو کالعدم کہتے تھے اس لئے جواب دیا کہ اور کوئی نہیں اُنھوں نے فرمایا کہ مجھکو معلوم ہوا ہے اور وہ ان میں معلوم نہیں ہوتا تب اُنھوں نے کہا کہ ایک اور ہے مگر نہایت آوارہ وار جنگلوں میں پھرتا ہے حضرت نجم الدینؒ نے فرمایا کہ ہاں اُسی کی ضرورت ہے حافظ کے والد کو بڑا تعجب ہوا کہ اُس دیوانے سے حضرت کو کونسا کام ہوگا اور یہ خبر نہ تھی ع • کہ آب چشمۂ حیواں درون تاریکیست • چنانچہ تلاش کے بعد حافظ ملے وحشی خاک آلودہ اور اُن کو حضرت نجم الدین کبریؒ کے سامنے پیش کیا گیا حافظ نے جب حضرت کی صورت دیکھی تو بے اختیار زبان سے نکلا ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند	آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
دردم نہفتہ بہ زطبیبان مدعی	باشد کہ از خزانۂ غیبش دوا کنند

آپ نے سینے سے لگا کر فرمایا کہ یہ تو نظر کردم حضرت نجم الدین کبریؒ بہت بڑے شخص ہیں انکا انتقال اس طرح ہوا ہے کہ ایک مرتبہ اُنھوں نے کسی کو کوئی شعر پڑھتے سُنا کہ اُس کا ایک مصرع یہ تھا ع • جاں بدہ وجاں بدہ وجاں بدہ • آپ نے فرمایا کہ افسوس محبوب جان طلب کر رہا ہے اور کوئی نہیں سنتا اور فرمایا کہ جان دادم وجان دادم وجان دادم اور اسمیں انتقال ہو گیا غرض حافظ کو سینے سے لگا کر اُنھوں نے فیض دیا لیکن وہ فیض کافی نہیں ہوا بلکہ اُسکے بعد یا اُس سے قبل مجاہدے کی بھی ضرورت ہوئی یہ دوسری بات ہے کہ قابلیت تامہ کی وجہ سے زیادہ مجاہدے کی ضرورت نہ ہوئی ہو۔

قوی الاستعداد کو تھوڑا سا مجاہدہ بھی کافی ہے

چنانچہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو لوگ قوی الاستعداد ہوتے ہیں ان کو تھوڑے کام میں بہت کچھ نفع ہو جاتا ہے۔

حکایت ۔ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور ایک ہفتہ میں خلافت لیکر چلا گیا آپ کے دوسرے مرید اسکو دیکھکر دل میں بہت خفا ہوئے اور یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ شیخ ہماری طرف پوری توجہ نہیں فرماتے آپ نے اُن لوگوں کے اندازے اس وسوسہ کو تاڑ لیا اور اُن کے علاج کے لئے فرمایا کہ کچھ تر اور کچھ سوکھی لکڑیاں جمع کرو جب جمع ہو گئیں تو فرمایا کہ گیلی لکڑیوں میں آگ لگاؤ سب نے بہت کوشش کی لیکن اُن میں آگ نہ لگی اسکے بعد فرمایا کہ ان سوکھی لکڑیوں میں آگ لگاؤ چنانچہ اُن میں فوراً آگ سلگ اٹھی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا وجہ یہ لکڑیاں اسقدر جلد کیوں سلگ اٹھیں اور پہلی لکڑیوں میں کیوں آگ نہیں لگی۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ حضور پہلی لکڑیاں گیلی تھیں اور یہ سوکھی ہیں گیلی لکڑیوں میں آگ نہیں لگا کرتی۔ آپ نے فرمایا کہ ظالمو تم گیلی لکڑیاں ہو کر میری شکایت کرتے ہو اور اس سوکھی لکڑی کے جل اٹھنے پر تعجب کرتے ہو وہ سوختہ ہو کر آیا تھا صرف ایک پھونک کی ضرورت تھی چنانچہ ایک ہی پھونک میں بھڑک اٹھا اور تم گیلی لکڑی ہو کہ رات دن دھونکتا ہوں مگر تم آگ ہی نہیں پکڑتے سو اس میں میری جانب سے کمی ہے یا تمہارا قصور ہے غرض بعض سوختہ دل ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کو تھوڑے ہی کام میں سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے لیکن پہلے یا بعد کو کچھ نہ کچھ مجاہدہ ضرور کرنا پڑتا ہے

ف جو شخص ہماری طرف ایک بالشت آتا ہے ہم اُسکی طرف ایک ہاتھ آتے ہیں ۱۲ منہ

مجاہدہ پر بھی جو کچھ ملتا ہے فضل ہے

اور کرنے پر بھی جو کچھ ملتا ہے وہ محض فضل ہے کیونکہ خدا تعالیٰ پر کسی کا زور نہیں ہے مگر عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ جو اُدہر توجہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اُسکو بہت کچھ دیتے ہیں مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا کے یہی معنی ہیں تو صاحبو کیا یہ بات کچھ کم ہے کہ کام پیسے کا کیا جائے اور ملے ایک اشرفی ؎

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را	کہ بیک گل می خری گلزار را

دیا تو ایک پھول اور اس کے عوض ملگیا ایک باغ خوب کہا ہے ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد	انچہ در وہمت نیاید آں دہد

کہ آدھی جان لیکر سینکڑوں جانیں دیتے ہیں غرض یہ ہے کہ جو تدبیر کرنے کی ہے لوگ اُسے

نہیں کرتے صرف ناتمام تدابیر پر اکتفا کرتے ہیں حالانکہ تدبیر پوری کرنی چاہیئے تب فائدہ ہوتا ہے

غفلت عن الآخرۃ تعجب کی بات ہے

دیکھئے جب کسی سفر کا قصد ہوتا ہے تو اُس کے لئے کس قدر سامان کرتے ہو کہ مثلاً چار دن پہلے سے دھوبی کو حکم کرتے ہو کہ کپڑے جلدی دینا ناشتہ کا سامان کرتے ہو وغیرہ وغیرہ یہ نہیں کیا جاتا کہ عین وقت پر سارا سامان کیا جائے بلکہ اگر ایسا کیا جاتا ہے تو بیوقوف بنائے جاتے ہیں اور خود بھی اپنے کو بے وقوف سمجھتے ہیں کیوں صاحب جب اس چھوٹے سے سفر کیلئے اتنے پیشتر سامان فراہم کیا جاتا ہے تو یہ موت کا اتنا بڑا سفر کتنے پہلے اور کتنا بڑا سامان چاہتا ہوگا کیونکہ یہ وہ سفر ہے کہ اس سے پھر کبھی واپسی ہی نہ ہوگی پھر اسکے لئے کیا سامان مہیا کیا دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو اطاعت خداوندی میں سرگرم ہیں دوسرے وہ جو مخالفت میں چلتے ہیں پہلی قسم کے لوگوں کیلئے یہ سفر سفر رغبت اور دوسری قسم کے لوگوں کیلئے سفر رہبت ہے اور یہ دونوں صورتیں دنیا کے سفروں میں بھی ہوتی ہیں بس دیکھ لیجئے کہ اگر کوئی شخص کسی بادشاہ کا مدعو ہو جو کہ سفر رغبت ہوگا تو اُس کے لئے کیا کچھ سامان پہلے سے کریگا اپنے پاس نہ ہوگا تو دوسرے قرض لیکر مستعار مانگ کر چیزیں جمع کریگا اور ہر طرح سے درست ہو کر ارادہ سفر کریگا اسی طرح اگر کسی شخص نے مثلاً چوری کی ہو اور گورنمنٹ کی طرف سے اسکے نام سمن آگیا تو غور کیجئے کہ جانے سے پہلے وہ کیا کیا سامان کریگا اپنی صفائی کے گواہ جمع کریگا وکلاء سے ملکر مشورہ کریگا دوست احباب سے رائے لیگا وغیرہ وغیرہ غرض دونوں قسموں کے سفر میں مختلف طرح کے سامان کئے جاتے ہیں تو کیا وجہ کہ جب یہی دونوں صورتیں آخرت کے سفر میں بھی محتمل ہیں انہیں کیوں سامان نہیں کیا جاتا اور سہل انگاری برتی جاتی ہے صاحبو یہ تو یقینی ہے کہ سفر آخرت آنیوالا ہے پس اگر ہم مطیع ہیں تو یہ سفر ہمارے لئے رغبت کا سفر ہوگا ورنہ رہبت اور خوف کا سفر ہوگا پس بتلائیے کہ آپنے رغبت کے کیا سامان جمع کئے ہیں اور غلامی کی کونسی صورتیں پیدا کی ہیں کونسی عبادت کی ہے کتنے حق العبد ادا کر دیئے ہیں بلکہ اگر غور سے دیکھو تو سفر آخرت ہر مسلمان کیلئے رغبت اور رہبت دونوں پہلو لئے ہوئے ہے کیونکہ ایمان بین الخوف والرجاء ہے

۸۰

محض توکل اسکی اصل ہو یعنی میں چمڑہ کانپور میں خرید کرتا ہوں اور کانپور ہی میں فروخت کر دیتا ہوں جیساکہ اس سے بیشتر والے خط میں جناب کو اطلاع دیچکا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی سرکار کی ملازمت کرلی ہو اور بظاہر چمڑہ کی تجارت ۶ - ۷ گھنٹہ کرلیتا ہوں اس دن سے آجتک میں نے تو کام بالکل ہی کم کیا لیکن خداوند کریم عزوجل کو اس میرے معاہدہ کا کچھ ایسا پاس ہوا کہ مجھکو نفع بہت دیا ساتھ ہی یہ بھی ضرور ہوا کہ جس دن میں اپنا کام مقررہ کرلیتا تھا اس دن اللہ تعالیٰ گویا غیب سے دیتے تھے کہ نقصان کا مال خرید لایا اور نفع ہو جاتا تھا اور جب کام ملتوی ہو گیا جسکا ذکر میں اوپر کرچکا ہوں تو نفع کا مال خرید کے لایا ہوں اور اسمیں بہت نقصان ہوتا نظر آتا تھا لیکن جب نقصان بہت نظر آیا کہ جسکی میں برداشت بھی نہیں کر سکتا تھا تو جہاں اللہ تعالیٰ سے رجوع کی اور توبہ کی خدا شاہد ہے کہ اس نقصان کے ہی مال میں اللہ تعالیٰ نفع عنایت فرما دیتے تھے اور اس کیفیت کو میں ہر روز دیکھتا ہوں تو اس وجہ سے جیسا میں نے عرض کیا ہے مقررہ کام بند ہو جانے سے میری دنیا کا بھی نقصان ہوتا ہے اگر میں ہو جب اپنے معاہدہ کے جو خدا پاک سے کیا ہے متواتر کام کرتا رہتا ہوں تو اللہ جانتا ہے کہ میری تجارت میں بھی متواتر نفع ہی ہوتا رہتا ہے نقصان کا اندیشہ تک بھی نہیں ہوتا اور روحانی نفع جو کچھ ہے وہ اس کے علاوہ ہے جسکا علم اللہ پاک کو ہے۔

الجواب۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے کہ دولت یقین و توکل عطا فرمائی جب ایسا یقین نصیب ہوا ہے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی پریشانی نہ ہوگی۔

حال۔ تو اب میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ اگر حضور اجازت دیں تو صرف ۸ یوم کیلئے میں حاضر خدمت ہو جاؤں شاید اس ۸ یوم کی قلیل مدت میں میری اس حالت میں کچھ افاقہ ہو اور اگر قرض کا عذر مانع ہو تو میں یہ عرض کرونگا کہ اگر خدا نخواستہ مجھکو دفعۃً کوئی جسمانی مرض لاحق ہو جائے کہ جسکی وجہ سے علاج کرنا ضروری ہو جائے اور دہلی حکیم اجمل خاں صاحب کی خدمت میں جانا پڑے تو پھر مجبوری سب خرچ بھی برداشت کرنا پڑیں گے اور یہی کہا جائیگا کہ اگرچہ میں قرضدار ہوں قرض ادا کرنا تمام کاموں سے مقدم ہے لیکن جب صحت جسمانی ہی ٹھیک نہ ہوگی تو قرض

ادا ہونا بھی غیر ممکن ہو اس لحاظ سے میرے خیال میں صحت جسمانی کی حفاظت زیادہ ضروری ہوگی پس بالکل اسی ضرورت کو سمجھ کر میں اجازت حاضری یوم کی چاہتا ہوں میرے خیال سے صحت جسمانی سے صحت روحانی زیادہ اہم اور ضروری ہو اور پھر جبکہ میری دنیا کا دارومدار بھی اسی روحانی صحت پر موقوف ہے مختصر گذارش یہ ہو کہ اگر مناسب ہو تو اجازت حاضری کی مرحمت فرمائی جاوے۔

تحقیق مجموعہ حالت موجودہ میں آنکی ممانعت نہیں۔

حال - یا جو تدبیر حضور ارشاد فرمائیں عمل کروں اپنے خیال سے میں نے بظاہر یہ تدبیر کر رکھی ہے کہ اپنے ہم خیال حضرات سے بکثرت ملتا ہوں بلکہ سب سے زیادہ کثرت سے ...... سے ملتا رہتا ہوں اور وہاں پہونچکر کسی قدر تشفی بھی ضرور ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اکثر اوقات نیک ذکر اچھی باتیں فرماتے رہتے ہیں زیادہ تر آنجناب کی تصنیفات کا زیادہ شغل رہتا ہے دوسرے یہ کہ حوائج عبدیت کے حصے مطالعہ میں بکثرت رکھتا ہوں یہ تدبیریں لیکن ضرور ہوتی ہیں یعنی تسکین تو ہوتی ہے لیکن بہت کم اب جو ارشاد حضور ہوگا عمل کرونگا۔

تحقیق - ہاں یہ بہت اچھا معمول ہو لیکن خواجہ صاحب سے یا کسی اپنے ہم مشرب سے تنہائی میں ملئے جب مجمع زیادہ ہو جاوے اٹھ جائیے۔

راقم عارض ہو کہ اتفاق سے میرا کانپور جانا ہو گیا اور یہ سب اب میں نے زبانی کہدیئے جو بہت نافع ہوئے۔

سوال - پرسوں دوپہر کو احقر لیٹ گیا تھا سویا نہیں تھا مگر غنودگی ہو گئی تھی اسی حالت میں رکوع اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ تا ختم زبان پر جاری ہو گیا اور پڑھتے ہوئے بیدار ہو گیا سو اس کی متعلق عرض ہو کہ اسمیں کیا ارشاد ہے۔

جواب - بشارت ہے ایمان کامل عطا ہونیکی اور اتباع سنت نصیب ہونیکی۔

حال - مجھپر غصہ کا اسقدر غلبہ ہے کہ میں اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہتا۔

تحقیق - یہ سچ ہے لیکن کیا مجھکو ہی اُس غصہ کا تختہ مشق بنانا تھا جیسا آپنے دوسروں پر غصہ کرکے مجھکو بیہودہ طور پر اطلاع کی جس سے مجھکو رنج ہوا ؎

۳۷۰

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

حال۔ اور بہت بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں حضرت والا دعا فرماویں۔

تحقیق۔ جس سے دعا چاہیں اُسکو تو منغص نہ کرنا چاہئے۔

سوال۔ اور علاج بتلادیں۔

جواب۔ بجز ہمت و تدبیر کے کچھ بھی علاج نہیں اور جب تک اسپر قدرت نہو اور اسی طرح معاملات میں اپنی اصلاح نہ فرماویں کم از کم مجھکو تو خطاب تحریری و تقریری سے معاف رکھیں میرے تکدر سے آپ کی مضرت باطنی کا احتمال ہے۔

حال۔ میرا معمول آج کل ہر وقت سانس کے ساتھ اللہ ھو۔ اور آخر شب میں کم از کم آدھ گھنٹہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ اللہ اللہ ہے حبس دم کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ وہ کسی طرح چھوٹتی نہیں۔ تہجد کے بعد اسم ذات کی تعداد معین نہیں ہے جو میرے مناسب حال ہو حضرت والا ترمیم و تنسیخ فرماویں۔

تحقیق۔ بدون اصلاح عادات کے میں ذکر و شغل کے متعلق کوئی حالت سننا نہیں چاہتا ایسے شغل کو سلام ہے۔

حال۔ رات بندہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک میدان ہے اور وہاں ایک قبر ہے اور مجھسے کہا جاتا ہے کہ تیری قبر ہے تو اسمیں جا۔ میں بہت رویا اور کہا حکم خدا علی الراس والعین مگر میرے ذمہ حقوق ہیں یعنی قرض ہے اس کو حق تعالیٰ ادا کردیں تو بڑا اچھا ہو۔ تو کہا گیا اچھا تین دن کی مہلت ہے تو میں بالکل دنیا و مافیہا سے قطع نظر کر کے ایک پرچہ پر وہ حساب لکھ رہا ہوں اور کہتا ہوں کہ کیا اچھا ہو کہ ان تین دن میں ایک لمحہ بھی مجھے سوائے امور شرعی کے کوئی کام دنیا کا پیش نہ آوے۔ اور بالکل متوجہ الی اللہ رہوں اور کتاب مجالس الحکمت بھی تھوڑی باقی ہے اسکو جلدی جلدی پورا کر رہا ہوں اور نہایت خشوع سے دعا مانگ رہا ہوں کہ یا اللہ اس بقیہ وقت میں میرا رخ کسی طرف نہ پھرے اور ایسا استغراق تھا کہ آنکھ کھلنے کے بعد پھر آنکھ بند کی تو وہی حالت نظر آتی حتی کہ صبح ہو گئی اور صبح سے اب تک کسی کام میں دل نہیں لگتا حتی کہ کھانا کھانے میں بھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ میں کیا کھاتا ہوں۔ اور کسی سے بولنے کو بھی

دل نہیں چاہتا نہ معلوم یہ کیا ہے حضور والا دعا فرماویں۔

تحقیق۔ مبارک ہو حق تعالیٰ نے مقام فنا کا باب مفتوح فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اسکی تکمیل فرماویں اور اسکے بعد مقام بقار عطا فرماویں۔ فنا میں مشغولی بخلق سے دلچسپی کم ہو جاویگی اور بقار میں وہ پھر عود کریگی۔ مگر دوسرے رنگ سے یعنی مشغولی بخلق للحق حالاً و ذوقاً اگرچہ علماً و قصداً پہلے سے بھی ہر امیدوار رحمت حق کے رہئے۔ والسلام۔

سوال۔ بندہ کچھ اپنا حال تباہ عرض کرتا ہے۔ اگرچہ یہ حال ظاہر کرتے بہت شرم آتی ہے کہ میری یہ نگوں حالت ہو اور حضور کے خدام میں شمار ہوں شکل مسلمانوں جیسی اور کام فساق فجار بلکہ کافروں جیسی لیکن حضور ہمارے طبیب روحانی اور رہنمائے دو جہان ہیں اگر حضور سے اس کا اظہار نہ کیا جاوے تو صحت کی کیا امید ہو سکتی ہے مجھے اس حال کے اظہار کرنے سے بہت سے خیالات نے ابتک روکے رکھا۔ مگر اب میں نے سب خیالات کو دفع کر کے ارادہ کر لیا کہ اب حضور سے کوئی بات نہ چھپاؤنگا اور جو کچھ بھی حضور اس کا علاج تجویز فرماویں گے اسپر عمل کرنے میں انشاء اللہ تعالیٰ حتی الوسع دریغ نکرونگا پس اگر آنحضرت کی توجہ ظاہری و باطنی ہو گی تو خدا کی ذات سے امید ہے ورنہ میرا کہیں ٹھکانا نہیں کیونکہ جیسے میرے افعال ہیں شاید کسی مسلمان کے ہوں۔ اے حضرت جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے کوئی عمل ابتک میں نے اچھا نہیں کیا۔ نماز اول تو پڑھی نہیں اگر پڑھی تو کبھی بے وضو پڑھ لی اور کبھی لوگوں کے دکھانے کو چپ کھڑا ہو گیا مجھے کوئی دو مہینے پورے ابتک یاد نہیں کہ میں نے اچھی طرح اور پابندی سے نماز پڑھی ہو۔ آٹھ روز پڑھی چھوڑ دی مہینا پڑھی ترک کر دی اسی طرح روزے اکثر تو رکھے نہیں اور بہت سے رکھے اور قصداً توڑ دیئے۔ کوئی مہینہ رمضان کا ایسا یاد نہیں کہ دو چار روزے قصداً نہ توڑے ہوں اندرونی حالت تو یہ اور لباس علماء و صلحاء کا عقاید اچھے لوگوں کے غرض ظاہر تو ایسا باطن یہ کچھ دروغ و غیبت حسد حب جاہ حب مال اور اسپر عجب تکبر غرض جو کچھ بھی امراض قلبی ہیں سب میرے اندر ہیں اور سب سے اشد مرض یہ ہے کہ امردوں کی محبت میرے دل میں موجود ہے اور یہی جڑ ساری خرابیوں کی معلوم ہوتی ہے اب ایک مہینہ سے اسکی احتیاط کرتا ہوں مگر جب کبھی اتفاقیہ کسی پر نظر پڑ جاتی ہے بہت دیر تک دل میں ہوزش رہتی ہے

کیسی قدر فرمائی آج کل تو اہل دنیا بلکہ بعض نیم ملاں ایسے حضرات کو دیوانہ کہتے ہیں اور حقیقت
میں بشارت کمال ایمان کی دیتے ہیں قال صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا
انہ مجنون کذا فی الحصن ولا یخفی کون الورع ذکرا حکما بل اتقی ایضا ذاکر حکما
کما صرح بہ فی شرح الحصن فکیف بالورع الذی یتوقف عند الشبہات وھذا
تفسیر الورع ورد فی المرفوع اور شبہ مال سے قے ہو جانا ایک حالت ہے جو اتقیا کیلئے لازم
نہیں ہاں اچھی علامت ہے ہو سکتا ہے کہ اعلی متقی کو یہ حاصل نہ ہو اور ادنی کو حاصل ہو جاوے
ولادخل لہ فی التقرب وانما الدخل فیہ للتقوی والورع۔

(۹۲) فرمایا کہ شاہ صاحب موصوف کے بھائی حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب کے وعظ
میں ایک بھنگن آئی آپ نے اسکو خطاب کر کے تبلیغ اسلام فرمائی اُس نے کہا کہ اگر آپ مجھسے
نکاح کریں تو مسلمان ہو جاؤں تاکہ ایک بزرگ کی خدمت میں رہوں ورنہ مسلمان نہونگی
فرمایا کہ بہت خوب چنانچہ اُسکو مسلمان کر کے نکاح کر لیا اور وہ پارسا بیوی ہو گئیں حالانکہ
اس شرط کا قبول کرنا واجب نہ تھا اور جب شاہ صاحب سے اس باب میں کہا گیا تو فرمایا کہ مجھے
خوف ہے کہ اللہ تعالی قیامت کو مجھسے فرماویں کہ ایک فعل جو تمہارے اختیار میں تھا اور اس سے
ایک شخص موحد ہوتا تھا تمنے نہ کیا۔ ف غیر واجب سے سوال بطور محبت نہ بطور عتاب و غضب
ممکن ہے اور اس طریق پر ایمان لانا دنیا اور عقبی میں مقبول و مفید ہے گو اخلاص نہونیکی وجہ سے
گناہ بھی ہو جیسے مؤلفۃ القلوب کا ایمان مگر ایمان لاتے ہی وہ گناہ معاف بھی ہو جاویگا لان
الاسلام یہدم ما قبلہ من حقوق اللہ تعالی وھو منہا واللہ تعالی اعلم۔

(۹۳) فرمایا کہ حیدرآباد سے ایک شخص نے لکھا کہ آپ نے اپنے بھتیجے مولوی شبیر علی صاحب
کی شادی کس طرح کی تھی میں بھی اسی طرح اپنے فرزند کی شادی کرنا چاہتا ہوں میں نے جواب
لکھا کہ تم جو جو امور شادی میں کرنا چاہو اُن کی بابت استفتاء کر لو جو جائز ہوگا اسکی اجازت
دیدی جاویگی جو ممنوع ہوگا اُس سے منع کیا جاویگا جو مناسب ہوگا اُسمیں مشورہ دیدیا جاویگا پھر
فرمایا کہ اس جواب کی وجہ یہ ہے کہ میرا فعل حجت شرعیہ نہیں میں نبی یا معصوم نہیں ہوں جو
شریعت کا حکم ہو وہ مجھسے دریافت کرنا چاہیئے نیز اگر میرا اتباع کا شوق ہے تو یہاں آکر رہنا چاہیئے

۳۹

ف حضرت والا نے اس شادی کا خود انتظام فرمایا تھا جو بہت ہی سادہ اور موافق سنت کے تھا مگر سائل کو اس حالت کا دریافت کرنا نامناسب تھا نیز ان امور کا جواز قبیل واقعات ہیں محفوظ رکھنا یا اسکی تفصیل لکھنا ایک کثیر المشاغل شخص کو کیسے ممکن اور سہل ہے نیز اس سے بڑھکر اور ضروری کام موجود ہیں جن سے فرصت نہیں ہوتی اسوجہ سے جواب مذکور مرحمت فرمایا اور تعلیم بھی فرمادی۔ قلت لا یخفی لطائف انتظامہم علی من صاحبہم وہم مصداق ھذا القول ؎

ھیہات لو یأت الزمان بمثلہ		ان الزمان بمثلہ لبخیل

(۹۴) فرمایا کہ لوگوں سے جو افعال مذمومہ سرزد ہوتے ہیں ان کے منشا کی طرف نظر کرتا ہوں کہ یہ فعل کون سی خباثت باطنی سے صادر ہوا ان افعال کی طرف زیادہ میری توجہ نہیں ہوتی اسلئے کہ مادہ کا استیصال اہم ہے اور اتفاقاً کسی مذموم فعل کا صادر ہو جانا اسقدر مذموم نہیں ہے اسی لئے میں اس کا انسداد اہتمام سے کرتا ہوں اور دوسرے اہل الرائے ان افعال کو دیکھتے ہیں اور ان کے خفیف ہونے کے سبب میرے اس اہتمام پر متعجب ہوتے ہیں۔

(۹۵) فرمایا کسی معاملہ کے متعلق خود اسی معاملہ والے سے مسئلہ دریافت کرنا مناسب ہے اسلئے کہ جب اہل معاملہ ہی سے مسئلہ دریافت کیا جاوے اور پھر اسی کے ذریعہ سے اس شخص پر الزام قائم کیا جاوے تو یہ سوال بری غرض ہی سے ہوا ف قال الجامع۔ اور اگر مسئول عنہ متدین ہو اور کسی طرح سے اسکو معلوم ہو جائے کہ یہ مسئلہ مجھ ہی پر شق کرنے کیلئے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اظہار حق میں بھی کوتاہی کرے تو عجب نہیں۔

(۹۶) فرمایا کہ آج کل مشائخ کے ہاں اصلاح اخلاق کی طرف توجہ نہیں ہے اس بارہ میں بہت زیادہ اہتمام رکھتا ہوں کیونکہ بد اخلاقی سے لوگوں کے حقوق تلف ہوتے ہیں جن کے مواخذہ سے بچنے کیلئے توبہ بھی کافی نہیں تاوقتیکہ اہل حق اپنا حق معاف نہ کرے۔

(۹۷) فرمایا کہ کبھی مجرم کے نفس کا علاج یہ بھی ہے کہ اسکو علانیہ نصیحت کیجاوے تاکہ رسوائی سے اسمیں تذلل اور تکسر پیدا ہو۔

(۹۸) فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رض نے کسی کو ایک گھوڑا بطور صدقہ کے دیا تھا

پھر اُسکو بکتے دیکھا چاہا کہ خود خرید لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عود فی الصدقہ کی بنا پر اس سے منع فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ معاملہ میں اگر احتمال بھی دباؤ کا ہو جیسا اس بائع میں احتمال تھا کہ وہ حضرت عمر رض کی رعایت محض اس لحاظ سے کرتا کہ ان ہی کا تو دیا ہوا ہے ان سے کیا مماکسہ کروں تو ایسی صورت میں ایسے لحاظ و وجاہت سے منتفع ہونا اور دباؤ کے شبہ سے بھی رعایت کے شبہ کا قبول کرنا شرعاً ناپسند ہے بہت زیادہ خیال کرنے کی بات ہے بہت لوگ اسمیں مبتلا ہیں۔

(۹۹) فرمایا کہ آج کل ایسا نازک زمانہ ہے کہ کسی کے معاملہ کے درمیان میں پڑنے سے بجز رنج اور کچھ نہیں ہوتا اور نہ فیصلہ شرعیہ پر لوگ رضامند ہوتے ہیں تمام عمر میں ایک فیصلہ کرکے میری طبیعت خوش ہوئی وہ یہ کہ ایک لڑکی کا نکاح ہو گیا تھا پھر اسمیں جھگڑا ہوا کہ استیذان ولی پر آیا اُس نے سکوت کیا تھا یا انکار اور اسلئے آیا نکاح جائز ہوا یا نہیں اور معاملہ بہت بڑھا اور میرے اوپر مدار فیصلہ کا ٹھہرا میں نے اول اُس لڑکی کے بیانات لئے اور اُسکو حق بات کہنے پر بہت کچھ ترہیب و تخویف کی چنانچہ اُس نے پورا حال بیان کر دیا اور میرے اور اُسکے درمیان میرے گھر میں بات چیت کرنیوالی تھیں چنانچہ عدم جواز نکاح ثابت ہوا پھر بھی امر واقعی میں مجھے اطمینان نہ ہوا اسلئے احتیاطاً یہ کیا کہ ناکح سے کہا کہ عدم نکاح تو ثابت ہو گیا ضابطہ سے لیکن اگر فی الواقع ہو گیا ہو تو تم طلاق دیدو اسمیں تمہارا کچھ ضرر نہیں اور لڑکی سے معافی مہر کی میں نے وکالت حاصل کرلی کہ اگر نکاح ہو گیا ہو تو میں نے مہر معاف کیا چنانچہ ایک طرف سے طلاق اور دوسری طرف سے معافی مہر واقع ہو گئی اور یہ سب تقریباً ایک گھنٹہ کے اندر ختم ہو گیا۔

(۱۰۰) فن تجوید کا یہ قاعدہ ہے ؎

بعد تنوین کے جو ساکن حرف ہو		نون کو تنوین کے تم زیر دو	

جیسے اَمْوَالٌ نِ اِفْتَرَفْتُمُوهَا تو ایسے نون کو بعض قراء اپنی اصطلاح میں نون قطنی کہتے ہیں جسکی وجہ تسمیہ یہ خیال میں آئی جس طرح قطن یعنی روئی دو کپڑوں کے درمیان ہوتی ہے اسی طرح یہ دونوں کلموں کے یا اُن دو کلموں کے طرفین کے درمیان ہوتا ہے ایک کلمہ کیطرف

۴۱

اخیر اور دوسرے کلمہ کیطرف اول کے درمیان جیسے مثال مذکور میں احوال یا اسکے لام اور اقتر فتو ہا یا اسکے قاف کے درمیان میں کہ بوجہ سقوط ہمزہ وصل کے وہ قاف ہی طرف اول ہے نون واقع ہوا ہے۔

(۱۰۱) لفظ تنوین مصدر جعلی ہے نون سے یعنی نون ظاہر کردن۔

(۱۰۲) فرمایا کہ لفظ ان (بمعنی اگر) بعض مواقع میں وَاِن (اگرچہ) کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

(۱۰۳) ۲۴ ذی الحجہ۔ فرمایا کہ کھانا جلد جلد کھانا چاہیے تاکہ رغبت خدا تعالیٰ کی نعمت کی ظاہر ہو اور اعراض سے کھانا اور بے پروائی سے کھانا کفران نعمت الٰہیہ ہے اور اسی لئے جلدی کھانا سنت بھی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی۔

(۱۰۴) فرمایا کہ مجلس میں جب کھانا کھلایا جاوے اور چند آدمی شریک طعام ہوں۔ اور بعض کے پاس کھانا پہونچ چکا ہو اور بعض کے پاس کچھ بھی کھانا نہ پہونچا ہو تو اسوقت بغیر اجازت میزبان کھانا نہ کھانا چاہیے اور اگر سب کے پاس کھانا پہونچ چکا ہو یا بعض کے پاس کچھ ایک قسم کا اور دوسرے کے پاس دوسری قسم کا کھانا پہونچ گیا ہو تو ان دونوں صورتوں میں تاخیر نامناسب ہے اور بلا اجازت کھانا درست ہے اس لئے کہ بدلالت حال اجازت ثابت ہے اور تاخیر بلا ضرورت نامناسب البتہ اگر کہیں عرف سے دونوں صورتوں میں اذن دلالۃً نہ ہونا معلوم ہو تو دونوں صورتوں میں اذن صریح کی حاجت ہے۔

(۱۰۵) فرمایا کہ جس میزبان سے نہایت بے تکلفی ہو اس سے مہمان کو کسی امر کی فرمایش کر دینا غیر مناسب نہیں مگر عین وقت پر فرمایش نہ کیجاوے اس لئے کہ اگر بندوبست نہ ہوسکا تو میزبان کو افسوس ہوگا کہ پہلے سے معلوم ہوتا تو بندوبست کر دیا جاتا اور جہاں بے تکلفی نہ ہو فرمایش نہ کرے۔

(۱۰۶) فرمایا کہ میزبان کو کھانا کھانیکے وقت مہمان کی طرف زیادہ دیکھنا اور اس کے پاس بیٹھکر اسپر اصرار کرنا کہ یہ کھاؤ وہ کھاؤ نامناسب ہے بعض اوقات مہمان اس سے شرما جاتا ہے پس یا تو خود ہمراہ بیٹھکر کھانے میں لگ جاوے یا سب چیزیں رکھکر علیحدہ ہو جاوے غرض مہمان کو بہت بے تکلفی سے کھانے دینا چاہیے۔

(۱۰۷) فرمایا کہ رؤسا کے ہاں جو اسخت عیب ہے کہ پانی وغیرہ کیلئے اُن کو نوکر کھڑے رہتے ہیں

۴۲

ہر وقت بلا قیل وقال خرید و فروخت جاری ہر جسوقت چاہے اُسوقت مل سکتا ہے اور بہت لوگ بہ نیت تجارت کے اپنے گھروں میں خرید کرکے گدام معمور رکھتے ہیں اور فروخت بھی کرتے ہیں اور کوئی عالم علمائے سلف وخلف سے آج تک مانع وغیر مجوز نہیں ہوا بلکہ علمائے محققین سابقین و حال کی فتاوی و تحریرات جائز و درستگی پر پائے جاتے ہیں مگر اسوقت ایک شخص ان ملکوں کی بیع سلم کو بالکل ناجائز و حرام بیان کرتا ہے اور دلیل لاتا ہے کہ بازار میں گدام ہونا شرط ہو اور اس گودام میں ہر وقت خرید و فروخت پایا جانا ضروری ہو اور مخلوق اور گھروں کے گودام کی خرید و فروخت سے درست وجائز نہیں ہوگا اب علماء محققین کی خدمتیں التماس یہ ہو کہ اس صورت مرقومۃ الصدر کے ساتھ ان ملکوں کی بیع سلم وہاں پر درست وجائز ہوسکتی ہے یا نہیں بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرماویں بینوا توجروا۔

الجواب۔ فی الدر المختار ومنقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق ولو انقطع فی اقلیم دون آخر لم یجز فی المنقطع فی رد المحتار وحد الانقطاع ان لا یوجد فی الاسواق وان کان فی البیوت کذا فی التبیین شرنبلالیہ ومثلہ فی الفتح والبحر والنہر وفیہ لم یجز فی المنقطع ای المنقطع فیہ لانہ لا یمکن احضارہ الا بمشقۃ عظیمۃ فیعجز عن التسلیم بحر ج ۴ ص ۲۱۷ و ص ۲۱۸

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئول عنہا میں سلم جائز ہے اور فی البیوت کے معنی یہ کہ انکا بہ قیمت ملنا سہل نہو اور جب وہ ہر وقت بقیمت مل سکتی ہو تو جائز ہے بلکہ اقلیم دون آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر خاص اس بستی میں بھی نہ ملے مگر قرب وجوار سے مل سکے تب بھی جائز ہے۔ ۲ محرم ۳۲ھ

سوال۔ میرے پیر میں جو ہے کی چربی ملنے کو لوگ بتاتے ہیں تو کیا یہ نجس ہو نماز ایسی حالت میں درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فی اصلاح الطب عن العالمگیریۃ الجلد الاول فصل ما یجوز بہ التوضی ما طہر جلدہ بالدباغ طہر جلدہ بالزکوۃ وکذلک جمیع اجزاءہ یطہر بالزکوۃ سوی الدم اھ

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ اگر چربی بلا ذبح اور کسی طریقہ سے مرجو دی تو اسکی چربی نجس رہیگی اور اس سے نماز درست نہوگی البتہ اگر ضرورت شدید ہو ایسے وقت استعمال کرے کہ نماز کے وقت دھو سکے۔　　۳ محرم ۳۳ھ

تحقیق براءت مورث از حق تلفی بصلح وارث

سوال۔ ایک مورث اپنے ورثہ میں سے ایک وارث کیلئے اُس کے حق سے بہت زیادہ وصیت کرکے مرگیا پس یہ تو معلوم ہے کہ مورث سے اس حق تلفی کا مواخذہ ہوگا لیکن اگر وارث بطیب خود جائداد مذکور کو ہر حقدار شرعی کو مطابق حصہ شرعی دیدیں تو مواخذہ حشر اور فشار قبر سے جو اس حق تلفی کی وجہ سے ہوگا مورث کی بریت و نجات ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب۔ مورث پر دو مواخذے ہیں ایک تو اس فعل سے دوسرا اس فعل کے اس اثر سے کہ ایک شخص دوسرے کا حق استعمال کررہا ہے سو قابض کے ہر حقدار کو اس کا حق پہونچا دینے سے دوسرا مواخذہ مرتفع ہو جاویگا اور پہلا مواخذہ اُن کیلئے دعا و استغفار کرنے سے جاتا رہے گا مگر یہ دعا و استغفار اُسی وقت نافع ہوگا جب اولاً ان کے فعل کے اثر کو منقطع کردیا جاوے یعنی ہر حقدار کو اُسکا حق پہونچا دیا جاوے و بدون اسکے صرف دعا و استغفار کافی نہیں۔ ۱۰ محرم ۳۳ھ

۳۲

تحقیق نفی تکلیف

سوال بسلسلہ ذیل میں آنجناب کی تفسیر لا یکلف اللہ نفسا الآیہ دیکھکر ایک خدشہ پیدا ہوا ہے جو معروض خدمت ہے امید کہ جواب سے مشرف فرمایا جاوے وھو ھذا۔ لا یکلف اللہ نفساً سے معلوم ہوتا ہے کہ امم سابقہ بھی خطا و نسیان سے معفو عنہم تھے اور حدیث رفع عن امتی الخطاء والنسیان سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ خطا و نسیان کے مکلف تھے کما اشرتم الیہ فی التفسیر فما وجہ التوفیق بینہما۔

الجواب میری عبارت متعلقہ تفسیر آیت ہذا کے اخیر میں اس سے صریحاً تعرض ہے ملاحظہ فرمایا جاوے اُس کا ضروری حصہ نقل کرتا ہوں تو بھی ممکن ہے کہ جتنے مراتب خطا و نسیان کے اور اسیطرح وساوس و خطرات کے معاف کئے گئے ہیں اُن میں بعض اختیاری ہوں چنانچہ تامل سے یہی معلوم بھی ہوتا ہے اسلئے اُن کا مکلف بنانے میں کوئی اشکال نہ تھا اور حدیثوں میں عن امتی کی قید سے امم سابقہ کا بعض مراتب میں مکلف ہونا مفہوم بھی ہوتا ہے ورنہ محض تکلیف مالا یطاق کی نفی تو لفظ نفساً سے عام معلوم ہوتی ہے سب امم کو اھ۔ ۲۵ محرم ۳۳ھ

سوال - اگر عورت طلاق علی مال میں اپنا عدت کا نان ونفقہ وغیرہ معاف کردے تو کیا معاف ہوجاویگا۔

الجواب - فی الدر المختار خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط فی رد المحتار ای للمہر علی المعتمد کما سیذکرہ المصنف نعم یسقط النفقۃ ولو مفروضۃ کما سیاتی ج ۲ ص ۹۱۵ اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نان ونفقہ معاف ہوجاویگا۔ ۲۰ محرم ۱۳۴۲ھ

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورث نے کچھ زیور نقرئی وطلائی وبرتن وغیرہ اس نیت سے طیار کرائے کہ بوقت شادی اپنی فلاں لڑکی کو بطور جہیز دیں گے وقتاً فوقتاً کسی کسی زیور کو جو تیار ہوکر آتے رہے اپنے اعزہ واحباب کو یہکر دکھایا بھی کہ فلاں لڑکی کو بطور جہیز بوقت شادی دینے کیلئے بنوایا ہے منجملہ اشیاء مسطورہ بالا بعض اشیاء دختر مذکورہ کے زمانہ عدم بلوغ میں تیار ہوئی تھیں اور بعض بعد بلوغ قطعی طور سے نہیں کہا جاسکتا کہ کون کون سی قبل از بلوغ تیار ہوئی تھیں اور کونسی بعد بلوغ۔ بعد بلوغ دختر مذکورہ مورث زائد از یکسال زندہ رہے اور کل اشیاء بدستور بحالت موجودہ بقبضہ مورث رہیں اور مورث نے دختر مذکورہ کی شادی سے قبل انتقال کیا اس صورت میں اشیاء متذکرہ بالا شرعاً متروکہ متوفی قابل ورثہ متصور ہونگی یا تنہا ملک دختر اور مورث کی محض نیت ہبہ یا وصیت کی حد تک پہونچتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب - فی الدر المختار اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعہا لغیرہ لیس لہ ذلک مالم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ فی رد المحتار قولہ لولدہ ای الصغیر واما الکبیر فلا بد من التسلیم کما فی جامع الفتاوی ج ۴ ص ۸۲۴ و ص ۸۲۵ وفی الہدایۃ اذا وہب الاب لابنہ الصغیر ہبۃ ملکہا الابن بالعقد فی العنایۃ والقبض فیہا باعلام ما وہبہ لہ ولیس الاشہاد شرطا الا ان فیہ احتیاطا للتحرز عن جحود الورثۃ بعد موتہ او جحودہ بعد ادراک الولد اھ۔

ان روایات سے امور ذیل مستفاد ہوئے نمبر ۱ - جو زیور وغیرہ اس دختر کی نابالغی کے زمانہ میں بنا ہے وہ اسی کی ملک ہوگیا جن وارثوں کو یہ بات معلوم ہو یا معلوم نہونیکی صورت

میں اسپر شرعی گواہ قایم ہوں ان کو اس زیور و غیرہ میں دعویٰ حرام ہوگا **نمبر ۲** جو اس دختر کے بلوغ کے بعد تیار ہوا ہے وہ مورث کی ملک ہے اور سب ورثہ کا اس میں حق میراث ہے۔ **نمبر ۳**۔ البتہ اگر دختر یا وکیل دختر کا اسپر بھی قبضہ ہوگیا ہو وہ بھی اس کی ملک میں داخل ہو جاویگا اور اگر مصنوع قبل البلوغ و مصنوع بعد البلوغ متمیز نہ ہوں باہم صلح کے ساتھ متمیز کریں۔ ۳۰ محرم سنہ ۳۲ھ

سوال۔ قادیانیوں نے بذریعہ اشتہار ایک حدیث شائع کی ہے اس کا اثر بہت برا پڑ رہا ہے وہ یہ ہے۔ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی حوالہ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صـ۲۴۶ تفسیر ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم جلد صـ۲۴۱ کتاب الیواقیت والجواہر امام سید عبدالوہاب شعرانی صـ۲۲ کتاب مدارج السالکین امام ابن قیم جلد ۲ صـ۳۱۳ شرح مواہب لدنیہ جلد ۶ صـ۴۰ اور تفسیر ابن کثیر مذکور حافظ ابوالفداء عمر قرشی دمشقی نے سنہ ھ میں تحریر فرمائی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ حدیث اگر صحیح ہے تو اس کا کیا مطلب ہے۔

الجواب۔ غالباً اس سے عدم حیات عیسویہ پر استدلال کیا ہوگا لیکن جواب ظاہر ہے کہ حیوۃ سے مراد حیوۃ متعارفہ ہے یعنی حیات فی الارض کہ دارالتکلیف ہے چنانچہ خود حدیث میں لفظ اتباعی اس پر صریح دلیل ہے کیونکہ تکلیف اتباع اسی دارالتکلیف میں ہے اور ان کیلئے ثابت حیوۃ فی السماء ہے جیسا قرآن مجید میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول منقول ہے۔ واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا کہ یہاں بھی ظاہر ہے کہ تکلیف بالصلوۃ والزکوۃ اسی حیوۃ فی الارض کے ساتھ خاص ہے۔ ۱۴ صفر سنہ ۳۲ھ

سوال۔ ہمارے مکان سے چاٹگام شہر خشکی کی راہ سے تین دن کی راہ ہے اسی طرح معمولی کشتی پر جانے سے تین دن کا راستہ ہے ان دونوں صورتوں میں قصر پڑھتے لیکن اسٹیمری چند سال سے چلتا ہے جہاز دخانی پر سوار ہونے سے آدمی آٹھ گھنٹہ میں پہنچتا ہے سو اگر ہم جہاز پر سوار ہو کر چاٹگام جاویں تو راہ میں اور وہاں شہر میں پہنچ کر قصر کریں یا نہ کریں۔

الجواب یہاں قصر کیا جاوے مسافت کا اعتبار ہے گو سواری کے تیز ہونے سے وہ جلدی قطع ہو جاوے جیسا ریل کے سفر میں یہی حکم ہے۔ ۲۰ صفر سنہ ۳۲ھ

(باقی آئندہ)

تحقیق معنی حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین الخ کہ منافی حیات عیسوی در سما نیست

۳۴

صلوٰۃ

اعتبار مسافت در قصر صلوٰۃ نہ اعتبار وقت در سیر اگرچہ بوجہ تیزی سواری سریع کم باشد

سوال۔ ریل کے سفر میں جو مواقع پیش آتے ہیں وہ ذیل میں عرض کیے جاتے ہیں (۱) بحالیکہ ریل چلتی ہوئی ہے اور بیٹھنے کی پٹری موافق رخ قبلہ نہیں ہے یعنی شمال و جنوب ہے اور آئندہ اسٹیشن پہونچنے کے قبل وقت جاتا رہے گا یا اسٹیشن پر اتر کر نماز ادا کرنا بوجہ قلت قیام ممکن نہ ہوگا تو ایک پٹری پر بیٹھکر اور پاؤں لٹکا کر دوسری پٹری پر سجدہ کرنا اس طرح درست ہوگا یا کیا خواہ جماعت ہو یا تنہائی۔

الجواب۔ بیٹھنا بلا عذر درست نہیں ایک پر کھڑا ہو اور دوسری پر سجدہ کرلے۔ ۱۸ محرم ۴۳ھ

سوال۔ پٹری پر بوجہ کثرت آدمیوں کے جگہ نہیں ہے کہ دوسری پٹری پر سجدہ ہو سکے مثلاً وہ لوگ دوسرے فرقہ کے ہیں کہنے سے جگہ دیں یا نہ دیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے یعنی ان سے درخواست کیجاوے یا نہ کیجاوے اگر نہ کیجاوے یا مانگنے سے بھی وہ لوگ جگہ نہ دیں یا ایسی گنجائش ہی نہ ہو تو نماز اشارہ سے پڑھی جاوے یا کیا۔

الجواب۔ درخواست کیجاوے اور جب جگہ نہ دیں تو تختہ کے نیچے نماز کا موقع نکالے اگر کسی طرح ممکن نہ ہو تو پھر سجدہ اشارہ سے کرلے۔ ۱۸ محرم ۴۳ھ

سوال۔ گاؤں کے پٹواری کو جس سے اندیشہ قوی نقصان ہونے کا ہے رشوت دینا کیسا ہے اور یہ رشوت سالانہ مقرر کرلینا بلا کسی قید و کام کے کیسا ہے۔

الجواب۔ جب بدوں دیئے مضرت کا خوف ہو جائز ہے۔ ۱۸ محرم ۴۳ھ

سوال۔ انگریزی دوا جو پینے کی ہوتی ہے اسمیں عموماً (اسپرٹ) ملائی جاتی ہے یہ قسم ہے اعلیٰ درجہ کی شراب کی یعنی شراب کا ست ہے تو جب اس امر کا یقین ہو چکا اور مسلم ہے انگریزی (ہسپتال) کی دوا پینا جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب۔ اسپرٹ اگر عنب و زبیب و رطب و تمر سے حاصل نہ کیگئی ہو تو اسمیں گنجائش ہے لا اختلاف ورنہ گنجائش نہیں لا الاتفاق۔ ۲۱ محرم ۴۳ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں قحط سالی کی وجہ سے سرکار نے تالابوں و نہروں کے کام جاری کیے اور قاعدہ یہ نکالا ہے کہ کام ٹھیکہ داروں کے سپرد کیے جائیں تاکہ وہ بکوشش تمام مزدوروں سے کام لیں اسلئے کہ قحط سالی والے مزدور

سرکاری کام سمجھکر پورا کام نہیں کرتے ہیں سرکار نے ٹھیکہ داراں کو اندازہ بتلا دیا ہے کہ یہ کام اس نرخ سے ہونا چاہیئے اگر اس سے کم ہوگا تو ہم تم سے پیسہ کاٹ لیں گے تم اپنے پاس سے مزدوروں کو پیسہ دیکر کام لو جسقدر تمھارا پیسہ خرچ ہوگا ہم تم کو دیں گے اور دس روپیہ فیصدی کمیشن بعوض تمھاری محنت کے اور دینگے بشرط مذکورہ بالا کہ اگر نرخ مقررہ سے کام ہوا مزدوروں سے کام لینے میں غلطی کی تو ہم اس کا پیسہ تمسے کاٹ لیں گے صورت مسئولہ میں کسی قسم کا ربوا تو نہیں ایسا ٹھیکہ لینا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ بعد تامل کے یہ ٹھیکہ دار اجیر مشترک معلوم ہوتے ہیں اسلئے کام کی تعیین تردید کے ساتھ جائز ہے کہ اگر اتنی مقدار سے کام ہوا تو یہ دیں گے اور اگر اتنی مقدار سے ہوا تو یہ دیں گے جیسا فقہا نے لکھا ہے کہ اگر قمیص سیئے گا تو اتنی اجرت اور اگر قبا سیئے گا تو اتنی اجرت اور دس روپیہ فیصدی کمیشن ہے اسکو بھی اجرت کا جزو کہا جاویگا۔ اس بنا پر اسکے عدم جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ۳۰ محرم ۱۳۳۴ھ

سوال۔ قصاب رعایا میں ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ بمقابلہ دیگر اشخاص کے زمیندار کو کم نرخ پر گوشت دیتے ہیں اور بعض جگہ ایک سیر معین ہے خواہ نرخ کچھ ہو یہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ ایک طرح جائز ہے کہ وہ قصاب اس زمیندار کے مکان میں مثلاً رہتا ہو یا اور کوئی انتفاع اس سے ایسا حاصل کرتا ہو جسکی اجرت لینا شرعاً جائز ہو اور اس اجرت میں یہ بات ٹھہر جاوے کہ ہر ماہ اسقدر گوشت ہم اتنے نرخ پر لیں گے اور مہینہ میں اس مقدار سے زیادہ نہ بڑھیں کم رہے تو مضائقہ نہیں اس طرح درست ہے جتنا احتمال مہینہ بھر میں ہو اس سے کچھ زیادہ مقدار ٹھہرا لینے میں خطرہ نہ رہے گا مگر حساب یاد رکھنا ہوگا۔ ۳ صفر ۱۳۳۴ھ

سوال۔ سرکاری عدالتوں میں شہادت دینے کیلئے زاد راہ ملتا ہے کیا اس کا لینا جائز ہے۔

الجواب۔ جائز ہے لیکن ضروری خرچ سے جو بچے وہ صاحب رقم کو واپس کر دیا جائے اور اگر یہ شخص اہل وعیال کے لئے کوئی کام کرتا ہو اور اس کا کام کا حرج ہو تو اس میں سے اہل وعیال کا خرچ بھی لیلے پھر جو بچے واپس کر دے۔

۱۳ صفر ۱۳۳۴ھ (باقی آئندہ)

۲۰ اجارہ

شہادت

کردیا لیکن ایسے ایسے مکروکید سے کیا ہوتا ہے وقد مکروا مکرھم وعند اللہ مکرھم وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال اور حسب وعدہ خداوندی وانا لہ لحافظون قرآن مجید کے حروف میں کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا چاند پر خاک ڈالنے سے اپنا ہی منہ غبار آلودہ ہوتا ہے ان خرافات سے مجیب صاحب اور ان کے اتباع وہوا خواہ اپنا ہی دین تباہ کرتے ہیں کلام الٰہی اپنی آب و تاب سے اسی طرح باقی ہے اور قیامت تک رہے گا فقط

بحث رسم خط

رسم خط کے متعلق ہمارے زمانہ کے بعض عقلاء خامہ فرسائی فرماتے ہیں اور اپنی ہمہ دانی کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ زید بن ثابت رضنے جب قرآن لکھا تھا اس زمانہ میں قواعد رسم خط بخوبی منضبط نہیں ہوئے تھے اور اس سبب سے بہت سے الفاظ زید بن ثابت رضنے اس طرح لکھی ہیں جو ان قواعد رسم خط سے جو بعد کو منضبط ہوئی مختلف ہیں مگر صرف اس خیال سے کہ جو کچھ زید بن ثابت رض نے لکھا ہے اسمیں تبدیلی نہ ہونے پاوے حضرت عثمان رض نے بھی وہی رسم خط رہنے دی تھی اور اسکے بعد تمام مسلمانوں نے صرف قرآن کی تحریر میں اسی رسم خط کو رہنے دیا اور اسمیں یہانتک غلو کیا کہ اسکے برخلاف رسم خط تحریر قرآن میں اختیار کرنے کو گناہ اور کفر قرار دیا۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت معترض صاحب ماشاء اللہ تاریخ اسلامی میں ماہر کامل ہیں۔ اس تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قواعد رسم خط حضرت عثمان رض کے زمانہ میں منضبط ہوگئے تھے لیکن انھوں نے صرف حضرت زید بن ثابت رض کے اتباع کی وجہ سے بہت سے الفاظ خلاف قاعدہ رہنے دئے حالانکہ یہ بالکل جہالت ہے تاریخ سے قواعد رسم خط حضرت عثمان رض کے بہت بعد منضبط ہوئے ہیں اور یہ امر کہ حضرت عثمان رض نے وہی رسم خط رہنے دیا جسکی موافق حضرت زید رض نے لکھا تھا کسی اثر یا خبر سے ثابت نہیں البتہ ہمارے حضرات علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے رسم خط میں مصاحف عثمانیہ کے اتباع کی تاکید بہت فرمائی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے جو مصاحف اس زمانہ میں لکھے گئے تھے ان میں اس بات کا التزام کیا گیا تھا کہ جس کلمہ میں اختلاف قراءۃ ہے اسکو ایسی طرح لکھا جاوے کہ ہر طرح پڑھ سکیں مثلاً سورہ فاتحہ میں ملک یوم الدین ہیں

کلمہ ملک میں دو قرائتیں ہیں ایک باثبات الف یعنی صیغہ اسم فاعل سے اور دوسری باسقاط الف یعنی مَلِکُ بمعنی بادشاہ تو اسکو ایسے انداز پر لکھا ہے کہ دونوں طرح پڑھ سکیں پس اگر اتباع اس رسم خط کا نہ کیا جاوے گا تو یہ مصلحت فوت ہو جاویگی اور نیز اس اتباع نہ کرنیکی صورۃ میں ہر شخص قرآن مجید کو اپنی قراءۃ کے رسم خط پر لکھے گا تو اسمیں اس توہم کی گنجایش ہے کہ قرآن بس اسی ایک قراءۃ پر نازل ہوا ہے بخلاف اسکے کہ ایسے انداز سے لکھا جاوے کہ سب قراءتوں کے موافق صحیح ہو۔ یہ وجہ ہے اس رسم خط کے اتباع کی لیکن چونکہ اس زمانہ میں قواعد رسم خط ایجاد نہ ہوئی تھے اسلئے بعض کلمات آجکل کے رسم خط کے خلاف ہیں مثلاً سورہ کہف میں بجائے لشیءٍ کے لشائ اور سورہ زمر و سورہ فجر میں بجائے جیئ کے جائ اور سورہ حشر میں بجائے لانتم کے لا انتم لکھا ہے لیکن چونکہ ابتدا سے ابتک اعتماد نقل سینہ بسینہ پر چلا آیا ہے اور کتابت پر کسی زمانہ میں مدار نہیں ہوا اسلئے ان کلمات کا خلاف قواعد رسم خط کے ہونا کچھ مضر نہیں اور قدیم رسم خط سے ان کو اتباع مصحف عثمانی کے موکد ہونے کی وجہ سے نہیں بدلا اور اتباع میں بہت سی مصلحتیں ہیں کما اشرنا الی بعض منہا انفا۔ باقی اسکی مخالفت کو اور اتباع نہ کرنے کو علماء مجتہدین میں سے کسی نے کفر نہیں ٹھیرایا یہ تراافترا اور علماء سے عداوۃ مضمرہ اور حسد کو ظاہر کرنا ہے نعوذ باللہ منہ۔ اور کاش ہمارے معترض صاحب کا دماغ عقل پست اگر ایک ذرہ بوئے محبت سے آشنا ہوتا تو ان کو اسوقت ان کلمات خلاف قواعد رسم خط سے ایک وجد کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی اور انکے تبدیل کرنے کو علماء نے تو کفر نہیں ٹھیرایا بلکہ وہ تو باوجود اسکے کہ قلب میں ایک دریا ناپیدا کنار لئے ہوئے ہیں پھر بھی حدود سے ایک قدم نہیں بڑھے لیکن معترض صاحب ضرور کفر کہدیتے لیکن چونکہ خشک معترض ہیں اسلئے ان کے اور انکے ہم خیال حضرت کے فہم میں بھی یہ مضمون نہ آئے گا۔

مضامین قرآنیہ کے متعلق بحث

مضامین قرآن مجید کے متعلق بعض بدخواہ خیر خواہ نماے اسلام یہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے بعض مضامین اور احکام ایسے ہیں جو توریت یا انجیل یا یہودیوں کی روایت سے مطابقت

رکھتے ہیں اور اُس کا طرزِ کلام ایسا ہے جو زمانۂ جاہلیت کے طرزِ کلام سے مناسبت رکھتا ہی
اور بعض احکام ایسے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی رائج تھے بعض جگہ طریقۂ نظم قرآن ایسا ہے جو
اور مشرک قوموں کی مقدس کتابوں میں بھی جنکو وہ الہامی سمجھتے تھی موجود ہے اور اس سبب سے
مخالفین اسلام نے قرآن مجید پر اعتراض کئے ہیں اور کہا ہے کہ یہ باتیں وہاں سے لیگئی ہیں انتہیٰ
یہ اعتراض نقل کرکے آگے اسکا جواب دیا ہے اُس جواب کے متعلق تو ہم آیندہ کلام کریں گے
اول اس عبارۃ کے متعلق عرض ہی کہ ان حضرت نے یہ جو فرمایا ہے کہ بعض مضامین واحکام
قرآن مجید کے ایسے ہیں جو توریت و انجیل یا یہود کی روایت سے مطابقت رکھتے ہیں اس سے
مترشح ہوتا ہے کہ ناقل نے اس مطابقۃ کو مطلقاً تسلیم کرلیا ہے اور بعد تسلیم کے جواب دیا ہے
اس لئے ضروری ہوا کہ ہم اسکے متعلق کلام کریں پس ہم پوچھتے ہیں کہ ان مضامین سے کون سے
مضامین مراد ہیں اصول یا فروع یا قصص سابقین اگر اصول اور قصص مراد ہیں تو ان مضامین کا
تو کتب الٰہیہ میں یکساں ہونا لازم ہے اختلاف ہونا قابل اعتراض ہی۔ قرآن مجید میں خود موجود ہے
ووصّٰی بہا ابراہیم بنیہ ویعقوب الخ اور ارشاد ہے ان ھذا القراٰن یقص علیٰ بنی
اسرائیل الخ ہاں اسمیں اختلاف کی صرف ایک صورۃ ہی کہ کتب سابقہ چونکہ محرف ہیں اس لئے
اختلاف کا احتمال ہی۔ اور اگر فروع مراد ہیں تو اُن میں مطابقت نہیں ہوسکتی اسلئے کہ ملت
محمدیہ اکثر فروع میں ملل سابقہ سے جدا ہے۔

آگے چلکر جو یہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کا طرزِ کلام زمانۂ جاہلیت کے طرزِ کلام سے مناسبت رکھتا ہے
معلوم نہیں اس سے کیا مراد ہے اگر یہ مطلب ہے کہ فصاحت و بلاغت میں مماثلت ہے تو یہ نری جہالت ہے
واقفان علم معانی اور نیز اُس زمانہ کے بڑے بڑے بلغاء کے اقرار سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ
اس زمانہ کا کلام اگرچہ فصاحت و بلاغت کے مرتبہ علیا پر پہنچا تھا مگر اسپر بھی اُن کے عمدہ سے
عمدہ کلام کو قرآن مجید کی اخصر سورۃ سے کسی درجہ کی مناسبت نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ جاہلانہ
اعتقاد اور زمانۂ جاہلیت کے توہمات میں مناسبت ہی تو صریح کفر اور تکذیب قرآن ہی قرآن مجید
مضامین حقہ سے پر ہے۔ آگے جو یہ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض احکام ایسے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں
بھی رائج تھے اسکے متعلق بھی یہ کلام ہے کہ زمانہ جاہلیت میں دو قسم کے احکام تھے ایک تو وہ

۳۳ب

احکام جنکو سیدنا حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام لیکر آئے تھے اور دوسرے وہ جو انھوں نے جہالت سے اختراع کر لئے تھے چونکہ نزول قرآن مجید اور بعثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسی واسطے تھی کہ احکام باطلہ اور اعتقادات فاسدہ کو رد کر دیا جائے اور احکام صحیحہ کو بحال رکھا جائے اسلئے جو احکام صحیح تھے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ قرآن اُن کو بحال رکھا اور جو لائق رد کے تھے وہ رد کر دئے۔ اسکے بعد مخالفین کا یہ اعتراض نقل کیا ہے کہ قرآن کا طریقہ نظم مشرکین کی کتب اور زمانۂ جاہلیت کے کلام سے مطابقت رکھتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وہاں سے لیا گیا اس قسم کے اعتراض پادری فنڈر اور لالہ اندرمن نے کئے ہیں مگر اُن کے جواب مولانا آل حسن نے استفسار میں اور مولانا محمد علی صاحب بچھرایونی نے کتاب سوط الجبار میں بہت شرح و بسط کے ساتھ دیئے ہیں۔ زمانۂ نزول قرآن میں بھی مشرکین عرب جب قرآن کو سنتے تھے درقصص سابقین اُن کو سنائے جاتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصے اہل کتاب سے سیکھ کر بیان کر دیئے ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے تین آیتوں میں اُن کا رد نہایت بلیغ طرز سے فرمایا ہے ہم اُن آیتوں کو علیحدہ علیحدہ مع اُن کی تفسیر کے لکھتے ہیں آیۂ اولیٰ وقال الذین کفروا ان ھذا الا افک افتراہ واعانہ علیہ قوم اٰخرون فقد جاؤا ظلما وزورا ترجمہ آیۃ کا یہ ہے اور کہا کافروں نے کہ یہ قرآن تو نرا جھوٹ ہے جسکو محمد نے گھڑ لیا ہے اور اُسکی مدد کی دوسرے لوگوں نے تو یہ لوگ آئے ناانصافی اور جھوٹ پر امام فخر الدین رازی رحمہ نے اس آیۃ کی تفسیر میں جو نقل کیا ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جو کفار کے اس اعتراض کے جواب میں صرف فقد جاؤا ظلما وزورا پر اکتفا فرمایا ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ ہر عاقل کو معلوم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو علی الاعلان قرآن کے مقابلہ کے لئے بلایا اور اُسوقت کفار فصاحت و بلاغت کے درجہ علیا پر پہونچے تھے آپکے اقوال کے رد پر نہایت حریص تھے چنانچہ اُنکی یہ حرص اُن کے اس قول سے ظاہر ہے کہ جو اُن کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں نقل فرمایا ہے تو اگر اُن سے مقابلہ اور معارضہ قرآن کا ممکن ہوتا تو وہ کسر نہ کرتے اور یہ نسبت اس قول کے جو آیت میں نقل کیا گیا ہے یہ معارضہ و مقابلہ اُن کے مدعا یعنی حضور کے رد میں زیادہ اُن کو مدد دینا

ملہ جو مصنف ہیں کتاب البرہان کے جسکا خلاصہ اور تسہیل ہم کر رہے ہیں ۱۲

(باقی آیندہ)

۳۴

مکتوبات خبرت

ضمیمہ ملفوظات خبرت حصہ چہارم بابت سنہ ۱۳۳۲ھ

یہ مکتوبات ان ملفوظات ہی کا ایک جزو ہے صرف اتنا تفاوت ہے کہ ایک تو حضرت مولانا دام ظلہم کی محض تقریرات متفرقہ کا مجموعہ ہے اور دوسرا بعض ایسی تحریرات کا جیسا کہ اجمالاً خود دونوں کا عنوان بھی اسپر دال ہے۔ اور تفصیلاً مکتوبات ضمیمہ ملفوظات حصہ سوم سنہ ۱۳۳۲ھ کی تمہید میں مذکور ہے جو مستقلاً شائع ہونے کو ہے ہمنے سنہ رواں کے جب ملفوظات کو اس رسالہ میں دینا تجویز کیا تو ہمکے اس جزو کو بھی کہ بشکل مکتوبات ہے چھوڑنے کی کوئی وجہ نہ پائی۔ (نائب مدیر)

(۱) منہیہ متعلقہ شعر در گلستان ارم دوش چو از لطف ہوا الی آخر البیتین واقع رسالہ عرفان حافظ ردیف الراء۔

میں نے متن رسالہ میں تو ان اشعار کا اپنے فہم میں منا لکھا اور پھر حاشیہ میں انکی کچھ توجیہ لکھی ہے اسکے بعد سنہ ۱۳۳۲ھ کے دو ثلث گذر نیکے بعد اتفاقاً مرادآباد جانے کے وقت مولانا محمد صدیق صاحب سے پھر ملاقات ہوئی انھوں نے پھر ان اشعار کی نسبت یہ فرمایا کہ شعر اول کا مصرع اول بعض نسخوں میں اور طرح پایا گیا ہے یعنی بعض میں تو اسطرح ع در گلستان جہاں دوش چو از لطف ہوا۔ اور بعض میں اسطرح ع در گلستان جہاں دوش چو انا از لطف مگر اس نسخہ ثانیہ پر قلم بھی لگا ہوا ہے اھ یہ اختلاف نسخ سننے کے بعد آج میں نے پھر غور کیا تو نسخہ اولیٰ کی یہ تقریر ذہن میں آئی کہ میں نے گلستان عالم میں گذشتہ زمانہ میں (اور دوش سے یہی مراد ہے نہ کہ خاص شب متصل) چونکہ لطف ہوا کے سبب سنبل میں تمایل ہو رہا تھا اور آج جا کر دیکھا تو چونکہ خزاں کے سبب کچھ بھی نہ رہا اس سبب سے میں نے اس کے منبت کو خطاب کیا کہ اے سند جم کہ گذشتہ زمانہ میں تجھپر گل اور سنبل کہ سلطان چمن ہیں مشابہ شاہ جم کے تیرا وہ سامان آرائش کہ مشابہ جام جم کے تھا مجا مع التزئین کہاں گیا۔ اس نے بزبان حال کہا کہ وہ سب فنا ہو گیا پس مصرعہ اولیٰ شعر اول میں کلمہ چو ظرفیہ نہیں تا کہ آشفتن اور گفتن کا

زمانہ متحد ہو بلکہ شرطیہ ہے اور ایک جزو شرط کا مقدر ہے جس پر قرینہ مقام دال ہے خصوص لفظ دوشش کہ اس سے انقطاع بھی مفہوم ہوتا ہے یعنی اولاً می آشفت باز آں آشفتگی شگفتگی شد لہذا گفتم الخ اور مقصود اس مضمون سے وہی توجیہ ہو گی جو تنبیہ سابقہ میں لکھی ہے اور نسخہ ثانیہ کی اول تو اسکی توجیہ ضروری نہیں کہ وہ قلم زن پایا گیا اور اگر اس سے قطع نظر کیجاوے تو اس میں بقرینہ مقام کلمہ شرط مقدر ہوگا اور لطف سے مراد وہی لطف ہوا ہوگا اور جوانا میں الف ندا کے ہونے سے مخاطب کو یہ صفت جوان خطاب ہو جاویگا اور مطلب کی وہی تقریر ہو گی جو بھی لکھی گئی اور دونوں تقریر بلکہ تقدیر تقریر تنبیہ سابقہ پر بھی خود یہ اشعار بھی اور انکے بعد کا شعر سخن عشق نہ آنست الخ بھی سب اپنے مضمون میں مستقل ہونگے جیسا کہ غزل میں سابق و لاحق کے ارتباط کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ عجیب اتفاق ہے کہ پہلا تنبیہ بھی عشرہ اولیٰ محرم میں لکھا گیا تھا اور یہ تنبیہ بھی عشرہ اولیٰ محرم میں لکھا گیا البتہ سنہ بدلا ہوا ہے یعنی ۱۳۴۲ھ ۔ ۴ محرم ۱۳۴۳ھ

(۲) سوال ۔ احقر پس غائبانہ مجرد بدیدن تصنیفات و تالیفات حضور والا چناں معتقد شدہ است کہ بدیگرے ہرگز بمثل حضور اعتقاد نمی شود سو غلبہ محبت از شیخ طریقت ہم بسوئے شما زیادہ می باشد (احقر بیعت ہم شدہ است و شیخ طریقت بمتابعت نبوی مسمار و ارچسپیدہ است) القصہ ایں احوال با شیخ خود ذکر کردہ ام لیکن اوشان ارشاد فرمودند کہ ع درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست + و نیز فرمودند کہ حضرت مولانا دام برکاتہ مجتہد سلوک زمان حال ما ہستند و ایں محبت سعادت دارین می باشد حال احقر بہ ایں حد رسیدہ است کہ کتاب دعوات عبدیت یا دیگر از تصنیفات حضور والا می خوانم چناں مے پندارم کہ گویا در حضور نشستہ گفتگو می کنم یا مے شنوم و گاہ بگاہ کہ از شما صاحبان بطور استفسار نیاز نامہ روانہ کردہ پرسیدہ می شود بسبب آنکہ از شما صاحبان دستخط برسد او را دیدہ دل را خوشنود می سازم اگرچہ بسوئے حضور والا اعتقاد بہ ایں حد رسیدہ است لیکن از شیخ ہم کم نشدہ است و بے اعتقاد نشدہ ام و برائے خود شیخ کامل می دانم و محبت شما صاحبان کہ بہ ایں حد رسیدہ است او ہم از آں یافتہ ام و نیز بشفقت اوشاں از ورطہ ضلالت بدر شدم خبردار نہ اسلام شدہ ام (اگرچہ از اسلام بعید ایستادہ ام)

۵ سالکا اسلام گر آساں بدے　　　ہر کسے چوں شبلی و ادہم بدے

الحمد للہ والمنۃ کہ پنج وقت نماز بجماعت می خوانم و برائے رضائے خداوند تعالیٰ اذان مے گویم و امامت (اگرچہ لایق نیستم لیکن بہ نیک گمان مسلمان شدہ ام) میکنم و امر بالمعروف و نہی عن المنکر بقدر ضرورت میکنم و از کسے ہراسے ندارم جز حق سبحانہ و تعالیٰ کسے را روزی دہندہ و عزت و ذلت دہندہ نمیدانم و روزانہ یک ساعت یا کم و بیش تدریس قرآنیہ و علم دین بمدد گارے طالب علمان می کنم۔ ایں کارہائے کہ بیان کردہ شدہ اند بعد از بیعت کردہ مے شوند پیش از آں فقط نماز مے خواندم آں ہم بلا جماعت گاہ گاہ باجماعت از شیخ جیا منتفع شدہ ام ادر فکر ایں احقر آں شیخ کامل است پس آں غلبہ محبت کہ بسوئے شما صاحبان ست علاج او چہ کنم اگرچہ دل را مستحکم می سازم لیکن محبت امر غیر اختیاریست بلا سبب بیعت شکستن موافق قول حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز ناجائز ست دریں باب چہ کنم۔

جواب بدون ضرورت شرعیہ بیعت شکستن موجب خسران و حرمان می باشد۔

سوال۔ بغیر شکستن بیعت ہم بیعت دوم جائز ست یا نہ (دریں صورت)

جواب۔ ازیں اکثر قلب شیخ اول مکدر می شود و ایں حجاب برکات ست۔

سوال۔ بغیر بیعت از صحبت نفع بمثل بیعت می رسد یا نہ۔

جواب۔ میرسد برضای شیخ اول۔

سوال۔ اگر نمے رسد دریں صورت چہ باید کرد۔

جواب۔ احتمال نمے رسد منتفی ست چنانچہ نوشتہ شدہ۔

سوال کسے کہ بہ امراض باطنی مبتلا باشد او را بخدمت اقدس حضور چند عرصہ ماندن ضرورت کہ صحت کلی یابد۔

جواب۔ ہیچ مدت معین نمی تواند شد بہ اختلاف امراض و اختلاف استعداد مدت مختلف میشود۔

سوال۔ احقر در مدرسہ پرائمری بطور معلم ملازمت میکند در کتاب ہائے سندھی تصاویر

موجود باشند و در مکتب ہائی ہم آویزاں میکنند احقر تصاویر مسدود کردہ است و در صورت مسدود دبودن بر دیوارمے مانند از برائی آنکہ بطور ملکیت سپردہ شدہ اند حفاظت کردن اوشان ضرورست اگرچہ تصاویر را بدل بدمے دانم و کودکان را آئین تعلیم می دہم لیکن حکم در بارۂ ایں صورت این ست کہ در آنجا تدریس کردن ہم مکروہ است حفاظت تصویر گناہ اگرچہ حفاظت کردہ نشود قیمتش مے ستانند و تصویر دیگری می دہند تنخواہ (۳۴) روپیہ ماہوار است اکنوں بخدمت التماس میکنم کہ چہ کنم اگر ملازمت رہا میکنم وجہ معاش بصورت دیگر طلب کردن خواہد افتاد پس گاربائی بالا ازیں بندہ شدن محال ست دریں صورت رشوت وغیرہ نیست لیکن گناہ ست یک گناہ ہم بسیار ست وصد ہزار حسنات کمتر باشند دیگر جائداد ملکیت ندارم از شما صاحبان بطور مصلحت مے پرسم کہ دریں صورت چہ کنم عرصہ ملازمت نہ سال گذشتہ ست عمر خبرے ندارم کہ باقی چیست۔

جواب۔ ملازمت ترک نمودن مناسب نیست کہ اکنوں یک بلیاست ممکن ست کہ از ترک در بلیات متعددہ مبتلا باشند از حق تعالیٰ استغفار و دعای خلاص کنند ۲۳ محرم ۱۳۳۴ھ

(۳) سورۃ الحجرات قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم الی قولہ تعالیٰ ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ اس آیت کے متعلق خود مترجم نے یہ عبارت لکھکر دی وہی ہذہ۔

احقر نے اپنی تفسیر میں اس مقام پر اولاً یہ لکھا تھا "اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات رفع صوت الی قولہ گو اور معاصی موجب حبط نہیں ہوتے لیکن یہ اس عام سے مخصوص ہے ثم الی قولہ لا تشعرون کے یہی معنی ہیں اور اس تقریر پر جو شبہ ہوسکتا تھا کہ اسمیں تو معتزلہ وخوارج کے استدلال کی بھی گنجایش نہ رہی الی قولہ نہایت مافی الباب یک معصیت کو بھی حابط اعمال کہنا پڑیگا سو اس موجبہ جزئیہ کی نقیض کوئی سالبہ کلیہ منصوص نہیں۔ ثم الی قولہ قایل ہونا رجح ہے یہ تھی تقریر مقام کی جو تفسیر میں اختیار کیگئی تھی مگر بعد میں ایک یہ جز قلب میں کھٹکنے لگا کہ اہل سنت کے اس قاعدہ کو جو ظاہراً عام معلوم ہوتا ہے کہ معاصی حابط اعمال نہیں مخصوص کہنا پڑیگا جس پر بجز ضرورت توجیہ قریب آیت کے اور کوئی دلیل نہیں

(باقی آیندہ)

پھر ذرا حکمت الٰہی کو دیکھو کہ بادل کو ہوا سے کس طرح چلاتے ہیں جس سے ایک جگہ بارش بند ہو جاتی اور دوسری جگہ جہاں بارش کی ضرورت کھیتی کیلئے ہوتی ہے بادل منتقل ہو جاتے ہیں اگر حق تعالیٰ کا یہ احسان نہ ہوتا کہ اس نے ہواؤں کو پیدا فرمایا تو بادل بوجھل ہو کر ایک ہی جگہ ٹھیرے رہتے جس سے زمین کو نفع کے بجائے ضرر پہونچتا۔

نیز اس پر بھی غور کرو کہ کشتیاں اور جہاز ہوا کے ذریعہ کس طرح چلتی ہیں اور انکی تیز رفتاریں ایک اقلیم سے دوسری اقلیم تک کس طرح پہونچ جاتی ہیں اور اس طریقہ سے تمام ممالک میں وہ چیزیں پہونچ جاتی ہیں جو اُن میں پیدا نہیں ہوتیں۔

اگر کشتیاں اور جہاز ہوا کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوا کرتے تو یہ چیزیں صرف اُسی جگہ میں رہتیں جہاں کہ پیدا ہوتی ہیں اور ظاہر ہے کہ جانوروں کے ذریعہ ان چیزوں کا دور دراز ممالک میں پہونچانا سخت دشوار ہے اور بندوں کو ہمیشہ اسکی ضرورت رہتی ہے کہ چیزیں اُن کے ممالک میں پیدا نہیں ہوتیں اُن سے منتفع ہوں نیز جن شہروں میں کوئی نئی چیز پیدا ہوتی ہے وہ بھی نفع کے خیال سے اُسکو باہر پہونچانا چاہتے ہیں کیونکہ اُسکی قدر دوسری جگہ بہت زیادہ ہوتی ہے۔

حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں (وَاَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ) اور بھیجتے ہیں ہم ہواؤں کو جو بادلوں کو بوجھل کرنیوالی ہیں پھر اتارتے ہیں ہم آسمان سے پانی پھر تمکو اُس سے سیراب کرتے ہیں اور تم پانی کو اپنے پاس جمع نہیں کرسکتے۔

اے عزیز! جاننا چاہیے کہ آسمان و زمین کے درمیانی حصہ میں ہوا بھری ہوئی ہے اور اگر ہوا نہ ہوتی تو تمام خشکی کے جاندار ہلاک ہو جاتے ہوا کیساتھ سانس لینے سے تمام حیوانات کے بدن میں حرارت معتدل ہو جاتی ہے اسلئے کہ خشکی میں رہنے والے جانداروں کیلئے ہوا ایسی ہے جیسا کہ سمندر کے جانوروں کیلئے پانی پس اگر تھوڑی دیر کیلئے ہوا اہل عالم سے منقطع ہو جائے تو حرارت بدن قلب میں پہونچ جائے اور اُن کی ہلاکت کا سبب بنجائے۔

پھر غور کرنا چاہیے کہ ہوا کے ذریعہ سے بادل جو چلتے پھرتے ہیں اسمیں کتنی بڑی حکمت ہے کہ ایک جگہ سے بارش منقطع ہو کر بادل دوسری جگہ پہونچ جاتے ہیں جہاں زراعت وغیرہ کیلئے بارش کی ضرورت

۲۲۳

ہوتی ہے اگر حق تعالیٰ ہوا کو پیدا فرما کر اپنا لطف و کرم ظاہر نہ فرماتے تو بادل بوجھل ہو کر ایک ہی جگہ ٹھیرے رہتے اور زمین کو بارش سے منفعت حاصل ہونی دشوار ہو جاتی (کیونکہ ایک جگہ متواتر بارش ہونے سے بیج خراب ہو جاتا ہے)۔ پھر دیکھئے ہوا کے ذریعہ سے کشتیاں اور جہاز کس طرح چلتے ہیں اور ہوا کی تیزی سے کہاں سے کہاں پہونچ جاتے ہیں کشتیوں میں بار کر کے ایک اقلیم سے دوسری اقلیم کی طرف وہ چیزیں پہونچائی جاتی ہیں جو انمیں پیدا نہیں ہوتی ہیں اگر کشتیاں ہوا کے ذریعہ سے نقل و حرکت نہ کیا کرتیں تو یہ چیزیں صرف اسی اقلیم تک محدود رہتیں جہاں کہ وہ پیدا ہوتی ہیں اور ظاہر ہے کہ جانوروں کے ذریعہ سے ان چیزوں کا دوسری اقلیم میں پہونچانا سخت دشوار ہوتا اور مخلوق اسکی حاجتمند ہے کہ اُن کی طرف ایسی چیزیں پہونچائی جائیں جو اُن کے ملک میں پیدا نہیں ہوتیں۔ اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں مال پہونچانے سے بڑے بڑے بے شمار فوائد ہیں کم از کم یہی فائدہ ہوتا ہے کہ دوسرے ملک میں نئی چیز کی قدر ہوتی ہے تو اسکی تجارت میں نفع بہت ہوتا ہے پھر دیکھنا چاہئے کہ ہوا میں لطافت کسقدر ہے کہ وہ اپنی لطافت کی وجہ سے تمام اجزاءِ عالم میں داخل ہو کر اپنی حرکت سے زمین کی عفونت اور بدبو کو زائل کر دیتی ہے اگر ہوا نہوتی تو تمام آبادیاں متعفن اور سخت بدبودار ہو جاتیں اور انسان و حیوان وبا اور بیماری سے ہلاک ہو جاتے پھر دیکھئے ہوا میں کیسی بڑی حکمت ہے کہ اُسکے ذریعہ سے باریک غبار اور ریت باغوں میں پہونچتا ہے تو اُس مٹی کی وجہ سے درختوں کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ ہوا سے مٹی اڑ اڑ کر پہاڑوں کو ڈھانپ لیتی ہے یہاں تک کہ جب زیادہ مقدار میں مٹی جم جاتی ہے تو پہاڑوں پر زراعت بھی ہو سکتی ہے اور سمندر کے کناروں پر جتنی چیزیں سمندر کے اندر سے نکلکر پہونچتی ہیں یہ سب حرکت ہوا ہی کی بدولت ہے عنبر وغیرہ بڑی بڑی قیمتی اور نافع چیزیں سمندر سے نکلتی ہیں جنکی بہت کاموں میں مخلوق حاجتمند ہے۔

پھر دیکھئے ہوا کی حرکت سے بارش کس طرح متفرق ہو کر نازل ہوتی ہے کہ قطرہ قطرہ ہو کر زمین پر پہونچتی ہے اگر یہ حرکت ہوا کی نہوتی تو پانی زمین پر دفعۃً ایک دہار بنکر نازل ہوتا (جس طرح کہ مشک کے اندر سے نکلتا ہے) اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں جسپر بھی پانی کی دہار پہونچ جاتی وہ ہلاک ہو جاتا۔

۲۴

اب بارش قطرہ قطرہ ہو کر نازل ہوتی ہے پھر وہ قطرات جمع ہو کر دریا اور نہریں بنکر زمین میں بہتی ہیں جس سے کسی قسم کا ضرر نہیں ہوتا بلکہ کامل طور پر مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

پس اُن آثار رحمت الٰہی پر نظر کرنی چاہیئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق پر کس درجہ لطف وکرم فرماتے ہیں اور اپنے ملک و حکومت کیلئے کس درجہ مدبر ہیں پھر دیکھئے یہ نعمت باوجود اس عظیم منفعت کے کس درجہ عام ہے کہ کوئی جگہ ہوا سے آپکو خالی نہیں مل سکتی۔

چنانچہ حق تعالیٰ نے بھی عقول سلیمہ کو اس جلیل القدر نعمت پر متنبہ فرمایا ہے ارشاد فرماتے ہیں هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔

پھر پوری نعمت اور عظیم حکمت ہوا میں یہ بھی ہے کہ اسکی وجہ سے کبھی بارش ہوتی ہے کبھی بادل کھل جاتا ہے اور یہ دونوں باتیں یکے بعد دیگرے ہوتی رہتی ہیں تاکہ نظام عالم درست رہے اگر ان دونوں میں سے ایک ہی حالت ہمیشہ رہا کرتی تو بڑی خرابی ہوتی ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کبھی بارش زیادہ اور پے درپے ہوتی ہے تو کھیتیاں اور بیج سڑ جاتے ہیں اور مکانات ومحل گر جاتے ہیں اور راستے بند ہو جاتے ہیں جس سے سفر دشوار ہو جاتا ہے اور بہت سی صنعتیں اور پیشے رُک جاتے ہیں اگر ہمیشہ بارش بند رہا کرتی تو بدن خشک ہو جاتے نباتات پر بھی خشکی غالب ہو جاتی اور چشموں اور تالابوں کا پانی متعفن ہو جاتا جس سے مخلوق کو ضرر عظیم پہونچتا ہوا میں بھی خشکی غالب ہو جاتی جس سے ایک دوسرا ضرر بیماریوں کا پیدا ہو جاتا اور اس حالت میں غلوں کا نرخ بھی گراں ہو جاتا اور کھیت اور چراگاہیں بیکار ہو جاتے شہد کی مکھی کو وہ رطوبت دستیاب نہ ہوتی جسکو وہ پھولوں سے چوستی ہے تو شہد بھی نہ پیدا ہوتا (غرض ان دونوں حالتوں میں سے اگر صرف ایک ہی حالت ہمیشہ رہا کرتی تو مخلوق کیلئے سخت مصیبت کا سامنا ہوتا) اور جب دونوں حالتیں یکے بعد دیگرے ہوتی رہتی ہیں کہ کبھی بارش ہے کبھی آسمان کھلا ہوا ہے تو ہوا میں بھی اعتدال رہتا ہے اور ہر حالت دوسری حالت کے ضرر کو دفع کرتی رہتی ہے جس سے تمام چیزیں درست رہتی ہیں اور یہی انتظام مشیت الٰہی سے ہمیشہ رہتا ہے

اگر کبھی ایک حالت سے کوئی ضرر پہونچتا ہے تو اُس سے انسان کو تنبیہ منظور ہوتی ہے تاکہ اس ضرر کو دیکھکر وہ نعمت الٰہی اور اُسکی رحمت وکرم کا تصور کرے کہ ہمیشہ وہ اپنی مخلوق کو ان ضرتوں سے بچاتا ہے ورنہ اگر فضل ورحمت نہو تو وہ قادر ہے کہ بارش اسقدر نازل کردے جس سے کھیت برباد اور غلہ خراب ہوجائے یا قحط سالی کردے جس سے مخلوق بھوکی مرنے لگے اس تصور سے انسان کو ظلم ومعصیت سے رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے تو کبھی کبھی ایک حالت کے دائم رہنے سے جو ضرر پہونچ جاتا ہے اُس سے مقصود مخلوق کو متنبہ کرنا ہوتا ہے کیونکہ غفلت کا علاج مصیبت ہی سے ہوا کرتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کسی شخص کے بدن میں بیماری پیدا ہوتی ہے تو اُسکو مناسب مزاج ایسی دوائیں دیجاتی ہیں جو کڑوی اور ناپسند ہوتی ہیں تاکہ بدن درست اور اُسکا فساد دور ہوجائے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَلٰکِنْ یُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَاءُ اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرٌ بَصِیْرٌ یعنی خدا تعالیٰ جسقدر چاہتے ہیں اُتنی بارش نازل کردیتے ہیں بیشک وہ اپنے بندوں کی حالت سے واقف ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔

آٹھواں باب حکمت پیدائش آتش میں

حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ترجمہ اے عزیز خدا ہمیں اور تمکو توفیق دے جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے آگ کو پیدا فرمایا اور یہ بہت ہی بڑا انعام ہے بندوں پر اور چونکہ آگ کے بکثرت پھیلنے میں فساد عالم کا اندیشہ تھا اسلئے حق تعالیٰ نے اُسکو اپنی حکمت سے محصور بنادیا کہ جب اُسکی ضرورت ہو موجود ہوجاوے اور جس کام میں اُسکی حاجت ہو استعمال کرلیجاوے۔

پس آگ مثل ہوا اور پانی کے پھیلی ہوئی نہیں ہے بلکہ خاص خاص اجسام میں چھپی رہتی ہے۔ اور آگ میں بیشمار منافع ہیں ایک تو بڑی حکمت یہی ہے کہ اُس سے کھانے پینے کی چیزوں کی اصلاح ہوتی ہے اگر آگ نہوتی تو کھانیکی چیزیں پختہ نہو سکتیں کچی ہی رہا کرتیں اُن میں ترکیب اور اختلاط پیدا نہو سکتا اور جو کوئی ان چیزوں کو کھانے پینے میں استعمال کرتا اُسکے اچھی طرح ہضم نہو سکتیں پس باری عزشانہ کے اس لطف وکرم پر بغور نظر کرنی چاہیئے جو اُسنے اس مشکل امر کو سہل کرکے تمام مخلوق پر کیا ہے

الاحکام الاتفاقیہ

متعلق ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

اس ماہ میں ایک عمل مروج گیارہویں کا ہے جسمیں چند امور قابل تحقیق ہیں۔

اول۔ اس عمل کی حقیقت۔ سو رواج حال کے موافق یہ عمل حضرت غوث اعظم رحمہ کے ایصال ثواب کیلئے موضوع ہوا ہے اور احقر نے چند ثقات سے سنا ہے کہ یہ عمل خود حضرت قدس سرہ کا تھا جس سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایصال ثواب فرماتے تھے اور چونکہ کوئی روایت حضرت قدس سرہ کی وفات گیارھویں تاریخ میں واقع ہونیکی نہیں چنانچہ ایک قول ربیع الآخر کی نو تاریخ کا ہے اور ایک قول سترہ تاریخ کا ہے اور شیخ دہلوی نے ماثبت بالسنۃ میں اول کو راجح اور دوسرے کو بے اصل کہا ہے اور اہل اعراس کی عادت تاریخ کی رعایت کی ہوتی ہے سو اول تغیر تو اس عمل میں باوجود دعوئی محبت واتباع کے لوگوں نے یہ کیا ہے **امر دوم** اس عمل میں عقیدت۔ اس عمل کے اکثر ملتزمین کا یہ اعتقاد ہے کہ اس عمل سے حضرت قدس سرہ کی روح خوش ہو کر ہماری حاجات دنیویہ مالیہ و انفسیہ مثل ترقی معاش وحفظ النفس والاولاد من الآفات میں امداد فرماویگی نیز بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کے ناغہ کرنے سے حضرت کی روح مبارک ناخوش ہوگی اور اس سے کسی آفت میں ابتلاء ہو جاویگا اور ایسے اعتقادات کا بوجہ استلزام اعتقاد استقلال فی التصرف نقلاً وعقلاً منکر ہونا ظاہر ہے اسی طرح یہ اعتقاد ہے کہ کہ تعیین تاریخ کی شرط ہے خاص ثمرات مقصودہ کی اور غیر لازم سمجھنا ظاہر ہے کہ خود تجاوز ہے حدود شرعیہ سے اور بعض متکلفین جو ایسی تعیینات کی کچھ اصلیں بیان کیا کرتے ہیں سو تخییل محض وتحمل بحت ہے چنانچہ شیخ دہلوی نے بعض متاخرین مغاربہ سے اول کچھ نقل کیا پھر شیخ متقی رحمہ کے قول سے اسپر استدراک فرما دیا کہ۔ لَمْ یَکُنْ فِیْ زَمَنِ السَّلَفِ شَیْئٌ مِّنْ ذٰلِکَ[ع]

امر سوم۔ اس عمل میں نیت۔ ان عاملین میں کل یا اکثر کی نیت اغراض ومصالح دنیویہ کی درستی ہی ہوتی ہے حالانکہ طاعت مالیہ کے ایصال ثواب کا حاصل باعتبار ابتداء کے صدقہ ہے کہ کچھ مال کسی مسکین پر تصدق کیا اور باعتبار انتہار کے ہدیہ ہے کہ اس تصدق کا

ع متقدمین کے زمانہ میں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔ ۱۲

ثواب کسی کی روح کو پہنچا دیا جیسا خود وہ میت کچھ صدقہ دیتا اور اُس کا ثواب اُس کے پاس ذخیرہ رہ جاتا اور صدقہ و ہدیہ دونوں نیت مذکورہ کے منافی ہیں مثلاً اگر خود حضرت قدس سرہٗ کسی کو کچھ صدقہ دیتے تو کیا آپکا مقصود دنیا ہوتی یا محض ثواب ہوتا آپکی شان تو بہت ارفع ہے ادنیٰ درجہ کا اخلاص بھی کسی کو ہوگا وہ طاعت میں دنیا کو مقصود نہیں بنا سکتا یہ تو صدقہ کے پہلو میں نظر تھی اب ہدیہ کے پہلو کو دیکھ لیا جاوے اگر حضرت قدس سرہٗ زندہ ہوتے اور آپکی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرتا تو کیا آپ سے دنیا کا کوئی کام نکالنے کی نیت سے ہوتا یا محض محبت اور حضرت کا دل خوش کرنے کے لئے ہوتا پھر اب اس نیت کو کیوں بدلا جاتا ہے اور اس نیت کے ہوتے ہوئے حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ محبت و خلوص کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

امر چہارم اس عمل کی ہیئت۔ بجائے مساکین کے اپنے گھر والوں کو یا اغنیا کو حصہ تقسیم کیا جاتا ہے جس سے صاف شبہ ہوتا ہے کہ ایصال ثواب مقصود ہی نہیں محض خاص ہی منّات کو اغراض مخصوصہ میں دخیل ہونے میں کافی سمجھا جاتا ہے خاص تعینات مثل تخصیص اطعمہ و تخصیص مقدار فلوس یا روپیوں کو ضروری سمجھتے ہیں جن کا اولاً بے اصل ہونا اور ثانیاً مزاحم اصول شرعیہ ہونا ظاہر ہے بعضے اُن اطعمہ کے احترام میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی چیز کا اس سے عشر بھی احترام نہیں کرتے کیا اسکو غلو نہ کہا جاویگا۔ یہ تفریطات تو عوام کی تھیں۔ **امر پنجم**۔ اس امر میں بعض خواص کی زلت بعض مشتغلین بالباطن اس عمل کے امتثال سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان حضرات کی ارواح ہمسے خوش ہو کر مقاصد سلوک میں امداد کریں گی اور فیوض باطنی پہونچاویں گی سو اسمیں بھی مثل امر دوم کے محذور اعتقاد استقلال فی التصرف کا لازم ہے اور اسمیں جو تاویلیں محتمل ہیں انکی تحقیق تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ صفحہ ۱۲ میں خوب کردی گئی ہے جو قابل ملاحظہ ہے اس امر پنجم اور امر دوم میں بجز اس کے کہ وہاں مقاصد جسمی اور یہاں روحی ہیں اعتقادی حالت میں کچھ تفاوت نہیں جو اصل منشا ہے احتیاط کا۔ **رفع شبہ**۔ اس سے اصل عمل پر انکار کا گمان نہ کیا جاوے اگر کوئی مخلص عقیدہ بھی درست رکھے اور نہ عمل کو لازم سمجھے نہ اُسکی کسی قید کو نہ حضرت کو متصرف بلا تخلف قرار دے نہ تاریخ کی تعیین کرے نہ اطعمہ وغیرہ کی اور مقصود صرف حضرت کی محبت اور آپ کے دینی

احسانوں کے صلہ میں آپ کو ثواب بخشتا ہو۔ تاکہ آپکو ترقی مدارج قرب کا نفع ہو پھر اس نسبت
ثواب رسانی پر حق تعالیٰ جو چاہے نعمت نہ دے جسمیں حضرت کے علم و تصرف کو دخل بھی نہو
ایسے شخص کو اسکی اجازت ہی اور اسکے ساتھ ہی مصلحت شرعیہ یہ ہے کہ ایسی بات سے احتیاطاً
رکھے جس سے ظاہر بینوں کو شبہ اور سند ہو سکے یعنی اول تو کسی پر اس کا اظہار نہ کرے اور
نفل طاعت ویسے بھی خفیہ افضل ہے دوسرے اگر مخفی نہ رہ سکے تو اس کا مروج نام یعنی
گیارھویں نہ رکھے ثواب رسانی مناسب ہے صحیح اور حقیقت پر دلالت کرنے کیلئے کافی
عنوان ہے فقط۔

امر برقمہ
اشرف علی تھانوی

تازہ تالیفات حضرت مولانا مرشدنا شاہ اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

تربیۃ السالک حصہ دوم — یہ در بے بہا مجموعہ ہے ان جوابات کا کہ جو اصلاح باطن کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا مستفیدین کے خطوط کے جوابات انکو طلب ہونے کا ٹنے والے اور تشویش و کلفت سے بچانے والے مرحق تک پہنچانیوالے اور شفا و جمعیت دل بخشنے والے ارقام فرماتے ہیں قیمت اصلی ۶ رعایتی ۴ ایضاً حصہ اول قیمت اصلی ۶ رعایتی ۴۔

معمولات اشرفی معہ حلیۂ اشرفی — جسکو اخلاق و عادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عملی صورت میں دیکھنے ہوں اور جسکو انضباط اوقات شرعی قواعد کے ساتھ کرنا ہو اسکے لئے یہی ایک کتاب ہے جو رہبر بن سکتی ہے بالخصوص حضرت الا کے متوسلین اور ذاکرین کیلئے یہ رسالہ نعمت غیر مترقبہ ہے کہ اسمیں حکیم الامت کے عادات و افعال از اول تا آخر بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت اصلی ۶ رعایتی ۴۔

دعوات عبدیت حصہ ششم — پانچ حصہ دعوات عبدیت کے پیشتر طبع ہو چکے ہیں چھٹا حصہ مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے جسمیں دس وعظ اور (۱۲۵) ملفوظات ہیں قیمت اصلی ۱۲ رعایتی ۸

اصول و مقاصد رسالہ ہٰذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی صلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو ان شاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اٹھائی جزو سے کم نہ ہوگا جس مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت ہے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عِہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ دی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عِہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۴۳ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہٰذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

۵ دلیل اس عقد کے جواز کی ردالمحتار مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ جلد رابع صفحہ ۱۹ و ۱۸ پر مذکور ہے ۱۲ منہ۔

رجسٹرڈ نمبر ا ۲۷

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وفی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا

امتثالا للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ و توبیة السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات جحت
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ است
و بالجملہ آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حاجی الشاہ محمد امداد اللہ قدس سرہٗ کہ لقب صحیفہ
مشہرست بہ تبرک بنام نامیش نیز و خامسہا الانتقادات کہ از تحقیقات ادارہ و دیگر اہل فضل ست

عدد ۱۱ بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ ہجری | جلد ۱

باداراۃ الاحقر شفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود ن گرفت

کتبہ عاصی بندہ محمد عبدالرحمن میرٹھی تلمیذ حضرت منشی محبوب علی صاحب ظلہم العالی

اسعید بن بوسف

این صحیفہ کامدہ شمل مدادنام	یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

اطلاع } چونکہ ربیع الثانی کے پرچہ میں دو غلطیاں فاحش رہ گئی ہیں لہذا ان کی تصحیح بقید صفحہ و سطر لکھی جاتی ہے۔ (نائب مدیر)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹	۸	درگلستان ۵ ارم	درگلستان ارم
۳۰	۱۲	اور غیر لازم سمجھنا ظاہر ہے	اور غیر لازم کو لازم سمجھنا ظاہر ہے۔

ہمارے ناظرین
اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید بطلعت کا ہوگا ◆ ◆
(نائب مدیر)

یعنی نہ خدا تعالیٰ پر ناز ہو سکتا ہے اور نہ مایوس ہونا چاہیئے ۔

غافل مرو کہ مرکب مردانِ زہد را	در سنگ لاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش	ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

ہر مسلمان کو رغبت و رہبت دونوں کی ضرورت ہے

مسلمانوں کی اصل حالت یہ ہونی چاہیئے کہ رغبت اور رہبت ملی ہوئی ہو چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی حالت بیان فرماتے ہیں۔ یدعوننا رغبا ورھبا۔ یعنی یہ دونوں وصف ان میں جمع ہیں حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اگر میدان قیامت میں یہ ندا ہو کہ صرف ایک شخص جنت میں جائیگا تو مجھے یہ امید ہو گی کہ وہ شخص میں ہوں اور اگر یہ ندا ہو کہ صرف ایک شخص جہنم میں جائیگا تو مجھے یہ اندیشہ ہو گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں غرض مسلمان کو ہر وقت رغبت بھی ہونی چاہیئے اور رہبت بھی اور جب یہ ہے تو ہر وقت استغفار بھی کرتے رہنا چاہیئے اور اعمال میں بھی پوری کوشش ہونا چاہیئے اور صاحبو ایک آدھ وقت کر لینے سے کام نہیں چلتا ضرورت اسکی ہے کہ روز کا دھندا ہو جائے فرماتے ہیں یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد یعنی اس کو سوچو کہ کل کے لیئے کیا کر رکھا ہے۔

81

فکر آخرت سے مراد دنیا کے سب کام چھوڑ دینا نہیں ہے

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے سارے کام چھوڑ کر معطل ہو جاؤ ہاں یہ ضرور ہے کہ اسکی دھن لگ جائے اگر روزانہ نصف گھنٹہ بھی اس تفکر کیلیئے نکال لیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت کم نافرمانی ہو گی اور دنیا کی محبت جاتی رہے گی پھر انشاء اللہ تعالیٰ یہ حالت ہو گی کہ تم دنیا کے سب کاروبار کرو گے لیکن ان کاموں میں جی نہ لگے گا اور اسکے بعد دو چیزوں کی اور ضرورت ہو گی ایک تو بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنیکی سو بحمد اللہ اب اس کا سامان بہت میسر ہو گیا ہے اور ہر شخص کو ہر جگہ رہ کر اس کا سیکھنا آسان ہے اسکے لئے یہ کرو کہ کوئی جامع رسالہ لیکر اسکو کسی عالم سے پڑھنا یا اگر پڑھنے کا موقع نہ ہو تو نہایت غور سے دیکھنا

شروع کردو اور ہمیشہ اس کا ورد رکھو دوسرے کسی اللہ والے سے تعلق پیدا کرو مگر تعلق دین کے لئے پیدا کرو دنیا طلبی کیلئے اہل اللہ سے تعلق نہ پیدا کرنا چاہئے ہاں شاذ ونادر اگر کوئی دنیا کا کام بھی ان سے نکل جائے تو مضائقہ نہیں۔

اہل اللہ سے دنیا کیواسطے تعلق مت پیدا کرو

لیکن محض دنیا ہی کو نصب العین بنا کر اہل اللہ سے راہ ورسم پیدا کرنا نہ چاہئے مثلاً بعض لوگ اہل اللہ سے اس لئے ملتے ہیں کہ ان کی ملاقات بڑے لوگوں سے ہے انکے ذریعے سے ہمارے کام نکلیں گے یا بعضے لوگ تعویذ گنڈوں کیلئے ملتے ہیں حالانکہ اہل اللہ سے اس قسم کے کام لینے کی ایسی مثال ہے کہ کسی سنار سے کھرپا بنانے یا لوہار سے زیور بنانے کی فرمائش کیجائے بعض لوگ مشورہ لیا کرتے ہیں کہ ہم کس قسم کی تجارت کریں اناج کی تجارت کریں یا کپڑے کی خدا جانے یہ لوگ اہل اللہ کو خدا تعالیٰ کا رشتہ دار سمجھتے ہیں کہ انکا بتلانا خدا کا بتلانا ہوگا اور جب خدا بتلا دیگا تو اس کام میں ضرور نفع ہوگا یا خدا تعالیٰ کا راز دار سمجھتے ہیں کہ یہ خدا سے مشورہ کر کے بتلا دیں گے۔ صاحبو اس دربار میں انبیاء کا پتہ بھی پانی ہوتا ہے دوسروں کی تو کیا مجال ہے۔ ؎

	ہست سلطانی مسلم مر ورا		نیست کس را زہرہ چون وچرا	

فرماتے ہیں قل فمن یملك من اللہ شیئا ان اراد ان یھلك المسیح ابن مریم وامه ومن فی الارض جمیعا۔ تو انبیاء کی نسبت جب یہ کہا جا رہا ہے تو دوسرے کس شمار میں ہیں ایک صاحب نے مجھ سے یاد نہیں رہا کوئی دنیوی فرمایش کی میں نے کہا یہ کام مجھکو نہیں آتا کہنے لگے اللہ والوں کو سب آتا ہے میں نے کہا کہ اگر سب کچھ آتا ہے تو کل ایک چارپائی بھی لے آنا کہ اس کو بن دیجئے غرض مولویوں سے صرف اللہ تعالیٰ کے احکام پوچھئے اور اہل طریقت سے اللہ تعالیٰ کا نام پوچھئے دنیا کی فرمایش کسی سے نہ کیجئے ہاں دنیا کے لئے دعا کرانے کا مضائقہ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کسی قسم کا ان کا دخل سمجھنا سخت غلطی ہے۔

اپنے کام کے لئے دعا خود بھی کرو

دعا کے متعلق بھی یہ کرو کہ صرف اُن ہی پر ڈال دو بلکہ تم خود بھی اپنے لئے دعا کرو اور بزرگوں سے بھی دعا کراؤ ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ میں اس قابل ہی نہیں کہ خود دعا کروں میں نے کہا کلمہ بھی پڑھتے ہو یا نہیں کہنے لگے کہ پڑھتا ہوں میں نے کہا کہ اسکی کیا وجہ کہ تم کلمہ پڑھنے کے قابل تو ہو مگر دعا کرنیکے قابل نہیں یہ شیطان کی شرارت ہی کہ دل میں یوں ڈالتا ہے کہ دعا کے قابل نہ سمجھنا تواضع ہے ایک صاحب نے یہ فرمایش کی تھی کہ تم ہی استخارہ دیکھدو غرض اپنے اوپر کسی قسم کی تکلیف نہو سب کچھ دوسرے ہی کر دیں مجھے پھر یاد آتا ہے کہ کھانے میں کبھی یہ نہ سوجھا کہ بزرگوں سے کہتے کہ آپ ہی کھالیا کیجئے ہمارے کھانے کی ضرورت نہیں تو تتمہ تدبیر کا یہ ہے کہ کام دین کا خود کرو اور بزرگوں سے انھیں اصلاح و مشورہ لیتے رہو

آخرت کی فکر دائماً ہونی چاہئے

اور عمر بھر اسی تدبیر میں لگے رہو یہ نکرو کہ چار دن کیا اور چھوڑ دیا کیونکہ ہمکو تو جنم روگ لگا ہے اسکے لئے عمر بھر کی ضرورت ہی عارف رومی فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش	تادم آخر دمے فارغ مباش
تادم آخر دمے آخر بود	کہ عنایت با تو صاحب سر بود

عوام اکثر شیخ کامل کی شناخت میں غلطی کرتے ہیں

عوام اکثر شیخ کامل کی شناخت میں غلطی کرتے ہیں مثلاً اگر ایک شخص تمام رات جاگتا ہے کسی سے بات بھی بہت کم کرتا ہے اور ایک دوسرا شخص ہے جو کہ صرف فرائض و واجبات و سنن ادا کرتا ہے رات کو گھنٹہ دو گھنٹہ جاگ لیتا ہے حفاظت دماغ کی تدابیر بھی کرتا ہے نصیحت و پند بھی کرتا ہے خلق اللہ کی دلجوئی کیلئے لوگوں سے ملتا بھی ہے بچوں سے مزاح بھی کر لیتا ہے تو عوام الناس اسکے مقابلے میں پہلے شخص کو زیادہ کامل سمجھیں گے چنانچہ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں

کہ فلاں شخص بڑا عابد ہے (بلکہ عابد کی جگہ معبد کہتے ہیں خدا جانے یہ لغت کہاں سے ایجاد کیا ہے) اور دوسرے شخص کو چونکہ دیکھتے ہیں کہ زیادہ عبادت نہیں کرتا اسلئے اسکو زیادہ کامل نہیں سمجھتے حالانکہ ممکن ہے کہ عابد واقع میں یہی شخص ہو کیونکہ عبادت عبد بننے کو کہتے ہیں اور عبدیت بجا آوری احکام کا نام ہے جس وقت بھی جو حکم ہو پس اختلاط خلق اغراض صالحہ سے نیز عبادت میں داخل ہے۔

تحقیق ماہیّت عبدیت

عبدیت کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک تحقیق بیان کرتا ہوں فرمایا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ | (ترجمہ) نہیں پیدا کیا ہمنے انسان اور جن کو مگر عبادت کرنے کے واسطے۔

تو باوجود اسکے کہ ملائکہ اور حیوانات جمادات نباتات جواہر و اعراض سب کے سب عبادت میں مصروف ہیں جیسا کہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کے بارہ میں ارشاد ہے يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ حیوانات وغیرہ کے بارے میں فرماتے ہیں اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ان کے علاوہ اور متعدد آیات سے ہر ایک چیز کا عبادت میں مشغول ہونا معلوم ہوتا ہے پھر انسان اور جن کی تخصیص عبدیت میں کیوں فرمائی گئی فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ ایک تو نوکر ہوتا ہے اور ایک غلام ہوتا ہے نوکر کی خدمات ہمیشہ معین ہوا کرتی ہیں یعنی اگرچہ کتنے ہی مختلف کام نوکر سے لئے جائیں لیکن کوئی کام ایسا ضرور ہوتا ہے کہ جسمیں نوکر عذر کر دے اور کہدے کہ میں اس کام کیلئے نہیں ہوں مثلاً اگر کوئی شخص اپنے نوکر سے کہنے لگے کہ تو مہتر کا کام بھی کیا کر تو وہ ہرگز منظور نہ کریگا اور عذر کر دیگا علیٰ ہذا اور بہت سے کام ایسے نکلیں گے جنمیں نوکر کی جانب سے عذر ہو گا بلکہ اولاد بھی جسپر نوکر سے زیادہ قبضہ اور تسلط ہوتا ہے بعض کاموں میں انکار کر دیتی ہے **حکایت** چنانچہ ہمارے ایک خاندانی سید معزز دوست نے ایک ایسے موقع پر کہ سقوں نے پانی بھرنا چھوڑ دیا تھا اپنے لڑکے کو کہا کہ بھائی سقوں نے تو پانی بھرنے سے جواب دیدیا ہے اہل محلہ کو سخت تکلیف ہوتی ہے تم بھی

لوگوں کے ہاں پانی بھر آیا کرو۔ وہ لڑکا بہت خفا ہوا برخلاف غلام کے کہ اس کا کوئی خاص مقرر کام نہیں ہوتا بلکہ اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک وقت آقا کی نیابت کرتا اور زرق برق لباس میں ہوتا ہے اور دوسرے وقت آقا کے نجس کپڑوں کو صاف کرتا ہے ایک وقت بھنگی کا کام کرتا ہے تو دوسرے وقت سفارت کا کام کرتا ہے پس غلام نوکر بھی ہے مہتر بھی ہے سفیر بھی ہے خلیفہ بھی ہے پس انسان اور جن تو بمنزلہ غلام کے ہیں اور دوسری مخلوقات مثل نوکر کے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دوسری مخلوقات کی عبادت کو تسبیح و تقدیس و سجدہ وغیرہ الفاظ سے فرمایا اور انسان اور جن کی عبادت کو بلفظ عبدیت فرمایا اور جب انسان اور جن عبد اور غلام ہیں تو ان کی کوئی خاص خدمت نہ ہوگی بلکہ ایک وقت نماز روزہ کرنا عبادت ہوگا تو دوسرے وقت سونا اور قضائے حاجت کرنا لوگوں سے ملنا وغیرہ وغیرہ کام عبادت ہوں گے چنانچہ حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ان یصلی حاقنا او کما قال۔ کہ جس وقت پیشاب پاخانہ کا دباؤ ہو اس وقت نماز پڑھنے کی ممانعت ہے اور دفع فضلہ واجب ہے دیکھئے ایک وقت انسان کیلئے ایسا نکلا کہ اسکو مسجد جانا حرام اور بیت الخلا جانا واجب ہوا۔

شریعت میں اعمال کی حدود مقرر ہیں

اسی طرح اگر کوئی شخص اول وقت نماز پڑھنا چاہے اور اسکو شدت سے بھوک لگی ہو تو شریعت حکم کریگی کہ نماز کو موخر کرو اور کھانا کھاؤ اسی راز کو امام ابوحنیفہ نہایت پاکیزہ الفاظ میں فرماتے ہیں

لان یکون اکلی کلہ صلوٰۃ خیر من ان یکون صلوٰتی کلہا اکلاً۔ | میرا سارا کھانا نماز ہو جاوے بہتر ہے اس سے کہ ساری نماز کھانا بن جاوے۔

کیونکہ جب کھانا کھانے میں نماز کا برابر خیال رہا تو یہ سارا وقت انتظار صلوٰۃ میں گذرا اور انتظار صلوٰۃ میں صلوٰۃ کا ثواب ملتا ہے۔ برخلاف اسکے اگر بھوک میں نماز شروع کر دیجائے تو جوارح تو نماز میں مشغول ہوں گے اور دل کھانے میں پڑا ہوگا تو نماز کھانے کی نظر ہو جاویگی اور یہی فہم ہے جسکی بدولت ان حضرات کو فقیہ اور مجتہد کہا جاتا ہے آج یہ فہم مفقود ہے ہم لوگ

کتابیں ان سے زیادہ پڑھتے ہیں مگر وہ بات حاصل نہیں ہوتی ع نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
اور اسی رمز کی بناء پر ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہم فرمایا
کرتے تھے کہ اگر جسم ہند میں رہے اور دل مکہ میں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ جسم مکہ میں رہے اور
دل ہندوستان میں غرض انسان کیلئے کوئی خاص عبادت مقرر نہیں کیونکہ اس کی شان
عبدکی ہے اور جب یہ ہے تو ایک تو وہ شخص ہے کہ نماز پڑھکر کسی دیہاتی سے باتوں میں
مشغول ہے اور کھیتی باڑی کے حالات پوچھ رہا ہے اور دوسرا شخص لاالٰہ الااللہ کی تسبیح
میں مصروف ہے تو بظاہر یہ دوسرا شخص افضل اور اکمل معلوم ہوتا ہے لیکن غور کریں تو معلوم
ہو کہ اگر پہلے شخص کی نیت درست ہے مثلاً مسافر کے انبساط کیلئے ایسا کر رہا ہے یا کوئی دوسری
ایسی ہی نیت ہے تو یہ باتیں زیادہ افضل اور مقبول ہیں۔

کاملین کا ظاہر میں عامہ سے ممتاز نہ ہونا اور باطن میں انکا مشارک نہ ہونا

۸۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ کھانے پینے حتی کہ ایام جاہلیت کے تذکرہ میں
بھی صحابہ کے ساتھ شامل رہتے تھے اور ان لوگوں کے تذکروں کو سنکر آپ تبسم فرماتے تھے
اور آپکا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہ ہوتا تھا اور کبھی کسی نے آپ کی آواز قہقہہ کی نہیں سنی اور وجہ
اسکی یہ ہے کہ تجربہ ہے کہ جب کسی وجہ سے غم کا غلبہ ہوتا ہے تو ہنسی کی آواز نہیں نکلتی اگرچہ کم و
بیش تبسم کی حالت ہو جائے ایک مقدمہ تو یہ ہوا جو تجربہ سے ثابت ہے اور ایک مقدمہ شمائل ترمذی سے
ملائے شمائل میں ہے کان دائم الفکرۃ متواصل الاحزان اور وجہ اسکی خود ہی ارشاد فرماتے
ہیں کہ کیونکر چین سے رہوں حالانکہ صاحب صور تیار کھڑا ہے کہ اب حکم ہو اور صور پھونک دوں
گویا یہ حالت تھی کہ ؎

مرا در منزل جاناں چہ امن عیش چوں ہر دم	جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

ہنسی تو ان لوگوں کو آسکتی ہے جو بالکل بے فکر ہوں ہو اللہ والوں کو بیفکری کہاں البتہ
دوسروں کی خاطر سے کبھی کچھ ہنس دیتے ہیں اسکے مناسب حکایت ہے کہ۔

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت یحییٰؑ کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کثیر التبسم تھے اور

حضرت یحییٰ علیہ السلام کثیر البکاء تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یحییٰ کیا تم خدا کی رحمت سے بالکل ناامید ہوگئے ہو کہ کسی وقت تمہارا رونا ختم ہی نہیں ہوتا حضرت یحییٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ کیا تم خدا کے قہر سے بالکل مامون ہو کہ تم کو ہر وقت ہنسی ہی آتی رہتی ہے آخر ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم تم دونوں میں فیصلہ کرتے ہیں کہ اے عیسیٰؑ جلوت میں تو ایسے ہی رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن خلوت میں یحییٰ کی طرح گریہ وزاری کیا کرو اور اے یحییٰ خلوت میں تو ایسے ہی رہو جیسے اب ہو لیکن لوگوں کے سامنے کچھ تبسم بھی کر لیا کرو کہ لوگوں کو میری رحمت سے مایوسی نہ ہو جائے کہ جب نبی کا یہ حال ہے تو ہم کو نجات کی کیا امید ہے اور یہ حکایت اسلئے بیان کی گئی کہ حضور کا تبسم جو کچھ تھا وہ محض اسلئے تھا کہ آپ کے ساتھ مصالح خلق کے وابستہ تھے اگر یہ بات نہ ہوتی تو شاید تبسم بھی نہ ہوتا غرض جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باتوں میں ہنسی میں مشغول ہوتے تھے اسوقت حضور کے کمال کی عوام کو کیا خبر ہوتی ہوگی اسی لئے کافر کہتے ہیں۔

ترجمہ۔ یہ کیسے رسول ہیں جو کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں پھرتے ہیں۔	مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ۔

۸۷

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

کم کسے زابدال حق آگاہ شد	جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
اولیا را ہمچو خود پنداشتند	ہمسری با انبیا بر داشتند
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور	گفت اینک ما بشر ایشاں بشر
درمیاں فرقے بود بے منتہا	ایں ندانستند ایشاں از عمی
واں خورد گردد ہمہ نور خدا	ایں خورد گردد پلیدی زو جدا

کہ ایک کھاتا ہے تو اس سے پلیدی نکلتی ہے دوسرا کھاتا ہے تو اس سے نور خدا نکلتا ہے میں جب حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مثنوی پڑھا کرتا تھا تو اس شعر میں مجھے خیال ہوا کہ یہ فرق محض شاعرانہ طور پر مولانا رح نے فرمادیا ہے کیونکہ واقعی فرق تو اسوقت ہو سکتا ہے کہ جب اہل اللہ کے پیٹ سے فضلہ نہ نکلتا جب سبق شروع ہوا تو حضرت قبلہ نے کیا خوب فرمایا

کہ پلیدی سے مراد اخلاق ذمیمہ ہیں اور نور خدا سے مراد اخلاق حسنہ ہیں مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ کھاتے ہیں تو ان کو اخلاق حمیدہ میں مدد ملتی ہے اور دوسرے لوگ کھاتے ہیں تو ان کو اخلاق ذمیمہ میں مدد ملتی ہے تو باوجود اس فرق عظیم کے کفار نے نہ سمجھا اور انبیاء کو اپنی مثل کہا کیونکہ ان میں کوئی انوکھی بات نہ تھی کھانا بھی کھاتے تھے پانی بھی پیتے تھے۔

کھانا پینا چھوڑنے کا نام بزرگی نہیں ہے

آج کل بھی ایسے لوگوں کو جو کھانا چھوڑ دیں پانی چھوڑ دیں بہت بزرگ سمجھا جاتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر پانی کے یا کھانے کے چھوڑنے پر بزرگی کا مدار ہے تو سرسری اور سانڈا جو ایسے جانور ہیں بہت بزرگ ہیں کیونکہ سرسری پانی بالکل نہیں پیتی اور سانڈا نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے صرف ہوا اسکی غذا ہے۔ صاحبو بزرگی تو وہ چیز ہے۔

میان عاشق و معشوق رمزیست	کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

یعنی بزرگی نسبت مع اللہ کا نام ہے جسکی پوری حقیقت کا بعض دفعہ فرشتوں کو بھی پتہ نہیں لگتا البتہ اسکی ظاہری علامت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام افعال اقوال حرکات میں تشبہ ہو یعنی جس طرح نماز ادا کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری متابعت کی کوشش کیجاوے اسی طرح آپس کے برتاؤ روزمرہ کی باتوں میں سونے میں جاگنے میں غرض ہر ہر بات میں حضور کے اتباع کی کوشش کیجاوے اور یہ اتباع عادت ہو جاوے کہ بے تکلف سنت کے موافق افعال صادر ہونے لگیں تو بزرگی اور نسبت کی علامت ہے اور کم کھانے یا کم پینے کو اسمیں کچھ دخل نہیں۔

کم کھانے کی اصلی حقیقت

دوسرے کسی شخص کی نسبت یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بہت کھاتا ہے یا کم کھاتا ہے تو قطع نظر بزرگی کی علامات ہونے کے خود اس کا حکم بھی مشکل ہے کیونکہ کم کھانا یہ ہے کہ بھوک سے کم کھاوے تو ممکن ہے کہ جسکو تم بہت کھانیوالا سمجھے ہو اسکی بھوک اس خوراک سے دونی ہو تو وہ تو کم کھانیوالا ہوا۔

(باقی آئندہ)

اور دل میں جو کچھ اطمینان سا پیدا ہوتا ہے سب جاتا رہتا ہے جس سے بہت صدمہ ہوتا ہے اور سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ جب کچھ خدا کی طرف سے ہدایت ہوتی ہے تو مثلاً آٹھ ہفتہ بھر بہت اچھی حالت رہتی ہے نماز کی بھی پابندی ہوتی ہے دنیا سے بالکل بے رغبتی سی معلوم ہوتی ہے امردوں کی محبت بھی مضمحل ہو جاتی ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی حالت عود کر آتی ہے۔ اے حضرت اب بھی بہت اندیشہ لگا ہوا ہے کہ خدا نہ کردہ کبھی پھر وہی حالت نہ ہو جاوے اسلئے حضور سے عرض کرتا ہوں کہ کوئی ایسا علاج بتلا دیجئے کہ میری حالت سنور جائے اور یہ امراض قلبی دور ہو جائیں۔ اور عمل خیر پر مداومت نصیب ہو جاوے۔ اور یہ بھی ارشاد ہو کہ گذشتہ نماز روزوں کا جن کا حال اوپر لکھ چکا ہوں کیا کروں حقوق العباد کے اندر بہت کوتاہی ہوئی ہے اب جن کے حقوق یاد ہیں یا کسی کی طرف خیال ہے کہ شاید ان کا حق رہ گیا ہوگا تو ان سے معافی کراؤنگا اور ادا کرنیکے لایق ادا کردونگا جن کے حقوق یاد نہیں یا وہ موجود نہیں تو ان کا کیا کروں۔ اگرچہ مجھکو اسکی کیفیت حاصل نہیں لیکن اب تو یہی دل چاہتا ہے کہ خدا کی محبت دل میں جم جاوے اور دنیا سے سخت نفرت ہو جائے۔ اور جب تک دنیا میں رہنا ہو تو یہاں کی محبت و عداوت بھی اسی کیلئے ہو۔

الجواب - امراض چھپائے بڑی غلطی کی کوئی مرض لاعلاج نہیں۔ مایوسی کی کوئی بات نہیں۔ ایسی نمازوں کا اندازہ کر کے ان کی قضا پڑھو۔ ایسے روزوں کی بھی قضا کرو۔ اور بعض کے نزدیک کفارہ میں تداخل ہو جاتا ہے ساٹھ روزے متواتر کفارہ کے رکھو۔ اور خوب توبہ کرو۔ امردوں سے ارتباط و اختلاط اور نظر اور مس اور مکالمت سب ترک کرو۔ اسمیں جو کلفت ہو تحمل کرو۔ اگر نظر فجارہ سے پریشانی ہو جاوے صبر کرو۔ اخلاق رذیلہ کا علاج مراقبہ موت سے کرو۔ تبلیغ دین مطالعہ میں رکھو۔ حقوق العباد کے ادا بقدر رلو و ابرا میں سعی کرو۔ اگر قدرت نہ ہو عزم رکھو اور جتنی قدرت ہوتی جاوے تدارک کرتے رہو اور ان اہل حقوق کیلئے دعا و استغفار کرتے رہو۔ اور آئندہ تعلقات غیر ضروری کم کرو۔ اور میرے مواعظ ہمیشہ دیکھو اور اوقات فرصت میں ملتے رہو۔ اور دعا بھی کرتے رہو میں بھی دعا کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ یہ نسخہ کافیہ شافیہ ہے۔

۴۳.

سوال ضعف بصر کے سبب رات کو تعلیم کا کام قریب قریب بالکل نہیں کرتا تو کیا رات کو اٹھکر تہجد پڑھ لیا کروں۔

الجواب۔ ہاں ہاں۔

سوال تحیۃ الوضو تحیۃ المسجد عصر و عشار کی چار چار سنتیں پڑھ لیا کرتا ہوں اور بعد عشار قبل وتر چار رکعت تہجد کی نیت سے پڑھ لیتا ہوں اسکے واسطے کیا ارشاد ہے۔

الجواب مستحسن ہے۔

سوال۔ اور نوافل طالب علم کے لئے فی نفسہ نامناسب ہیں یا اسوجہ سے کہ تعلیم میں نقصان ہوگا پس اگر تعلیم میں نقصان نہ ہو مثلاً اذان کے بعد ہی مسجد میں آگئے اور جماعت میں دیر ہے تو نوافل پڑھ لے تو کیا حرج ہے۔

الجواب۔ کچھ حرج نہیں افضل و اکمل ہے۔

سوال بعض بزرگ ایسے ہیں کہ جن کو حقیقت میں اتنا بزرگ نہیں دیکھا جاتا جسکی وجہ سے بزرگوں کی طرح ان کی تعظیم کرنے اور ہاتھ پر بوسہ دینے کو جی چاہے مگر پھر بھی ایسا کیا جاوے تو کیا یہ منع ہے اور نفاق ہے۔

الجواب۔ اگر صرف خوشامد ہو تو منع ہے۔ اور اگر ان کے معتقدین کی عداوت و مضرت سے بچنا ہو تو جائز ہے۔

سوال۔ روایت کرنے میں احتیاط کرنے کے کیا معنی ہیں اگر کسی اپنے بزرگ کا قصہ کسی مجہول راوی کا بیان کیا ہوا روایت کرے جسکے غلط صحیح ہونیکا علم نہیں تو کیا یہ بھی منع ہے۔

الجواب۔ اگر دل کو لگے کہ صحیح ہے تو جائز ہے۔ زیادہ احتیاط ان روایات میں ہے جن سے حکم شرعی کا تعلق ہو اور اگر دل کو بھی نہ لگے تو کذب ہی ہے۔ محرم ۳۴ھ

۴۴

سوال۔ اس احقر کی دعوت ایک قصابے کی تھی میں اسکے ہاں جمعہ کو بوقت صبح کھانا کھانے گیا میرے شامل ایک طباق میں ایک غیر مقلد صاحب نے کھانا کھایا کھانا کھاکر مکان پر چلا آیا۔ رات کو تین بجے خواب میں دیکھا کہ اجابت کی ضرورت ہوئی۔ خواب ہی میں جائے (رفع حاجت) کو چلا گیا میدان میں بیٹھا ہوں۔ تھوڑی سی اجابت تو جائے مخصوص سے ہوئی اور

بہت زیادہ اجابت خواب میں منہ سے ہوئی اس بات سے فوراً آنکھ کھل گئی دیکھا تھا تو محض خواب تھا۔ بفضلہ تعالیٰ پنجگانہ نماز بھی پڑھتا ہوں اور قرآن شریف کی تلاوت بھی روزمرہ ہورہی ہے اس خواب کی تعبیر مطلوب ہے۔

الجواب۔ ظاہراً وہ شخص سلف پر طعن وتعن کرتا ہوگا اگر ایسا ہے تو حق تعالیٰ نے گستاخی وزبان درازی کا اثر دکھلا دیا۔ کہ تلبس سے یہ اثر ہے چہ جائے مباشرۃ۔ محرم ۳۴ھ

حال۔ التماس ہے کہ یہ احقر خلق ایک مدت سے حضور کی قدمبوسی اور زیارت کا متمنی تھا خدا کا شکر ہے کہ اب کی بار کانپور میں میری تمنا پوری ہوئی۔ اپنی حالت زار خدمت اقدس میں عرض کرتے ہوئے ڈرتا تھا کہ ایسا نہو کہ سوء ادبی ہو جس کا نتیجہ خسران اور حرمان ہو ع بر بے ادب ہرگز نباشد فضل رب۔ لیکن مریض اگر معالج سے حالت عرض نہ کرے تو کیا کرے سخت خلجان تھا نہایت پریشان تھا لیکن مکرمی ...... کے ہمت دلانے سے کچھ ہمت بندھی اور ؎

انہیں افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے	سنایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے

حضور نے جو کچھ مکرر ست فرمائی اور جس دلسوزی سے میرا حال زار سنا اس کا شکریہ ادا کروں تو محال ہے بجز اسکے کیا عرض کروں ع شکر نعمتہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو ۔ چونکہ حضور کے دربار سے بذریعہ عریضہ مفصل حال کے اظہار کی اجازت ہوئی تھی اس لئے بکمال ادب عرض کرنیکی جرأت کرتا ہوں اور حضور کی شفقت بزرگانہ سے امید کرتا ہوں کہ سوء ادبی اور گستاخی معاف فرمائی جاوے گی ؎

مرو خشمے اگر دستے بداماں تو زد غالب	دکیلش من تید اندر سوم دادخواہی را

احقر کی عمر اسوقت چالیس برس کی ہے اوائل عمر اکثر معصیت میں گذری جس میں صغایر کا بکثرت اور کبایر کا کمتر ارتکاب ہوا۔ لیکن چونکہ صغایر کو تکرار کبایر کر دیتی ہے اسلئے میں اپنے سب معاصی کو کبایر ہی سمجھتا ہوں اور ان پر نہایت خجل ہوں لیکن خود کردہ را علاجے نیست جب اپنے معاصی پر خیال کرتا ہوں تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عذاب جہنم میرے لئے کافی نہوگا مجھ ایسے نافرمان غلام کیلئے اگر صرف عذاب جہنم ہی پر اکتفا کیجاویگی تو یہ کمال رحمت ہے حشر کے دن جب ان گناہوں کے انبار کے ساتھ جس کا مقابلہ غالباً وہاں کوئی نہ کر سکے گا یہ نافرمان غلام

۴۵

مالک حقیقی کے سامنے پیش کیا جاویگا تو کیا حالت ہوگی اس خیال سے دل کانپتا ہے لیکن چونکہ خدا کی رحمت سے ناامیدی کفر ہے۔ اسلئے ڈھارس بندھتی ہے میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہتا ہوں اور نہایت خجل اور نادم ہوں اسوقت بذریعہ عریضہ ہذا خدام حضور والا میں مختصراً اپنے معاصی کا اظہار کر کے خلوص دل سے بارگاہ رب العزت میں توبہ کرتا ہوں اور بکمال ادب اسکا ملتجی ہوں کہ حضور میرے لئے اوقات خاص میں دعا فرماویں کہ باری تعالیٰ میرے گناہونکو معاف فرماوے اور توفیق عمل نیک عطا فرماوے اور بزرگان دین کے طفیل میں حسنات دارین عطا فرماوے۔ خدا کیلئے میری یہ التجا قبول فرمائی جاوے ورنہ حسرت و یاس میرا کام تمام کر دیگی یہ حالت تو اوائل شباب کی تھی اب اسکے بعد کی حالت کا التماس ہے کہ جب میری عمر کچھ کم و بیش بیس سال کی تھی تو طبیعت کا رجحان ایک خاص طرف ہوا۔ لیکن چونکہ مقتضائے سن یہ ایک معمولی بات تھی اسلئے سدباب کی طرف مطلق اعتنا نہ ہوا گویا کہ یہ کوئی بات ہی نہ تھی۔ اب اگر الفاظ کے صحیح معنی کا مجھکو اندازہ ہے تو رجحان سے میلان ہوا۔ میلان سے دلچسپی ہوئی دلچسپی سے محبت پھر عشق اب جنون کا مقدمہ ہے۔ اسکے بعد دیکھئے کیا ہوتا ہے چونکہ مطلوبہ دوسرے سے وابستہ ہو چکی تھی اسلئے ادب لحاظ اور شرم اور دیگر موانع ایسے ہوئے کہ کبھی اس سے اظہار محبت کا موقع نملا۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اسوقت سے اسوقت تک ایک لمحہ ایک منٹ کبھی ایسا نہیں گذرا کہ اسکی یاد سے دل خالی ہو۔ سونے کی حالت میں اگر سمجھا جاوے کہ یہ حصہ عمر ایسا گذرا کہ اسمیں یہ حالت نہوگی تو بہت ممکن ہے کہ ایسا ہو لیکن میں تو یہی کہونگا کہ سوتے وقت اس کا نام زبان پر اور اس کا خیال دل میں یقینی تھا۔ اور اِدھر آنکھ لگی اور اُدھر وہ صورت سامنے ہوگئی۔ ایک تو رات کو نیند ہی کم آتی ہے اور جب آئی تو اسکو ساتھ لیکر آئی جب آنکھ کھلی تو اس کا خیال دل کو ستا رہا تھا گو اس سب میں مبالغہ ہو لیکن ہے حالت اسی کے مقرون اوائل سن شعور سے ہی ذوق عبادت زیادہ تھا گو ایک عرصہ تک نمازیں با ترتیب نہیں ہوئیں روزے بھی قضا ہوئے لیکن رفتہ رفتہ بحمد اللہ پابندی ہوگئی لیکن وہ خیال دل سے نہ گیا۔

۵	کبھی وہ اور کبھی اس کا رہا غم		غرض خالی دل شیدا نہ پایا	

نفس کو بارہا ملامت کی بہت سوچا بہت عقل لگائی لیکن سب بے سود۔

باقی آئندہ

جس سے مہمان بے تکلف ہو کر کھانا نہیں کھا سکتا **ف** اگر گرمی کا موسم ہو اور پانی پہلے سے رکھنے سے گرم ہو جاوے تو تھوڑی دیر میں پانی کی خبر لے لینا مضائقہ نہیں۔

(۱۰۸) فرمایا کہ حضرت فریدالدین عطار قدس سرہٗ بڑے عارف بلند نظر درویش ہیں ان کی شان مولانا رومی نے جو بہت بڑے محقق عالم اور محقق درویش اور بڑے محتاط ہیں فرمائی ہے۔

(۱۰۹) فرمایا کہ جب دل کے اندر محبت الٰہی اور درد ہوتا ہے تو ایسے شخص کے کلام کا اثر دوسروں پر ضرور پڑتا ہے اگرچہ وہ کوئی معمولی ہی بات کہے پھر فرمایا کہ ایک بزرگ کے صاحبزادے نے بہت سنوار کر اور مزین کر کے وعظ میں مضامین بیان کئے کچھ اثر نہوا اور انھوں نے خود فقط یہ بیان کیا کہ رات نفل روزہ کا قصد تھا اسلئے دودھ رکھ لیا تھا اسکو بلی کھا گئی اتنی بات کہی تھی کہ لوگ رونے پیٹنے لگے۔

(۱۱۰) فرمایا کہ مثنوی شریف کے معمولی مضمون میں بھی خاص اثر ہے حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ مراقب ہو کر بے ساختہ مضمون فرمایا کرتے تھے اور مولانا حسام الدین اسکو تحریر فرمایا کرتے تھے۔

(۱۱۱) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے۔ کہ میں نے مومن خاں صاحب شاعر دہلی سے دریافت کیا تھا کہ مثنوی شریف کی شاعری کیسی ہے بعضے لوگ اسکو ناقص کہتے ہیں فرمایا کہ اعلیٰ درجہ کی شاعری ہے جاہل اسکو ناقص کہہ سکتا ہے پھر خود حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ کہیں کہیں قافیہ وغیرہ میں نقص ہے تو غلط کتابت کی وجہ ہے یا بعض موقع پر جذبہ کی حالت میں کلام فرمایا ہے اور اسمیں اسکی صحت کا لحاظ نہو سکا چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

گویدم مندیش جز دیدار من	قافیہ اندیشم و دلدار من

(۱۱۲) فرمایا کہ میرا تجربہ ہے کہ قولی تعلیم اصلاح اخلاق میں موثر کم ہوتی ہے فعلی تعلیم زیادہ موثر ہوتی ہے وہ یہ کہ مستصلحین سے ایسا فعلی برتاؤ کیا جاوے جس سے ان کو عمر بھر کو نصیحت ہو جاوے اور بے قاعدہ باتوں پر جرات نکر سکیں۔

۴۳

(۱۱۳۳) دو شخص کچھ ہدایا لائے جسمیں ایک شخص علاوہ ہدیہ کے کچھ مدرسہ میں بھی دینا چاہتے تھے سب نے آکر تحفے ایک مقام پر رکھدیئے اور زبان سے دیر تک کچھ نہ کہا جب خود ہی حضرت مولانا نے دریافت فرمایا تب مفصل کیفیت بیان کی آپ نے وہ تحائف اور مدرسہ کیلئے جو کچھ دینا چاہتے تھے سب واپس کردیا اور فرمایا کہ سرکاری خزانہ میں مالگذاری لیجاکر کیوں نہیں سکوت کیا جاتا پس معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کے ساتھ ذلت کا برتاؤ کیا جاتا ہے اور یوں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ طماع ہیں نذرانوں کے منتظر ہیں یوں خیال کریں گے کہ ہمارے ہی واسطے آیا ہوگا جو کچھ بھی رکھا ہے سو گو میں عاصی اور حریص ہوں اپنا تبرئہ نہیں کرتا مگر آپ لوگوں نے کیسے سمجھا کہ میں آپکے اموال کا منتظر ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ذلت گوارا نہ کرونگا گو کتنی ہی تکلیف ہو جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا ان لوگوں نے معافی چاہی فرمایا کہ چونکہ تمکو دوستی کا دعویٰ ہے (اور طالب اصلاح ہو) اس لئے مجھے رنج بھی ہے اور اس کا علاج اور طریق اصلاح یہی ہے کہ اسوقت میں نہ لونگا پھر جب قاعدہ سے دوگے لیلونگا اور بہتر تو یہ ہے کہ آپ لوگ ہدایا وغیرہ کچھ نہ لایا کریں فقط دینی مسائل مجھسے اور اللہ تعالیٰ کا نام دریافت کرلیا کریں آپ لوگ ہدایا دیکر ازدیاد محبت چاہتے ہیں اور آپ کے برتاؤ سے رنجش ہوتی ہے۔

۴۴

(۱۱۳۴) علیگڈھ کالج کے متعلق ایک صاحب کا خط آیا تھا جسمیں یہ مضمون تھا جو بقدر ضرورت نقل کیا جاتا ہے "مسلم یونیورسٹی کی تکمیل کیلئے ایک کمیٹی قائم کیگئی ہے اور اسکے لئے دو سو ممبر تجویز ہوں گے منجملہ اُن کے علماء میں سے بھی ممبروں کا انتخاب ہوگا سو میں ملتجی ہوں کہ آپ یہ ناچیز عہدہ منظور فرمالیں آپ پر قوم کا اعتماد ہے اور نئی روشنی والوں میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں وہ آپ کے ذریعہ سے سب جاتی رہیں گی اور اگر آپ منظور نہ فرماویں گے تو حنفی گروہ کو بہت ضرر ہوگا، ورنہ وہ لوگ جو اس مجلس میں شریک ہیں حنفی گروہ میں سے وہ اصلاح سے محروم رہیں گے" اس کا جواب جو حضرت نے تحریر فرمایا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

میرے دلی عزیز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپنے جو مصلحت سمجھی ہے یہ آپکی حب دین کی بین دلیل ہے مگر عزیز من اس مصلحت سے بڑھکر اسمیں مفاسد نظر آتے ہیں صرف علماء کا تو اختیار ہوگا نہیں پھر علماء میں بھی اسوقت مختلف مسالک ہیں جب تک اہل حق کا عنصر غالب نہ ہو

اُسوقت تک کثرت رائے سے جو فیصلہ غیر مشروع ہو وہ سب کی طرف منسوب ہوگا دیکھ لیجئے اس کا اثر عام مسلمانوں پر کیا ہوگا البتہ اگر کوئی ایسے صاحب علم اسکے ممبر ہو جاویں جنکی اقتدار نہ کیجاتی ہو تو وہاں یہ مفسدہ نہ ہوگا اور منفعت کی توقع ضعیف و محتمل بھی ممکن ہے کبھی وقوع تک پہونچ جاوے وہ نافع بلا ضرر ہے۔

(۱۱۵) فرمایا کہ مرید جب اپنا اعتقاد پیر سے علیحدہ کر دے تو وہ ارادت سے خارج ہو جاتا ہے اور پیر جب اسکو اپنی مریدی سے نکالنا چاہے تو وہ نہیں نکال سکتا اس لئے کہ مدار اس کا عقیدت پر ہے اور وہ مرید کے اختیار میں ہے۔

(۱۱۶) فرمایا لوگ بیعت کو واجب یا موقوف علیہ نفع کا سمجھتے ہیں اس لئے یہ عقیدہ فاسدہ قابل اصلاح ہے پیروں کو چاہئے کسی کو بیعت کر لیا کریں اور کسیکو بغیر بیعت ہی تعلیم کر دیں تاکہ اس عقیدہ کی اصلاح ہو جاوے اور لوگ سمجھ لیں کہ یہ ضروری امر نہیں ہے اور وصول الی اللہ تعالیٰ اسپر موقوف نہیں ہیں نے بعضے لوگوں کو طریقت کی تعلیم کی حتی کہ وہ قابل اجازت ہو گئے اور اجازت دیدی گئی اسکے بعد ان کو بیعت کیا گیا۔

(۱۱۷) فرمایا کہ حق تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ جب قلب میں پختگی اور ہمت ہوتی ہے اس کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے ورنہ اگر دل میں یہ صفت نہ ہو اور زبان سے اس کا کیسا ہی اظہار ہو اثر نہیں پڑتا مگر متکلم کی یہ صفت شرط تاثیر ہے علت تاثیر نہیں **ف**۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ نیکی کا اثر بھی دوسرے پر جب ہی ہوگا جبکہ اس نیکی کرنے والے میں اخلاص ہوگا چنانچہ حدیث میں یہ مضمون آیا بھی ہے کہ عبادت کیسی ہی خفیہ کیجاوے وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے قالہ الجامع عفی عنہ۔

(۱۱۸) فرمایا کہ اگر فقہاء آج کل تشریف فرما ہوتے تو معاملات میں اور بھی بہت سہولت کی صورتیں استنباط فرماتے۔

(۱۱۹) فرمایا کہ مجھے بہت بڑے تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آج کل کے ثقہ اور اتقیاء کی روایات وحکایات بھی اکثر غیر معتبر ہوتی ہیں نہایت تحقیق کے بعد ان پر عمل کرنا چاہئے۔ **ف** والناس عنہ غافلون قالہ الجامع۔

(۱۲۰) فرمایا کہ آج کل لوگ بڑی چالاکی کے کام کرتے ہیں ایک صاحب نے مجھ سے قرآن مجید کی

سند لکھوائی چنانچہ میں نے جس طرح کہ مجھے حاصل ہے لکھ دی انھوں نے قرآن مجید مترجم طبع کرا کر اخیر میں وہ سند نقل کر دی جسکے اخیر میں میرا نام نہایت جلی یا ایک مُہر کی شکل میں لکھا جس سے ناظرین کو دھوکا ہوتا ہے کہ اس قرآن مجید کے تمام مضامین میرے ہی ہیں اور میرے پاس اس مضمون کے خطوط آتے ہیں سخت افسوس ہے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے اگر یہ نیت بھی نہ تھی تب بھی اس صورت سے تحرز ضروری تھا اور ایکبار میں معلوم نہ ہوا تھا دوسری بار میں تو ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا

الحمد للہ کہ حصّہ دوم ملفوظات خبرت اختتام کو پہونچا

اطلاع چونکہ ملفوظات کا حصہ سوم مستقلاً شائع ہونا تجویز ہو چکا ہے اس لئے آگے حصّہ چہارم شروع کیا جاتا ہے۔

حصّہ چہارم ملفوظات خبرت

ملاحظہ ہو تمہید حصہ دوم

(۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھے طبعی تعلق محبت ذات باری عز شانہ سے زائد ہو نسبت تعلق طبعی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمایا کہ اول تو انسان عقلی تعلق کا مکلف ہے اور نیز اس حالت میں بھی جو کچھ تمھاری ہے کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ تعلق بذات باری تعالیٰ عین تعلق برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ نیز یہ حالت اشبہ ہے حالت رسول اللہ سے کہ آپ کو بہ نسبت اپنے نفس شریف کے حق تعالیٰ سے زیادہ تعلق تھا۔

(۲) یہاں صبح کی نماز کے بعد فوراً مسجد میں چراغ گل کر دیا جاتا تھا اور پردے ایام سرما میں دروں کے لگے جب تک کہ مصلی دعا وغیرہ سے فارغ ہوں باقی رکھے جاتے تھے حضرت قبلہ نے ایک روز فرمایا کہ چراغ پردے اٹھا دینے کے بعد گل کیا کرو تاکہ اتنی دیر بھی بوجہ اندھیرے کے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

(باقی آئندہ)

۴۶

سوال ہمارے ہاں شہر مولمین میں بہت دور دراز ملکوں سے لوگ آتے ہیں اور کمائی کرکے لیجاتے ہیں اب ان کے پیشے میں فرق ہے کوئی تو خشکی کے کام کرتا ہے جیسے بزازی لوہاری درزی وغیرہ اور کوئی پانی کے کام کرنے والا ہے (جیسے شہر دہلی کے پورب طرف جمنا ندی بہتی ہے ایسے ہمارے شہر مولمین کے داہنی طرف ایک ندی بہتی ہے جو رفتہ رفتہ سمندر ہی جا ملی ہے جسکے سبب سے دوسرے ملکوں اور دوسرے شہروں سے ہمارے ہاں جہاز اور کشتی متواتر ہوا کرکے آیا کرتے ہیں) یعنی کوئی تو ایسے جہاز کی نوکری کرتا ہے جو دور دور شہروں سے تجارتی چیزیں لینے آیا کرتے ہیں اور کوئی چھوٹے چھوٹے جہازوں میں کام کرتا ہے جو ایک پار سے لوگوں کو دوسری پار لیجاتے ہیں یا ایک دن یا دو دن کے راستے پر مال لینے جایا کرتے ہیں رات کیوقت ہمیشہ جہاز ہی میں لنگر انداز کرکے سو جاتے ہیں اور بعض تو ایسے ہیں جو چھوٹی چھوٹی کشتی چلاتے ہیں بڑے بڑے جہازوں سے جو ندی کے بیچ میں لنگر انداز ہوتے ہیں مال نکال کر چھوٹی کشتیوں میں لاد کر کنارہ پر لاتے ہیں اور بعض کشتی والے اس پار کے لوگوں کو اس پار لیجاتے ہیں اور بعض کشتی والے دو تین روز کے راستہ میں بھی کرایہ لیکر جاتے ہیں پھر وہاں سے شہر میں چلے آتے ہیں اور سب جہاز والوں کے لئے اور کشتی والوں کیلئے اپنی اپنی کشتی لنگر کرنے کو ایک ایک جگہ مقرر ہے وہاں آکر رات کو لنگر کرکے اسی کشتی یا جہاز میں سو جاتے ہیں ان کے واسطے وطن اصلی اور وطن اقامت یہی ہے۔ یہ لوگ ایسے کچھ دن سفر کرکے کچھ کما کرکے پھر اپنے اپنے ملکوں کو چلے جاتے ہیں شہر سے یا کنارہ سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہاں کوئی چیز خریدنے کو یا کوئی کرایہ دیکھنے کنارہ پر یا شہر میں آیا کرتے ہیں ورنہ ہمیشہ اُن کے رہنے سہنے کی جگہ وہ کشتی یا جہاز ہے۔ یہ لوگ مسافر کہلاویں گے یا مقیم اس مسئلہ میں یہاں کے علماء دو فریق ہوگئے ہیں فریق اول یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ جب تک اپنا ملک چھوڑ کے یہاں رہیں گے (کشتی میں یا جہاز میں) مسافر کہلاویں گے اور احکام سفر کے اُن پر جاری ہونگے کیونکہ ان کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں کشتی یا جہاز اقامت کی صلاحیت نہیں رکھتی اور جس جگہ لنگر انداز ہوتے ہیں وہ بھی کوئی نیت اقامت کرنے کے لائق جگہ نہیں ہے اور اگر شہر مولمین میں اقامت کی نیت کریں یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ شہر میں یعنی کنارہ پر خشکی میں نہیں رہتے ہمیشہ دریا میں رہتے ہیں نیت

۳۵۰

اُن کی کیونکر صحیح ہوگی پس یہ لوگ ہمیشہ مسافر ہیں مقیم نہیں ہو سکتے اور فریق ثانی یہ کہتا ہے کہ لوگ
جب نیت اقامت کی کریں صحیح ہے جب وہ ارادہ کریں ایک برس یا دو برس اس شہر مولمین میں
رہنے کا اور سی شہر کے پتہ سے خط و کتابت ہوتی رہتی ہے اور وہ ندی جسمیں وہ لوگ کشتی یا
جہازرانی کرتے ہیں شہر کے تحت میں ہے جب یہ لوگ شہر کے قریب ندی میں لنگر انداز ہوتے رہتے
ہیں گویا شہر میں رہتے ہیں گویا کہ ان کا وطن اقامت شہر مولمین ہے جس پتہ سے ان کی خط و
کتابت ہوتی رہتی ہے پس نیت اقامت اُن کی صحیح ہے اگرچہ یہ لوگ جہاز یا کشتی میں اکثر
وقت رہیں یہ لوگ مقیم ہیں جب تک ملک جانے کا ارادہ نہ کریں فقط۔

اب آرزو ہے کہ حضور اس مسئلہ کو کچھ دلیلوں کے ساتھ فیصلہ فرما کر سرافراز فرمادیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار او ینوی اقامة نصف شہر بموضع واحد صالح لہا
من مصر او قریة او صحراء دارنا وھو من اھل الاخبیة فیقصر ان نوی الاقامة
فی اقل منہ ای من نصف شہر او نوی فیہ لکن فی غیر صالح کبحر او جزیرة الخ وفی رد المحتار
قولہ کبحر قال فی المجتبیٰ والملاح مسافر الا عند الحسن وسفینتہ ایضاً لیست بوطن
اھ بحر وظاہرہ ولو کان مالہ واھلہ معہ فیہا ثم رأیتہ صریحاً فی المعراج۔ ج ۱ ص۳۳
وفی الدر المختار بخلاف اھل الاخبیة کعرب وترکمان نووھا فانہا تصح فی الاصح وبہ
یفتیٰ اذا کان عندھم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامة اصل فی
رد المحتار قولہ کعرب المناسب قول غیرہ کاعراب لما فی المغرب ھم الذین استوطنوا
المدن والقری العربیة والاعراب اھل البدو وفیہ قولہ لان الاقامة اصل علة
لقولہ فانہا تصح ای نیتہم الاقامة قال فی البحر وظاہر البدائع ان اھل الاخبیة
لا یحتاجون الا نیة الاقامة فانہ جعل المفاوز لہم کالامصار والقری لاھلہا
الخ ج ۱ ص۸۲۵ فی العالمگیریة الصحیح ما ذکر انہ یعتبر مجاوزة عمران المصر لا غیر
الا اذا کان ثم قریة او قری متصلة بربض المصر فحینئذ تعتبر مجاوزة القری بخلاف القریة
التی تکون متصلة بفناء المصر فانہ یقصر الصلوٰة وان لم یجاوز تلک القریة کذا
فی المحیط ج ۱ ص۹۵ وفیہا ولا یصیر مقیما بنیة الاقامة فیہا (ای فی السفینة)

۳۳۶

ولکن للک صاحب السفینة والملاح الا ان یکون السفینة بقرب من بلدتہ
او قریتہ فح یکون مقیما باقامتہ الاصلیة کذا فی المحیط وفیما عن العتابیة
لوکان مسافر وشرع فی الصلوٰۃ فی السفینة خارج المصر فجرت السفینة دخل المصر
یتم اربعا کذا فی التاتارخانیة ج ۱ ص ۹۳ ان روایات سے امور ذیل مستفاد ہوئے۔
نمبر ۱ کشتی یا جہاز خود موضع صالح للاقامة نہیں اگرچہ مال واہل بھی پاس ہوں پس
اس میں اقامت کی نیت کرنے سے مقیم نہوگا اگر اسکے قبل اسپر شرعاً وصف مسافر کا صادق
آچکا ہے تو وہ مسافر ہی رہیگا البتہ اگر ابھی مسافر شرعاً نہیں ہوا تو اقامت اصلیہ سے وہ مقیم
رہیگا نہ کہ اقامت فی السفینہ سے نمبر ۲ البتہ جس جگہ کشتی یا جہاز لنگر انداز ہوتا ہے وہ
کنارہ اگر کسی شہر یا قریہ سے متصل ہو یعنی شہر سے وہاں تک سلسلہ آبادی کا متصل چلا آتا ہے
درمیان میں کھیت یا باغ یا کوئی بڑا میدان وجنگل حائل نہیں تو وہ کنارہ بھی حکم مصر میں ہوگا
اس صورت میں وہاں نیت اقامت کی معتبر ہوجاویگی کما فی المصر والقریة اور اگر اس طرح
سے متصل نہیں ہے تو وہ حکم مصر میں نہوگا اور وہاں نیت اقامت کی معتبر نہوگی۔ کما فی
رد المحتار ایضاً اراد بالعمارة مایشمل بیوت الاخبیة لان بہا عمارة موضعہا
قال فی الامداد فیشترط مفارقتہا ولو متفرقة وفیہ یشترط مفارقة ماکان
من توابع موضع الاقامة کربض المصر وہو ماحول المدینة من بیوت ومساکن
فانہ فی حکم المصر وکذا القری المتصلة بالربض فی الصحیح بخلاف البساتین ولو
متصلة بالبناء لانہا لیست من البلدة ولو سکنہا اہل البلدة فی جمیع السنة
او بعضہا ولا یعتبر سکنی الحفظة والاکرة اتفاقا امداد ج ۱ ص ۸۱ نمبر ۳ ان ہی
روایات سے دلائل قائلین بکونہا محلا صالحا للاقامة کا جواب بھی نکل آیا کہ محض شہر کے
تحت یا تعلق میں ہونا اسکے لئے کافی نہیں جب تک آبادی کا اتصال نہو اور شائد کوئی
اہل اخبیہ کی حالت سے اسپر استدلال کرنے لگے تو اہل اخبیہ کی حقیقت مذکورہ فی الروایات
السابقة کے معلوم ہونیکے بعد وہ استدلال بھی نہ رہے گا کیونکہ اہل اخبیہ کا تو کوئی گھر ہی نہیں
ہوتا بخلاف ان کے۔ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ کشتی وجہاز میں اقامت کی نیت معتبر نہیں

۳۷۰

جب تک کہ اس کے کھڑے ہونے کا موقع آبادی سے متصل ہو۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مقدمہ ذیل میں امید کہ جواب مدلل بعجلت تحریر فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں چنانچہ تیس چالیس برس کا عرصہ گذرا مالی گاؤں کے عام اہل اسلام (اہل تسنن و تشیع) نے باہم چندہ فراہم کرکے ایک زمین واسطے تدفین میت کے خریدی اور آج تک اس گورستان میں دونوں فریق کے مردہ دفن ہوتے رہے کسی نے کسی کی مزاحمت نہیں کی ولیکن ہفتہ عشرہ کا عرصہ منقضی ہوا جناب مولانا محمد اسحاق صاحب مدرس مدرسہ بیت العلوم (جو پندرہ بیس سال سے مدرس ہیں) فرماتے ہیں کہ اہل تشیع کا مردہ اس گورستان میں اب دفن نہ کیا جاوے حسب فرمان جناب مولانا موصوف کے سرداروں کا حکم ہوا کہ خبردار اب مردہ دفن نہ کرنا اس حکم کے صادر ہونیکے گروہ شیعہ نے (جو بہت کم ہیں) گاؤں کے سرداروں کو جمع کیا اور عرض کیا کہ آپ لوگوں نے ایسا حکم صادر کیا تو ہمارا کام کیسے چلیگا تو سرداروں نے و مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ ہمنے موافق شریعت کے حکم کر دیا ہم نہیں جانتے البتہ جو چندہ تم نے دیا ہے یعنی تم نے دس دیا ہے تو ہم سے سو لیلو مگر تم کوئی گورستان دوسرا اپنا لو اب ایک مردہ بھی تمہارا دفن ہونے نہ پاویگا حالانکہ یہاں طاعون و چیچک کا بہت زور ہے بیس پچیس موتیں ہوتی ہیں اور اہل تشیع میں سر دست کئی بیمار ہیں اور یکایک بلا مدت حکم صادر ممانعت کا ہوا بس اسکے ضمن میں سوال ہے **سوال** اول گروہ اثنا عشریہ اہل کتاب و اہل قبلہ ہیں یا نہیں انکو بلا مدت اور بلا خریدنے دوسرے گورستان کے نکالدینا از روئے شرع شریف انصاف ہے یا نہیں تاوقتیکہ دوسرا گورستان نہ خریدا جائے اسوقت تک یہ اپنے مردے کہاں رکھیں چنانچہ ان کی کوئی جائے زر خریدہ نہیں ہے اور سرکاری جائے پر دفن کرنا خلاف قانون سرکار ہے اس حالت میں ان کے لئے جو حکم کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو بہت جلد تحریر فرمائیں۔

الجواب جب وہ زمین فریقین کے مشترک روپیہ سے خریدی گئی تو بقدر نسبت باہمی ہر دو رقم کے وہ زمین دونوں فریق میں شرعاً مشترک ہوگی

(باقی آئندہ)

حکم اختصاص بعض فرق بعض اراضی وقف دوسرے ازدن عام مسلمانان از شرکت

۳۸

سوال ہمارے مکان سے چاٹگام شہر خشکی کی راہ سے تین دن کی راہ ہے اسی طرح معمولی کشتی پر جانے سے تین دن کا راستہ ہے ان دونوں صورتوں میں قصر پڑھے لیکن اسٹیمر ہی چند سال سے چلتا ہے جہاز دخانی پر سوار ہونے سے آدمی آٹھ گھنٹہ میں پہنچتا ہے سو اگر ہم جہاز پر سوار ہو کر چاٹگام جاویں تو راہ میں اور وہاں شہر میں پہنچکر قصر کریں یا نہ کریں۔

الجواب ہاں قصر کیا جاوے مسافت کا اعتبار ہے گو سواری کے تیز ہونے سے وہ جلدی قطع ہو جاوے جیسا ریل کے سفر میں بھی حکم ہے۔ ۲۰ صفر ۱۳۴۲ھ

سوال ہنود کے گھر کا کھانا جائز ہے یا کہ نہیں چونکہ وہ مسلمان کو کتے سے برا سمجھتے ہیں۔

الجواب۔ گناہ تو نہیں مگر بے غیرتی ہے۔

سوال۔ نمبر ا یہاں یہ رواج ہے کہ کاشتکاران تخم ریزی کے وقت مہاجنوں سے غلہ قرض لیتے ہیں اور یہ شرط ہوتی ہے کہ فصل کٹنے کے بعد ڈیوڑھا یا سوایا غلہ واپس دیں گے یہ طریقہ کاشتکاران کی تباہی کا باعث ہوتا ہے اور مہاجنان حساب و وزن وغیرہ میں بھی طرح طرح سے زیادتی کرتے ہیں جس کو کاشتکاران اہل غرض ہونیکی وجہ سے پورا کرتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اکثر زمینداروں کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اپنی رعایا کو اس مصیبت و نقصان سے بچانیکی کوئی جائز تدبیر ہو تو اسپر عمل کیا جاوے ساتھ ہی اسکے اپنا روپیہ لگانیکا کچھ ما حصل اور فائدہ تجارتی بھی ضرور حاصل ہونا چاہیئے تاکہ نقصان اٹھانا نہ پڑے اور جو فائدہ غیروں کو ہوتا ہے وہ خود حاصل کریں نمبر ۳ منجانب سرکار رعایا و کاشتکاران کی امداد کیلئے ایک طریقہ دیہاتی بنکوں کا جاری ہے جسکو کواپریٹیو بنک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسمیں مشترکہ سرمایہ ہوتا ہے اور ہر ایک ممبری کی فیس ہے جو لوگ ممبر ہوتے ہیں ان میں سے ہم قوم دس آدمی ایک ساتھ قرضہ لیتے ہیں اور اسکی ادائی کی ذمہ داری مشترکہ و منفردہ طور پر دسوں آدمی پر ہوتی ہے اور چھ روپیہ فیصدی سے زیادہ سود نہیں لیا جاتا ہے درحقیقت ایسے بنکوں کا قیام کاشتکاران کیلئے بہت مفید ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ مسلمان زمینداران بوجہ شرعی ناجوازی کے ایسے بنک نہیں قائم کر سکتے اور اس لئے وہ اپنی رعایا کی امداد کرنے سے مجبور ہو جاتے ہیں نمبر ۴۔ ہذا سوال یہ ہے کہ وہ کونسا طریقہ اختیار کریں جو شرعاً جائز ہو اور اُن کے کاشتکاران بجائے مہاجنوں کے پنجوں میں

پھنسنے اور تباہ ہونیکے خود اپنے زمینداران سے اپنی ضروریات کیلئے قرض لیں اور اسکے شرائط ایسے ہوں کہ زمیندار کو اپنے سرمایہ لگانے سے تجارتی فائدہ بھی اور کاشتکار یا رعایا مہاجنوں کے سخت شرائط کے نقصان سے بھی محفوظ رہیں نمبر ۵ ایک تدبیر جو خیال میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ تخم ریزی یا اور ضروریات کے موقعہ پر نقد روپیہ زمیندار سے کاشتکاران لیں اور اپنا کام چلاویں جسوقت نئی فصل کاٹی جاوے اسوقت نرخ بازار کے حساب سے جو اسوقت غالباً ارزاں ہوگا بہ نسبت اسوقت کے جبکہ تخم ریزی ہوتی ہے۔ غلہ دیں۔ ایسی صورت میں ارزانی وگرانی نرخ میں جو فرق ہوگا وہی قرض دہندہ کا نفع ہوگا آیا ایسی صورت شرعاً اپنے کاشتکاران کو فائدہ پہونچانے اور خود فائدہ حاصل کرنے کی جائز ہے یا نہیں ہے اور اگر نہیں ہے تو وہ دوسری اور کون صورت ہے جسکا اختیار کرنے سے زمیندار قرض دہندہ اور کاشتکار قرض گیرندہ کو نفع حاصل ہو چونکہ یہ مسئلہ بہت ضروری ہے اور اسکی ضرورت عام طور پر محسوس کیجاتی ہے اور بعد بحث ومباحثہ کے اس کے مفید ہونے پر سرکار اور عوام سب کو اتفاق ہے اور ہزارہا بنک ایسے قائم ہو چکے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اور منجانب سرکار بہت توجہ ہے اور ترغیب دلائی جاتی ہے کہ اس طریقہ سے کاشتکاران کی مدد زمیندار کریں اور مہاجنوں کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائی جاوے ساتھ ہی اسکے جو شخص اپنا روپیہ پھنسائیگا اسکو بھی کچھ فائدہ جب تک نہو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اپنا روپیہ اسمیں لگاوے اور روپیہ نہ لگانے میں یہ نقص پڑتا ہے کہ اگر ہمسایہ زمیندار کوئی بنک کھولے تو اسکی رعایا خوش حال اور فارغ البال ہوتی ہے بخلاف اسکے ہم اگر اپنی رعایا کی مدد نکریں تو بوجہ شرعی ناجوازی کے ہماری رعایا اس فائدہ سے محروم ہو جاتی ہے اور اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے لہذا مسلمان زمینداران کیلئے کوئی جائز طریقہ ضرور علماء کرام مدظلہم کو ایسا تجویز فرمانا چاہئے جسمیں فائدہ تو وہی حاصل ہو جو دیہاتی بنک قائم کرنے کا مقصود ہے لیکن اسمیں معصیت نہو جواب باصواب سے سرافراز فرمائیے۔

الجواب: جو تدبیر سوال کے نمبرہ میں لکھی ہے وہ بعد کسی قدر ترمیم کے شریعت کے موافق جائز ہو سکتی ہے یعنی تخم ریزی کے وقت جو نقد روپیہ کاشتکاروں کو دیا جاوے اس کا غلہ فصل پر لیلیا کریں مگر نرخ بوقت روپیہ دینے کے معین ہو جاوے۔

(باقی آئندہ)

تجھے کیا ہوگیا کہ اپنے سچے آقا کی تابعداری کو فاسد کر رہا اور اپنے نفس و خواہشات اور شیطان و عاجز مخلوق کی غلامی و طاعت میں بکا ہوا ہے۔ دوسروں کی طرف اپنا شکوہ لیجا کر اپنے تقویٰ کو برباد کر رہا ہے اور چھچوری طبیعت والی مخلوق کے سامنے اپنی تنگ حالی ظاہر کر کے ذلیل و خوار بن رہا اور توحید و اخلاص کی قوت کو کمزور بنا رہا ہے۔ کیا تجھے علم نہیں کہ جو لوگ متقی و پرہیزگار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا محافظ و ناصر ہوتا ہے کہ انکی طرف سے مدافعت فرماتا اور انکو علم لدنی اور اپنی ذات کی معرفت بخشتا ہے وہی انکی دستگیری فرماتا اور ہر قسم کی پریشانیوں اور افکار و مکروہات سے انکو نجات بخشتا ہے۔ ہر وقت ان کے قلوب پر نظر رکھتا اور متوکل و صابر و شاکر بنا کر ایسی جگہ سے ان کو رزق پہونچاتا ہے جہاں انکا گمان و خیال بھی نہیں جاتا۔ جس ذات کا اپنے غلاموں کے ساتھ شفقت و عنایت کا یہ برتاؤ ہو تم ہی بتاؤ کہ ہمیں اسکے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟ ایک حدیث قدسی میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ابن آدم مجھسے شرما جیسا کہ اپنے دیندار پڑوسی سے شرمایا کرتا ہے" مگر افسوس کہ ہمارے نزدیک خداوند تعالیٰ کی اتنی بھی عظمت نہیں جتنی اپنے پڑوسی کی ہوتی ہے جسوقت گھر میں جاتے ہیں تو اس خیال سے کہ محلہ والے طعن و تشنیع نکریں تیرے عیوب سے اپنے آپ کو بچالیتے ہیں مگر اسکا کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ خداوند تعالیٰ ہماری دلوں اور نیتوں کو دیکھ رہا ہے اسلئے اسکی بھی شرم کریں اور اسکا دروازہ چھوڑ کر مخلوق کے دروازوں کو چومتے ہوئے عار کھائیں اگر پڑوسی جھانک رہا ہو تو اپنے گھر میں کسی غیر عورت سے خلا ملا کرتے ہوئے شرم آتی ہے مگر تاریکی شب میں لحاف کے اندر پڑ کر معصیت کرتے ہوئے شرم نہیں آتی حالانکہ جانتے ہیں کہ ہمارے سارے حرکات و سکنات کو حق تعالیٰ اب بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہے جیسا دن کے وقت کھلے میدان میں دیکھ رہا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ اپنے مکان کے دروازوں کو بند کر لیتا اور لحاف یا چادر کے پردے اپنے اوپر ڈال لیتا اور مخلوق سے بالکل پوشیدہ ہو کر حق تعالیٰ شانہ کی معصیتوں کا خلوت میں مرتکب ہوتا ہے تو اسوقت حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے ابن ادم تو نے اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے زیادہ کمتر مجھ ہی کو سمجھا کہ سب سے پردہ کرنا تو ضروری سمجھا مگر مجھسے نہ شرمایا اور میرے

۳۳۳

سامنے فحش و بے حیائی کے مرتکب ہونے میں تجھکو مطلق غیرت نہ آئی" صاحبو سوچو اور اس مضمون میں غور کرو جب تمہارا اسپر ایمان ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور ظاہر و باطن اسکے نزدیک یکساں ہیں تو پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ بازار میں یا مخلوق کے سامنے گناہ کرتے ہوئے تمکو شرم آتی ہے اور تنہائی میں گناہ کرتے شرم نہیں آتی یا مثلاً مجمع میں زنا کرتے یا نامحرم پر نظر ڈالتے ہوئے شرماتے ہو مگر دل میں زنا کا تصور کرتے اور اسکا مزہ لیتے ہوئے نہیں شرماتے۔ اگر غور کروگے تو معلوم ہو جائیگا کہ مخلوق کی عظمت تمہارے قلوب میں خدا سے زیادہ ہے اور مخلوق کی شرم تمہارے دلوں میں خدا تعالیٰ سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس صورت میں تم ہی بتاؤ کہ حق تعالیٰ کی اس شکایت کا تمہارے پاس کیا جواب ہے اور کیا منہ لیکر اس سے ملنے کی توقع رکھتے ہو۔ ایکاش کہ ہمارے قلوب میں اپنے خدا کی محبت و عظمت و حیا و شرم پیدا ہو کہ جو طاعت کریں وہ اخلاص کے ساتھ اسی کی رضاجوئی کیلئے کریں اور جو گناہ چھوڑیں وہ اخلاص کے ساتھ اسی کے خوف اور اسی کی شرم سے چھوڑیں۔ یا اللہ ہمارے قلوب میں اخلاص پیدا کر اور ہمکو اپنا محب و محبوب بنائے آمین یا رب العلمین۔ ۳۴

(چودھویں مجلس) یوم جمعہ وقت صبح مدرسہ معمورہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

افسوس کی بات ہے کہ اس زمانہ میں لوگوں کی دینی حالت ہر پہلو سے بگڑ چلی اور ان کا ظاہر و باطن یکساں نہیں رہا۔ دعویٰ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور خدا کو واحد و یگانہ سمجھتے ہیں کہ اسی نے پیدا کیا اور وہی رزق دیتا ہے۔ وہی متصرف حقیقی ہے۔ وہی غنی بنانیوالا ہے وہی فقیر و محتاج کر دینے والا ہے۔ تمام دنیا کا نسق و نظم اسی کے ہاتھ اختیار ہے کہ جو چاہے کرے مگر باوجود اس دعوے کے حالت یہ ہے کہ مال کی طمع میں امرا و سلاطین کی آستانہ بوسی کرتے اور ان کی درباردار ی و غلامی کو حاجت روا سمجھے ہوئے ہیں۔ کیا شرک نہیں ہے کہ مخلوق خدا کو عطا و قضاء حاجات و تبدیل احوال میں قادر و مختار سمجھکر خدا کا ہم رتبہ و ہم پلہ اور ساجھی بنا لیا؟ پھر زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا اور قلب سے شرک کرنا تم ہی بتاؤ

کہ نفاق ہے یا نہیں؟ ہاے ناواقف ومغرور نادان اس کمبخت دنیا کی ہوس نے تجھے
مشرک ومنافق بنا رکھا ہے اور تجھکو خبر نہیں۔ تو اسدرجہ بے حس ہو گیا ہے کہ اگر کوئی بندۂ
صالح یا عالم باعمل تجھکو نصیحت کرتا ہے تو تجھکو ناگوار گذرتا اور تو اس سے دشمنی رکھنے لگتا
ہے۔ اپنے خیر خواہ کو برے الفاظ سے یاد کرتا اور اسکی پیٹھ پیچھے کلمات ناشائستہ سے اسکو یاد
کرتا ہے جو غیبت ہے اور جسکے متعلق حق تعالیٰ نے تاکید کیساتھ بایں صورت نصیحت فرمائی ہے
کہ غیبت کرنا گویا اس شخص کا گوشت کھانا ہے جسکی غیبت کیجاتی ہے مگر افسوس کہ تجھے اسکی بھی پروا
نہیں اور جب اپنے ناصح کے ساتھ تجھکو عداوت ہے تو تیرا مرض نفاق ایسا لاعلاج مرض ہے جسکی
اصلاح کی توقع نہیں لہذا اگر یوں کہا جاوے تو بجا ہے کہ اے منافق حق تعالیٰ اپنی زمین کو تجھسے
پاک بناوے اور تجھکو موت دیکر دنیا سے اٹھالے کہ تیری گندگی ونجاست سے زمین ناپاک ہوئی ہے
اور بجز اسکے کہ تو جانوروں کی طرح کھاوے اور بول وبراز سے زمین کو نجس بناوے تجھسے اور کچھ بھی نہیں ہوتا
افسوس کہ تیرا نفاق تجھکو کافی نہوا اور اپنی اس بدحالی ہی پر تو نے بس نکی بلکہ تیرے مرض نے
یہانتک تیرا ہذیان بڑھایا اور تو علماء واولیاء وصالحین کی غیبتیں کرنے میں مزہ لینے لگا کہ جو
بمقتضاے نص قرآنی انکا گوشت کھانا ہے۔ واے تیرے حال پر کہ گوشت بھی کھایا تو علماء وصلحا
اور حق تعالیٰ شانہ کے ان برگزیدہ بندوں کا جنکے خون کا ایک ایک قطرہ اور گوشت پوست کا
ایک ایک ریشہ دنیا بھر سے زیادہ پیارا اور باعظمت ہے۔ تو اور تجھ جیسے دوسرے منافق جو تیری
ہاں میں ہاں ملاتے اور اس بدزبانی ومعصیت میں تیرے شریک حال یا ہمخیال وہمزبان
بنتے ہیں عنقریب موت کا شکار ہونگے اور قبر کے کیڑے تم سبکی ان زبانوں کو جن سے غیبتیں صادر
ہوئی ہیں اور اس گوشت کو جسکے فربہ کرنے میں علماء کو بدزبانی سے یاد کیا تھا کھائیں گے اور
تمکو پارہ پارہ اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔ اسوقت تم چیخوگے چلاؤگے اور یاد کروگے کہ جس
دنیا کے پیچھے مٹی خراب کی وہ بھی چھٹ گئی اور ناقابل برداشت مصیبت سر پر آپڑی سو الگ۔
خوب سمجھ لو اور یاد رکھو کہ جو شخص حق تعالیٰ شانہ اور اسکے نیکوکار بندوں کے ساتھ حسن ظن
نہ رکھیگا اور ان کے سامنے عاجزی وتواضع کے ساتھ پیش نہ آئیگا اسکو ہرگز ہرگز فلاح نصیب
نہوگی اور یہی نہیں کہ آخرت میں فلاح سے محروم رہے گا بلکہ دنیا میں بھی ناکامی وخواری اور

۳۵

حاجات وضروریات میں سراسیمگی وپشیمانی اسکی دامنگیر رہے گی کہ چار طرف بیچین ہوا مارا مارا پھریگا اور جس کام میں ہاتھ ڈالیگا نامرادی وتحسر کا ثمرہ پائیگا۔ اور بات بھی تو صحیح ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو عالم دنیا میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ پس باین ہمہ جب وہ سرداران وافسران مخلوق اور گروہ خداوندی یعنی افراد عالم کے امیر لشکر وسپہ سالاران افواج ہیں پھر وجہ کیا کہ تو انکے سامنے بتواضع پیش نہ آے۔ کیا رعایا کا فرض نہیں ہے کہ اپنے بادشاہ وحاکم کے سامنے پستی اختیار کرے اور عاجزانہ برتاو سے اپنا محکوم وخدمت گذار ہونا دکھاے سلے بیوقوف متکبر اور اپنے مال پر نازاں ان کے مقابلہ پر تو ہے کیا چیز؟ انکی شان تو یہ ہے کہ ؎

مردان خدا خدا نباشند. لیکن ز خدا جدا نباشند

حق تعالیٰ شانہٗ نے دنیا کا انتظام ملکی اور سلاطین کا عزل ونصب ان کے حوالہ کر رکھا ہے کہ جسکو نا اہل پائیں معزول کریں اور جسکو رعایا پرور سمجھیں اسکو تخت نشین کریں۔ عالم کے تصرفات ان کے ہاتھوں انجام دلاے جاتے اور انقلابات وحوادث ان کی معرفت وقوع وظہور میں آتے ہیں۔ صاحبان خدمت انکا نام اور جو کچھ بھی دنیا میں بعالم ظہور واقع ہو رہا ہے اول انکے محکمہ میں طے ہو کر کارکنان عالم کے قلوب اور ہاتھوں کے حوالہ کیا جاتا ہے حقیقی سلطنت انھیں حضرات کی ہے اور یہی حضرات ہیں جو اپنے اپنے منصب کے فرق مراتب کے لحاظ سے قطب وابدال واغواث کے جدا جدا خطابوں سے نوازے جاتے ہیں۔ یہی حضرات خلاصہ عالم ہیں اور انھیں کی وجہ سے آسمان بارش برساتا اور زمین روئیدگی لاتی ہے ورنہ ان کے علاوہ عام مخلوق کی تو حق تعالیٰ کو پرواہ بھی نہیں کہ شامت اعمال سے مرے یا جئے اور کھا ی یا فاقہ مرے۔ ساری مخلوق ان کی رعایا ہے اور دنیا کی جس نعمت سے بھی متمتع ہو رہی ہے وہ انہیں کے طفیل میں اور انہیں کی جوتیوں کی برکت سے متمتع ہو رہی ہے۔ ان برگزیدہ حضرات میں سے ہر شخص استقامت واستقلال میں گویا اٹل پہاڑ ہے کہ آفات ومصائب کے جھونکے نہ انکو ہلا سکتے ہیں اور نہ حرکت دے سکتے ہیں۔ طرح طرح کی تکلیفیں ان کو دھکا دیتی اور قسم قسم کی مصیبتیں ان کو صدمہ پہونچاتی ہیں مگر چونکہ انھوں نے ایک خدا کا آستانہ پکڑ رکھا اور اسی کو عالم کے ہر ہر فرد اور ہر ہر جزئی کے اندر متصرف حقیقی سمجھ رکھا ہے لہذا وہ اپنے اس مقام توحید اور اپنے

(باقی آئندہ)

تربیت اطفال کے متعلق کارآمد باتیں۔ بچہ کی جسمانی پیدائش جیسا کہ ماں باپ سے ہوتی ہے ایسے ہی اسکی پرورش بھی انہیں کی نگہداشت پر موقوف ہے اور یہ دونوں باتیں بالکل ظاہر اور مسلم ہیں۔ ان دونوں باتوں کے ساتھ تیسری بات یہ بھی مان لینے کے قابل ہے کہ بچہ کی تربیت یعنی تعلیم و درستی روحانی میں بھی ماں باپ کو قریب قریب ایسا ہی دخل ہے جیسے بقاء و نشو و نما میں حتیٰ کہ حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فطرت یعنی سلامت طبع اور استعداد قبول حق پر پیدا ہوتا ہے پھر ماں باپ اُسکو یہودی کر دیں یا نصرانی کر دیں یا مجوسی کر دیں۔ یہ تیسری بات بھی بہت ظاہر ہے مگر مسلمانوں میں اسکی طرف سے بھی غفلت ہے عوام کی تو کیا شکایت بعضے پڑھے لکھے بھی اسمیں مبتلا ہیں خاصکر جو لوگ خاندانی کہلاتے ہیں اُن کے بچے تو اسطرح سے تربیت کئے جاتے ہیں کہ مرد بچے تو زنانے بنجاتے ہیں اور لڑکیوں کو کیا کہا جاوے ایک مستعمل لفظ یہ ہے کہ وہ ہتیلی کا پھوڑا بنجاتی ہیں کہ ہلکر پانی پینے کے قابل بھی نہیں رہتیں۔ ان بچوں کو اس طرح ناز و نعمت میں رکھا جاتا ہے کہ سوائے من بھانے کھانے اور کھیلنے کے کچھ

۲۵-

بھی ان کے خیال میں نہیں گذرتا اور جب کبھی کوئی ناصح فہمایش کرتا ہے کہ ان کو علم کے سپرد کیجے تو کہا جاتا ہے ابھی سے بچہ پر دباؤ پڑیگا تو محنت مارا جاویگا یہی کہتے کہتے قریب البلوغ ہو جاتے ہیں اور دماغ ان کے پک جاتے ہیں علم و ہنر کی قابلیت باقی نہیں رہتی تہذیب کی ہوا ہی نہیں لگی ہوتی (تہذیب سے مراد صرف لکھنوی سلام اور مصنع کلام ہی نہیں ہے یہ تو ان خاندانی بچوں میں بہت ہوتا ہے بلکہ مراد عمدہ اخلاق و ملکات کی تحصیل ہے) نہ یہ بچے دنیا ہی کے ہوتے ہیں نہ دین کے اگر خیریت رہی اور تمول نہ کھو بیٹھے تب تو نوکروں کے سامنے ایک عہدی اور اپاہج ہوتے ہیں کہ نوکر جو چاہیں کریں اور یہ دیکھا کریں اور اگر خدانخواستہ مال و جاہ بھی کسی بلا میں پڑکر کھو بیٹھے تب تو ان مصیبتوں کا سامنا کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھلائے ایک انگریز کے سامنے ایک خاندانی صاحبزادہ اسی طرح کے پیش کئے گئے کہ ان پر رحم کرنا چاہئے تو اُسنے کہا جبکہ تمنے دماغ سے کام لینے کے وقت میں اُس سے کام نہیں لیا تو اب سوائے اسکے کیا ہے کہ ہاتھ پیر سے کام لو یعنی مزدوری کرو اور کھاؤ۔ ایک لڑکے کو بندہ نے دیکھا کہ بارہ تیرہ برس کی عمر تھی اور معمولی زکام کھانسی کا مرض ہوا تو تمام خاندانی اپنے

آتے تھے اور سب کی اول ہدایت یہ تھی کہ ابھی مکتب جانا نہ رہتی ہو تو سب کچھ ہو۔ ایک روز صاحبزادہ نے دو چار منٹ گولیاں کھیلیں تو جاؤں طرف سے مبارکبادیں آئیں کہ خدا کا شکر آج بچے نے گولی کھیلی اور نوکروں کو ہدایت تھی کہ کھیلنے دو اس کے اکتا جاویں تو کنکوا اڑانے میں یا اور کسی کھیل میں لگا دینا خدا خدا کر کے بچہ کی طبیعت اٹھی تو سہی جب اس عمر تک وہ گولیاں کھیلتے ہیں تو وہ کونسی عمر آویگی جسمیں علم و ہنر سیکھیں گے اور وہ کونسا وقت آنے والا ہے جسمیں دینی صلاح ظاہری یا باطنی ہوگی۔ ان وقتوں کا آنا معلوم ہے کیونکہ اب عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ دنیا کا جُوا کندھے پر رکھا جاویگا یعنی شادی بیاہ کا موسم آیا جب اس دھندے میں پھنسے تو اگر با فراغت ہیں تب تو یہی مشغلہ بہت ہے اس سے دین کی یا دنیا کی فرصت ہی نہیں۔ اور اگر فراغت بھی نہیں ہے تو کھانے کمانے کے سوا کس کام کے ہو سکتے ہیں۔ غرض باوجود اس بات کے ظاہر اور واضح ہونیکے کہ ماں باپ کی تربیت بچہ پر بڑا اثر رکھتی ہے مسلمانوں میں عملاً اسمیں بہت کوتاہی پائی جاتی ہے کیسے افسوس کی بات ہو کہ بچہ کی وہ عمر جو فطرۃً پرورش اور تعلیم کیلئے رکھی گئی ہے اور جسپر تمام آئندہ کی بہبودیاں دنیا کی اور دین کی موقوف ہیں اس طرح غارت کیجاوے۔ بہت زیادہ ضرورت ہو کہ ماں باپ اس طرف متوجہ ہوں اور اسمیں جو غلطیاں ہیں انپر متنبہ ہوں ابنار زمان نے بعض مستقل رسالے بھی اس باب میں لکھے ہیں مگر افسوس ہے کہ اول سے آخر تک ان کا ماحصل دنیاوی تربیت ہی ہو دین کا کہیں نام بھی نہیں لگنے دیا بلکہ جو انہیں کسی سے ذکر آتا ہے تو کہتے ہیں میاں اول پیٹ ہے قدرت نے بھی پیدا ہوتے ہی دودھ پینے کے سوا کچھ نہیں سکھلایا۔ اور یہ نہیں غور کرتے کہ دودھ پینا بہت تھوڑے دنوں تک کیلئے سکھلایا پھر دانت دیکہ دودھ چھوڑ کر دوسری غذا کھا سکے پھر ہاتھ پیر میں قوت دی کہ اپنی غذا خود مہیا کر سکے اسمیں تعلیم ہے کہ ایک حالت پر نہ رہو بتدریج انتقال کر کے کمال پر پہونچ جاؤ ایک کمال انسان کیلئے وہ بھی ہو جسکے لئے عقل دی ہے وہ اپنی صلاح عز اسمہ کو پہچاننا ہے جسکے لئے دوسرا لفظ دین ہی دنیا کی بتدریج ترقی کرا کے بتا دیا ہے کہ اس طرح وہ ترقی کرو جسکے لئے حواس اور عقل ذریعہ ہے اتنا فرق ہے کہ دنیا کے دواعی طبیعت میں ہیں اور دین کسب و اختیار پر ہے حق و باطل کو الگ الگ دکھا کر اختیار سے کسب و ترقی کا

۲۶

حکم دیا ہے تو یہ کس قدر پستی خیال ہے نمونہ کو دیکھکر اسی کو مقصود اور منتہائے نظر بنالیا جاوے اور سوائے پیٹ کا کتا بنانے کے دوسری ضرورت اور اشد ضرورت کی طرف کبھی خیال بھی نجاوے۔ اور غور سے دیکھا جاوے تو یہی غلط ہے کہ اول قدرت نے پیٹ ہی کا دھندا سکھلایا بلکہ اس سے بھی اول ایک حالت اور گذر رہی ہے جسمیں پیٹ سے بالکل غفلت تھی اور صرف استغراق تھا نو مہینہ تک اس حالت میں رہنے کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کہلانے کا استحقاق حاصل ہوا اسمیں تعلیم ہے کہ جب استغراق اور توجہ الی اللہ غیر اختیاری کا یہ ثمرہ ہے تو اس توجہ کا کیا نتیجہ ہوگا جو کسب و اختیار سے کیجاوے اسوقت گو اُسکا ثمرہ ظاہر نہو لیکن اسوقت کا منتظر رہنا چاہئے جو اسکے ظہور کیلئے مقرر ہے جیسے کہ رحم میں اُس استغراق کا کوئی ثمرہ ظاہر نہ تھا ایک دوسرے عالم میں آنے کے بعد اُن کا ظہور ہوا غرض ابنائے زمانہ کے رسالے تعلیم دین سے بالکل خالی ہیں اسواسطے ہم اس دینی رسالہ میں اسی سے بحث کرتے ہیں اور وہ طریقے بتلاتے ہیں جس سے دین کی تعلیم میں بچوں کے لئے سہولتیں ہوں اور ساتھ ہی طبی ابحاث بھی تھوڑے تھوڑے لکھے جائیں گے۔

۲۷

بعض عورتوں کا ایک شغلہ جو عورتیں دین سے مس کم رکھتی ہیں اُن کا تو کیا پوچھنا دیندار بیبیوں میں بھی اکثر یہ عادت پائی جاتی ہے کہ جہاں بیٹھتی ہیں دوسری بیبیوں کا تذکرہ کرتی ہیں اور اُن کے عیوب دنیا کے یا دین کے ذکر کرتی ہیں اور اسکو ہمدردی اور اصلاح سمجھتی ہیں۔ حقیقت اسکی تزکیہ نفس اور غیبت۔ اور اپنی اصلاح سے غفلت ہے مگر نفس و شیطان نے یہ دھوکا دے رکھا ہے کہ یہ اصلاح اور نصیحت یعنی دوسرے کی خیر خواہی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے اور یہ سب افعال شرعاً اچھے اور ضروری ہیں ہی حدیث و قرآن میں ان کا حکم موجود ہے حدیث میں ہے خیر الناس من ینفع الناس یعنی اچھا آدمی وہ ہے جس سے اوروں کو نفع ہو۔ اور حدیث ہے الدین نصح یعنی دین نصیحت ہی کا نام ہے۔ اور قرآن شریف میں مومنین کی شان میں ہے یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ ان کی آڑ میں شیطان تزکیہ نفس اور غیبت میں مبتلا کرتا ہے اور اور چونکہ دینداری کا نام لگا ہوا ہے اسواسطے ان سب حکایت و شکایت کے بعد کہدیتی ہیں

کہ میں غیبت نہیں کرتی خدا بچاوے یہ افعال بہت برے ہیں۔ اُسکو سر سے پیر تک کھا لیا اور اس ایک چھوٹے سے لفظ سے سب گناہ دھو ڈالے یہ ایسا ہے جیسے آج کل اصطلاح ہے کہ جو مونھہ میں آیا بک لیا اور جب غلطی ثابت ہوئی تو کہدیا میں واپس لیتا ہوں ایک بے دین شخص نے عید کے چاند کا اُلٹا سیدھا ثبوت اپنے نزدیک بہم پہونچا کر سیکڑوں آدمیوں کے روزے تڑوا دیئے اور جب اُسکو ایک دیندار عالم نے زجر و توبیخ کی تو کہنے لگا معاف کیجے میں واپس لیتا ہوں۔ گویا وہ سب ٹوٹے ہوے روزے جڑ گئے جیسے کہ ان بیبی صاحبہ کے اس لفظ سے سب گناہ مٹ گئے۔ خوب سمجھ لو کہ الانسان مواخذ بلسانہ یعنی آدمی زبان سے پکڑا جاتا ہے اگر کوئی قتل کا اقبال کرے اور اُسکے بعد کہے میں واپس لیتا ہوں تو پھانسی سے بچ نہیں سکتا خواہ واقع میں اُسنے قتل نہ بھی کیا ہو ایسے ہی جب غیبت کر لی تو حق العبد کا گناہ لازم ہو گیا بلا صاحب حق کے معاف کئے بخشا نجائیگا اور حق تعالیٰ کے سامنے دھوکا اور زبان زوری نہیں چلتی حق تعالیٰ کو دل کی بات بھی معلوم ہے اور قیامت کے دن حقیقت حال عیاناً دکھادی جاوے گی قال تعالیٰ یوم تبلی السرائر فما له من قوة ولا ناصر یعنی جس دن پوشیدہ باتیں ظاہر کر دیجاویں گی تو انسان کا کوئی مددگار نہوگا۔ اس لفظ سے کہ میں غیبت نہیں کرتی وہ غیبت مٹ نہیں سکتی صرف من سمجھوتا ہو جاتا ہے چاہئے کہ اس مغالطہ کے حل کو اچھی طرح سمجھ لیں اور من سمجھوتوں پر نہ بھولیں۔ یہ صحیح ہے کہ اصلاح اور نصیحت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر اچھی اور ضروری چیز ہیں لیکن ہر کام کیلئے اہلیت شرط ہے اور جب تک کسی کی اہلیت نہو اُس کام میں دخل دینا ایسا ہے جیسے چھری چاقو کو یا بندوق کو بلا اُس سے واقفیت کے ہاتھ میں لینا جس کا نتیجہ سوائے اسکے کچھ نہیں کہ اپنے ہاتھ پیر زخمی ہو جاویں یا اپنے گولی لگ جاوے اگر ایسا شخص جسکو چھری چاقو اور بندوق کے استعمال نہ آتا ہو دوسروں پر ترس کھا کر ہتھیار کا فن سکھانے کھڑا ہو جاوے تو سوائے اسکے اور کیا ہے کہ احمق ہے اور او خویشتن گم است کرا رہبری کند کا مصداق ہے اور اسکی بھی جان کی خیر نہیں اور دوسرے کی بھی جان کی خیر نہیں۔ آج کل علم کی مردوں میں ہی کمی ہے چہ جائیکہ مستورات جنکی طبیعت میں بھی خلقی ہوتی ہے اور علم سے ذرا لگا ؤ انکو کم حاصل ہے وہ اصلاح کرنے کو اٹھیں تو نہ اپنے ایمان کی خیر ہے نہ دوسرے کی

(باقی آئندہ)

پھر ان چیزوں میں نظر کرنی چاہیے جنکی تمام لوگوں کو ہمیشہ احتیاج رہتی ہے یعنی چاندی سونا۔ تانبا۔ لوہا۔ رانگ۔ سیسہ کہ اگر آگ نہوتی تو ان چیزوں سے کچھ بھی نفع حاصل نہو سکتا آگ ہی سے تانبے کو گلا کر اس سے برتن وغیرہ بنائے جاتے ہیں حق تعالیٰ نے ایسی نعمتوں کو بیان فرما کر ہمیں متنبہ فرمایا ہے کہ ان پر شکر کرنا لازم ہے فرماتے ہیں (اعملوا آل داود شکرا) اے آل داؤد شکر بجا لاؤ آگ سے لوہے کو نرم کرکے اس سے مختلف قسم کی نافع وکارآمد چیزیں اور لڑائی کیلئے ہتیار بنائے جاتے ہیں مثلاً زرہیں اور تلواریں اور ان کے سوا بہت سی چیزیں جنکی شمار بہت طویل ہے حق تعالیٰ نے اس نعمت پر بھی تنبیہ فرمائی ہے ارشاد فرماتے ہیں (وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید ومنافع للناس) اور ہمنے لوہے کو نازل کیا جسمیں سخت عذاب بھی ہے اور لوگوں کیلئے بہت سی منافع بھی ہیں اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے (لیحصنکم من بأسکم فھل انتم شاکرون) یعنی داؤد علیہ السلام کو ہمنے تمہارے لئے زرہ بنانا سکھا دیا تاکہ وہ تمکو لڑائی کے وقت بچا سکے پس تم اب بھی شکر کروگے یا نہیں۔

لوہے سے کھیت بونے اور کاٹنے کے اوزار اور آگ جلانے اور سخت چیزوں کو پیٹنے کوٹنے کے آلات اور سخت پہاڑ کاٹنے اور لکڑیاں چیرنیکے اوزار اور بہت سی بیشمار چیزیں جنکی گنتی دشوار ہے بنتی ہیں پس اگر حق تعالیٰ آگ کو پیدا فرما کر بندوں پر لطف وکرم نہ فرماتے تو لوہے سے ان بے شمار منافع میں سے ایک منفعت بھی حاصل نہو سکتی نیز اگر آگ نہوتی تو لوگوں کو سونے چاندی کے سکے اور زیور بھی دستیاب نہوتے اور نہ ان چیزوں سے کسی قسم کا فائدہ حاصل ہوتا بلکہ یہ تمام معدنی جواہر ڈھیلوں اور پتھروں کی شمار میں ہوتے۔

پھر دیکھئے کہ جب مخلوق پر رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو اسوقت آگ کی روشنی سے کیسی خوشی اور راحت نصیب ہوتی ہے اسکی روشنی میں کس طرح سارے کام کھانے پینے اور خوابگاہیں درست کرنے اور تکلیف دینے والی چیزوں کے دور کرنے اور راحت رساں چیزوں سے انس حاصل کرنے وغیرہ وغیرہ بہت سے کام چلتے رہتے اور ان سب کاموں پر تری اور خشکی میں برابر عملدرامد ہوتا رہتا ہے غرض آگ سے رات کے وقت ایسا انس حاصل ہوتا ہے

۲۷

کہ گویا آفتاب اُفق آسمان سے غائب ہی نہیں ہوا۔
آگ کے ذریعہ سے برف اور ٹھنڈی ہوا کے ضرر سے بچاؤ کیا جاتا اور لڑائی میں آگ سے اعانت کیجاتی ہے۔ اور مضبوط قلعوں کا مقابلہ آگ کے ساتھ کیا جاتا ہے جو بدون آگ کے وہ فتح نہیں ہوسکتے تھے۔
پس بنظر غور دیکھنا چاہیئے کہ یہ نعمت کسقدر عظیم الشان ہے اور اُسکو خدا نے اپنے بندوں کے قبضہ میں اس طرح کردیا ہے کہ اگر چاہیں تو اُسکو پوشیدہ رکھیں اور جب چاہیں اُسکو ظاہر کرلیں۔

آٹھواں باب پیدائش انسان کی حکمت میں

حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں (وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ) ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ اے عزیز! خدا تمکو توفیق نیک عطا فرمائے۔ جان لو! کہ جب حق تعالیٰ کے علم میں پہلے سے مخلوق کا پیدا کرنا اور اُن کو اس دار دنیا میں پھیلانا اور آزمائش و امتحان کیلئے دنیا میں اُن کا مکلف بنایا جانا ثابت ہو چکا تھا تو حق تعالیٰ نے اُن کو توالد و تناسل کے ساتھ پیدا فرمایا کہ بعض بعض کی اولاد اور اسکی نسل میں ہوتے ہیں پس حق تعالیٰ نے نر و مادہ کو پیدا فرمایا اور اُن کے دلوں میں محبت اور اشتیاق ڈالدیا یہانتک کہ وہ صبر سے عاجز ہو جاتے ہیں اور شہوت سے بچنے کی کوئی تدبیر اُن کے پاس نہیں تو وہ شہوتِ فطری نر و مادہ کو اجتماع پر مجبور کرتی ہے اور قوت متفکرہ نر کی ایک خاص عضو کو حرکت دیتی ہے یہانتک کہ نطفہ قرار مکین یعنی رحم میں پہونچ جاتا ہے جسمیں بچہ کی پیدائش ہوتی ہے پس اس عضو خاص میں نطفہ تمام بدن سے جمع ہو کر جوش کے ساتھ پیٹھ سے اور پسلیوں سے ایک خاص حرکت کے ساتھ نکلکر نر کے اندر سے مادہ کے اندر پہونچ جاتا ہے پھر اس انتقال کے باوجود وہ اپنی اصلی حالت پر باقی رہتا ہے کیونکہ وہ ایسا جوہر ہے کہ کسی ادنیٰ چیز کے اختلاط سے بھی اُسکی حالت متبدل اور مزاج متغیر ہو جاتا ہے وہ نطفہ ایسا پانی ہے جسکے اندر تمام اجزاء بدن کی

ترجمہ تحقیق پیدا کیا ہمنے آدمی کو کھچی ہوئی مٹی سے پھر پیدا کیا ہمنے اُسکو ایک قطرہ منی کا ایک مضبوط میں پھر پیدا کیا ہمنے منی کو لہو جما ہوا پس پیدا کیا ہمنے لہو جمے ہوئے کو بوٹی گوشت کی پھر پیدا کیا ہمنے بوٹی کو ہڈیاں پھر پہنادیا ہم نے ہڈیوں کو گوشت پھر پیدا کیا ہمنے اسکو پیدائش اور پس بہت برکت والا ہے اللہ بہتر پیدا کرنے والوں کا ۱۲

۲۸

کے ساتھ مختلط ہوتے ہیں جنمیں کوئی تفاوت نہیں ہوتا۔ پھر حق تعالیٰ اُس سے نر و مادہ پیدا فرمادیتے ہیں اس طریقہ سے کہ پہلے اُس نطفہ کو بستہ خون کی صورت میں لاتے ہیں پھر گوشت کو ٹکڑا بنادیتے ہیں پھر اُسمیں ہڈیاں پیدا فرماتے ہیں ہڈیوں کو گوشت پہنادیتے ہیں اور اُسکو پٹھوں اور تاروں سے مضبوط بناتے ہیں اور رگوں کے دھاگوں سے اُسکی بناوٹ کیجاتی ہے پھر اعضاء بنائے جاتے ہیں اور ایک عضو کو دوسرے عضو سے ترکیب دیجاتی ہے پس حق تعالیٰ نے سر کو مدور بنایا اور چیر پھاڑ کر کے اُسمیں کان آنکھ اور ناک اور منہ اور چند سوراخ بنائے۔ پھر آنکھ میں قوت بینائی عطا فرمائی اور یہ بات بھی عجائبات میں سے ہے کہ آنکھ تمام چیزوں کو کس طرح دیکھ لیتی ہے اسکے راز بیان کرنے سے ہر شخص عاجز ہے۔ حق تعالیٰ نے آنکھ میں سات طبقے یعنی سات پردے رکھے ہیں ہر طبقہ کی ایک خاص شان اور کیفیت ہے اگر اُن میں سے کوئی ایک طبقہ پیدائشی ہی نہو یا بعد میں زائل ہو جاوے تو آنکھ دیکھنے سے بیکار ہو جاتی ہے اور ذرا پلکوں کی ہیئت پر بھی نظر کرنی چاہیے کہ وہ کسطرح آنکھ کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور اُن کو کسقدر تیز حرکت ہوتی ہے تاکہ وہ آنکھ کو ہر ایذا اور تکلیف پہونچانیوالی چیزوں مثل غبار خس و خاشاک وغیرہ سے بچا سکیں۔ تو یہ پلکیں آنکھ کیلئے دروازہ کیطرح ہیں جو بوقت ضرورت کھلجاتی ہیں اور بغیر ضرورت کے بند رہتی ہیں اور چونکہ پلکوں سے آنکھ اور چہرہ کی خوبصورتی بھی مقصود ہے اسلئے وہ ایسے انداز پر بنائی گئی ہیں کہ نہ اتنی زیادہ لمبی ہوں جن سے آنکھ کو ضرر پہونچے اور نہ اسقدر چھوٹی ہوں جس سے آنکھ کو تکلیف ہو۔ اور حق تعالیٰ نے آنکھ کے پانی میں شوریت پیدا فرمادی ہے تاکہ اگر کوئی چیز آنکھ میں پڑجاوے تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر نکلجاوے حق تعالیٰ نے آنکھ کے دونوں کناروں کو تنگ اور بیچ کے حصہ کو چوڑا بنایا ہے تاکہ جو چیز آنکھ میں گرے کسی ایک جانب میں پہونچ کر بسہولت نکلجاوے۔ حق تعالیٰ نے ابروؤں کو چہرہ کیلئے خوبصورتی اور آنکھ کیلئے بمنزلہ پردہ کے بنایا ہے اُن کے بال پلکوں کے مشابہ ہیں کہ اسقدر زیادہ لمبے نہیں ہوسکتے جو صورت میں قباحت پیدا کردیں بخلاف ڈاڑھی اور سر کے بالوں کے کہ وہ اس قدر لمبے بھی ہوجاتے ہیں جن سے بدصورتی پیدا ہو جاتی ہے پھر خوبصورتی حاصل کرنے کیلئے اُن میں کچھ کاروائی

۳۹

کرنی پڑتی ہے پھر منہ اور زبان کی حکمتوں پر نظر کیجاے (تو حیرت ہوتی ہے) حق تعالیٰ نے دونوں لبوں کو منہ کیلئے ایسا پردہ بنادیا ہے گویا کہ وہ ایک دروازہ ہے کہ ضرورت ختم ہونیکے بعد بند ہوجاتا ہے لبوں سے مسوڑھوں اور دانتوں کی بھی حفاظت ہے۔ ان سے چہرہ کی زینت ہے اگر لب نہوتے تو صورت بدنما ہوجاتی لبوں سے بات کرنے میں بھی بہت کچھ امداد ملتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے زبان گویائی کیلئے عطا فرمائی ہے تاکہ اسکے ذریعہ انسان اپنے ما فی الضمیر کو ادا کرسکے۔

نیز زبان کے ذریعہ سے منہ کے اطراف میں کھانے کو گھمانے میں مدد ملتی ہے تاکہ دونوں طرف کی ڈاڑھوں سے کھانیکی چیز کو اچھی طرح چبالیا جاے جس سے نگلنے میں سہولت ہوجاتی ہے پھر دانتوں کی حکمت پر غور کیا جاے تو حق تعالیٰ نے دانتوں کو الگ الگ متفرق طور سے بنایا ایک ہڈی سارے منہ میں نہیں پیدا کی جس سے یہ فائدہ ہے کہ اگر ایک دانت ٹوٹ جاتا ہے تو بقیہ سے کام چلتا رہتا ہے دانتوں میں علاوہ منفعت کے حسن و جمال بھی بہت زیادہ ہے اور کچلیوں کو حق تعالیٰ نے زیادہ تیز اور شاخدار بنایا ہے یہانتک کہ اسکی پوری صفت مدت دراز تک باقی رہتی ہے۔

حق تعالیٰ نے دانتوں کو مضبوط و مستحکم بنایا ہے کیونکہ ان کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے مگر دیگر ہڈیوں کی طرح بہت زیادہ سخت بھی نہیں کیا (جس سے حرکت کے وقت مسوڑھوں کو تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہو) اور ڈاڑھوں کو دوسرے دانتوں سے بڑا اور چوڑا بنایا گیا کیونکہ غذا کو پیسنے کیلئے اسی کی حاجت تھی اور ہضم اول غذا کے چبانے سے ہی ہوتا ہے۔

اگلے دانتوں کو خدا نے غذا کے توڑنے اور منہ کی زینت کیلئے بنایا ان کی جڑیں مستحکم ہیں اور سرے تیز اور دھاردار ہیں اور رنگ سفید ہے اور اسکے گرد سرخ مسوڑھے ہیں اور ان سب کے سرے برابر ہیں مناسب ترکیب سے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ جیسے پروے ہوے موتی ہوں۔

پھر دیکھئے حق تعالیٰ نے منہ میں ایک تری ایسی رکھی ہے جو ضرورت کیوقت منہ میں پھیل جاتی ہے اسکے بعد بند ہوجاتی ہے اگر وہ ہر وقت منہ میں رہتی تو اسکے بہنے سے بڑی بدنمائی ہوتی۔

(باقی آئندہ)

۳۰

الاحکام التقویہ

لجمادی الاولیٰ

(باعتبار بعض حالات حاضرہ در بعض بلاد دانیہ)

اسباب القحط والغلاء

(قال الرومی رح مشیرا الی بعضہا)

ابر ناید از پئے منع زکات

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رض سے ایک حدیث طویل میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں کم کیا کسی قوم نے ناپ اور تول کو مگر مبتلا ہوئے قحط سالی اور سختئ مشقت میں اور نہیں بند کی کسی قوم نے زکوٰۃ اپنے مال کی مگر محروم کیئے گئے بارش آسمانی سے پس اگر بہائم نہوتے تو بالکل بارش ہی نہوا کرتی الحدیث اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں کم کیا کسی قوم نے ناپ اور تول کو مگر روک لیا اللہ تعالیٰ نے اُن سے بارش کو الحدیث امام احمد نے حضرت عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے نہیں کوئی قوم کہ ظاہر ہوا ان میں زنا مگر پکڑے جاویں گے قحط میں الحدیث (من علاج القحط والوباء) اور حضرت ابن عباس رض سے یہ بھی روایت ہے کہ نہیں کم کیا کسی قوم نے ناپ اور تول کو مگر قطع کیا گیا اُن سے رزق الحدیث روایت کیا اسکو مالک نے (من المشکوۃ باب تغیر الناس) ان احادیث سے اسباب قحط وگرانی و امساک باران و کمی رزق کے یہ معلوم ہوئے نمبر۱ ناپ تول میں کمی کرنا نمبر۲ زکوٰۃ نہ دینا نمبر۳ زنا کرنا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو البتہ کشادہ کر دیتے ہم ان پر برکتیں آسمان سے اور زمین سے (شروع پارہ ۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان اور مطلق تقویٰ میں کمی کرنا سبب ہے پیداوار بارش آسمانی اور زمینی کی کمی کا جب اسباب اسکے مشخص ہوگئے تو علاج اس کا اُن اسباب کا ازالہ ہے یعنی ایمان کی درستی اعمال کی درستی تمام معاصی سے توبہ

ف اور اسکا مصرعہ ثانیہ ماہ آئندہ میں مرقوم ہوگا ۱۲-

واستغفار کرنا خصوص حقوق العباد میں کوتاہی کرنے سے اور زکوٰۃ ادا نکرنے سے اور زنا اور اُسکے مقدمات سے کہ وہ بھی بحکم زنا ہی ہیں جیسے بری نگاہ کرنا محرم سے باتیں بقصد لذت کرنا اُسکی آواز سے لذت حاصل کرنا خصوص گانے بجانے سے چنانچہ حق تعالیٰ نے صریحاً بھی اسکو علاج فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار کے روبرو (اعمال سیئہ سے) استغفار کرو پھر (اعمال صالحہ سے) اُسکی طرف متوجہ ہو وہ تم پر بارش کو بڑی کثرت سے بھیجے گا (پارہ ۱۲ رکوع ۴) اب اکثر لوگ بجائے ان اسباب اصلیہ کے اسباب طبعیہ کو موثر سمجھکر علاج مذکور کی طرف توجہ نہیں کرتے اور صرف حکایت شکایت کا یا رائے زنی و پیشین گوئی تخمینی کا شغل رکھتے ہیں جو محض اضاعت وقت ہے ہم اسباب طبعیہ کے منکر نہیں مگر اُس کا درجہ اسباب اصلیہ کے سامنے ایسا ہے جیسے کسی باغی کو بحکم شاہی گولی سے ہلاک کیا گیا دوسرا دیکھنے والا اصلی سبب یعنی قہر سلطانی کو سبب نہ کہے اور طبعی سبب یعنی صرف گولی کو سبب سمجھے حالانکہ اس طبعی سبب کے استعمال کا سبب وہی سبب اصلی ہے۔ مگر جو شخص اسکو نہ سمجھیگا وہ بغاوت سے پرہیز نکریگا گولی کا توڑ تجویز کریگا جو کہ اسکی قدرت سے خارج ہے سو کیا یہ غلطی نہیں ہوگی یہی حالت ہم لوگوں کی ہے فقط۔

فروع

نمبر ۱ بعض لوگ امساک باران کیلئے کچھ تعویذ لکھکر آسمان کے نیچے رکھتے ہیں نمبر ۲ بعض جو پہلوں سے اسلم ہیں چندہ کے طور پر کچھ جنس و نقد جمع کر کے کھانا پکوا کر تقسیم کرتے ہیں نمبر ۳ بعض جو ان پچھلوں سے بھی اصلح ہیں دعا کرتے ہیں اور نماز استسقاء پڑھتے ہیں سو امر اول تو تاثیر میں کالعدم ہے اور اگر مجہول الحقیقت ہو تو بوجہ عدم جواز مضر ہے اور امر ثانی نافع ہے مگر ناکافی ہے اور اگر قواعد شرعیہ کے موافق نہ ہو چنانچہ جمع کرنے میں وجاہت سے کام لینا یا تقسیم میں اپنے نفس کو یا اپنی اہل خصوصیت کو بدون حاجت یا بدون انداز حاجت دوسرے مساکین پر مقدم رکھنا اور اہل اثر کا اسمیں مالکانہ تصرف کرنا جیسا کہ یہ امور مشاہد ہیں تو برعکس اور زیادہ مضر ہے۔ امر سوم بدلیل ورود سنت کافی ہے مگر جبکہ صرف صورت پر کفایت نکیجائے بلکہ صورت کے ساتھ معنی اور روح کو بھی جمع کیا جاوے

اور روح اِس دعا و استسقاء کی استغفار ہے چنانچہ حصن حصین میں جو دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے استسقاء کی وارد ہے اُس میں فارسل السماء علینا مدرارا کے قبل یہ جملے ہیں انت
المستغفر الغفار استغفرک للعامات من ذنوبنا ونتوب الیک من عوام خطایانا پھر
فارسل الخ کو متفرع فرمایا گیا ہے جس سے ضرورت جمع واضح طور پر ثابت ہے فقط لطیفہ عنایت
اس مضمون کے لکھنے کے بعد ایک نماز کے بعد دعا بارش کی کی گئی عرض کیا گیا کہ دعا کے ساتھ
گناہوں سے بھی توبہ کرو کہ زیادہ سبب بارش نہ ہونے کا یہی ہمارے گناہ ہیں چنانچہ استغفار
بھی کیا گیا اسی تاریخ میں خدا تعالیٰ کا فضل ہوا کہ ایک معتد بہا مدت تک کے لئے کافی بارش
ہوگئی وللہ الحمد۔ لطیفہ عبارت (نمبر۱) اس ماہ کے اور ماہ آئندہ کے مضامین
احکام متعلقہ میں ایک عجیب اتفاقی رعایت ہوگئی کہ ایک مضمون کے ہر جزو کے محاذاۃ میں دوسرے
مضمون کا ایک ایک جزو واقع ہوا ہے کہیں تقابل کے ساتھ کہیں تشاکل و تماثل کے ساتھ
چنانچہ باہم تطابق سے یہ رعایت معنویہ معلوم کر کے حظ ہوگا (نمبر۲) دونوں مضمونوں کے
موضوع یعنی غلا و وبا میں عادۃً کسیقدر جمود و رکود یعنی قرار بھی ہوا کرتا ہے تو دونوں کا
ہر دو ماہ جمادین میں درج ہونا بھی عجیب رعایت مناسبت لفظیہ ہے۔

امر برقمہ اشرف علی عفی عنہ

ضروری اطلاع

گذشتہ پرچہ میں اطلاع دی گئی تھی کہ اس ماہ کے آخر تک شفاء روح الارواح و ہفت اختر
تیار ہو جائیں گے۔ الحمد للہ کہ روح الارواح تیار ہو گیا جسکی پانچسو جلدیں شیخ بشیر الدین صاحب مینجر اعظم نے
خرید فرمائیں اور پانچسو کیلئے بہت سے شائقین کی پیشگی درخواستیں جا بجا پانچ ماہ سے جمع ہو رہی ہیں انکی تعمیل کے بعد
چند نسخہ باقی رہ جائیں گے شائقین جلد طلب فرمائیں ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔ کلید مثنوی دفتر ششم
کی شرح جلد اول چھپکر آگئی ہے دو قسم کے کاغذ پر ہے سفید کی اصلی قیمت عہ اور زرد کاغذ والی کی قیمت
۱۲؍ ہے ہفت اختر کے مواعظ بھی چھپ رہے ہیں امید ہے کہ انشاء اللہ جمادی الثانی کے پرچہ
کے ساتھ یہ مجموعہ بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاسکے۔ (نائب مدیر)

اصولِ ومقاصدِ رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہلِ حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع قح کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کر کے عہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار بنیں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ میں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رجسٹرڈ نمبر ال ۴۲۷

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وعن ابن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا متفق علیہ

امتثالا للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است
بازجمل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ
مشہریست بہ تبرک بنام نامیش نیز و خامسہ الانتخابات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد ١٢	بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ١٣٣٣ ہجری	جلد

باداره الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

این صحیفہ کا مدد شامل مدا دنام	یافت از امداد المطلع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ

به برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

اطلاع ضروری باوجود اسکے کہ اشتہار ابتدائی اجراء رسالہ نیز مابعد رسالہ الامداد میں ہر ماہ رسالہ کے مدیر و نائب مدیر کا نام درج ہے لیکن بعض احباب اپنی کم فہمی سے رسائل فرمائشات حضرت مولانا مدظلہم العالی کی خدمت بابرکت میں ارسال کرتے ہیں جسکا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ رسالہ حضرت کی ملکیت ہے یا حضرت کا مالی یا انتظامی تعلق ہے اس غلط فہمی کے رفع کرنے کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ رسالہ الامداد سے نہ حضرت کا مالی تعلق ہے اور نہ انتظامی کسی قسم کا تعلق ہے محض دعا گوئی کا تعلق جیسا کہ عامہ مسلمانان کے لئے ہے ویسا ہی اس مطبع کے کارگزاران سے ہے۔ لہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ تمام خط وکتابت بنام مدیر یا نائب مدیر ہونی چاہئے جو فرمائش کرنا ہو براہ راست مہتمم ان کو لکھا جاوے حضرت والا کو تکلیف دہی سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ (نائب مدیر)

ہمارے ناظرین اگر ہر پرچہ کو شروع کرتے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاءاللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الامداد کا سال اول

ایک وہ دن تھا کہ الامداد کے افتتاحی اور ضرورت اجراء کے مضامین لکھے جارہے تھے اور بحمداللہ آج وہ دن آگیا کہ بہزاراں ہزار مسرت یہ موقعہ نصیب ہوا کہ ہم سال اول کے بخیر وخوبی اختتام پر شکر خداوند عالم ادا کرتے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک الامداد نے جو اس ایک سال کے قلیل عرصہ میں قوم کی دینی خدمت کی ہے وہ ظاہر ہے جسکے لئے یہ عنوان کافی ہے کہ حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت حضرت قبلہ و کعبہ مولانا المولوی الحاج الشاہ **محمد اشرف علی** صاحب دام ظلہم کے مضامین فیض آگین کو مشتاقان ہدایت تک پہونچایا فللہ الحمد۔

اس رسالے نے نہ کسی کی شخصیت پر حملہ کرنے کو پسند کیا اور نہ کسی کی تحقیق اور لاطائل نکتہ چینیوں کی پرواہ کی بلکہ نہایت خاموش رفتار میں اپنے اغراض ومقاصد کو انجام دیتا رہا ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ گو "الامداد" نے اپنے طویل وعریض مقاصد کے اعتبار سے ابھی بسم اللہ بھی پوری نہیں کی لیکن رسالوں کی ایسی کثرت اور کس مپرسی کی حالت میں اس نے جو کچھ اعتبار مسلمانوں کے قلوب میں پیدا کیا ہے۔ وہ نہایت غنیمت اور حیرت انگیز ہے یہ سچ ہے کہ اب تک اس کا حلقۂ اشاعت مسلمانوں کی کم توجہی کی وجہ سے اتنا وسیع نہیں ہوا جیسا کہ ایسے مرکزی رسالہ کی بابت امید کیجا سکتی تھی مگر پھر بھی اس قلیل عرصہ میں اس کی جسقدر اشاعت ہوئی ہے وہ قابل شکر ہے اور بحمداللہ احباب کی جائز کوشش سے روز افزوں ہے اللہم زد فزد۔

ہاں اس امر کو ہم نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کریں گے کہ بارہا اس امر کا اعلان کیا گیا کہ اگر الامداد کے خریداروں کی تعداد ایکہزار تک پہونچ جائے تو اسکو پندرہ روزہ کر دیا جاوے مگر افسوس کہ موجودہ خریداران الامداد میں بہت کم وہ نفوس نکلے جو کہ اس کے شائق تھے اور انھوں نے بے شک کوشش کی مگر آخر کہاں تک کارگر ہوتی ہاں اگر سب حضرات کوشش کرتے تو بے شک اسکی امید کیجاتی تھی مگر افسوس صد افسوس کہ ابتک وہ تعداد پوری نہ ہوئی اور اگر ہم ہمت کر کے صرف اسی تعداد پر

حکایت۔ ایک شیخ سے ان کے مریدوں نے ایک دوسرے مرید کی شکایت کی کہ حضرت یہ بہت کھاتا ہے چالیس پچاس روٹیاں کھا جاتا ہے شیخ نے اسکو بلا کر کہا کہ بھائی اتنا نہیں کھایا کرتے۔ خیر الامور اوسطہا اس مرید نے کہا کہ حضرت ہر ایک کا اوسط الگ ہے یہ صحیح ہے کہ میں اتنی مقدار کھا جاتا ہوں لیکن یہ غلط ہے کہ میں زیادہ کھاتا ہوں کیونکہ اصلی خوراک میری اس سے بہت زیادہ ہے جب تک مرید نہ ہوا تھا اس سے دونی کھایا کرتا تھا تو اس حکایت سے معلوم ہوا ہوگا کہ بعض آدمیوں کی خوراک ہی بہت زیادہ ہوتی ہے اور اصلی خوراک کے اعتبار سے وہ بہت کم کھاتے ہیں تو یہ بیان صحیح نہیں ہے

قلت طعام و منام کی شرح اور ہر ایک کیلئے اُسکا مناسب ہونا

اگر کسی کو شبہ ہو کہ بزرگوں نے قلۃ الطعام اور قلۃ المنام کا حکم فرمایا ہے تو سمجھو کہ اول تو ہر ایک کی قلۃ جدا ہے جیسا حکایت بالا سے معلوم ہوا دوسرے ہر ایک کیلئے قلت کو تجویز بھی نہیں کیا جاتا بلکہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کیلئے کسی بڑے مفسدہ کے دفع کرنے کیلئے کسی خفیف مکروہ کے ارتکاب کو بھی جائز رکھا جاتا ہے جبکہ اسکے ذریعہ سے کسی گناہ کبیرہ سے بچانا منظور ہو۔

حکایت چنانچہ ایک چور کسی بزرگ سے بیعت ہوا اور چوری کرنے سے توبہ کی لیکن چونکہ مدت کی عادت پڑی ہوئی تھی اس لئے ہر شب چوری کرنیکا سخت تقاضا طبیعت میں پیدا ہوتا اور اسکو دبانے کیلئے وہ یہ کرتا کہ تمام ذاکرین کے جوتے اٹھا کر گڑبڑ کر دیتا اس کے جوتے کی ساتھ اسکا اسکے جوتے کے ساتھ اسکا غرض کسی ایک کا جوتہ بھی اپنے ٹھکانے نہ ملتا آخر لوگوں نے دق ہو کر ایک شب بیدار رہ کر دیکھا معلوم ہوا کہ یہ تو گرفتار ہیں صبح ہوئی تو شیخ سے شکایت کی انہوں نے بلا کر اُس سے دریافت کیا اُسنے کہا حضور میں بیشک ایسا کرتا ہوں لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ مدت سے مجھے چوری کرنے کی عادت تھی اب میں نے توبہ کر لی ہے لیکن رہ رہ کر طبیعت میں تقاضا پیدا ہوتا ہے جسکو میں یوں پورا کرتا ہوں اب اگر آپ مجھے اس سے منع فرمائیں گے تو میں اضطراراً پھر چوری کرونگا غرض میں نے چوری سے توبہ کی ہے ہیرا پھیری سے توبہ نہیں کی شیخ نے کہا کہ بھائی تجھے اس کی اجازت ہے تم ہیرا پھیری کر لیا کرو ان مراتب کو سمجھنا بڑی بصیرت پر موقوف ہے۔

سالک کے لئے بعض اوقات قطع تعلقات معاش منضرہوتی ہیں

پہلے حضرت حاجی صاحب ترک ملازمت اور قطع تعلقات کی ہرگز اجازت نہ دیتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ اب تو صرف ایک بلا میں گرفتار ہے چھوڑ دیگا تو خدا جانے کیا کچھ کریگا اور کس قسم کی آفات کا شکار ہوگا تو اتنی بلاؤں سے ایک ہی بلا اچھی ہے اب لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں کہ پیر صاحب لنگوٹہ بندھوا دیں اور بیوی بچوں کو چھڑ دیں ایسے لوگوں کو تنخواہ پیر صاحب تو دیتے نہیں بے نتیجہ یہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے کہ جب حوائج ضروری پوری نہیں ہوسکتیں آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا تو جھوٹی شہادتیں دینا جھوٹے مقدمے لڑانا قرض لیکر دبا لینا غرض اسی طرح کے صدہا آفات میں گرفتار ہو جاتا ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ملازمت ترک کرانے کی کیا ضرورت خدا تعالیٰ کا نام جب دل میں جگہ کریگا وہ خود ہی چھڑا دیگا کیونکہ ؎

عشق آں شعلہ است کہ چوں برفروخت
ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند
درنگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت
مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

۹۰

مشہور ہے کہ آب آمد و تیمم برخاست جب پانی آگیا تو تیمم خود ہی جاتا رہیگا یہی راز تھا جسکے لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ چھڑانے کی کیا ضرورت ہے وقت پر خود ہی چھوٹ جائیگا اور حکم ایسے شخص کیلئے تھا جسکے کھانے پینے کی کوئی سبیل نہو کہ ایں بلا دفع بلاہائے بزرگ ۔ اور اگر کسی کے پاس کوئی ایسا ذریعہ موجود ہو تو اسکو بھی مناسب ہے کہ اسپر قناعت کرے اور یاد خدا میں مشغول ہو مولانا نظامی فرماتے ہیں ؎

خوشا روزگارے کہ دارد کسے
کہ بازار حرصش نباشد بسے

بقدر ضرورت یسارے بود
کند کارے ار مرد کارے بود

یعنی اگر ضرورت کے لائق موجود ہو اور اس پر قناعت کرکے کام میں مشغول ہو جائے تو یہ بہت اچھا ہے تو اس فرق کو دریافت کرنا اور لوگوں کے حالات اور طبائع کا اندازہ کرنا یہ کامل ہی کا کام ہے۔

مشیخت حقہ کی حقیقت

اور یہی شان مشیخت ہے۔ ورنہ کسی بزرگ کے ملفوظات یاد کرلینے یا تصوف کے مسائل ازبر ہو جانے سے شیخ نہیں ہوتا مولانا فرماتے ہیں ؎

حرف درویشان بدزدد مرد دوں		تاکہ پیش جاہلاں خواند فسوں	

باتوں کے یاد کرلینے سے کچھ نتیجہ نہیں۔ اگر ایک شخص کو بہت سی مٹھائیوں کے نام یاد ہوں اور نصیب ایک بھی نہو اس فقط اسماء سے کوئی بھی فائدہ نہیں لیکن اگر نام ایک کا بھی یاد نہو اور کھانیکو دونوں وقت ملتی ہوں تو سب کچھ حاصل ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

اسم دواد و میم و نوں تشریف نیست		لفظ مومن جز پئے تعریف نیست	

کہ نام تو صرف پہچان کیلئے ہے ورنہ اسمیں کیا رکھا ہے اصل تو معنی ہیں اور وہ اس سے بفراسخ دور ہیں آج یہ حالت ہے کہ دو چار تعویذ گنڈے یاد کرلئے جھاڑ پھونک سیکھ لی اور شیخ وقت بن گئے حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی		تا راہ بیں نباشی کے راہ بر شوی	
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق		ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی	

تو پہلے پسر تو بن لیں اس کے بعد پدر بننے کی نوبت آئیگی۔ یہ تو پیروں کی حالت ہے۔ مریدین کی یہ حالت ہے کہ انھوں نے انتخاب کے معیار عجیب و غریب اختراع کر رکھے ہیں جسمیں ذرا ہو حق چلتے دیکھی ہیں اسکو بزرگ سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ یہ محض گرمی طبع سے ہونے لگتا ہے۔

حکایت ایک شخص شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرا قلب جاری ہوگیا آپنے حاضرین سے فرمایا کہ دل کے دھڑکنے کو قلب کا جاری ہونا نہیں کہتے قلب کا جاری ہونا یہ ہے کہ ہر وقت خدا تعالیٰ کی یاد دل پر حاضر رہے۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی تو بیاں تھر کتی ہیں یہ بہت کامل ہیں اور جن لوگوں میں یہ بات نہیں ہوتی ان کی نسبت کہتے ہیں کہ نیکبخت ہیں یعنی ان میں کمالات باطنی نہیں حالانکہ کمالات باطنی بالکل مخفی ہیں اور ان کو بوٹیوں کے تھر کنے سے کچھ بھی تعلق نہیں۔

کمالات واقعیہ جو مدار مشیخت ہیں

وہ کمالات یہ ہیں کہ فن میں ماہر ہو امت کیلئے حکیم ہو شریعت کا پورا پابند ہو یہ باتیں نہیں تو ہزار مجاہدہ ریاضت ہو کچھ نہیں جنکو کشف کہیں گے متقی کہیں گے لیکن بزرگی سے کچھ علاقہ نہیں بہرحال عوام الناس اپنے اعمال میں بھی غلط معیار پر چلتے ہیں ور انتخاب بھی غلط معیار سے کرتے ہیں کہ ان کی بدولت اکثر حقوق واجبہ بھی تلف اور ضائع ہو جاتے ہیں۔

حکایت ایک سرحدی عابد کی نسبت سُنا ہے کہ آخر شب میں تہجد ادا کرنے کیلئے مسجد میں آئے اتفاق سے اس روز مسجد میں کوئی مسافر بھی سو رہا تھا آپ نے نماز شروع کی لیکن مسافر کے خرآٹوں کے سبب سے نماز میں مرضی کے موافق یکسوئی اور اجتماع خیالات نہ ہو سکا آپنے نماز توڑ دی ور مسافر کو خواب سے جگا دیا کہ ہماری نماز میں خلل پڑتا ہے اسکے بعد پھر آکر نیت باندھ لی مسافر چونکہ تکان سے بہت خستہ ہو رہا تھا تھوڑی دیر میں پھر سو گیا اور خرانٹوں کی آواز پھر شروع ہوئی آپنے پھر نماز توڑ کر اسکو بیدار کیا اور اسکے بعد نماز شروع کی تیسری بار پھر ایسا ہی ہوا تو آپ کو بہت غصہ آیا اور چھری لیکر اس غریب مسافر کو شہید کر دیا اور پھر بفراغت نماز پڑھی صبح کو نماز کے لئے لوگ جمع ہوئے تو مسجد میں لاش کو دیکھا تعجب سے پوچھا کہ اس شخص کو کسنے قتل کیا تو عابد صاحب فرماتے ہیں کہ اس نے ہماری نماز میں خلل ڈالا اس لئے ہمنے قتل کر دیا۔ تو بالکل کھلی حماقت تھی اس لئے سبنے اسپر نفریں کی ہوگی لیکن آج کل اس سے بہت بڑی بڑی حماقتیں لوگ کرتے ہیں ور ان کی طرف ذرا التفات نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس سے غامض ہوتی ہیں۔

کیفیات و مواجید کمال مقصود نہیں

اور سبب اس غلطی کا یہ ہے کہ لوگ کیفیات کو مطلوب سمجھتے ہیں کہ اگر ہم خدا کے مقبول ہوتے تو ہمپر یہ کیفیات کیونکر طاری ہوتیں حالانکہ یہ کفار پر بھی طاری ہوتی ہیں اسکی حقیقت ایک واقعہ سے سمجھ میں آئیگی۔

حکایت۔ ایک سجادہ نشین نے مجلس عرس میں صاحب کلکٹر اور صاحب جج کو مدعو کیا وہ چونکہ

92

خلیق تھے شریک ہو گئے آخر مجلس شروع ہوئی اور قوالوں نے گانا شروع کیا کچھ ایسا سماں بندھا کہ صاحب جج پر محویت کے آثار طاری ہونے لگے اور وہ بے اختیار ہو کر گرنے لگے تھوڑی دیر تو تحمل کیا جب نہ سنبھل سکے تو صاحب کلکٹر سے کہا کہ مجھکو کیا ہوا کہ میں گرا جاتا ہوں صاحب کلکٹر نے کہا کہ میری بھی یہی حالت ہے آخر وہ دونوں وہاں سے اٹھ گئے اور چلدیئے تو صاحبو کیا یہ صاحب کلکٹر اور صاحب جج بھی بزرگ تھے معلوم ہوا کہ کیفیات کا مدار قبول اور بزرگی نہیں وہ ایک انفعال ہے جو کہ اکثر ذکر و شغل سے اور دوسرے اسباب سے بھی پیدا ہونے لگتا ہے اسی طرح بعض اشغال سے ذکر میں یکسوئی بھی زیادہ ہوتی ہے اور خطرات کم ہونے لگتے ہیں کیونکہ ان اشغال سے رطوبات کم ہو جاتی ہیں تو یہ سب اسباب طبعیہ کے دخل سے ہوتی ہیں میرا یہ مطلب نہیں کہ کیفیات محض بیکار ہیں ہرگز نہیں کیفیات نافع بھی ہیں لیکن مقصود یہ ہے کہ ان میں زیادہ دخل اسباب طبعیہ کو ہے

حکایت ایک بزرگ کو دیکھا گیا کہ وہ اپنے بڑھاپے میں روتے تھے سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ جوانی میں لذت زیادہ ہوتی تھی میں سمجھتا تھا کہ یہ نسبت کا اثر ہے لیکن اب وہ حالت نہیں رہی معلوم ہوا کہ وہ سب جوانی کا نشاط تھا اب چونکہ وہ نہیں رہی اس لیے وہ کیفیت بھی نہیں رہی اور نسبت کی گرمی بڑھاپے میں جا کر اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے ؎

خود قوی تر میشود خمر کہن		خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

وہ دوسرے بزرگ کہتے ہیں ؎

ہر چند پیر و خستہ دل و بس ناتواں شدم		ہر گہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

غرض یہ نفسانی کیفیات نہ محمود ہیں نہ مذموم ہیں البتہ اگر یہ آلہ مقصود کا بن جائیں تو پھر محمود ہو جاتی ہیں ورنہ ہیچ مثلاً بعض کیفیات بیوی بچوں کو چھوڑ کر بھی باقی رہتی ہیں اور اس لئے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم مقبول اور خاصان خدا میں ہیں لیکن یاد رکھو کہ وہ مذموم ہیں اور یہ عقیدہ یہودیوں کا تھا کہ مخالفت احکام پر بھی دعویٰ مقبولیت کا کرتے تھے چنانچہ وہ کہا کرتے تھے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ - یعنی ہم مثل بیٹے کے ہیں کہ جس طرح باپ اپنے بیٹے کو ہر حال میں چاہتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ ہمکو ہر حال میں چاہتے ہیں خدا تعالیٰ ان کے اس خیال کا رد فرماتے ہیں کہ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ تو اس امت میں بھی بعض لوگ اس خیال کے موجود

ہیں مگر سمجھ لینا چاہئے کہ قیامت میں ایسے لوگوں کی گردن ناپی جائیگی ان اعمال کی وہاں کچھ بھی قدر نہ ہوگی کیونکہ مقصود عبادات ہیں مجاہدات و ریاضات مقصود نہیں۔

مجاہدات وریاضات کی مصلحت

لیکن چونکہ ہم لوگوں کی عبادات میں وہ خلوص مطلوب پیدا نہیں ہوتا اسی لئے یہ مجاہدات کئے جاتے ہیں کہ ہماری نمازوں میں اور نیز دوسری عبادات میں صحابہؓ کی عبادات کی شان پیدا ہو جائے پس یہ ریاضات مقصود بالغیر ہوئے۔

حکایت لکھا ہے کہ حضرت جنید کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حضرت وہ تصوف کے نکات جو زندگی میں بیان ہوتے تھے یہاں بھی کچھ کام آئے فرمایا کہ سب فنا ہو گئے ہاں کچھ نماز اخیر شب میں پڑھ لیتا تھا وہ البتہ کام آئی ما نفعنا الا رکیعات فی جوف اللیل۔ لوگ خدا جانے ان کیفیات کو کیا کچھ سمجھے ہوئے ہیں ؎

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے	حاصل خواجہ بجز پندار نیست

لیکن اسکا مطلب کوئی یہ نہ سمجھے کہ محض ظاہری اعمال کافی ہیں اور اور مجاہدات کی خلق ضرورت نہیں کیونکہ ظاہری اعمال میں خلوص شرط ہے اور آج وہ مفقود ہے اور یہ مجاہدات اس خلوص کا مقدمہ ہیں اور مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے جیسے وضو کہ مقدمہ ہے صلوٰۃ کا خود مطلوب بالذات نہیں لہذا بدون ان مجاہدات کے نرے اعمال اکثر کافی نہیں

رضا بالدنیا ایک عام مرض ہے

اب یہ وہ پالیسی ہو گئی ہے کہ اہل علم اور درویشوں میں بھی یہ مرض ہے الا ماشاء اللہ حالانکہ درویشوں کو زیادہ محتاط ہونا چاہئے میں دیکھتا ہوں کہ کثرت سے ایسے مولوی اور درویش ہیں کہ اس رضا بالدنیا سے ان کا مذہب یہ ہو گیا ہے کہ مردہ جنت میں جائے یا دوزخ میں ہمارے چار پیسے سیدھے ہو جائیں اور یہی وہ جماعت ہے جنکو دیکھکر اہل دنیا علم دین سے نفور ہو گئے ہیں۔

اختیار کیں برسوں اس طرف نہیں گیا۔ دل سے اس خیال کے ہٹانے کی ہر طرح کوشش کی لیکن کچھ کارگر نہوئی پہلے میں آزاد زندگی بسر کرنا چاہتا تھا نکاح کرنے پر دل ہرگز راضی نہ تھا۔ لیکن پھر یہ خیال آیا کہ یہ عشق اور محبت اقتضائے سن ہے۔ اگر نکاح کر لیا جاوے تو یقین ہے کہ رفتہ رفتہ یہ حالت جاتی رہے گی۔ ادھر والدین نے زور دیا کہ نکاح ضرور کرنا چاہیے چنانچہ نکاح ہوا اور خدا نے محض اپنے فضل و کرم سے بیوی بھی بہت نیک عطا فرمائی پڑھی لکھی سلیقہ والی پابند صوم صلوات لیکن اُس حالت میں مطلقاً کچھ فرق نہیں ہوا خدائے برتر نے اپنے فضل عمیم سے تین اولاد نرینہ عطا کئے۔ نو برس کے بعد بیوی کا انتقال ہو گیا چونکہ بچے بہت چھوٹے تھے اُنکی پرورش کے خیال سے اور نیز حفاظت نفس کے خیال سے نکاح ثانی پر میں مجبور کیا گیا یہ دوسری بیوی بھی مجھکو بہت ہی نیک اور فرماں بردار ملی ہیں نماز اور روزے کی پابند ہیں اور ہر طرح سے اچھی ہیں ان سے بھی تین اولادیں ہیں دو لڑکے اور ایک لڑکی نکاح اور اولاد کا کچھ بھی اثر اس محبت پر نہیں پڑا۔ وہی حالت رہی اور روز بروز زیادہ ہوتی گئی۔ اب یہ خیال ہوا کہ کہیں دور دراز چلا جانا چاہیے کیونکہ ایک ہی بستی میں رہنے سے سال ڈیڑھ سال میں کبھی سامنا ہو ہی جاتا ہے۔ اس غرض سے میں ...... چلا گیا وہاں سے .. گیا۔ مدت تک دور رہا برسوں اپنے وطن نہیں آیا لیکن سب بے سود یہ کیا آفت آسمانی ہے جو مجھ پر مسلط کیگئی ہے جسنے نہ مجھکو دین کا رکھا اور نہ دنیا کا ایک مدت سے دنیا کی طرف سے دل سرد ہو گیا ہے کسی چیز سے ذرہ بھر دلچسپی نہیں ہے خوشی دل سے مفقود ہے حزن اور ملال غالب ہے ایک کھٹک ہے جو برابر دل میں موجود ہے بعض دنوں میں دل کی بے چینی اسقدر بڑھ جاتی ہے کہ کسی طرح چین نہیں آتا پھر اس حالت میں تخفیف ہو جاتی ہے جملہ محسوسات عالم میں اسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ نہ بیوی سے موانست ہے نہ بچوں سے محبت ہے اگر دن رات خیال ہے تو اُسی کا در پیش بارگاہ باری تعالیٰ میں دست بدعا ہوں کہ اے قادر مطلق یا تو اسکی محبت دل سے بالکل ہی جاتی رہے یا اور کوئی صورت پیدا ہو یا موت ان سب قضیوں کا فیصلہ کر دے بارہا خودکشی کا خیال ہوا لیکن خوف باری تعالیٰ اس کا مانع رہا ابھی تک کسی پر اس حالت کا اظہار نہیں کیا یہ پہلی بار ہے کہ حضور میں عرض کرنے کی جرأت ہوئی۔

۴۷

	رہی مشتاق گوشش اپنی کہانی		ہوا کوئی نہ حال دل سے آگاہ	

میں بکمال ادب یہ پوچھتا ہوں کہ آخر عشق ہے کیا چیز۔ ایک خاص طرف کیوں کشش ہوتی ہے کیا دوسری طرف بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ یہ نہایت مختصر حال تھا۔ جو عرض کیا گیا۔ میری صحت بہت اچھی نہیں ہے ضعف معدہ میں گرفتار ہوں۔ تیسرے چوتھے برس درد گردہ کا دورہ پڑتا ہے ورزش اور چالش کئی بار شروع کی لیکن چھوٹ گئی میں نے فقہ اور حدیث کی کتابیں اکثر پڑھی ہیں۔ چند تفاسیر دیکھی ہیں لیکن شروع سے اخیر تک کسی تفسیر کے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیمیائے سعادت۔ احیاء العلوم و دیگر اسی قسم کی کتابیں پڑھی ہیں۔ کتب دینی سے جید دلچسپی ہے حضور کی تصانیف اکثر دیکھی ہیں بہشتی زیور و بہشتی گوہر کو کئی بار دیکھ چکا ہوں آجکل کلید مثنوی دیکھ رہا ہوں۔ خود شاعر نہیں ہوں لیکن اشعار سے بدرجہ غایت دلچسپی ہے شعر پڑھنے سے ایک خاص حالت ہو جاتی ہے۔ جو تحریر میں نہیں آسکتی میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر کوئی خوش آوازی سے غزل یا شعر پڑھے۔ تو ممکن ہے کہ قالب سے روح پرواز کر جاوے۔ یہی حالت قرآن پاک کے سننے سے ہوتی ہے۔ خود پڑھنے میں یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ ہر نماز کے بعد ایک بار حزب البحر مع اعتصام اور اختتام پڑھتا ہوں نماز مغرب کے بعد تین بار پڑھتا ہوں۔ ایک بزرگ سے اسکے پڑھنے کی اجازت حاصل کر چکا ہوں اور بارہ روز میں اسکی زکوۃ بھی دیچکا ہوں اب حضور سے بھی اسکی اجازت چاہتا ہوں نماز صبح کے بعد پانچسو بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور پانچسو بار آیۃ کریمہ لا الہ الا انت سبحانک الخ اور نماز مغرب کے بعد پانچسو بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور پانچسو بار حسبنا اللہ ونعم الوکیل الخ۔ پڑھتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی یکبار لقد جاءکم رسول الخ ایک بار حسبی اللہ لا الہ الا ھو الخ۔ ۷ بار پڑھتا ہوں۔ جمعہ کے دن بعد نماز فجر سورہ کہف پڑھتا ہوں کبھی کبھی کچھ قرآن کی تلاوت کرتا ہوں۔ بعد نماز عشاء برعایت تعداد اسم مطلوب ۴ ۷۷ بار یَا اللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ پڑھتا ہوں سوتے وقت بستر پر لیٹ رہتا ہوں۔ تو اکثر ایک ہزار بار اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ پڑھتا ہوں۔ لیکن یہ کسی دن ناغہ بھی ہو جاتا ہے یہ میری مختصر کیفیت تھی جو عرض کیگئی اب جو حضور ارشاد فرماویں وہ کیا جاوے میں چاہتا

۴۸

یہ ہوں کہ اس کا خیال بالکل میرے دل سے جاتا رہے۔ یا قادر مطلق کوئی اور اسباب پیدا کردے۔ کیونکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے میں سیدھے راستہ پر لگ جاؤں دل میں خدا اور اسکے رسول کی محبت غالب ہوجاوے اکثر خواب میں بزرگان دین کی زیارت ہوچکی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کئی بار زیارت ہوئی خانہ کعبہ میں کئی بار ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ اندر بھی پڑھی اور باہر بھی۔ خواب میں مدینہ منورہ اور روضہ پاک کی زیارت کرچکا ہوں حضور کی قدمبوسی کا بہت مشتاق تھا جب سے حضور کی زیارت ہوئی ہے دل کو ایک سکون سا ہے دل یہی چاہتا ہے کہ بقیہ عمر حضور ہی کے قدموں میں گذرے۔ میں کثیر العیال ہوں اسلئے فکر معاش بعض اوقات سوہان روح ہے۔ ابھی تک کوئی ایسی ملازمت نہیں ملی جس سے اطمینان قلب ہوتا۔ حضور کو رخصت کرکے جب اسٹیشن سے لوٹا تو دل کی حالت ناگفتہ تھی ؎ فرو دی کا تفرقہ مٹ بار مٹ گیا ✦ تم کیا گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی۔

میں اپنے عریضہ کو بکمال ادب اس شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

مرے نامے کو اتنا طول اے دل مختصر لکھدے	کہ حسرت سنج ہوں عرض ستمہائے جدائی کا

تحقیق۔ میں نے خوب توجہ اور دلچسپی سے ایک ایک حرف آپکے خط کا پڑھا کیونکہ اسمیں مجھکو خود ایک لطف آیا۔ آپ کی مجموعی حالت کے استحضار کے بعد اسکے متعلق جو بے ساختہ قلب پر وارد ہوا وہ یہ تھا کہ آپ اگر اپنی قدرت وقصد سے اس شغل میں کچھ حصہ لیتے ہیں تو اسکو ترک کر دیجیے اور جس فعل پر قدرت ہوتی ہے اسکے ترک پر بھی قدرت ہوتی ہے اور اگر آپ کے اختیار وقصد کو اسمیں کچھ دخل نہیں تو یہ حالت محمودہ ہے۔ اور علاج ہے بہت سے اخلاق رذیلہ کا اور مجاہدہ کی ایک اعلیٰ درجہ کی نوع ہے۔ اسپر صبر کیجیے۔ ہاں ازالہ کے لئے دعا کرتے رہیئے۔ باقی جب سب تدبیریں آپ کرچکے اور زوال نہیں ہوا تو اب صبر سے کام لیجیے اس صورت میں اسکے زوال کے درپے ہونا قضا وقدر سے فرار ہے ؎ از کہ بگریزیم از خود اے محال ✦ اللہ تعالیٰ نے صبر میں بڑی برکات رکھی ہیں اگر تمام عمر کیلئے کوئی جسمانی مرض لازم لگ جاتا تو بجز صبر کے کیا کرتے اب بھی یہی کیجے۔ اس سے گھبرانا یہ نفس کی آرام طلبی ہے جس کا بندہ کو کچھ حق نہیں اور اسمیں ایک بڑی خیر یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے

۴۹۰

کہ جو شخص عشق میں مبتلا ہو جاوے اور وہ صبر کرے اور خلاف شرع کوئی کام نہ کرے (جسمیں نہ دیکھنا اور اسکی آواز نہ سننا اور اس کا خیال قصداً نہ لانا اور اس کا تذکرہ نہ کرنا سب داخل ہے) اور پھر اس حالت میں وہ مرجاوے تو وہ شہید ہوتا ہے سبحان اللہ اس سے بڑھکر ہم کم درجہ والے لوگوں کیلئے کیا ہوگا۔ البتہ اگر کبھی چندے یہاں قیام بآسانی ہوجاوے تو کیا عجب ہے اسمیں اگر زوال نہو تو اعتدال ہی ہوجاوے ورنہ ؎

چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش	چوں کشاید چابک و برجستہ باش

میں بھی دعاء خیر کرتا ہوں۔ محرم ۱۳۴۲ھ

حال۔ گذارش یہ ہے کہ یہ خادم بذریعہ عنایت نامہ گرامی آج ایک سال ہوا آنحضرت کی بیعت شریفہ سے مشرف ہے۔ اور حضرت کے ارشاد کے مطابق میں نے چاروں دستور العمل مرقوم قصد السبیل سے اپنے کو کم عقلی کی وجہ سے زمرۂ علمائے مشغولین میں داخل کرکے ان حضرات کے دستور العمل کو اختیار کیا تھا پہلے پہل ذکر اذکار کا شوق بہت تھا لہذا جب تک چوبیس ہزار تک ذکر اسم ذات کو پورا نکرتا تھا دل کو چین نہوتا تھا۔ اور تہجد وغیرہ جملہ وظائف کو پابندی سے ادا کرتا تھا۔ اگر کبھی کم شوقی بھی ہوتی تو تھوڑے دنوں کے بعد زائل ہوجاتی تھی اور اس کم شوقی کے وقت کبھی ناغہ بھی ہوجاتا تھا۔ کبھی ہمت کرکے چار و ناچار ادا کرتا تھا۔ چوبیس ہزار تک یا کم مگر اب حضرت والا مجھے کیا شامت آگئی ہے آج قریب تین ماہ یا زیادہ کے ہوگیا ہے کہ وظائف وغیرہ ذکر اذکار تہجد تلاوت قرآن شریف سب کچھ ترک کردی۔ حتی کہ فرض و واجب بمجبوری فقط ادا کرتا ہوں۔ نہ خشوع نہ خضوع بلکہ وسوسہ میں ہمیشہ مستغرق ہوں ذکر اذکار کی طرف تو دل جاتا ہی نہیں اب مجھے یہ خوف دامنگیر ہے کہ اگر ایسی حالت میں موت ہوجاوے تو ایمان سلامت نہیں رہ سکتا اسی واسطے نہایت ہی پریشان ہوں کیا کروں کہاں چلوں کیا۔ یہ میری ایسی حالت ہوگئی خدا جانے میری حالت کیا ہوگی۔ یہی خیال رات دن ہے۔ اتنے دنوں سے حضرت والا کی خدمت قدس میں اس خیال سے عرض نہیں کرتا تھا کہ ایسی حالت حضرت کی خدمت میں کیسے عرض کروں۔ شرم کی بات ہے اور کبھی یہ خیال آتا تھا کہ اگر حضرت کی خدمت شریف میں عرض کیجائیگی تو ضرور حضرت کچھ تدبیر ارشاد فرمائیں گے۔

(باقی آئندہ)

(۳) فرمایا کہ درۃ المعارف ملفوظات حضرت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہ میں خود شاہ صاحب کا یا کسی اور بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ یہ وظیفہ یعنی یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ پڑھ رہے تھے تو غیب سے آواز آئی قل یا ارحم الراحمین شیئاً للہ ۱ھ اور ان وظائف کے پڑھنے والوں کو یہ تو سمجھنا چاہئے کہ جن حضرات کا اسم مبارک یہ لوگ وردِ زبان کرتے ہیں وہ کس کا نام وظیفہ بنایا کرتے تھے اور کس نام کے وظیفہ سے مقبول ہوئے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے اور تلاوت قرآن مجید سے بس وہی بات متبعین کو اختیار کرنا چاہئے۔ اور جسکو ذرا بھی باطنی حس ہوگی اللہ جل شانہ کے نام کے سوا اور کسی نام کا وظیفہ پڑھتے وقت ضرور قلب میں کدورت پاویگا قال الجامع بلغنی عن بعض اہل القلب انہ وجد کذلک

(۴) ۴ محرم ۔ فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ اکثر غیر مقلدین کے مذہب کا حاصل مجموعۂ رخص ہے ۱ھ اور حضرت مولانا صاحب قبلہ نے فرمایا کہ متقدمین جو تقلید نہیں کرتے تھے تو بوجہ اتقاء کامل چونکہ اُن کا عمل بالاحوط ہوتا تھا اسلئے اُن کو تقلید شخصی کی حاجت نہ تھی وہ لوگ گویا سب علماء کے مقلد تھے اسلئے کہ خلافیات کی رعایت کرنے میں سب علماء کی تقلید کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

(۵) ۵ محرم ۔ فرمایا کہ ایک نواب نے مجھے آمد و رفت سفر کا جو صرف دیا تھا اسمیں سے عشر ختم پر بچ گئے تھے میرا معمول بقیہ کے واپس کردینے کا ہے مگر اُن کا واپس کرنا تو اُن صاحب کی شان کے خلاف تھا اور اس عمل سے اُن کی تحقیر ہوتی اور امراء کی تحقیر بلکہ کسی کی تحقیر جائز نہیں جیسے کہ کسی کی خوشامد بھی روا نہیں اور خود اس رقم کا رکھنا ذلت معلوم ہوتا تھا مگر اُن کی اجازت تھی اس لئے اُس رقم کو مرمت مسجد میں صرف کردیا اور رئیس صاحب کو اس تمام مضمون سے مفصل کی اطلاع کردی **ف** یہ ہے اتباع سنت اور تنزیل الناس منازلہم سبحان اللہ حضرت صاحب نائب صادق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں دامت فیوضہم و برکاتہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

(۶) ۱۶ محرم ۔ فرمایا کہ ایک بار کانپور سے چلتے وقت ماہ محرم میرے پاس تھے جسمیں کچھ رقم تو لوگوں نے مجھکو ہدیۃً دی تھی اور کچھ رقم مدرسہ (تھانہ بھون) کے لئے دی تھی جب

میں واپس آنے لگا تو عہ ۱۲ فیس منی آڈر اپنے پاس سے دیکر رقم مذکور کا منی آڈر کرنے کیلئے ایک دوست سے کہہ آیا کیونکہ رقم کا اپنے ہمراہ ہونا بڑی تکلیف کا سبب ہے ہر وقت اسکی نگرانی کا خیال رہتا ہے حالانکہ روپیہ خود وقایہ جان ہے نہ کہ عکس اسلئے یہ خرچ میں نے گوارا کیا حالانکہ لوگ اسکو اسراف سمجھتے ہیں لیکن تامل کے بعد اسکا خیال نہیں ہو سکتا۔

(۷) فرمایا کہ سفر میں لوگ میرے آرام کا کچھ خیال نہیں کرتے دوپہر کے وقت بھی حاضر رات کو بھی موجود کسوقت آرام کروں اور اگر چاہوں تو ان کو روک بھی سکتا ہوں لیکن ایسا دل کہاں سے لاؤں اور ایسی زبان کیسے کروں یہ بھی ایک دینی خدمت ہے کہ مجھسے ملنے کے بعد لوگوں کو ہدایت کا موقع تو ملجاتا ہے گو وہ اپنی بے پروائی سے اس طرف توجہ نکریں میری طرف سے تو کوتاہی نہیں ہوتی اور بعض مشائخ اپنی راحت کے واسطے جہاں جاتے ہیں پردہ ڈلواتے ہیں اور آرام کرتے ہیں ایسی صورت میں ان کو راحت رہتی ہے لیکن دوسروں کو استہدار کا موقع نہیں میسر آسکتا البتہ جس جگہ لوگوں کو کسی بزرگ سے اکثر ملنے کا موقع میسر آتا ہو وہاں تو یہ ہو سکتا ہے کہ کسی ایک خاص وقت میں ان سے نہ ملا جاوے پھر کسی دوسرے وقت مل لیا جاوے لیکن سفر میں تو یہ نہیں ہو سکتا بلکہ بعضے ملنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو ایکبار بھی ملنا بوجہ اپنے کاروبار اختیاریہ واضطراریہ کے دشواری سے میسر آتا ہے۔

(۸) ۱۹ محرم۔ فرمایا کہ طالب علم اگر دو امر کا التزام رکھے تو انشاء اللہ تعالیٰ اچھا عالم ہو جاوے ایک تو بغیر مطالعہ سبق نہ پڑھے دوسرے جو کچھ استاد تقریر کرے اسکو غور سے سنے اور سمجھے۔ پھر اگر یاد بھی نہ رہے تو چنداں حرج نہیں جب ضرورت تدریس کے وقت کتاب دیکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ مطلب ذہن میں حاضر ہو جاویگا۔

(۹) ۲۰ محرم۔ ایک صاحب نے ایک حرکت ناشائستہ کی وہ یہ کہ آکر حضرت کے سامنے کھڑے ہو گئے حضرت نے فرمایا کہ کچھ فرمائیگا کہنے لگے جی ہاں فرمایا کہ کہنا تو بیٹھکر بھی ممکن ہے پھر اس ایذا دہ طریق سے کیا فائدہ عرض کرنے لگے کہ معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ میرے کہنے کا تو یہ جواب تھا کہ آئندہ ہم احتیاط رکھیں گے ایسا نکریں گے معافی سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ میں نصیحت نکروں میں مواخذہ تو نہیں کرتا جسکے لئے معافی طلب کیجاوے ف اور اگر ایذا

کی معافی چاہتی تھی تو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ آئندہ احتیاط رکھونگا اور اس وقت آپ کو جو تکلیف ہوئی اُسکی معافی دیجئے قالہ الجامع۔

(۱۰) فرمایا کہ بزرگوں کی گستاخی سے بعضوں کا ایمان سلب ہو گیا ہے زمانہ ابتدا میں حضرت سیدنا و مولانا غوث اعظم قدس سرہٗ اور آپ کے ہمراہ ایک اور شخص مشہور با بن السقا ایک مشہور بزرگ کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے وہ شخص راہ میں کہنے لگے کہ میں تو اُن بزرگ کے امتحان کے لئے جاتا ہوں حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ بھائی میں تو استفادہ کیلئے حاضر ہوا ہوں جب وہ شخص اور حضرت غوث پاکؒ ہاں پہونچے تو اُن بزرگ نے (واقعہ مذکورہ بذریعہ کشف معلوم کرکے ۱۲ جامع) حضرت غوث پاک سے فرمایا کہ تمکو وہ رتبہ حاصل ہوگا کہ تم کہوگے قدمی علی ظہر کل ولی اور اُس شخص سے فرمایا کہ تو نصرانی ہو کر مرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا

(۱۱) ۵ صفر۔ ایک صاحب نے عرصہ ہوا کہ خدمت والا میں عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ دریا سے میں بلا واسطہ کشتی وغیرہ خود پانی پر سے عبور کر گیا ہوں حضور والا نے تعبیر مرحمت فرمائی کہ تمھارا راہ طریقت بذریعہ جذب طے ہوگا۔

(۱۲) ۱۴ صفر۔ فرمایا اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ دشمن سے تسامح کرنے اور اس کی شرارتوں کی طرف توجہ اور اسپر زجر نکرنے سے وہ شخص دلیر ہو جاتا ہے اسلئے ضرور مدافعت او رزجر کرنا چاہئے لیکن یہ قاعدہ اپنے عموم پر صحیح نہیں بلکہ تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کفر اور اسلام کے باب میں تو یہ اصل صحیح ہے یعنی کافر کے کفر کی اگر مدافعت نہ کی جاوے (اور اسی طرح فاسق کے فسق کی مدافعت نہ کیجاوے) تو وہ ضرور دلیر ہو جاتا ہے مگر امور دنیاوی میں تو تسامح کرنے سے دشمن بہت نرم ہو جاتا ہے یہ میرا تجربہ بھی ہے۔

(۱۳) فرمایا کہ پنجاب میں رسوم کا اتباع غایت درجہ کا ہے گویا کہ تکلف جبلی ہو گیا ہے اور میں چونکہ بے تصنع علماء کی خدمت میں ابتدا سے رہا ہوں اسلئے بے تکلفی جمیع امور میں مجھکو قرآن مجید و حدیث شریف کا اتباع معلوم ہوتا ہے۔

(۱۴) فرمایا کہ جب کوئی میرے پاس ایسا شخص آتا ہے جسکی تعظیم کیلئے میں کھڑا ہوتا ہوں تو اہل مجلس کا

عـــہ معناہ مذکور فی الکرامات الامدادیہ والکمالات الامدادیہ وغیرہا ۱۲ جامع۔

کھڑا ہونا اپنے ساتھ مجھے گوارا نہیں اسلئے کہ آئندہ کی تعظیم میرے کرنے سے ہے نہ کہ دوسرے اہل مجلس کی۔

(۱۵) فرمایا کہ اہل مکہ تیز مزاج تو ہیں لیکن متکبر نہیں بازار میں بڑے بڑے متمول اپنا اسباب اپنے اوپر لاد کر جبکہ کوئی مزدور موقع کا میسر نہ آوے خود لیجاتے ہیں۔

(۱۶) ۱۹ر صفر- فرمایا کہ لوگوں کو تو غربا پر رحم آتا ہے اور مجھے امرا پر رحم آتا ہے اسلئے کہ ان کے مصارف پر نظر کرنے سے ان کی حالت نہایت قابل رحم معلوم ہوتی ہے اور لوگ ان کی آمدنی پر نظر کرتے ہیں اس لئے آمدنی زیادہ دیکھکر ان کو مالدار سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے مصارف پر بھی تو نظر ضرور ہے یہ لوگ جو کام کرتے ہیں اپنی وضع کے موافق اسکو بڑھا کر ہی کرتے ہیں پس ہر کام میں خرچ بھی زیادہ ہوتا ہے لہذا یہ زیادہ قابل رحم ہیں بخلاف غریب آدمی کے کہ اس کے مصارف اکثر کم ہوتے ہیں اسمیں شان صبر کی بھی ہوتی ہے نمایش بھی نہیں ہوتی۔ ایک صاحب متمول جو ہمارے سلسلہ کے سب بزرگوں کے کامل معتقد ہیں وہ جب دیگر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو یہاں بھی تشریف لاتے ہیں اور سب جگہ نذریں دیتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے میں نے اُن کی یہ حالت دیکھکر اُن پر رحم کیا اور اُن کا نذرانہ لینا گوارا نہ کیا کہ انکا تو اس صورت میں بظاہر بڑا نقصان ہے لیکن اُن سے اگر یہ کہا جاتا تو ہرگز گوارا نکرتے اور اُنکی دلشکنی ہوتی اس لئے میں نے اُن سے یہ کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ جس طرح بعضے حضرات میرے بڑے ہیں اور بعض اعزہ مجھے چھوٹے ہیں اسی طرح کچھ احباب برابر کے بھی ہونے چاہئیں منجملہ اُن حضرات منتخبہ کے ایک آپ کو بھی تجویز کیا ہے سو آپ مجھے برابری کا برتاؤ کیا کیجئے اور نقد نذر نہ دیا کیجئے کیونکہ ایسی حالت میں مجھے بھی آپ کو نذر دینا چاہئے اور مجھے یہ اہتمام بھاری ہوگا لہذا نقد نذر آپ نہ دیا کریں تو بہتر ہو وہ چونکہ فہیم آدمی تھے اس لئے انھوں نے اس درخواست کو بخوشی منظور کر لیا اور غیر نقد میں بھی میں نے قید لگادی کہ اول مشورہ کر لیا کیجئے چنانچہ ایک بار انھوں نے مجھسے بسکٹ بھیجنے لے مشورہ کیا میں نے اس قید سے اجازت دی کہ ایک روپیہ سے زیادہ صرف نہ کیا جاوے اللہ تعالیٰ اُنکو جزائے خیر دے انھوں نے اسکو بھی قبول کیا

ف سبحان اللہ کیا عقل و فہم ہے یہی مانند ہر علوم بینا رہ بے کتاب و بے معید و اوستا زادہ الجامع عفی عنہ۔

(باقی آئندہ)

یعنی دونوں فریق اپنے اپنے حصۂ رقم کے موافق اس زمین کے مالک ہوں گے اور ہر مالک کو اپنی ملک میں تصرف کرنیکا شرعاً حق حاصل ہے کوئی کسی کو نہیں روک سکتا نیز اہل تشیع سب خارج از اسلام بھی نہیں تاوقتیکہ وہ ضروریات دین کا انکار نہ کریں اس پر بھی اگر مصلحت یہی ہو کہ فریقین کے اموات مختلط طور پر مدفون نہ ہوں تو بقدر حصص اس زمین کو تقسیم کر لیا جاوے اور درمیان میں حد قائم کر دی جاوے تاکہ دونوں کا گورستان الگ الگ ہو جاوے گو باہم مجاورت رہے اور اگر یہ زمین خرید کر سب مالکوں نے یا اُن کے وکیلوں نے صریح لفظوں سے وقف کر دی ہے تو دوبارہ سوال کیا جاوے اور وہ الفاظ وقف کے بھی سوال میں لکھے جاویں اسوقت جواب دیا جاویگا۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

سوال۔ چہ میفرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ در بعض دیار بہر قریہ نماز جمعہ می گزارند خواہ در وشمار مردمان ومکانان کثیر باشد یا نہ و گروہے از علمائے احناف می گویند کہ گرچہ بمذہب ما در قری جمعہ روا نیست مگر مایاں دریں مسئلہ بر مسلک ائمہ دیگران عمل می نمائیم قول اوشان چگونہ است و اگر کسے از احناف در قری صلوٰۃ جمعہ ادا کند پس از ذمہ اش نماز ظہر او ساقط خواہد شد یا نہ جوابے صافی مدلل تحریر فرمایند۔

الجواب عدم صحت جمعہ در قری عند الاحناف ظاہر است و آنانکہ بر مذہب شافعیہ میگذارند و ظاہر کہ ایشان سائر فرائض صلوٰۃ کہ نزد شافعیہ ثابت اند بعمل نمی آرند مثل قرأۃ خلف الامام وہمچنیں رعایت عدد مصلیین کہ عند الشافعیہ معتبر است بجا نمی آرند پس جمعہ ایشان نہ عند الحنفیہ درست شد بعدم قول الحنفیہ بالجمعۃ فی القری ونہ عند الشافعیہ درست باشد بعدم شرائط صحۃ الصلوٰۃ و ایں را تلفیق می گویند کہ فقہا آں را باطل گفتہ۔ فافہم۔　　　۹ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

سوال نماز فجر میں اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں شریک ہوا تو وہ اگر امام کے ساتھ التحیات وغیرہ میں شریک ہوتا ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تب تو آفتاب نکلنے سے پہلے اپنی نماز پوری نہیں کر سکتا۔ اور اگر امام کو قعدہ میں چھوڑ کر اپنی رکعت پوری کرتا ہے تو طلوع آفتاب سے پہلے فارغ ہو جائیگا تو دوسری صورت مقتدی کو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ قواعد سے تو جائز معلوم ہوتا ہے۔　　　۹ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

سوال مسجد کے اندر ٹہلنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب مسجد میں عمل غیر موضوع لہ المسجد کرنا قصداً و اعتیاداً ناجائز ہے اور یہ شی بھی ایسی ہی ہے لہذا منع کیا جاویگا۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

سوال مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جائز ہے یا نہیں چونکہ لالٹین کی وجہ سے بُو کا ازالہ ہو جاتا ہے اور اگر بو کی وجہ سے منع ہے تو بو تو چراغ میں جسمیں کڑوا تیل جلتا ہے اُسمیں بھی ہوتی ہے اور اس کے بجھانے کے وقت بھی ہوتی ہے۔

الجواب ۔لالٹین کے اندر بھی بدبو محسوس ہوتی ہے لہذا اس طرح بھی منع کیا جاویگا اور چراغ میں جو تیل عادۃً جلتے ہیں اُن میں بدبو نہیں ہوتی۔ اور بجھانے سے جو بدبو پھیلنا لکھا ہے اول تو وہ ایسی بدبو نہیں دوسرے ضرورت ہے فلا یصح القیاس۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

استفتار

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نووارد شیعی المذہب نے خالد سنی المذہب کو یہ باور کرایا کہ میں سنی المذہب ہوں اور حلفاً اسکی تصدیق کرکے خالد کی دختر نابالغہ ہندہ سے عقد کیا خالد نے باعتبار اس کے بیان و تصدیق حلفی کے زید کو سنی المذہب سمجھکر اپنی لڑکی کا عقد زید سے کردیا بعد عقد کے زید کے افعال مثل تعزیہ و شدہ پرستی یوم عاشورہ ماتم سینہ زنی وغیرہ وقوع میں آئے جسکے لحاظ سے زید کے وطن کے قاضی صاحب وغیرہ سے مذہبی حالت دریافت ہوئی تو معلوم ہوا کہ زید واقعی شیعی المذہب گروہ شیعان میں سے ہے پس بلحاظ احکام فقہ حنفی جو نکاح دختر خالد کا زید شیعی المذہب کے ساتھ ہوا ہے شرعاً وقوع پذیر ہوگا یا نہیں بصورت واقع ہونے کے خالد پدر و ولی ہندہ نابالغہ اس عقد کو فسخ و کالعدم کرانے کا مجاز ہے یا نہیں۔ ایسا عقد بحکم قاضی یا حاکم کالعدم کرانا ضروری ہوگا یا خود بخود کالعدم و باطل قرار پائیگا بحوالہ عبارات کتب فقہ معتبرہ و مستندہ جواب عطا فرماکر عند اللہ ماجور ہوں فقط۔

الجواب ۔ فی رد المحتار عن فتح القدیر عن النوازل لو زوج بنتہ الصغیرۃ ممن ینکر انہ یشرب المسکر فاذا ھو مدمن لہ وقالت لا ارضی بالنکاح ای بعد ما کبرت ان لم یکن یعرفہ الاب بشربہ وکان غلبۃ اھل بیتہ صالحین فالنکاح باطل وفیہ ثم اعلم

مامر عن النوازل من ان النکاح باطل معناه انه سیبطل ج ۲ ص ۳۹۹ وفی الدر المختار
ولو زوجها ای الکبیرة برضاها ولم یعلموا بعدم الکفءة ثم علموا لاخیار لاحد
الا اذا شرطوا الکفاءة او اخبرهم بها وقت العقد فزوجها علی ذلک ثم ظهر انه
غیر کفو کان لهم الخیار ولوالجیة فلیحفظ ج ۲ ص ۵۲۱ ۔
ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں ولی منکوحہ کو بھی اور اسی طرح بعد بلوغ کے خود
منکوحہ کو بھی اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہے اور یہ فسخ بہ حکم حاکم ہوگا جو کہ علاقہ
حیدرآباد میں آسان ہے۔ وقولہ قالت لا ارضی لیس للاحتراز فی صورة الاشتراط
اوالاخبار لیتوقف الفسخ علی بلوغها لان المسئلة الثانیة التی رضیت الکبیرة
فیما یتحقق الاختیار فیها للاولیاء واللہ اعلم۔　　　۹ ربیع الاول ۳۳ھ

استفتار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ ذیل کی کیفیت وبیانات کیساتھ
جو بنام نہاد وقف یا ہبہ کیا گیا ہے برو‌ئے فقہ حنفیہ جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو اسکا کیا اثر ہے۔

کیفیت رپورٹ حکم

نواب ناصر احمد خاں ونواب فاخر احمد خاں نے حاضر ہوکر شناخت ابوالحسن نمبردار کہا کہ ہم نے
اراضی کھیوٹ نمبر ۳۰ امیں سے منجملہ اپنے حصہ لعیہ بگہ کے ۶ بیگہ معہ حصہ چاہ سالم ہند رجہ
کھیوٹ نمبر ۳۱ اجو بقدر لعیہ بگہ ہوتا ہے بلا حصہ شاملات دیہ بطور وقف بنام حالی مسلم ہائی اسکول
پانی پت باہتمام خواجہ سجاد حسین صاحب ہبہ کردی ہے اور قبضہ دیدیا ہے شرط یہ ہے کہ اراضی وقف
شدہ پر عمارت مدرسہ بنائی جائیگی جب تک یہ عمارت قائم رہے تب تک ہائی اسکول مذکور مالک
ہوگا بصورت قائم نہ رہنے مدرسہ مذکور کے وارثان ہبہ کنندگان کو پہونچیگی۔ خواجہ سجاد حسین صاحب
نے بھی تسلیم کیا مقابلہ جمعبندی سے ہو گیا ہے داخل خارج ہبہ منظور ہے۔
الجواب۔ فی الدر المختار واذا وقتہ بشہر او سنة بطل اتفاقا در فی رد المحتار ھذا

۴۳
وقف

اذا شرط رجوعه بعد الوقت الی قوله لما اذا شرط رجوعه الیه بعد مضی الوقت فقد ابطل التابید فیبطل الوقف وبعد اسطر هکذا او لو قال ارضی هذه صدقة موقوفة شهرا فاذا مضی شهر فالوقف باطل الی قوله باطل مطلقا کما علمت آنفا ج ۳ ص ۵۶۶ و ص ۵۶۷ ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ وقف صحیح نہیں ہے۔ والتوقیت بانقطاع السکول کالتوقیت بالشہر والسنة لاشتراك العلة وهی ابطال التابید وهو ظاهر۔ اور ہبہ اس لئے نہیں ہے کہ سکول میں موہوب لہ ہونے کی صلاحیت نہیں ولا هبة دون الموهوب له واللہ اعلم۔

۱۹ ربیع الاول

سوال شخصے نوکری خود را استعفا داده دیگر را بر جائے خود قائم مقام نمود آں شخص دیگر بدیں احسان او را روپیہ داد آں روپیہ برای مستعفی رشوت شود یا چہ۔

الجواب۔ اگر ایں چنیں ترح مشروط یا معروف نباشد رشوت نیست وگرنہ رشوت حرام ست۔

۲۱ ربیع الاول

سوال۔ زناں و مرداں را بر پالکی و میانہ سوار شدن بہر حالت خواہ تندرست باشد یا مریض اگر حاملان پالکی مسلمان باشند روا ست و در حالت حاملان کافر ہیچ اختلاف ست یا نہ۔

الجواب۔ سواری پالکی حلال ست خواہ حاملان مسلمان باشند یا غیر مسلمان دلیلش حمل حاملان آں ہودج را کہ در و حضرت عائشہ رضی بود کما فی حدیث الافک و در مسلم و غیر مسلم وجہ فرق نیست

۲۱ ربیع الاول

سوال۔ سلام کا جواب اگر آہستہ دیا کہ مسلم نے نہ سنا تو جواب ادا ہو گا یا اسماع بھی ضروری ہے بعض صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب نہایت آہستہ سے دیا کہ بوجہ عدم سماع تکرار سلام کی نوبت آئی۔ آخر حضور واپس ہوئے تھے گو علت یہاں استماع کلام و تحصیل برکت ہے مگر بظاہر شبہ جواز کا معلوم ہوتا ہے۔

الجواب۔ اعلام ضروری ہے اگر قریب ہو تو استماع سے اور اگر بعید یا اصم ہو تو اشارہ سے مع تلفظ باللسان کے اور صحابی کا یہ فعل عارض سے تھا فلا یقاس علیہ غیرہ

۲۲ ربیع الاول　　(باقی آئندہ)

حظر و اباحہ — جواز سواری پالکی

لزوم اسماع جواب سلام

یعنی یہ نہو کہ بازار میں اسوقت جو نرخ ہوگا اس سے اسنا زیادہ لیں گے بلکہ اس طرح معین ہو کہ ہم دس سیر یا بارہ سیر کا لیں گے خواہ بازار کا نرخ کچھ بھی ہو اور اپنے نزدیک تخمینہ کرکے اسی حساب کے موافق ذہن میں سمجھ لیں اگر کسیقدر کمی بیشی بھی ہوئی تو بمقابلہ جواز شرعی اور غالب اوقات میں جانبین کی مصلح کے مرعی ہونے کے ایسی کمی بیشی کوئی چیز نہیں اسکو شریعت میں بیع سلم کہتے ہیں اسکے جواز میں اور بھی بعض سہل شرائط ہیں رسالہ صفائی معاملات میں ملاحظہ فرمائی جاویں جسمیں ایک شرط جو بوجہ ابتلاء عام کے زیادہ اہتمام کے قابل ہے یہ بھی ہے کہ وقت موعود پر اگر غلہ موعود وصول نہو سکے تو اسکی عوض میں نہ تو دوسری جنس لینا درست ہے اور نہ روپیہ بمقدار بڑھا کر لینا درست ہے بلکہ اگر روپیہ لے تو جسقدر دیا تھا اسی قدر لیلے اور اگر جنس لے تو وہی لے اور وہ اگر اسوقت میسر نہو سکے تو مہلت دیدے اور بعد مہلت پھر وہی لے جو ٹھہری تھی اور اگر اب بھی کسی جزو میں شبہ باقی رہے تو استفسار کر لیا جاوے۔ واللہ اعلم۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

استفتاء

ذیل کے سوالات میں اپنی تحقیق ازروئے کتب حدیث وفقہ تحریر فرماکر ممنون فرماویں۔

سوال نمبر ۱۔ ۲۹ تاریخ کو دو شخص کمزور بینائی والے سفر میں جارہے تھے جنگل میں مغرب کے وقت چشمہ یا خوردبین سے ان دونوں نے عیدالفطر کا چاند دیکھ لیا لیکن بلامدد چشمہ یا خوردبین کے نہیں دیکھ سکتے ہیں اور سوائے ان دونوں کے اور لوگوں نے چاند نہیں دیکھا ایسے حال میں وہ دونوں دوسرے روز روزہ رکھیں گے یا عیدالفطر کی نماز پڑھیں گے اور جن لوگوں نے نہیں دیکھا ان کیلئے کیا حکم ہے۔

سوال نمبر ۲۔ دو شخص دریا میں جارہے ہیں ۲۹ رمضان کو پانی میں دونوں کو چاند کا عکس صاف نظر آیا لیکن آسمان پر دیکھنے سے چاند نہیں معلوم ہوا خواہ نظر کی کمزوری سے خواہ اور کسی وجہ سے اور ان دو شخصوں کے سوا اور کوئی چاند دیکھنا بیان نہیں کرتا ہے ایسے وقت میں ان کے لئے اور دوسروں کیلئے کیا حکم ہے۔

سوال نمبر ۳۔ دو شخص کسی جگہ پر ہیں ۲۹ رمضان المبارک کو آئینہ کے اندر دونوں کو چاند

۲۳
فتاویٰ ... صفحہ ...

صاف معلوم ہوا لیکن آسمان پر دونوں نہیں دیکھ سکے ایسی حالت میں وہ کیا کریں گے۔

الجواب (نمبر۱) دوربین یا خوردبین سے دیکھنے کا کوئی جدا حکم نہیں بلا آلہ دیکھنے کے جو احکام ہیں وہی اسکے بھی ہیں پس اگر افق پر ابر یا غبار ہے تب تو ان کی رویت بشرط عدم مانع اوروں کے لئے کافی ہے سب عمل کریں اور اگر ابر وغیرہ نہیں ہے تو اوروں کو بھی عمل جائز نہیں اور خود انکو بھی عمل جائز نہیں بلکہ روزہ رکھیں۔

(**نمبر۲**) دریا کو بھی مثل چشمہ وغیرہ کے رویت کا ایک آلہ کہا جاویگا اور اس کا حکم بھی مثل جواب سوال نمبر۱ کے ہوگا۔

(**نمبر۳**) اسکو بھی مثل دریا کے ایک آلہ رویت کہیں گے اور اسمیں بھی وہی تفصیل ہوگی جو نمبر۱ میں مذکور ہوئی۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

سوال۔ ڈریل وغیرہ کے بعد سکول کے لڑکے آفیسر کو سر پر ہاتھ رکھکر سلام کرتے ہیں اگر نہ کرایا جاوے تو وہ خشمگیں ضرور ہوں گے اگر کرایا جاوے تو یہ گناہ ہے اس صورت میں کیا کرنا چاہیے۔

الجواب۔ دفع ضرر کیلئے اس ہیئت سے سلام کرنا درست ہے اور اسکے منع کے معنی یہ ہیں کہ شرعاً یہ سلام نہیں گو کسی قوم کے عرف میں سلام ہو تو اس سلام عرفی کے لئے وہ آداب شرعیہ ثابت نہیں۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

سوال۔ ایک کاتب کاپی لکھنے والا جسکا پختہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے اور انہی حضرات کا معتقد ہے دریافت کرتا ہے کہ سید احمد خان کی تفسیر کی کاپی لکھنے میں مجھے تو خدا تعالیٰ کے ہاں کوئی مواخذہ نہوگا ایسی حالت میں جبکہ روزی اسی کام پر ہے اور یہ یقین ہے کہ سید احمد خاں کے عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف تھے اور اُن کے نیچری مضامین کا اثر انشاء اللہ مجھ پر نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ظاہر کرنا ضروری ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ کاروبار کی کمی ہے مجبوراً ایسی لکھائی لکھی جاتی ہے اور موجودہ وقت میں فیصدی ایک کاپی نویس غیر قوم کا ہوگا کل مسلمان ہیں اور تمام کتابیں دوسری قوموں کی مسلمان ہی لکھتے ہیں۔

الجواب فی الدر المختار باب الحظر والاباحۃ وجاز تعمیر کنیسۃ الخ ص ۲۳۲ ج۵ اس قیاس پر یہ کتابت بروئے فتوی جائز ہے گو تقوی کے خلاف ہے مگر مجبوری میں گنجائش ہے۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(باقی آئندہ)

حضرت حکیم الامۃ کا دست بدست جواب بابل الحق

حضرت حکیم الامۃ بابت اعتراض اہل بدعت و تحریف و رد استدلال

مولیٰ تعالیٰ شانہ کی خوشنودی ورضا سے جنبش بھی نہیں کھاتے۔ جو تکلیف بھی انکو پیش آتی ہے ٍ سمجھتے ہیں کہ خدا ہی کی بھیجی ہوئی ہے کیونکہ اسکے سوا ممکن ہی نہیں کہ کوئی دوسرا شخص کسی کو ذرہ برابر بھی تکلیف پہونچا سکے۔ اگر وہ ایسا سمجھیں تو مشرک بنجاویں اور توحید جسکا ان کی زبانوں نے دعویٰ کیا ہے جھوٹا ہوجاوے اور جب بمقتضای توحید انھوں نے ہر تکلیف کے متعلق خواہ وہ زید کے ہاتھوں پہونچی ہو یا عمر کے ہاتھوں یہ سمجھ لیا کہ خدای یگانہ کے حکم وارادہ ومشیت سے پہونچی تو اب انکا منصب ہے کہ اسپر راضی رہیں کیونکہ انکا آقا جسنے یہ تکلیف پہونچائی ہے ان کی مصلحتوں کا ان سے زیادہ واقف ہے اور جانتا ہے کہ اسوقت تکلیف کا پہونچنا ہی ان کے حق میں بہتر تھا لہذا اس تکلیف کے دور ہونیکی وہ دعا بھی نہیں کرتے اور یہی وجہ ہے کہ نہ کبھی وہ اپنے نفوس کے متعلق کسی شے کے طالب ہوتے ہیں اور نہ دوسروں کیلئے۔ ان کی شان شانِ تسلیم ہے کہ حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی مصیبت ان کے لئے عین راحت ہو وہ بزبان حال کہتے ہیں کہ۔

اسیرت نخواہد رہائی زبند / شکارت نجوید خلاص از کمند

اور کہتے ہیں کہ ؎

سر بوقت ذبح اپنا اسکے زیر پای ہے / کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

یہ ثمرہ محبت ہے کہ محبوب کا بھیجا ہوا اور یہ اگر تلخ بھی ہو تو ہزار مٹھائی و شیرینی سے زیادہ شیریں معلوم ہوتا اور اس کے ساتھ اپنا نوازا جانا لاکھ لذتوں سے زیادہ لذیذ و پیارا معلوم ہوتا ہے ان کا قول ہے کہ۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت / سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

لوگوں کے نزدیک سب سے بڑی مصیبت موت ہی کیونکہ ہر تکلیف سے وحشت و پریشانی صرف اسی لئے ہوتی ہے کہ کہیں مر نجائیں اور اس مصیبت کا انجام موت نہو مگر ان حضرات کے نزدیک وہی موت جس سے مخلوق ڈرتی ہے وہ دولت ہے کہ اسکی تمنا کرتے اور کہتے ہیں کہ ؎

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم / راحت جاں طلبم واز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے / تا در میکدہ شاداں وغزل خواں بروم

صاحبو تم شان تسلیم کی لذت کیا جانو۔ کسی شخص نے صاحب حال سے پوچھا تھا کہ میاں عشق

و محبت چیز کیا ہے ؟ انھوں نے فرمایا کہ بھائی اسوقت سمجھوگے جبکہ ہم جیسے بنجاؤگے ؎

پرسید یکے کہ عاشقی چیست — گفتم کہ چو ماشوی بدانی

بچہ نابالغ کیا جانے کہ جماع میں کیا لذت ہوتی ہے مگر حیف ہے اسکی عقل پر اگر وہ اپنی نوعمری و جہالت پر لحاظ نکرے اور اس بنا پر اس لذت جماع کا انکار کر بیٹھے جیسکے اہل رجولیت لذت چشیدہ ہیں ۔ حلے تم کہ اہل رضا کی کیفیات سے بے مس اور بے حس ہو اور اسوجسے انپر طعن کرتے اور ان کی غیبت و بدگوئی سے اپنی قبروں کو انگاروں سے بھر رہے ہو ۔ توبہ کرو اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کرو کہ تیری یا تیرے بندگان صالحین کی شان میں جو بدزبانی و نادانی ہوئی وہ معاف فرما ۔ اپنے اور خدا کے درمیان تنہائی و خلوت میں اپنے گناہوں کا اقرار کرو کہ قلب میں سچی ندامت و پشیمانی ہو ورنہ دوسروں کے دکھانیکو استغفار کی تسبیح پڑھنے اور دانتوں کو ہلا کر الٰہی توبہ الٰہی توبہ کہہ لینے سے کیا ہوتا ہے توبہ وہی ہے جیسیں حاکم کے سامنے اخلاص کے ساتھ اپنے قصور و جرم کا اعتراف کیا جائے کہ اسی سے حاکم کو ترس بھی آتا ہے اور شفقت و ترحم کا مینہ برسنے لگتا ہے ۔ لہذا خلوت میں جھکر خدا کے سامنے اپنے آپ کو ڈالدو اور گڑگڑاؤ کہ بجز تیرے کوئی نہیں جو بیکس و نامراد اور خطاوار غلاموں کی دستگیری فرمائے ۔ ۳۸

وائے افسوس تمھاری حالت کیا ہو رہی ہے ؟ دنیائے دنی کے کنکریوں کے پیچھے اتنے بڑے ہوئے ہو کہ نہ جلالت شان خداوندی کا حس رہا اور نہ اہل حق کی ناموس و حفظ مراتب کا شعور رہا اگر تمکو شعور ہوتا کہ دنیا کیا ہے اور تمھاری ہستی و اصل کس حقیر و نجس پانی سے ہے تو تکبر و غفلت کی یہ حالت کبھی نہوتی اور اب جس گندی حالت میں نظر آرہے ہو یقیناً اسکی مخالف حالت پر ہوتے کہ تکبر کی جگہ تواضع ہوتی اور غفلت کی جگہ تنبہ و بیداری فقراء و مساکین کو دیکھکر ان کی حالتوں پہ ترس کھاتے اور صلحاء و اہل رضا سے نفرت و بُعد کی جگہ ان کی زیارات و قدمبوسی کو مایۂ فخر و ناز سمجھتے کہ ؎

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است — بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است
یک زمانے صحبتے با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

صاحبو ۔ عالم کے اندر کہیں بھی رہو بہرحال حق تعالیٰ کی نظر کے سامنے ہو کہ کسی جگہ اور کسی حال بھی

اسکی نگاہ سے اوجھل نہیں ہو سکتے پس اسکے حضور میں رہکر اسکی معصیت و نافرمانی کرنا سخت گستاخی اور جرأت ہے۔ غلام کیسا ہی نا شکر گذار و دلیر کیوں نہو مگر اپنے باقدرت آقا کے سامنے حاضر ہونیکے وقت اسکے حکم کے خلاف ورزی کرنے سے ضرور ڈرا کرتا ہے مگر واے تمہاری بے شرمی و بیباکی پر کہ قادر و شاہنشاہ آقا کی نگاہ کو جگنتے ہوئے اسی کی دی ہوئی نعمتوں سے چل پھر رہے۔ وہی ہے جو باایں ہمہ اسکی نافرمانی پر نافرمانیاں کر رہے ہو۔ خدا کے واسطے شرماؤ اور خداوند تعالیٰ شانہ کے سامنے باادب اور سرنگوں بنجاؤ کہ اسکی لکھی ہوئی تقادیر اور صادر فرمائے ہوئے واقعات پر شکوہ و شکایت نکرو۔ اسکی ڈالی ہوئی تکالیف کو صبر و تحمل اور رضا و شکر کے ہاتھوں سے لو ؎

طلبگار باید صبور و حمول | کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

اگر اپنے ضعف ایمانی کے سبب خود رضا بر قضا کی لذت نہیں پاسکتے تو اہل رضا کی صحبت وایذا رسانی سے تو بچو کہ اسدرجہ جرأت و بے ادبی تمکو شایاں نہیں۔ آخر تم سے پہلے بھی تو خدا کی مخلوق گذری ہے وہ بھی انسان ہی تھے اور ضروریات معاش و معاد کے تم ہی جیسے محتاج و ضرورتمند تھے مگر تمنے ان کے قصے سنے ہونگے کہ حضور خداوندی میں کیسے باادب بنے رہتے تھے اگر کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تھی تو کہدیتے تھے اللہ ورسولہ اعلم یعنی اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے اور کیا مطلب ہے۔ پس تم بھی ایسا ہی ادب کا برتاؤ رکھو جیسا کہ تمہارے گذشتہ اسلاف ادب کا برتاؤ برتا کرتے تھے۔ مگر تمہارے ایمان کی کمزوریاں دیکھکر کیا توقع رکھی جاے کہ تم اپنے اسلاف کے قدم بقدم چلوگے۔ وہ مرد تھے بلکہ جوانمرد اور تم ان کے مقابلہ میں مونث و مخنث یعنی عورت اور ہجڑے ہو۔ انھوں نے اپنی خواہشات کو زیر کرلیا اور نفس پر حملہ آور ہوکر اسکو پوری طرح نیچا دکھا چکے تھے۔ عبادت و طاعت میں انھوں نے رات و دن ایک کردیئے اور تھکے نہیں مجاہدات و ریاضات کو انھوں نے اپنی غذا و خوراک بنالیا اور دین کے متعلق مالی یا بدنی جس خدمت کا بھی موقع پیش آیا وہ بہادر پہلوان بنکر کمر بستہ ہوے اور اسکو سر انجام دینے کیلئے میدان میں آکھڑے ہوئے اور تمہاری حالت اسکے برعکس ہے کہ فرض نماز کے وقت بھی نیند آتی ہے اور فرض زکوٰۃ نکالتے وقت بھی طبیعت دبی اور بجھی جاتی ہے ہاں تمہاری شجاعت اگر ظاہر ہوتی ہے تو اسوقت ہوتی ہے جبکہ تمہارے نفوس تمکو کسی بات کا حکم دیں کہ اسوقت نفس کی

رضا جوئی کیلئے کمر باندھ کر دست بستہ حاضر ہو جاتے اور اسکے حکم کے موافق اسکی مرضیات و مرغوبات وخواہشات کے تحصیل میں تمہاری خواہشات اور تمہاری طبیعتیں پکنے بھاگنے دوڑنے تدبیریں کرنے اور ہر قسم کی چالیں چلنے میں اپنی ہمت وطاقت پوری صرف کر دیتے ہو۔

پیارے دوستو۔ یہ کوئی مردانگی نہیں ہے۔ مردانگی یہ کرنی ہے دین کے متعلق اور حق تعالیٰ شانہ کے حکم کی تعمیل میں۔ اگر کوئی شخص کمانے اور مزدوری کرنیکے لئے قدم بھی نہ اٹھا سکے مگر بول و براز کیلئے بار بار جنگل جانے پر مستعد ہو تو کون عاقل ہے کہ اسکو چست اور باہمت کہدیگا۔ مردانگی حقوق شرع کے متعلق ہوتی ہے۔ حق خداوندی ادا کرنے کیلئے ہر آن و ہر لحظہ مستعد ہو۔ نہ کہ حظوظ نفس و لذات فانیہ کیلئے کہ دنیا کی سفید و زرد کنکریاں یعنی سیم و زر حاصل کرنیکے لئے رات کو دن سے ملاوے اور اس کے پیچھے ایسا پڑے کہ کھانا پینا اور سونا یا آرام کرنا بھی بھول جائے۔

صاحبو۔ یہ حکمت کے موتی ہیں جو اللہ والوں کی زبان سے نکل کر تمہارے کانوں میں پڑ رہے ہیں ان کی قدر کرو اور عقلاء دین یعنی حکماء و علماء کے کلمات کو حقیر نہ سمجھو کہ ان حضرات کا کلام روحانی امراض کا علاج اور قلبی بیماریوں کی دوا ہے اور ان کی باتیں شجرۂ وحی خداوندی کا پھل ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ تمہارے درمیان نبی تو صورۃً موجود نہیں کہ تم اسکا اتباع کرو کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی۔ اب نہ کوئی نبی ہوگا ورنہ اس کے صحابی بنکر بلا واسطہ اسکے قدم بقدم چلنا نصیب ہوگا پس ضرور ہے کہ انہیں عقلاء دین کا اتباع کیا جاوے جو علماء کہلاتے ہیں اور اتباع نبوی میں ان کو کمال رسوخ و استقامت حاصل ہے اور جو اس زمانہ میں بھی نائبین رسالت بنے ہوئے تمہاری نظروں کے سامنے موجود ہیں پس جب تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا اتباع کیا اور ان کے قدم بقدم چلے تو گویا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قدم بقدم چلے اور آپ ہی کا اتباع کیا اور جب تم نے آپ کے متبعین کی زیارت کی تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت کر لی لہذا پرہیزگار علماء کی صحبت کو غنیمت سمجھو اور جادہ شریعت و معرفت طے کرنے اور حق تعالیٰ تک پہونچنے کیلئے انکے ساتھ ساتھ ہو لو کہ تمہارا ان کی صحبت کو اختیار کرنا تمہارے لئے موجب برکت ہے اور ان مولویوں کی صحبت ہرگز نہ اختیار کرو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے۔

(باقی آئندہ)

۴۰

بیبیو پہلے اپنی خبر لو اگر تمہیں اپنے عیوب کی خبر ہو جاوے تو اتنی فرصت ہی نہ ملے کہ دوسروں کی طرف دھیان ہو دوسروں کی فکر اسی وقت تک ہے کہ اپنے عیبوں کی خبر نہیں حیرت ہے اس مریض پر کہ جو طبیب حاذق کے پاس پہونچے اور پڑوسیوں کی نبض و قارورہ و بیان امراض میں مشغول ہو جاوے اور خود دق میں مبتلا ہو مگر اپنی کچھ فکر نہ ہو جہاں چار بیبیاں بیٹھتی ہیں دوسروں ہی کا ذکر کرتی ہیں پہلے بزرگوں کا طرز یہ تھا کہ جہاں بیٹھتے تھے اپنے عیوب کا ذکر کرتے تھے یہ مطلب نہیں کہ پوشیدہ گناہوں کا ذکر کرتے ہوں اس لئے کہ گناہ کا اظہار تو خود گناہ ہے بلکہ عیوب نفس جو مادۂ گناہ کا جیسے بخل کبر عجب وغیرہ تاکہ دوسروں کو ہماری نسبت بزرگی ور اتقا کا گمان نہ ہو یا یہ کہ اصلاح ہو جاوے جیسے کہ کسی کو خارش ہوتی ہے تو جہاں بیٹھتا ہے یہی تذکرہ کرتا ہے کہ میاں بڑی تکلیف ہے اس سے دو غرضیں ہوا کرتی ہیں یا تو یہ کہ شاید کوئی دوا ملجاوے یا کسی طبیب کا پتہ ملجاوے یا اس لئے کہ لوگ مجھکو بیمار سمجھکر پاس نہ آویں اسی طرح حضرات اہل اللہ اپنے عیوب باطنی ظاہر کرتے ہیں اور ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ دوسروں کے عیوب ظاہر کرتے ہیں کہ فلاں رشوت لیتا ہے فلاں سود کھاتا ہے فلاں یہ کام کرتا ہے اور اگر کوئی ٹوک بیٹھتا ہے کہ تم کیا کرتے ہو تم تو اس سے بڑے گناہوں میں مبتلا ہو تو عورتیں کہدیتی ہیں اجی ہم تو ہیں ہی دنیادار وہ تو بڑے متقی بنتے ہیں اور مولوی ملا کہلاتے ہیں۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ میاں کے احکام مولوی ملانوں کیلئے ہیں اور یہ دنیادار بنکر ان سے سبکدوش ہیں کیوں بیبیو جسوقت مولوی ملاں جنت میں جانے لگیں اسوقت بھی کہدوگی کہ ہمیں جنت سے کیا کام ہم کوئی مولوی ملاں ہیں جنت تو بڑی چیز ہے اگر پانچ روپیہ بھی کہیں ملتے ہوں تو اسوقت مولوی ملاں کو اپنے پر ترجیح کوئی نہ دے اعمال گویا نوٹ ہیں کہ کاغذ کے ہیں مگر حقیقت میں روپیہ ہیں نیک اعمال کیلئے مولوی ملاں کو اپنے اوپر ترجیح دینا یعنہ نوٹوں کیلئے ترجیح دینا ہے اسوقت تو وہ ذرا سا کاغذ معلوم ہوتے ہیں مگر جسوقت خزانہ میں پیش کئے جاویں گے تو چاندی کے روپیے بن جاویں گے پھر وہ شخص کسقدر بیوقوف ہے جو نوٹ دوسروں کو دے رہا ہے اور اپنی ضرورتوں کیلئے ان کو نہیں رکھتا۔ اعمال خیر کے لئے مولوی ملانوں کا نام لیدینا سو جب تو ہو نہیں سکتا کہ یہ بی بی ایسی سخی ہیں کہ دوسرے کے بھلے کو اپنے بھلے پر ترجیح دیتی ہیں کیونکہ ایسا ہوتا تو پانچ روپیہ کیلئے بھی ان کو ترجیح دیتیں۔ اسکی وجہ

ہو سکتی ہے تو یہ کہ اعمال پر ثمرات اور ثواب ہونے کا یقین بُلدرجہ میں نہیں جس درجہ میں نوٹ
کے روپیہ بنجانے کا ہے اور یہ ضعف ایمان ہے یہ خود ام الامراض ہے تو اس مولوی ملانوں کے
نام لینے والے کا اعتراض ایسا ہے جیسے ایک شخص کے پیر کی کھال چھل گئی ہے اسپر وہ شخص ہنسے
جسکے سینہ میں کاری زخم ہے یہ کس درجہ حماقت ہے بیبیاں خوب سمجھ لیں کہ یہ سب شیطانی چالیں
ہیں جنسے وہ آدمی کو اپنی فکر سے غافل رکھتا ہے یہانتک کہ موت آجاتی ہے اور اسوقت معلوم
ہوتا ہے کہ حدیث اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا کا ظہور ہو گیا دوسروں کے فکر سے دوسرونکو
تو فائدہ اسواسطے نہیں ہوا کہ جس بات میں اعتراض کا پہلو ہوتا ہے وہ دل کو نہیں لگتی بلکہ مخالفت
پیدا کرتی ہے اور ان کی خود کی اصلاح اسواسطے نہیں ہوئی کہ دوسروں کے دھندوں سے فرصت
ہوئی بس ایک فعل شیطان تھا کہ اُسمیں کامیابی رہی دوسرے کی فکر میں پڑنا ایسا مرض ہے
کہ طاعت کی صورت میں معصیت ہے بزرگان دین نے اسکا یہانتک معالجہ کیا ہے کہ ایک
بزرگ نے اپنے پیر کو کسی دوسرے مقام سے لکھا کہ یہاں کفار کا غلبہ ہے دعا کیجے کہ اللہ تعالی
مسلمانوں کو کفار سے بچائے پیر نے جواب میں لکھا ارے بیہودے ہمنے تجھکو مسلمانوں اور
کفار کے فیصلہ کیلئے بھیجا ہے یا کام کیلئے اپنے کام میں مشغول رہو خبردار جو آئندہ ایسے لغویات
میں مشغول ہوئے یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ بات تو دین کی تھی مسلمانوں کی کفار سے
نجات چاہنا دین ہے۔ بات یہ ہے کہ غلو ہر امر میں مذموم ہے دیکھئے کھانا کھانا موجب حیات
ہے لیکن جب حد سے بڑھیگا تو مضر ہوگا اور ہیضہ ہو جاویگا اور لیجئے اگر ظہر کی چار رکعت کی جگہ
کوئی پانچ رکعت پڑھے تو نامقبول ہے اور ترک فرض ظہر میں داخل ہے بجائے زیادہ ثواب
ملنے کے اُلٹا گناہ ہے پیر صاحب نے مرید صاحب کے اندر دوسروں کی فکر اصلاح کا اگرچہ
وہ محمود ہے غلو دیکھا ہوگا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب حرارت غالب ہوتی ہے تو اُسکا علاج
برودت سے کیا جاتا ہے اور غلبہ برودت کا حرارت سے دوسرے کی فکر جس درجہ میں مستحسن ہے
اُس سے جب بڑھ جاوے تو وہ مستحسن نہیں رہتی اسکی مثال وہی چار کی جگہ پانچ رکعت پڑھنے
کی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ عورتوں میں دوسروں کے عیوب پر نظر کرنا درجہ استحسان میں
داخل ہے یا درجہ غلو میں اور اسمیں افراط و تفریط ہے یا نہیں یہ فرق بہت دقیق ہے لیکن ہم

۳۰

لے لوگ سوتے ہیں جب مریں گے تب جاگیں گے ۱۲

ایک مثال میں بیان کرتے ہیں اگر بیبیاں اُسکو پیش نظر رکھیں گی تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ بہت سہولت کے ساتھ حل ہو جاویگا اور بہت سے اشکال دفع ہو جاویں گے۔
دیکھو جب تم اپنی اولاد کی تربیت کرتی ہو تو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر فعل پر نگاہ رکھو اور ذراسی بھی بے عنوانی سے چشم پوشی نہ کرو اور اگر تم چشم پوشی کروگی تو وہ عیب تمھاری اولاد میں ہمیشہ کیلئے رہجاویگا اور بجائے اس کے کہ تمہارے سامنے وہ اُن عیبوں کی وجہ سے ذلیل ہوتی غیروں کے سامنے ذلیل ہوگی تو اس تمہارے عیب گیری اور مداخلت کو کوئی بھی برا نہیں کہہ سکتا بلکہ ضروری کہتے ہیں اور اسکے نکرنے کو بیوقوفی اور سوء تدبیر سمجھتے ہیں اور اگر اسی فعل کو تمھاری اولاد پر دوسرا بالکل اجنبی آدمی کرنے لگے یہ بات بات پر اعتراض کرنے تو تم اُسکو گوارا نکروگی اور کوئی عقلمند بھی اُسکو اسکا مجاز نہیں قرار دیگا خصوصاً اس صورت میں کہ قرآئن سے معلوم ہو جاوے کہ وہ شخص کسی مخالفت و عداوت سے ایسا کرتا ہے تب تو اُسکو نگاہ بھر کر دیکھنا بھی اپنی اولاد کی طرف گوارا نکروگی حالانکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں وہی کام کرتا ہوں جو تم اُسکے مربی کرتے ہو لیکن یہ حیلہ اسکا تسلیم نکیا جاویگا اب تم خود سوچ لو کہ اسکی نصیحت اور امر بالمعروف اور اصلاح اور ہمدردی میں اور تمہارے انہی افعال میں کیا فرق ہے جسکی وجہ سے اُسکا فعل غیر مستحسن اور تمھارا فعل مستحسن اور ضروری مانا جاتا ہے وہ فرق یہی ہے کہ اس کے روک ٹوک مخالفت پر مبنی ہے اور تمھاری ہمدردی اور محبت پر دونوں کے آثار میں بھی فرق ہے، وہ ان عیوب کو دس جگہ گاتا پھرتا ہے اور صرف عیب پکڑتا ہے اور اُسکی اصلاح نہیں بتاتا اور اُسکے دل پر اس عیب سے صدمہ نہیں ہوتا بلکہ عیب گیری کا موقعہ پانے سے دل کو گونہ خوشی ہوتی ہے اور اپنی عزت اور دوسرے کی ذلت سے اسکی نفسانی خواہش پوری ہوتی ہے۔ اور تم اپنے بچے کے عیوب کو باوجود غصہ آنے اور اسپر تشدد کرنے کے کسی دوسرے کے سامنے نہیں بیان کرتیں اور نہ صرف عیب گیری کرتی ہو بلکہ اُسکی اصلاح بتاتی ہو اور تمھارے دل پر اُسکے عیب سے چوٹ لگتی ہے اور خدا سے چاہتی ہو کہ یہ عیب اُسمیں نرہے اور اُسکے عیب کو اپنا عیب اور اُسکی ذلت کو اپنی ذلت سمجھتی ہو۔ اس مثال کو پیش نظر کرو اور جب کسی کے کام میں دخل دو تو خدا کو حاضر ناظر جانکر اپنے دل میں خود فیصلہ کر لو اگر تم اس کا عیب اسی غرض سے

بیان کرتی ہو کہ اُسکی اصلاح ہو جاوے یہ عیب گیری کی غرض سے اور دل سے اُسکی اصلاح کے خواہشگار ہو تو مضائقہ نہیں علامت اسکی یہ ہے کہ دل میں غور کرو کہ اگر وہ شخص بھی جسکی تم اصلاح چاہتے ہو تمہارا کوئی عیب پکڑے تو ناگوار نہو اور اگر ناگوار ہو تو سمجھ لو کہ تمہیں اصلاح مقصود نہیں اگر اصلاح مقصود ہوتی تو اپنے لئے بطریق اولیٰ منظور کرتے آدمی روپیہ کو کام کی چیز سمجھتا ہے تو دوسرے سے اپنے آپکو لینے کیلئے ترجیح دیتا ہے نہ کہ دوسرے کیلئے پسند کرے اور اپنے لئے ناپسند۔ اور اُسکا وہ عیب دس آدمیوں میں کھلنا تمہیں ایسا ہی ناگوار ہوتا ہے جیسے اپنے اولاد کے عیوب یا نہیں؟ اگر ایسا ناگوار نہو تو سمجھو کہ کید شیطان ہے اور ممنوع اور غیبت اور طعنہ ہے امر بالمعروف وغیرہ کچھ نہیں صرف شیطانی حرکت سے دل کی آگ بجھانا ہے جب یہ مثال پیش نظر ہوگی تو اگر کسی کو ٹوکوگی تو علیحدگی میں ٹوکوگی لہجہ بھی نرم ہوگا اور پس غیبت میں ہی اُسکے لئے دعا کروگی کہ خدا کرے یہ عیب اُس سے نکلجاوے ایسا ہوگا کہ گویا تم کسی کو پھانسی سے چھوڑاتی ہو اور اُسکو تدبیر بتاتی ہو کہ ارے یوں مقدمہ لڑا یوں کسی طرح چھپ کر بھاگ جا خدا ہمیں تمہیں سبکو ایسی آفات سے بچاوے اور اگر وہ تمہارے ہدایت سے عیب سے بچ جاویگا تو تم سنکر خوش ہوگی نہ یہ کہ تمہارے دل میں یہ حسرت ہوگی کہ اب ہمارا موقعہ ٹوکنے کا نہ رہا۔ یہ امر بالمعروف اور نصیحت ہے مگر عورات میں بہت ہی کم خدا کی بندیاں ایسی ہونگی جو اتنا بھی خیال کریں کہ طعنہ اور غیبت وغیرہ میں اور اسمیں فرق کیلئے مستورات کو بہت ہی احتیاط سے کام لینا چاہئے ورنہ یہ سب حق العبد ہیں اسکا یہ مطلب نہیں کہ امر بالمعروف چھوڑدیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ احتیاط سے کام لیں اور طاعت کو معصیت سے الگ پہچان لیں اپنے سے چھوٹوں کو اور جنکی تربیت ان کے ذمہ ہے اُن کو برابر روک ٹوک رکھیں اور غیروں کے کام میں مداخلت نہ کریں الا آنکہ پوری طرح سے دونوں میں فرق کرنے پر قادر ہوں۔

(باقی آئندہ)

لیکن جب کسی طرح اُسکے مقابلہ اور مثل لانے پر قادر نہ ہوئے اور اپنا عجز اُن کو روشن ہوگیا تو جلکر یہ کہا ان ھذا الا افک ن افتراہ الخ اور جواب اس شبہ کا بالکل ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوروں سے مدد لیکر قرآن بناتے تو خود ان کفار کو بھی تو یہ امر ممکن تھا کہ اوروں سے مدد لیکر بنا لیتے اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ لوگ زباندانی میں اور اسی طرح دوسروں سے مدد چاہنے کی قدرت میں کم نہ تھے لیکن جب انھوں نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے ایسے مرتبہ پر ہے کہ مخلوق اُسکے مقابلہ سے عاجز ہے اور چونکہ یہ مضمون یعنی ان کو مقابلہ کے لئے بلانا اور ان کے عجز کا دعویٰ کرنا قرآن مجید میں کئی جگہ موجود ہے تو یہ شبہ یعنی ان ھذا الا افک ن افتراہ واعانہ علیہ قوم اخرون بالکل ساقط ہوگیا اب بعد وضوح دلائل کے اس شبہ کو بار بار پیش کرنا جہل اور عناد اور حسد کی وجہ سے ہے اس لئے اس کے جواب میں صرف فقد جاؤ ظلما وزورا کافی ہوگیا۔ ایۃ ثانیہ۔ قل انزلہ الذی یعلم السر فی السموات والارض۔ ترجمہ یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اس قرآن کو اُس ذات نے اتارا ہے جو جانتا ہے چھپی ہوئی شئے آسمانوں میں اور زمین میں اس آیۃ کی تفسیر امام فخر رازی اس طرح لکھتے ہیں کہ اس جواب کا حاصل وہ ہے جو پہلے اول لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معارضہ کے لئے اُن کو بلایا اور اُن کا عجز ظاہر ہوگیا اور اگر حضور اسمیں کسی سے مدد لیتے تو انکو بھی چاہئے تھا کہ دوسروں سے مدد لیکر قرآن کا مثل بنا لیتے لیکن جب عاجز ہو گئے تو ثابت ہوگیا کہ یہ کلام اللہ ہے اور نیز یہ مضمون بھی ثابت ہوا کہ ایسی ذات کا کلام ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کے اسرار کا عالم ہے یعنی تمام معلومات ظاہر اور خفی کا اُسکو علم ہے اور اسکے چند دلائل ہیں اول تو یہ کہ ایسی فصاحت کہ جس کا مخلوق میں سے کوئی مقابلہ نہ کر سکے ایسی ہی ذات سے ہو سکتی ہے جو کل معلومات کا علم تام رکھتا ہو دوسرے یہ کہ قرآن میں غیب کی خبریں ہیں یہ خبریں دینا بھی اُسی کا کام ہے جسکو کل معلومات کا علم ہو تیسرے یہ ہے کہ قرآن نقص سے پاک ہے چنانچہ خود ارشاد ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا اور ایسا کلام کہ کسی جگہ پر بھی اسمیں خلاف واقع کوئی امر نہو بجز عالم الغیب والشہادہ کے کسی سے نہیں ہو سکتا چوتھے یہ ہے کہ قرآن میں ایسے احکام ہیں کہ اُنمیں تمام عالم کے مصالح اور بندوں کے تمام امور دنیوی و دینی کا انتظام

یہ بھی ایسی ہی ذات سے ہوسکتا ہے جو تمام امور پر علم کے اعتبار سے حاوی ہو پانچویں یہ ہے کہ قرآن میں مختلف قسم کے انواع علوم کو عجیب غریب طرز سے بیان فرمایا ہے یہ بھی کل معلومات کے جاننے والے ہی کا کام ہے پس ان وجوہ سے جبکہ ثابت ہوگیا کہ یہ کلام ایسی ذات پاک کا ہے جو تمام معلومات سے واقف ہے اسلئے ان کے شبہ کے جواب میں اسقدر فرمانا کافی ہے قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - آیۃ ثالثہ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۔ ترجمہ یہ ہے اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ یہ کافر یوں کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایک آدمی سکھاتا ہے جسکی طرف سکھانے کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ زبان عربی ہے صاف اس کی تفسیر علامہ فخر رازی تحریر کرتے ہیں کہ اس آیۃ میں جو جواب دیا گیا ہے تو وہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے گویا کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ہم نے فرض کر لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس عجمی سے مضامین سیکھتے ہیں لیکن اس سے تو ہمارے مدعا میں کچھ قدح لازم نہیں آتا اسلئے قرآن کا اعجاز تو اس کے الفاظ کی فصاحت کے سبب سے ہے پس بالفرض والتقدیر اگر تم لوگ اس میں سچے بھی ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مضامین اس سے لیتے بھی ہوں تو بھی ہمارے مقصود کو کسی طرح مضر نہیں کیونکہ قرآن کے الفاظ معجزہ ہیں اور ثابت یہ ہوا کہ معانی کو اس عجمی سے لیا ہے اسکے بعد حق تعالیٰ نے ان لوگوں کا جھوٹا ہونا بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ یعنی بجز اسکے کچھ نہیں کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے وہ جھوٹ باندھتے ہیں اور یہ لوگ جھوٹے ہیں مقصود اس سے یہ ہے کہ جو کچھ پہلے آیات میں کفار کا مقولہ بیان کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور وہ اسمیں جھوٹے ہیں اور دلیل ان کے جھوٹا ہونے کی چند وجوہ سے ہے اول تو یہ اِنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یعنی ہم کافر ہیں یعنی وہ ایمان نہیں لاتے ہیں اللہ کی آیتوں پر اور وہ کافر ہیں اور جبکہ ایسے ہیں تو بالضرور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہوں گے اور دشمن کی بات ہذیان کی ایک قسم ہے اور نیز جو شخص مدعی کی عداوت کے ساتھ متہم ہو اسکی شہادۃ قابل اعتبار نہیں ہے دوسرے یہ ہے کہ سیکھنا کسی شخص سے ایک جلسہ کے اندر ممکن نہیں اور نہ خفیۃً ہوسکتا ہے بلکہ تعلیم و تعلم ایسا امر ہے کہ جب تک معلم اور متعلم ایک زمانہ دراز تک ایک دوسرے کے پاس آمد و رفت نہ رکھیں حاصل نہیں ہوسکتا اور اگر ایسا واقعہ ہوتا تو خلق میں مشہور ہوجاتا

۳۶

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں فلاں شخص سے علم سیکھتے تھے تیسرے یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو علوم ہیں وہ بہت سے ہیں تو جب تک کہ معلم ان تمام علوم میں پورا ماہر نہ ہو تو یہ علوم دوسرے کو نہیں سکھلا سکتا اور اگر کوئی ایسا شخص کہ جو علوم میں اس پایہ تک پہونچا ہوا ان لوگوں میں موجود ہوتا تو دنیا بھر میں اُس کی طرف انگلیاں اُٹھتیں اور تاریخ شاہد ہے کہ اُس زمانہ میں ایسا کوئی نہیں ہوا پھر ایسے علوم عالیہ اور مباحث نفیسہ بشر سے کیسے حضور سیکھ سکتے ہیں اور جاننا چاہئے کہ ایسی رکیک اور واہیات وخرافات کلمات سے حضور کی نبوۃ میں طعن کرنا امیر صاف دلالت کرتا ہے کہ حضور حجۃ اور دلائل میں اُن پر ایسے غالب تھے کہ مخالفین کو ادنی موقع اور گنجایش بھی استدلال کا نہ تھا اور نہایت عجز کی وجہ سے جل بھنکر ایسے کلمات اُن سے نکلتے تھے انتہی غرض کالشمس فی نصف النہار یہ امر ثابت ہوگیا کہ قرآن مجید کے مضامین نہ کہیں سے لئے گئے اور نہ یہ کلام پاک کسی آدمی کا بنایا ہوا ہے۔ اور اس شبہ کی بہت اچھی طرح بیخ کنی ہوگئی اب ہم منتظر ہیں کہ ہمارے قرآں کے برائے نام حامی ان شبہات کے جواب میں کیا لکھتے ہیں:

اعتراضات سابقہ کا جواب بعض مدعیان حمایت قرآن کی طرف سے

اعتراضات سابقہ کے جواب میں ہمارے بعض مدعیان فہم یہ فرماتے ہیں کہ معترضوں کی یہ علانیہ غلطی ہے اس لئے کہ پیغمبر درحقیقت اُس قوم کے لئے یا اُس زمانہ کے لوگوں کیلئے جسمیں وہ پیدا ہوئے برائیوں کی اصلاح کرنے والے اور اچھی باتوں کے قائم کرنے والے اور سچ بات کو تسلیم کرنے والے اور حق بات کو بیان کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ کسی پیغمبر کے زمانہ سے پہلے جو باتیں مروج ہوں یا جو باتیں بطور مذہب کے جاری ہوں یا بطور تاریخی واقعات کے مشہور ہوں یا بطور مقدس کلام کے سمجھی جاتی ہوں یا اگلے ادیان حقہ کا بقیہ ہوں وہ سب غلط اور جھوٹ اور خراب اور ناواجب ہوں بلکہ بالضرور سچ میں جھوٹ اور اچھی میں بُری ملی ہوئی ہیں اور اس لئے جو شخص کہ اصلاح کے منصب پر ہو اُسکو اُن اچھی باتوں کو قائم رکھنا اور سچ بات کو تسلیم کرنا اور نیک کاموں کو بجال رکھنا ضرور لازم ہوتا ہے اور ایسا کرنا علانیہ نیکی اور بے ریائی اور اُس مصلح کی سچائی پر دلالت کرتا ہے۔ انتہی ہم کہتے ہیں کہ مجیب صاحب نے

اپنے نزدیک بڑا پرزور جواب دیا ہے لیکن اس شیر خی میں جو سم اور اس ملک میں جو گندگی بھری ہوئی ہے ہم اُسکو دکھلاتے ہیں یہ جو فرماتے ہیں کہ پیغمبر درحقیقت اُس قوم کیلئے ہے یا اُس زمانہ کے لئے جسمیں وہ پیدا ہوئے ہیں الخ ظاہر ہے کہ لفظ پیغمبر کے اندر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق اولی داخل ہیں اس لئے کہ یہاں کلام آپ ہی کے متعلق ہے اور مجیب صاحب کے اس مضمون سے ظاہر ہے کہ مجیب کے نزدیک حضور کے بعثت صرف اُس قوم کے لئے یا اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے ہے جسمیں وہ پیدا ہوئے ہیں چنانچہ فرقہ عیسویہ کا یہی اعتقاد ہے اور یہ اعتقاد نصوص کے صریح خلاف ہے چنانچہ ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ اور ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا اور تمام امت کا اجماع بھی اسکے خلاف پر منعقد ہے۔

اس سے آگے جو ارشاد ہے کہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا الی اخرہا قال۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کی نسبت عرض ہے کہ اس کلام سے معترضین کا اعتراض رفع نہیں ہوا بلکہ مجیب نے اُن اعتراضات کو تسلیم کر لیا اس لئے کہ اُن کے اعتراضات کا خلاصہ یہ تھا کہ قرآن مجید (نعوذ باللہ) خدائے تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتب یہود و نصاریٰ اور زرتشتیوں سے مضامین چن چن کر کتاب بنائی ہے درظاہر کیا کہ یہ کتاب مجھپر نازل ہوئی ہے اور جواب میں اس امر کو تسلیم کر لیا اس لئے کہتے ہیں پیغمبر نے ادیان سابقہ کے اچھی باتوں کو قائم رکھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان باتوں کو قائم کرنے والے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حق تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں اور یہی عین اعتراض ہے اور اس سے سرولیم میور عیسائی کے قول کے صاف تصدیق ہوتی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ہم قوی گماں پر اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کو ہم یقین ایسا ہی محمد کا کلام سمجھتے ہیں جیسے کہ مسلمان اسکو کلام الٰہی سمجھتے ہیں۔ غرض اس جواب سے اصل اعتراض بالکل رفع نہیں ہوا بلکہ مجیب نے اُسکو تسلیم کر لیا اور جواب وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں یہاں تک وہ مباحث تھیں جو بطور مقدمات کے تھیں اب آگے مجیب صاحب تفسیر شروع کرتے ہیں اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات اور رد کے پردہ میں قرآن مجید کی تحریف کر کے سیدھے سادے مسلمانوں کو راہ حق سے بے راہ کر کے اپنی عاقبت برباد کرنے کے درپے ہیں چنانچہ ہم اُن کی تمام تر مزخرفات کو نقل کر کے اُس کا بطلان واضح کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

الاحکام الوقتیہ

بجمادی الاخریٰ

(باعتبار بعض حالات حاضرہ در بعض بلاد قاضیہ)

اسباب البلاء والوباء

(قال الرومی رح مشیرًا الیٰ بعضہا)

وز زنا افتد وبا اندر جہات

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ظاہر ہوئیں بیحیائی کی باتیں کسی قوم میں حتیٰ کہ کھلم کھلا کرنے لگیں مگر مبتلا ہوئی طاعون میں اور ایسی بیماریوں میں کہ جو اُن کے باپ دادوں میں کبھی نہ ہوئی ہونگی۔ الحدیث اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ظاہر ہوا کسی قوم میں زنا مگر ظاہر ہوئی اُن میں موت یعنی وبا الحدیث اور سماک ابن حرب نے عبدالرحمن سے حضرت عبداللہ بن مسعود رض کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جب ظاہر ہوتا ہے سود اور زنا کسی بستی میں حکم فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی ہلاکت کا صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ ڈھانک دیا کرو برتن کو اور بند کردیا کرو مشکیزہ کو کیونکہ سال بھر میں ایک شب ہوتی ہے کہ اس میں وبا نازل ہوتی ہے جس برتن یا مشکیزہ پر اس کا گذر ہوتا ہے جو کہ ڈھکا ہوا اور بند نہوا اسمیں وہ وبا داخل ہو جاتی ہے (من علاج القحط والوبا) اور حضرت ابن عباس ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ نہیں رائج ہوا زنا کسی قوم میں مگر کثرت سے ہونے لگی انمیں موت۔ الحدیث روایت کیا اسکو مالک نے (من المشکوٰۃ باب تغیر الناس) ان احادیث سے اسباب طاعون و امراض عجیبہ و مطلق وبا اور ہلاکت جان بالموت یا بالقتل یا ہلاکت مال بالقحط یا بالغارۃ کے یہ معلوم ہوئے نمبر ۱ زنا اور مطلق کثرت فحش جسمیں زنا کے مقدمات اور امردپرستی سب داخل ہیں نمبر ۲ سود کا لین دین نمبر ۳ برتنوں کا شب کو کھلا رہنا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ پس نازل کی ہمنے اُن ظالموں پر (یعنی ظالمان بنی اسرائیل پر) ایک آفت سماوی (یعنی

عہ اس کا پہلا مصرعہ ماہ گذشتہ میں مرقوم ہوچکا ۱۲۔

طاعون کما فی التفاسیر) سو جب کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے اھ (پارہ یکم قریب نصف) اس آیت سے معلوم ہوا کہ مطلق نافرمانی بھی سبب ہوتا ہے طاعون کا۔ جب اسباب مشخص ہو گئے تو علاج اس کا ان اسباب کا ازالہ ہے یعنی فرمانبرداری اور معاصی کا ترک کرنا اور ہر نافرمانی سے توبہ و استغفار کرنا بخصوص فحش مثل زنا و مقدمات زنا و لواطت و مقدمات لواطت مثل نظر بد و تلذذ بالکلام وغیرہ سے اور سود کے لین دین سے اور یہ تدبیر دافع بھی ہے اور مانع بھی اور شب کے وقت برتنوں کو ڈھانکنا اور یہ تدبیر صرف حافظ اور مانع ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے صریحاً بھی اس تدبیر کو علاج فرمایا ہے کہ تم اپنے پروردگار کے روبرو (اعمال سیئہ سے) استغفار کرو پھر (اعمال صالحہ سے) اسکی طرف متوجہ ہو بیشک وہ تمکو وقت مقرر (یعنی ختم عمر) تک خوش عیشی دیگا یعنی اسباب پریشانی و بلیات سے محفوظ رکھیگا۔ اب اکثر لوگ بجائے ان اسباب اصلیہ کے اسباب طبعیہ کو موثر سمجھکر علاج مذکور کی طرف توجہ نہیں کرتے اور صرف حکایت و شکایت کا یا تعداد اموات یا سبب شتم طاعون و وبا کا شغل رکھتے ہیں جو محض اضاعت وقت ہے ہم اسباب طبعیہ کے منکر نہیں مگر اس کا درجہ اسباب اصلیہ کے سامنے (جیسا کہ اسکے قبل اسباب القحط والغلاء کے مضمون میں بھی لکھا گیا ہے) ایسا ہے جیسے کسی باغی کو بحکم شاہی گولی سے ہلاک کیا گیا دوسرا دیکھنے والا اصلی سبب یعنی قہر سلطانی کو نہ دیکھے اور طبعی سبب یعنی صرف گولی کو سبب کہے حالانکہ اس طبعی سبب کے استعمال کا سبب وہی سبب اصلی ہے جو شخص اس کو نہ سمجھے گا وہ بغاوت سے پرہیز نہ کریگا گولی کا توڑ تجویز کریگا جو کہ اسکی قدرت سے خارج ہے سو کیا یہ غلطی نہ ہوگی یہی حالت ہم لوگوں کی ہے فقط

فروع

نمبر ۱ بعض لوگ دفع یا حفظ وبا و بلا کیلئے بستی کو چھوڑ کر خواہ اسی نواح میں یا دوسرے بلاد میں منتقل ہو جاتے ہیں اور ادویہ حافظہ و دافعہ کا استعمال کرتے ہیں نمبر ۲ بعض لوگ جہلاء سے اہلِ علم میں تعویذ ابواب پر یا اعناق میں چسپاں و آویزاں کرتے ہیں یا آدمیوں پر اور بعضے جانوروں پر مثل جیبوں وغیرہ کے گوشت وغیرہ تصدق کرتے ہیں یا کسی بکرے وغیرہ پر کسی خاص طریق سے کچھ دعا پڑھکر اسکو ذبح کرکے باہم گوشت تقسیم کرکے کھاتے ہیں یا سورہ تغابن وغیرہ پڑھا کرتے ہیں

یا علاوہ اذان نماز کے زائد اذانیں پکار پکار کر کہتے ہیں **نمبر ۳** بعضے جوان پھلوں سے بھی اسطرح ہیں دعا کرتے ہیں اور بزرگوں سے دعا کراتے ہیں سو امر اول تو تاثیر میں جس حد تک عام لوگوں کا زعم ہے کہ اُنکو موثر طبعی غیر متخلف سمجھتے ہیں اُس درجہ میں کالعدم ہے ہاں باذن الخالق مع احتمال التخلف اثر ثابت ہے اور اگر موثر یقینی سمجھے یا دوسری بستی میں منتقل ہو جاوے یا حرام دوا استعمال کرے تو بوجہ معصیت ہونے کے مضر اور سبب غضب حق ہے اور امر ثانی کے اجزاء بجز جزو اخیر یعنی ان اذانوں کے کہ خلاف سنت ہے باقی اجزاء نافع ہیں مگر ناکافی ہیں اور اگر قواعد شرعیہ کے موافق ہو مثلاً جانوروں کو آدمیوں پر مقدم کرنا یا گوشت ہی کی تخصیص کا اعتقاد کرنا یا یہ سمجھنا کہ اس گوشت میں بلا بٹی ہوئی ہے یا مساکین کے تقسیم کیلئے اسی طرح چندہ جمع اور خرچ کرنا جیسا پرچہ سابقہ کے فرع نمبر ۲ میں مذکور ہوا ہے تو برعکس اور زیادہ مضر ہے اور اذان للطاعون کا غیر مشروع ہونا مدلل و مفصل فتاوی امدادیہ جلد سوم صفحہ ۱۷ میں مذکور ہے اور امر ثالث بدلیل حدیث لا یرد القضاء الا الدعاء کافی ہے مگر جبکہ صرف صورت پر کفایت نکیجاوے بلکہ صورت کے ساتھ معنی و روح کو بھی جمع کیا جاوے اور روح اس دعا کی توجہ الی اللہ و ترک معاصی ہے چنانچہ حدیث میں ہے ان اللہ لا یستجیب الدعاء عن قلب لاہ اور ایک لمبی حدیث میں ہے کہ ایک شخص کا لباس و طعام وغیرہ سب حرام ہے اور وہ دعا کرتا ہے فانی یستجاب لہ جس سے ضرورت جمع واضح طور پر ثابت ہوتی ہے فقط

باعتبار ثمر سوم } آجکل جابجا بہار ثمر نیہ کی فروخت ہو رہی ہے بیع ثمار کے مفصل احکام الامداد بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۲ھ میں لکھ دیئے گئے ہیں اُن کو ملاحظہ فرما کر ثمر انبہ میں بھی جاری فرمالیجیے۔

درستی فساد عقد

اگر خطاءً یا عمداً کسی نے عقد ناجائز کا ارتکاب کر لیا ہو مثلاً پھل آنے سے پہلے بیع و شرا کر لیا ہو تو اس کی اصلاح اس طرح کر لینا واجب ہے کہ بعد پھل آجانیکے بائع و مشتری اُس پہلے عقد کو زبانی فسخ کرکے دوبارہ خواہ اُسی پہلے ثمن پر بیع و شرا کی تجدید کریں ایسا کرنے سے یہ بیع صحیح ہو جاویگی

اور اس لئے مشتری کو پھل اور بائع کو ثمن حلال ہو جاویگا اسی طرح پہلے بیع کے بعد دوسری خریداروں کو
بھی وہ پھل حرام تھا اب اُن کیلئے بھی حلال ہو جاویگا۔ اگر بائع و مشتری اس میں غفلت کریں دوسرے مسلمان
اُن کو سمجھا کر ایسی حالت میں ایجاب و قبول کے الفاظ کہلوالیں صرف زبانی کہلینا جبکہ نہ بیع بدلے نہ ثمن
بدلے کیا مشکل ہے اسمیں تغافل و تساہل نہ کریں تھوڑی غفلت میں سلسلہ حرام کھانیکا بڑی دور تک پہنچتا ہے

امر برقمہ اشرف علی۔ ۔

ایک دھوکے سے حفاظت

عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم
من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۱۸
وعن ابن عباس اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم الحدیث رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۲۴
مجموعہ حدیثین سے صاف واضح ہے کہ جب تک قواعد شرعیہ سے پورا اطمینان نہ ہو جاوے کسی مضمون کا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا سخت ممنوع ہے کما ہو مدلول الحدیث الثانی
خاصکر جب کہ وہ مضمون قواعد شرعیہ کے خلاف بھی ہو تو اُس سے بچنا اور بھی زیادہ واجب ہے کما
ہو مدلول الحدیث الاول مدت دراز سے بعض بدخواہ خیرخواہ نما لوگوں نے یہ طریقہ اختیار
کر لیا ہے کہ وقتاً فوقتاً وصیت نامہ کے نام سے ایک بے سروپا مضمون حضور پرنور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے عوام میں شائع کردیتے ہیں جسمیں کبھی مسلمانوں کی سخت اہانت کا مضمون
ہوتا ہے کبھی کچھ پیشین گوئیاں ہوتی ہیں جو غلط نکلتی ہیں۔ اور جس سے معترضین علی الاسلام کو موقع
اعتراض کا ملتا ہے۔ آج کل بھی بعض مقامات سے ایک سوال آیا جسمیں ایسے ہی مضمون کی نسبت تحقیق کیا
تھا۔ بوجہ ضرورت عام کے مناسب معلوم ہوا کہ اول وہ مضمون پھر اُس کا جواب لکھدیا جاوے تاکہ
طالبان تحقیق کو نفع ہو۔ والسلام (نائب مدیر)

مضمون جس کا رد کرنا منظور ہے

یہ ہدایت نامہ فخر انبیا خاتم المرسلین شفیع المذنبین محبوب رب العالمین حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم کی طرف سے شیخ احمد خادم روضہ مبارک پر صادر ہوا ہے کہ شیخ مذکور کہتے ہیں کہ میں شب جمعہ خواب

میں تلاوت قرآن مجید فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور آنحضرت نے مجھے فرمایا کہ
اے شیخ احمد میں دوبارہ تمکو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ جمیع مسلمانوں کو خبر کردو کہ میں انکے کثرت گناہوں سے
سخت بیزار ہوں خبردار کیونکہ مجھے معلوم ہوا کہ ایک جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک نوے لاکھ آدمی مرے جسمیں فقط
ستر ہزار آدمی ایمان لیگئے۔ اور باقی کافر ہو کر مرے۔ جسپر بارگاہ خداوندی سے فرشتوں کو حکم ہوا۔ کہ وہ مجھسے
کہیں کہ دیکھو یا محمد اپنی امت کا حال میں صبر نہیں کرونگا اور عنقریب صورت عالم کو بدلنے والا ہوں۔ چونکہ
تمہاری امت گناہوں کی طرف مائل ہوگئی ہے۔ نماز بالکل ترک کردی زکات نہیں دیتی۔ چوری چغلی
زناکاری جھوٹی گواہی سود کھانا دوسروں کا مال غصب کرنا روزہ نہ رکھنا مساکین کو خیرات نہ دینا اور
امر و نہی سے سرتابی کرنا اور دنیا کی محبت آخرت سے زیادہ کرنا۔ ان باتوں پر عمل پیرا ہوئی ہے اسلئے
پہلی امتوں کی طرح صورت بدلنی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اس مقام پر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جناب باری میں عرض کی کہ الٰہی دریائے کرم موجزن رکھ میں اپنی امت کو پھر آگاہ کرتا ہوں
کہ اگر اس آخری ہدایت پر راہ راست پر نہ آئی تو۔ تو مالک ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
خادم سے فرمایا کہ۔ تو کل مسلمانوں کو خبر دے کہ قیامت عنقریب ہے۔ اور وہ وقت نزدیک ہے کہ سورج مغرب
کی طرف سے نکلے اور پہاڑ چلنے لگیں یہ نشانی قیامت کی ہے اس سے پہلے بھی ہمنے ایک ہدایت کی تھی
مگر لوگوں نے اسپر عمل نہیں کیا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ۔ گناہ کی طرف زیادہ مائل ہوگئے۔ لہذا اب دوبارہ
ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ۔ وہ اپنے رسول مقبول۔ شفیع عاصیاں سردار
دوجہان کی ہدایت پر کاربند ہوں۔ اور اس بات کا لحاظ رکھیں کہ تمہاری شفاعت کیلئے اور
تمہارے گناہوں کی معافی کیلئے۔ آنحضرت نے کیسی تکلیفیں اٹھائیں۔ اے مسلمانو کیا تم یہ چاہتے
ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے درگاہ رب العزت میں معافی ہی مانگا کریں اے برادران اسلام
حضرت نے یہ آخری ہدایت نامہ صادر فرماکر یہ ارشاد کردیا ہے کہ۔ اگر تم اسپر عمل نہ کروگے تو میں تمسے
بیزار ہو جاؤنگا۔ اور تمھیں میری شفاعت کی امید نہ رکھنی چاہئے جو شخص اس ہدایت نامہ کو پڑھکر اور نقل
کرکے ایک شہر سے دوسرے شہر تک روانہ کریگا وہ قیامت میں میرا رفیق ہوگا۔ اور جو آپ پڑھے اور دوسروں کو
نہ سنائے اور نہ لکھ کر دوسرے شہروں میں روانہ کرے۔ وہ میرا دشمن ہوگا۔ اور میں اسکی شفاعت نہ کرونگا۔
چاہے وہ کتنا ہی پرہیزگار ہو آخر میں شیخ احمد کہتے ہیں کہ تین بار اللہ پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح ہے

اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو مجھے خدا کافر کرکے مارے نعوذ باللہ من ذالک استغفر اللہ ربی من کل ذنب وخطیئۃ واتوب الیہ۔ یہ خبر مدینہ منورہ سے آئی ہے اور تاکید ہے ہر مسلمان پر کہ اس پر عمل کرے اور عذاب دوزخ سے نجات پاوے آمین ثم آمین یا رب العلمین کاتب الحقیر شیخ احمد۔ فقط

جواب جس میں مضمون بالا کا رد ہے

ایسا وصیت نامہ ہمیشہ مختلف عنوانوں سے طبع کراکر شائع کیا جایا کرتا ہے اور پہلے وصایا کے مضامین میں تو امور خلاف شریعت ظاہراً بھی زیادہ دیکھے جاتے تھے اور اسبار جو شائع ہوا ہے اس میں کسیقدر ایسے امور سے احتیاط کیگئی ہے لیکن بوجہ امور مذکورہ ذیل قابل اعتبار اب بھی نہیں ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کو صحیح نہ سمجھیں کیونکہ ہر دعوے کیلئے دلیل کا ہونا لازم ہے اور یہاں کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کا مضمون چونکہ خلاف قواعد کلیہ ثابتہ بالکتاب والسنۃ ہے اسلئے خلاف دلیل ہے اور وہ امور جنکی وجہ سے اس وصیت نامہ کا مضمون مخدوش اور ناقابل اعتبار ہے یہ ہیں۔

(۱) یہ وصایا ہندوستان ہی میں شائع اور مشہور کئے جاتے ہیں خاص مدینہ منورہ میں اسکی کوئی اصل نہیں پائی جاتی حالانکہ ایسا واقعہ عظیمہ وہاں زیادہ مشہور ہونا چاہئے جیسا کہ ظاہر ہے پس معلوم ہوا کہ یہ کسی بے دین کا اختراع ہے۔

(۲) **قولہ** نو لاکھ آدمی مرے اور ستر ہزار باایمان مرے۔ یہ مضمون دو وجہ سے مخدوش بلکہ باطل ہے۔ اول مشاہدہ اسکے خلاف ہے کہ اکثر مسلمان آخر وقت میں کلمہ گو قالاً یا حالاً پائے جاتے ہیں اور ان کی علامات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انکا اعتقاد اسلامی ہے پس بحکم حدیث مرفوع من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ رواہ الامام احمد فی مسندہ وابوداود فی سننہ والحاکم فی مستدرکہ واسنادہ صحیح کما فی الجامع الصغیر وہ حضرات مستحق جنت ہیں اور باایمان ہیں۔ دوسرے حدیث صحیح میں ہے سبقت رحمتی غضبی اخرجہ البخاری۔ آدھے سے کم مسلمانوں کا خاتمہ بخیر ہونا نہایت بعید ہے پس یہ مضمون ناقابل اعتبار ہے

(۳) **قولہ** تمہیں میری شفاعت کی امید نہ رکھنی چاہئے۔ یہ مضمون حدیث صحیح کے بالکل خلاف ہے فانہ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی اخرجہ احمد فی مسندہ وابوداود ونسائی فی سننہما وابن حبان فی صحیحہ بسند صحیح والحاکم فی مستدرکہ کما فی الجامع الصغیر پس ناقابل اعتبار اور مردود ہے۔

(۴) **قولہ** وہ میرا دشمن ہوگا۔ یہ مضمون بھی خلاف شریعت ہے جبکہ سامع کو یہ مضمون اُن ذرائع سے نہیں پہونچا جو شرع میں حجت ہیں تو اس پر کس طرح عمل واجب ہے جسکا خلاف کرنا باعث عداوت ہو یہ ہے رہا خواب میں زیارت ہونا سو اگر اسکا بیان کرنے والا نہایت ثقہ بھی ہو جب بھی حجت شرعیہ نہیں چہ جائیکہ راوی کے احوال سے لوگوں کو آگاہی بھی نہیں ہے بلکہ خود اسکے مضامین اسکے غیر ثقہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

(۵) **قولہ** مجھے خدا کا ڈر کرکے ماری۔ یہ مدعی ان کلمات کے زبان پر لانے سے خدا کا خوف نہیں کرتا بڑا دلیر ہے اور خلاف شرع ہے جس اس جاہل کا قول شریعت میں کس طرح مقبول ہو سکتا ہے کیونکہ اسطرح سے قسم کھانا خود گناہ ہے (۶) اگر یہ مدعی اعلیٰ درجہ کا ثقہ بھی ہوتا تب بھی اس کا خواب جو کہ اصول اسلام اور کتاب و سنت کے خلاف ہو قابل قبول نہ ہوتا علماء امت کا اسی پر عمل ہے کہ اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیکھنا صحیح اور برحق ہے کما اخرجہ البخاری مرفوعاً لیکن مضمون خواب میں چونکہ تغیر اور تبدل کا احتمال رہتا ہے کہ بائیں ممکن ہے کچھ مضمون بھول گیا ہو اور اسوجہ سے کچھ کا کچھ نقل کر دیا ہو اسلئے وہ مضمون ہم پلہ احادیث مرویہ باسانید ثابتہ کا نہ سمجھا جاویگا اور اگر تعارض ہو احادیث ثابتہ سے۔ تو احادیث اسپر مقدم کیجاویں گی۔ کتاب تحفۃ الفقہاء والمحدثین و نیز بعض دیگر کتب میں بھی تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک للحافظ السیوطی سے نقل کیا ہے جسکا یہ حاصل ہے کہ ابن عبد السلام شافعی کے زمانے میں ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس شخص نے ایک مسئلہ آپ سے بروایت کیا جو صحیح حدیث کے خلاف تھا علامہ موصوف نے فرمایا کہ حدیث بسند صحیح ثابت اور صحیح ہے لہذا اسپر عمل واجب ہوگا اور یہ منامی حدیث مرجوح قرار دیجاویگی الہ صاحبو اس تحریر سے صرف یہ مقصود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کوئی ایسا امر منسوب کیا جاوے جو آپنے نہ فرمایا ہو کہ اسمیں بہت بڑی احتیاط لازم ہو قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار رواہ الشیخان وغیرھما کما فی الجامع الصغیر اور نیک کاموں میں خوب اچھی طرح ہر مسلمان کو توجہ کرنا لازم ہے اور وہ توجہ ان وصایا غیر ثابتہ پر موقوف نہیں بلکہ حدیث و قرآن اسکے لئے کافی ہے شریعت نے تمام مراحل کو طے کر دیا ہے کوئی کمی نہیں چھوڑی جو ایسے داہی مخترع قصص سے پوری کیجاوے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ وصیت نامہ غیر معتبر ہے اس کو صحیح سمجھ کر اسکا زبانی نقل کرنا یا لکھ کر یا طبع کرکے شائع کرنا جائز نہیں اور خاصکر اس میں ثواب کی امید رکھنا یا اس کی اشاعت میں کوتاہی کرنے کو موجب گناہ سمجھنا اور بھی گناہ پر گناہ ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

کتبہ احمد حسن عفی عنہ

۲۲ رجمادی الاول ۱۳۳۲ ہجری

مولوی احمد حسن صاحب نے بالکل ٹھیک لکھا ہے۔ مسلمان ایسے وصیت ناموں کو صحیح نہ سمجھیں۔ اور شریعت کو کافی سمجھ کر اپنی اصلاح ظاہر و باطن کا اہتمام کریں۔

اشرف علی عفی عنہ

۲۳ رجمادی الاولی ۱۳۳۲ ہجری

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جایگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ؎ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جایگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ؎ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جایگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جایگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۲ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جایگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

عہ؎ دلیل اس عقد کے جواز کی ردالمحتار مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۲۳ھ جلد رابع صفحہ ۱۸ اور ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲